

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_188111

UNIVERSAL
LIBRARY

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تاریخ دستورِ گلستان

اے۔ ایم جیمیز صاحب کی کتاب "اے شارٹ کانٹری ٹیونل مٹری آف انگلینڈ" کا اردو ترجمہ
بی۔ اے کے لیے
مترجم

مولوی سید علی رضا صاحب بی۔ اے پیرسٹرٹ لا
رکن سررشتہ تالیف و ترجمہ جاموئے غمانیہ

۱۳۳۱ھ ۱۳۳۲ھ ۱۳۳۲ھ ۱۹۲۲ء

دارالطبع جامعہ اسلامیہ کراچی

حاملہ اومصلیٰ

دیباچہ ترجمہ

اس مختصر دیباچہ میں کسی خاص امر کا اظہار مقصود نہیں ہے البتہ طالب علموں کے فائدے کی غرض سے میں اس فرق کو دکھلا دینا چاہتا ہوں جو اس کتاب اور دوسری انگریزی دستوری تاریخوں کی طرز تحریر اور ترتیب منشا میں پایا جاتا ہے۔ تاریخ دستور انگلستان برائے انٹر میڈیٹ کو اس کے مولف ایف۔ سی مائٹلگوسا صاحب نے قدیم مصنفین کی تقلید میں جیسا کہ ڈاکٹر اسٹینز، جیلیم، گارڈنر، سرٹی۔ آئرس کرن سے نوٹیسویل لینک میڈ مورخین ہو گزرے ہیں سیاسی تاریخوں کی طرح ترتیب دیا ہے۔ اگرچہ ان مورخین نے انگریزی نظم حکومت کی تاریخ لکھی ہے لیکن انگریزی ادارات کی تاریخ میں ملک کی سیاسی تاریخ کا زیادہ حصہ شامل کر دیا ہے جس کی وجہ سے ہر ایک ادارہ کی تاریخ ترقی عام سیاسی واقعات کی تاریخ میں چھپ جاتی ہے اور طالب علموں کو سیاسی واقعات سے دستوری واقعات کے علیحدہ کرنے میں نہ صرف زحمت ہوتی ہے بلکہ انگریزی ادارات کی تدریجی ترقی کی تاریخ بخوبی ان کے ذہن نشین نہیں ہونے پاتی ہے

انگریزی دستور حکومت کی تاریخ سے مراد انگریزی ادارات کی تاریخ ہے یعنی حکومت قومی شاہی پارلیمنٹ کی دونوں مجلسیں (دارالامرا اور دارالعوام)، وزراء، حکام عدالت اور حکومت مقامی کے ادارات کی تاریخ پر برطانیہ کی تاریخ دستوری بنی ہے۔ جس طرح دوسرے علوم کا کتاب جھول تعلیم کا اعلیٰ ذریعہ قرار دیا گیا ہے اسی طرح علم تاریخ کا شمار تعلیم کے ایک عمدہ اور اعلیٰ ذریعے میں ہو سکتا ہے بشرطیکہ دستور حکومت کے ہر ایک ادارہ کی تاریخ مختلف شاہی خاندانوں کے نزاعات اور دیگر سیاسی واقعات سے غلو نہ ہوا انگلستان میں اس امر کی طرف تقریباً تیس سال پہلے

ماہرین فن کو توجہ ہوئی اور پروفیسر ڈی جے میڈلے پہلے مولف ہیں جنہوں نے انگریزی دستور کی تاریخ ادارہ وار لکھی ہے اور اس طرز کی اُن کی پہلی کتاب مسمیٰ بہ انگلش کانسٹی ٹیوشنل ہسٹری ماہ جون ۱۸۹۴ء میں شائع ہوئی ہے۔ میڈلے صاحب کی تقلید میں اے۔ ایم چیمبرز صاحبہ نے اپنی کتاب کانسٹی ٹیوشنل ہسٹری آف انگلینڈ کی ادارہ وار تالیف کی ہے اور یہ کتاب اُسی تاریخ کا اردو ترجمہ ہے غالباً اس طرز و ترتیب کی یہ دوسری کتاب ہے اگرچہ چیمبرز صاحبہ کی کتاب میڈلے صاحب کی کتاب سے بہ ظاہر کم مبسوط ہے لیکن کثرت مضامین اور اختصار و اجمال بیان نے اُس کو پہلی کتاب سے زیادہ دقیق بنا دیا ہے اسی واسطے مضامین کے عبور کرنے میں طالب علموں کی سہولت کے خیال سے جہاں جہاں مناسب معلوم ہوا ہم نے ترجمہ میں صراحت کردی اور حسب ضرورت حاشیہ بھی (فٹ نوٹ) لکھا ہے کہ تاریخ دستور انگلستان برائے اسٹریٹ میڈلے کے ساتھ جو مقدمہ اور تشریحات ہیں اُن سے اس کتاب کے مطالعہ میں بخوبی مدد مل سکتی ہے۔

حسب عادت تا امکان اس ترجمہ کو بھی سلیس اور دلچسپ و بامحاورہ بنانے کی کوشش کی گئی ہے اگر ترجمہ میں فی الواقع یہ اوصاف ہوں اور طالب علموں کو مضامین کے عبور کرنے میں آسانی ہو تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت ٹھکانے لگی ۱۲

فاکار
سید علی رضا

حیدر آباد دکن
۴ مارچ ۱۳۲۲ھ

فہرست مضامین

پہلا باب

دستور کی ابتدا

صفحہ

۱

دستور برطانیہ کی خصوصیتیں

۷

آغاز تاریخ دستور برطانیہ

۹

نظریات مذہب قدیم ٹیوٹانی

۱۱

نظریات مذہب رومی اور قلدی

تنقید مذہب جدید ٹیوٹانی بر نظریات

۱۳

(۱) مذہب رومی و قلدی

۱۵

(۲) مذہب قدیم ٹیوٹن

۱۷

نظریات مذہب جدید ٹیوٹن

✓ دوسرا باب

سیکس نظم مملکت

۲۰

جرمن قبیلوں کی وطنی حالت

۲۲	ترک وطن و آبادی نو
۲۲	دیہاتی علاقے بستی گاؤں
۲۴	سیکسن قوم کی ملک و حقیقت زمین - (الف) زمین جہوری
۲۴	(ب) زمین سندی
۲۴	(ج) زمین قرصہ
۲۴	سیکسن بیاج قومی (۱) غیر آزاد
۲۵	(الف) امرا (۲) احرار
۲۵	(ب) شرفا
۲۵	(ج) گیسٹہ
۲۶	(د) تھین
۲۶	سیکسن عدالتیں (الف) وٹنا جیمو (مجلس عقلا)
۲۶	(ب) عدالت ضلع
۲۸	(ج) عدالت تعلقہ
۲۸	(د) عدالت بلدہ
۲۸	سیکسن جرائم
۲۹	سیکسن کو توالی - ذمہ داری (۱) اہل قرابت
۲۹	(۲) ضامن
۳۰	(۳) جماعت
۳۰	(۴) امیر سرپرست
۳۱	نظام جاگیر کا نشو و نما
۳۴	گیارھویں صدی کے مدارج قومی (الف) مزارعین
۳۵	(ب) غلامان زرعی
۳۶	(ج) جمہور نیٹروں میں رہنے والے
	(قطان الکلوخ)
۳۶	(د) گی برز

تیسرا باب جاگیری نظم حکومت

۳۸	فتح نارمن کا انگریزی نظام جاگیرات پر اثر
۴۲	جاگیری عطیات
۴۴	ہبہ غیر مشروط (خیرات مبرات)
۴۵	عطاۓ خدمت فوجی۔ بذریعہ جاگیر مبارز
۴۸	بذریعہ بیرنی
۴۹	سارجنٹی
۵۱	دوسری قسم کی معافی داریان
۵۲ و ۵۳	سو کچ اور بر کچ
۵۳	وابستگی، اطاعت اور وفا شعار
۵۵ و ۵۶	رسوم جاگیری۔ نذرانہ
۵۷	اعانت رقی
۵۸	ولایت
۵۹	حق تزویج
۵۹	ضبطی و استرادر
۶۰	وراثت و انتقال جائداد
۶۰	وراثت فرزند اکبر
۶۲	انتقال جائداد بذریعہ (۱) تبدیلی شخصی
۶۲	(۲) عطاۓ تحتانی
۶۳	انتقال کے خلاف رکاوٹیں

۶۶	انتقال جائیداد کی شکلیں۔ (الف) جاگیر (ملک) مطلق
۶۶	(ب) جاگیر مشروط
۶۷	(ج) جاگیر (ملک) منقطع
۶۷	انتقال جائیداد کے قیود کو بے اثر بنانے کے طریقے۔
۶۷	(۱) طمانیت
۶۸	(۲) فرضی دعویٰ و غیابی
۷۰ و ۶۹	(۳) تنہیک ازدواجی تمسعات اور مانیتیں
۷۱	جاگیری عدالت
۷۲	جاگیر (میزر)
۷۳	جاگیرات مندرجہ کتاب بند و بست
۷۵	نمونہ جاگیر (۱) سیری
۷۵	(۲) زمینات غلامان زرعی
۷۵	(۳) زمینات منرا عین آزاد
۷۶	ملازمین و عہدہ داران جاگیر۔ ریف، بلیف، اسٹورڈ
۷۶	زرعی غلامی
۷۶	زرعی غلامی کی نسبت نظریہ قانونی
۷۸	کن ذریعوں سے غلام زرعی آزاد ہو سکتا تھا
۷۸	زرعی غلامی کے قیاس قانونی کے مستثنیات
۸۲	رہایائے جاگیر کے فرائض (۱) خراج
۸۲	(۲) بیگاری
۸۲	(۳) ہفتہ داری کام
۸۳	شان غلامی اور غیر آباد زمینداری کی آزمائشیں
۸۴	نقل داری (کاپی ہولڈ) کی ابتدا
۸۵	ساکنان تعلقہ
۸۵	خدمت کے بجائے وصول رقم

- ۸۶ جاگیردارانہ نظم معاشرت کا زوال
 ۸۶ بلیک ڈیٹیج کے اثرات
 ۸۹ زرعی عملوں کے قائم مقام نقل دارپٹہ دار اور مزدور ہو گئے
 ۸۹ یومین (آزاد مزارعین) کا فری ہولڈر (زمیندار) میں شمار ہونے لگا
 ۹۰ اراضی شاملات اور اراضی محصور

چوتھا باب

بادشاہی

- ۹۲ ماخذ حق بادشاہی
 ۹۲ حق شاہی کا محتاج انتخاب ہونا
 ۹۴ حق بادشاہی کو موردی بنانے کے موثبات
 ۹۵ حق شاہی کی بنا کبھی انتخاب اور کبھی وراثت کا قرار پانا
 ۹۶ حق موردی کا بول بالا
 ۹۶ حق قانونی یا حق بر بنائے رضامندی پارلیمنٹ
 ۹۷ اقتدارات شاہی
 ۹۷ قدیم زمانے کی سیکسن بادشاہی
 ۹۸ اختیارات شاہی کا کیونکر نشوونما ہوا
 ۱۰۰ خاندان نارمن کی مطلق العنانی
 ۱۰۱ کل قوم کی مخالفت
 ۱۰۲ امرا کی بحیثیت مہبران قوم ناکامی
 ۱۰۴ پارلیمنٹ اختیارات تاج کی نگراں قرار پاتی ہے
 ۱۰۶ ملک نے خاندان لیفکسٹر سے بھی تجربہ حاصل کیا
 ۱۰۸ سلاطین ٹیوڈر کی حکومت مطلقہ

- ۱۱۰ تاج اور پارلیمنٹ کے درمیان جھگڑا
۱۱۳ اختیارات شاہی (۱) جو شاہی کے بعد
۱۱۴ (۲) انقلاب سلطنت کے بعد
۱۱۶ عہد حکومت جارج سوم میں اختیارات تاج کا پہلی سی شان حاصل کرنا
۱۱۷ انیسویں صدی میں تاج کی شان و حیثیت میں کمی کا واقع ہونا

پانچواں باب

بادشاہ کی کونسل

- ۱۲۱ کونسل کا نشوونما
۱۲۱ وطنہ جیمو (مجلس عقلا)
۱۲۲ کیونگ کینسی لیم (مجلس قومی) اور زارمنوں کی مجلس شاہی
۱۲۳ دی کونسل عہد حکومت ہنری سوم اور ایڈورڈ اول
۱۲۴ پارلیمنٹ کا کونسل پر نگرانی رکھنے کی نسبت کوشش کرتا
۱۲۵ فرائض کونسل
۱۲۶ رچرڈ دوم اور اس کی کونسل
۱۲۷ پریوی کونسل اور معمولی کونسل
۱۲۸ عہد حکومت کونسل
۱۲۹ ٹیوڈر بادشاہوں کی کونسل کی ترکیب
۱۳۰ اس کا چند کمیٹیوں میں منقسم ہونا
۱۳۱ اس کے اختیارات انتظامی
۱۳۱ مقامی مجلسوں کا قائم ہونا

- ۱۳۳ کونسل کے قانون وضع کرنے کے اختیارات
- ۱۳۴ کونسل کے عدالتی اختیارات
- ۱۳۵ دی اسٹارچمبر (عدالت ایوان انجمن)
- ۱۳۵ پریوی کونسل کے ساتھ اس کا تعلق
- ۱۳۷ اختلالات ملک میں ٹیوڈر بادشاہوں کی کونسل کا سیاب ہونا
- ۱۳۷ عدالتی کاروائیوں کی نسبت اس کے معاصرین کی آرا
- ۱۳۹ نشوونمائے کیمینٹ
- ۱۴۰ کیمینٹ کی ابتدا
- ۱۴۱ ٹیمپل کی تدبیر اور اس کی ناکامی
- ۱۴۲ کیمینٹ کی ابتدا کا جہیزیت ادارہ تسلیم کیا جانا اس کی نامقبولیت
- ۱۴۳ کیمینٹ کا اعزازی اور کام کرنے والی مجلسوں میں تقسیم ہونا
- ۱۴۵ پریوی کونسل اور کیمینٹ
- ۱۴۶ خصوصیات کیمینٹ
- ۱۴۸ (۱) سیاسی یک رنگی
- ۱۴۹ (۲) ذمہ داری مشترکہ
- ۱۵۲ (۳) اس کے جلسوں کا راز میں منعقد کیا جانا
- ۱۵۳ (۴) اس کے ارکان کو پارلیمنٹ کے اراکین ہونا لازم ہے
- ۱۵۴ (۵) دارالعوام کے فرقہ کثیر کا اس کا مطیع ہونا لازم ہے
- ۱۵۶ کیمینٹ حالیہ کا پہلنا اور سمٹنا
- ۱۵۷ حالیہ سیاسی فرقوں کا غیر متلون ہونا
- ۱۵۸ عملی کیمینٹ پارلیمنٹ کی صورت معلوم ہوتی ہے
- ۱۵۸ اختیار متعین میں ترقی کا ہونا
- ۱۵۸ کیمینٹ کا میر مجلس
- ۱۵۹ وزیر اعظم کے لقب کو ماننے میں قوم کا کراہت کرنا
- ۱۵۹ تعلقات وزیر اعظم بادشاہ، تاج

۱۵۹	(۲) شرکائے خود
۱۵۹	(۳) پارلیمنٹ
۱۶۱	ودرائے شاہی
۱۶۲	تاج کے ملازمین سیاسی
۱۶۲	دی لارڈ ہائی چانسلر (مجلس عدالت العالیہ)
۱۶۳	عہدہ ہائے اعزازی
۱۶۵	وزیر خزانہ
۱۶۵	مجلس خزانہ (۱) وزیر خزانہ
۱۶۵	(۲) شرکائے وزیر خزانہ
۱۶۵	(۳) وزیر مال
۱۶۶	وزیر بحریہ اور مجلس بحریہ
۱۶۶	مستند پیشی
۱۶۹	محکمہ جات سرکاری

چھٹا باب

شاہی مداخل

۱۷۳	تاج کا محاصل موروثی
۱۷۳	خراج جنس آمدنی صیغہ عدالت و مستفرقات
۱۷۶	زمینات شاہی
۱۸۱	محصولات جاگیر اور موروثی محصول آبکاری
۱۸۲	محکمہ ڈاک
۱۸۳	فہرست عمال محکمہ جات سرکاری
۱۸۴	اجرائے محصولات
۱۸۴	محصول جہاز، محصول ڈین

- ۱۸۶ محصول کیر و کچ، محصول ٹیلیج
 ۱۸۸ اسکوٹینج (زر سپیر)
 ۱۸۹ فرقہ داری محصول کے بجائے کل قوم پر اسکا ٹائڈ کیا جانا
 ۱۹۰ محصولات بلا واسطہ (۱) پول ٹیکس
 ۱۹۰ (۲) محصول آتش دان
 ۱۹۱ (۳) محصول مال منقولہ
 ۱۹۱ (۴) محصولات مکسہ
 ۱۹۱ (الف) عشر صلاح الدین
 ۱۹۳ (ب) دسواں اور پندرہواں
 ۱۹۳ (ج) محصول موقتی
 ۱۹۴ (د) تشخیصات ماہانہ
 ۱۹۵ (۵) محصول جائیداد
 ۱۹۶ (و) محصولات زمین
 ۱۹۶ (۵) محصول مکان
 ۱۹۶ (۶) محصول آمدنی
 ۱۹۸ محصولات بالواسطہ (۱) کرو گیری
 ۲۰۰ (۲) اون کا محصول موقتی
 ۲۰۰ (۳) محصولات ٹینج اور پوٹینج
 ۲۰۱ (۴) محصولات اشیائے تعیش
 ۲۰۲ محصولات کرو گیری کی تنظیم ثانیہ بابت ۱۶۶۰ء
 ۲۰۳ اصلاحات وال پول
 ۲۰۴ اصلاحات پیٹ
 ۲۰۴ اصلاحات تارف (کرو گیری) مجوزہ ٹیلیج
 ۲۰۵ اصلاحات تارف (کرو گیری) مجوزہ گلیڈ اسٹن
 ۲۰۵ محصولات چنگی، اجازت نامجات و کاغذ مختوم

۲۰۵	محصول جنگی
۲۰۶	اجازت نامجات
۲۰۶	محصولات کا غذ مختوم
۲۰۸	ہمبر بذریعہ وصیت، وراثت اور علاقہ کے متعلق محصول کا وصول کیا جانا
۲۱۱	طریقہ وصول مداخل ملک
۲۱۱	قرضہ جات سرکاری و قرضہ قومی
۲۱۱ و ۲۱۲	انگلستان میں یہودی اور مالک بخیر کے تاجر صرافان شاہی بن گئے تھے
۲۱۲	نذرانے، قرضہ جات جبری اور انعامات بلا جبر
۲۱۳	بینک انگلستان
۲۱۳	انگلستان کا قرضہ قومی
۲۱۴	دی اسپیکر (محکمہ مال)
۲۱۴	اسپیکر کی ابتدا
۲۱۵	ادنی و اعلیٰ محکمہ جات مال
۲۱۶	اسٹاف یا اعمال محکمہ مال
۲۱۶	مات اجلاس محکمہ مال
۲۱۸	محکمہ مال کی تنظیم ثانیہ
۲۱۸	(۱) سولہویں صدی
۲۱۹	(۲) سترہویں صدی
۲۲۰	(۳) ۱۸۳۲ء
۲۲۰	صدر محاسب و صدر تنفیذ ساز

ساتواں باب

بنائے پارلیمنٹ

- ۲۲۱ جرمانیہ (تاریخ جرمنی) کی مجلس عظمیٰ
 ۲۲۱ ابتدا، ترکیب اور اختیارات مجلس عظمیٰ
 ۲۲۴ ملک کی مجلس عام
 ۲۲۶ (۱) اُس کی مجلس جاگیر کی سی حیثیت
 ۲۲۶ (۲) اُس کی ترکیب
 ۲۲۸ (۳) اُس کے اختیارات
 ۲۲۹ تیز عوین صدی کے تجربات دستوری
 ۲۲۹ مجلس عام کی روز افزوں مستعدی
 ۲۳۱ طریقہ نیابت و انتخاب کا نشو و نما
 ۲۳۱ دستور مصدرہ آکسفرڈ
 ۲۳۳ اسلیم بابت ۱۲۶۴ء
 ۲۳۳ ارل سکین کی پارلیمنٹ
 ۲۳۵ نمونہ کی پارلیمنٹ
 ۲۳۶ تغیرات جو اُس کے بعد ترکیب پارلیمنٹ میں واقع ہوئے
 ۲۳۶ (۱) پادریوں کا پارلیمنٹ سے علیحدہ ہونا۔
 (۲) اعلیٰ درجہ کے معطلی لہم سے ادنیٰ درجہ کے
 معطلی لہم کا علیحدہ ہونا۔
 ۲۳۸ (۳) نانٹ اور شہریوں کا متفق ہونا
 ۲۳۹ (۴) پارلیمنٹ کا دو مجلسوں میں تقسیم ہونا
 ۲۴۰

آکھواں باب

دارالامرا

- ۲۴۱ مجلس عام کا ترقی کر کے دارالامرا میں منتقل ہونا
 ۲۴۲ شرائط رکنیت۔

۲۴۲	{ رکینیت مجلس عام علیہ ارضی (حق مقابضت، Tenure) و طلب نامہ
۲۴۳	رکینیت دارالامرا
۲۴۴	(۱) علیہ ارضی کے بجائے طلب نامہ کا شرط اہلیت قرار پانا
۲۴۶	(۲) استاد شاہی۔ (Letters patent)
۲۴۶	(۳) امرائے نیابتی
۲۴۷	(۴) امرائے پادری
۲۵۰	امرائے حین حیات
۲۵۱	امرائے مرافعہ
۲۵۲	دارالامرا کے عدالتی اختیارات
۲۵۲	{ تاج کے باقی عدالتی اختیارات کی چانسری، کونسل اور پارلیمنٹ کے مابین تقسیم ہوئی
۲۵۳	ارکان عوام کا اختیار عدالت سے دست بردار ہونا۔
۲۵۳	دارالامرا کے اختیارات ابتدائی
۲۵۳	(۱) بمقدمات دیوانی
۲۵۴	(۲) بمقدمات فوجداری
۲۶۲	دارالامرا کے اختیارات مرافعہ

نوائے باب

دارالعوام

۲۶۴	دارالعوام میں اضلاع اور بلاد کے نمائندہ کی باہمی حیثیت
۲۶۸	نمائندگان اضلاع
۲۶۸	تعداد و کلاءے اضلاع

- ۲۶۹ قوانین اصلاح (پارلیمنٹ) کا اثر
 ۲۶۹ وکلائے بلاد
 ۲۶۲ قدیم زمانہ میں پارلیمنٹی شہروں کی کس طرح تقسیم ہوئی تھی
 ۲۶۲ جدید شہروں کو نیابت کاملہ اور قدیم شہروں کے حق نیابت
 ۲۶۲ کا دوبارہ جاری ہونا۔
 ۲۶۳ قوانین اصلاح پارلیمنٹ
 ۲۶۵ نائٹوں (نمائندگان اضلاع) اور شہریوں (وکلائے بلاد) کے شرائط
 ۲۶۵ اہلیت و عدم اہلیت
 ۲۶۶ وکلائے اضلاع کے شرائط اہلیت
 ۲۶۶ وکلائے بلاد کے شرائط اہلیت
 ۲۶۶ رکنیت پارلیمنٹ اور لزوم حلف
 ۲۶۹ پارلیمنٹ کی رکنیت کے اسباب نا اہلیت
 ۲۶۹ (۱) دماغی
 ۲۶۹ (۲) قانونی
 ۲۶۹ (۳) معاشرتی
 ۲۸۰ (۴) متعلق بپیشہ
 ۲۸۴ باشندگان اضلاع کا حق انتخاب
 ۲۸۴ مسئلہ کے قبل
 ۲۸۸ تنظیم ثانیہ متعلق منتخبین از ۱۸۳۲ء تا ۱۸۳۲ء
 ۲۸۹ حالت حق انتخاب از ۱۸۳۲ء
 ۲۹۱ باشندگان بلاد کا حق رائے
 ۲۹۱ باشندگان بلاد کا اپنے حق رائے کا آپ تعین کرنا
 ۲۹۲ باشندگان بلاد کے حق رائے میں کمی کا واقع ہونا
 ۲۹۲ قانون اصلاح کے پہلے باشندگان بلاد کے حقوق انتخاب کیا تھے
 ۲۹۲ (۱) جائزہ وغیرہ منقولہ۔

- ۲۹۳ (۲) سکونت
- ۲۹۳ (۳) ان کارپوریشن (بلدیہ) بحیثیت جماعت کا عطا ہونا
- ۲۹۴ (۴) خدمت بلدیہ
- ۲۹۴ بلاد غیر آباد
- ۲۹۶ قوانین اصلاح پارلیمنٹ
- ۲۹۶ منتخبین اور دارالعوام پر بیرونی اثرات
- ۲۹۹ منتخبین پر اثرات بیرونی کا ذکر
- ۲۹۹ (۱) شریف کا اثر ڈالنا
- ۳۰۲ (۲) بڑے بڑے علاقہ داروں کا اثر
- ۳۰۵ (۳) بادشاہ کا اثر
- ۳۰۸ پارلیمنٹ کی بدعالمیاں (۱) میٹروپورسٹوارٹ بادشاہوں کا عہد
- ۳۱۰ (۲) خاندان ہانور کے زمانہ میں کس طرح اثر ڈالا جاتا تھا
- ۳۱۳ دوران پارلیمنٹ
- ۳۱۵ اصلاح پارلیمنٹ
- ۳۱۷ اصلاح پارلیمنٹ کی ابتدائی تدبیریں
- ۳۱۹ تحریکات اصلاح ۱۸۳۱ء سے ۱۸۳۲ء تک
- ۳۲۰ قانون اصلاح بابت ۱۸۳۲ء اور پارلیمنٹ میں معرکہ آرائیاں
- ۳۲۱ قوم کی بے الطمینانی: چارٹسٹ (طالبان منشور)
- ۳۲۲ مسودہ اصلاح بابت ۱۸۶۷ء
- ۳۲۳ مسودہ اصلاح بابت ۱۸۸۲ء
- ۳۲۳ امتیازات دارالعوام
- ۳۲۴ (۱) امتیاز باریابی
- ۳۲۵ (۲) مفید مطلب تاویل کئے جانے کا فقرہ
- ۳۲۵ (۳) گرفتاری سے مستثنیٰ ہونیکا امتیاز
- ۳۲۶ (۴) آزادی تقریر

۳۲۹	(الف) دور ٹیوٹر
۳۳۱	(ب) دو راسٹوارٹ
۳۳۳	(۵) اخفائے مباحث
۳۳۳	(الف) اخراج انعیار
۳۳۴	(ب) مباحث کی اشاعت پر سختیاں
۳۳۶	(۶) اپنی مجلس کے دستور کے مقرر کرنے کا امتیاز
۳۳۶	(الف) قانونی ناقابلیتوں کا دوسروں کو پابند کرنا
۳۳۶	(ب) بدالواری کی سزائیں ارکان کو رکینیت سے خارج کرنا
۳۳۸	(ج) نزاعات انتخاب کا فیصلہ کرنا۔
۳۴۰	(۷) اپنے کل امور کا جو اندرون پارلیمنٹ واقع ہوں آپ تصفیہ کرنا
۳۴۰	اور ان کے لئے سزائیں تجویز کرتی ۔
۳۴۰	(۸) خلاف ورزی امتیازات کی سزا

دسواں باب

فرائض پارلیمنٹ

۳۴۲	دونوں مجلسوں کے اختیارات وضع قوانین
۳۴۳	تقدیم وضع قوانین بذریعہ عرضداشت
۳۴۵	اقتدائے وضع قوانین بذریعہ مسودہ
۳۴۶	دونوں مجلسوں کے اختیارات وضع قوانین میں مساوات کا پیدا ہونا
۳۴۶	وضع قوانین کی نسبت پارلیمنٹ اور تاج میں رقابت کا پیدا ہونا
۳۴۷	تاج کی جانب سے (۱) فرامین کا جاری ہونا
۳۴۸	(۲) اجرائے اعلانات
۳۴۹	(۳) انجایا قانون کو معطل کرنا اختیار

- ۳۵۰ (۴) اختیار استثنائے عمل کیا جانا۔
 ۳۵۱ شاہی اختیار (مسودہ قانون کو نافذ کرنا اختیار)
 ۳۵۲ ارکان امر کو مغلوب کرنے کے دوسرے طریقے۔
 ۳۵۳ پارلیمنٹ کے مالی فرائض
 ۳۵۴ ضمانتی کے بغیر حصول عائدہ کئے جانے کی نسبت پارلیمنٹ کی
 ابتدائی کوششیں۔
 ۳۵۶ تخصیص رقوم
 ۳۵۷ نتیجہ حسابات
 ۳۵۸ مایات پر پارلیمنٹ کی صدارت اور اس کے نتائج
 ۳۵۸ (الف) منظوری رقوم کے قبل شکایتوں کا رفع ہونا
 ۳۵۹ (ب) دارالعوام کا اجرائی محصولات پر تصرف کرنا
 ۳۶۱ حکومت علانہ پر پارلیمنٹ کی نگرانی
 نگرانی پارلیمنٹ متعلق بہ :-
 ۳۶۲ (۱) امور داخلہ
 ۳۶۲ (۲) امور خارجہ

گیارہواں باب

دادرسی

- ۳۶۶ قدیم طریقہ عدل گستری
 ۳۶۹ قدیم زمانہ میں تحقیقات جرائم کے کیا طریقے تھے۔
 ۳۷۲ قومی عدالتیں
 ۳۷۲ ضلع کی کیونکر ابتدا ہوئی
 ۳۷۳ تعلقہ کی ابتدا

- ۳۷۸ تعلقہ اور ضلع کی عدالتیں
- ۳۷۸ (۱) ان کے اختیارات
- ۳۷۹ (۲) ان کی ترکیب
- ۳۸۱ قومی عدالتوں بچنے نامن کے اثرات
- ۳۸۲ شیرف کی عدالت
- ۳۸۵ قومی عدالتوں کی ترکیب کا بدل جانا
- ۳۸۶ قدیم قومی عدالتوں کا سٹ جانا
- ۳۸۷ امر کی عدالتیں
- ۳۸۷ امر کی عدالتوں کا نارمن فتح کے قبل انگلستان میں پایا جانا
- ۳۹۱ تغیرات جو نارمن فتح کے باعث واقع ہوئے
- ۳۹۳ امر کی عدالتوں کے اختیارات کی ترقی کا روکا جانا
- ۳۹۳ جاگیر کی عدالتوں کے اختیارات
- ۳۹۵ اقبیازی عدالتوں کے اختیارات
- ۳۹۶ خود مختار علاقے
- ۳۹۷ کلیسائی عدالتیں
- ۴۰۰ شہروں کی عدالتیں
- ۴۰۰ برود (شہر) کی ابتدا
- ۴۰۱ شہروں کی عدالتوں کی ابتدا میں کیا حالت تھی
- ۴۰۲ نئے شہر۔
- ۴۰۲ شہروں کی عدالتوں کو مختلف امتیازی اختیارات حاصل تھے
- ۴۰۴ بعض بلدی عدالتوں کا باقی رہنا
- ۴۰۵ جنگلات کی عدالتیں
- ۴۰۸ قانون غیر موضوعہ کی عدالتیں
- ۴۰۹ اختیارات عدالت مجلس عقلا اور نارمن کونسل
- ۴۱۰ (۲) عدالت شاہی

- ۴۱۱ عدالت دیوانی (کورٹ آف کامن پلیز)
- ۴۱۲ عدالت مال (کورٹ آف اسپیکر)
- ۴۱۳ عدالت کنگز بینچ
- ۴۱۴ رواج حکمنامات عدالتی و ترقی تحقیقات بذریعہ جوری
- ۴۱۴ عدالتی حکمنامے
- ۴۱۵ تحقیقات بذریعہ جوری کی ابتدا
- ۴۱۸ دعاوی دخیلیابی (۱) دی اسائیز یوٹرم (دعوے زمینات خیانت
- ۴۱۸ (۲) دی اسائیز ناؤل (دوسرے سین (دعوے دخیلیابی)
- ۴۱۹ (۳) دعوے وراثت (تحقیقات وفات مورث)
- ۴۱۹ (۴) دعوے تولیت
- ۴۱۹ دعوے استقرار حق
- ۴۲۱ جواب دعوے (عذرات)
- ۴۲۲ جوری (۱) متعلق مقدمات دیوانی
- ۴۲۳ (۲) متعلق مقدمات فوجداری
- ۴۲۳ (الف) چالانی جوری
- ۴۲۵ (ب) تحقیقات ملزم (۱) بذریعہ آزمائش غیبی
- ۴۲۵ (۲) بذریعہ جوری
- ۴۲۶ دورہ کی عدالتیں (دورہ کرنے والے قضاة)
- ۴۲۸ دورہ کے قضاة کی کس طرح بنا پڑی
- ۴۲۸ تنظیم طریقہ عدالت ہائے دورہ
- ۴۲۹ قضاة دورہ
- ۴۳۰ اعزازی نظامے فوجداری
- ۴۳۰ قدیم انتظامات کو توالی
- ۴۳۰ (۱) ضمانت قبیلہ و مالک و عشیرہ
- ۴۳۱ (۲) حلف و فاشکاری

- ۴۳۱ (۳) شور و غوغا
- ۴۳۱ (۴) پھرہ و حفاظت
- ۴۳۲ اعزازی نظمائے فوجداری
- ۴۳۳ (۱) عدالت ضلع کے ساتھ اُن کے تعلقات
- ۴۳۳ (۲) دورہ کرنے والے قضاۃ کے ساتھ اُن کے تعلقات
- ۴۳۴ (۳) قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں کے ساتھ اُن کے تعلقات
- ۴۳۴ اعزازی ناظم فوجداری کے اختیارات
- ۴۳۵ خفیہ فوجداری عدالتیں
- ۴۳۶ سپاہی فوجداری عدالتیں
- ۴۳۶ ہر ایک شہر کے اعزازی نظمائے فوجداری کی تعداد معین کی گئی تھی
- ۴۳۶ اعزازی نظمائے فوجداری کے اوصاف (شرائط اہلیت)
- ۴۳۸ اعزازی نظمائے فوجداری کے انتظامی فرائض
- عدالت چانسلری
- ۴۳۹ دی چانسلر (ناظم نصفیت)
- ۴۴۰ چانسلری کے عدالتی اختیارات
- ۴۴۲ چانسلری اور قانون غیر موضوعہ کی عدالتیں
- ۴۴۴ چانسلری میں کس قسم کے اوصاف پر عمل کیا جاتا تھا
- ۴۴۶ اعلیٰ ترین محکمہ عدالت
- ۴۴۶ حکومت قانون
- ۴۴۶ قانون ملک میں تمام اہل ملک کا ایک نظر سے دیکھا جانا
- ۴۵۰ رعایا کی شخصی آزادی
- ۴۵۳ برطانوی عدالتوں اور کونسلوں کا نقشہ و شجرہ

بارھوان باب

دستوری ترقی کے ساتھ مرکز حکومت کا بدلتا جانا

- ۲۵۴ نارمن فتح کے پہلے ملک میں اتحاد سیاسی کا ہونا۔
- ۲۵۵ سیکسن نظم حکومت کا ضعف۔
- نارمن فتح کے بعد وجہ ذیل کی بنا پر بادشاہ کا مقتدر رہنا۔
- ۲۵۷ (۱) حکومت سے اصول نظام جاگیری کا خارج ہونا
- ۲۵۸ (۲) استحکام حکومت مرکزی۔
- ۲۵۸ (۳) ایک ہی قانون غیر موضوع کا ترقی پانا
- ۲۵۹ بادشاہ کا امداد پانا
- ۲۵۹ (۱) منجانب کلیسا
- ۲۵۹ (۲) منجانب قوم
- ۲۶۰ حصول سند اعظم کا سبب متفقہ مخالفت قومی ہے
- ۲۶۰ بادشاہ کا دستوری فرقے کا رہبر بننا۔
- ۲۶۱ ایڈورڈ اول نے کیا کام کیا۔
- ۲۶۳ زمانہ وسطی کی پارلیمنٹ کے اختیارات
- ۲۶۴ (۱) متعلق بہ وضع قوانین۔
- ۲۶۴ (۲) متعلق بہ اجرائے محصولات
- ۲۶۴ (۳) متعلق بہ وزرائے شاہی
- ۲۶۴ دی گڈ پارلیمنٹ (نیک پارلیمنٹ)
- ۲۶۶ رچرڈ دوم کا مطلق العنان بننے کیلئے کوشش کرنا
- ۲۶۶ پارلیمنٹ کا قہیاب ہونا۔

- ۴۶۷ خاندان لینکسٹر کی دستوری حکومت کی ناکامی کے وجوہ
 ۴۶۸ اقتدار مجلس انتظامی (حکومت عاملانہ)
 ۴۶۸ (۱) عہد حکومت خاندان یارک
 ۴۶۸ (۲) عہد حکومت خاندان ٹیوڈر
 ۴۶۹ (الف) مالی امور میں اس کی آزادی
 (ب) پارلیمنٹ کی ذمہ داری سے اس کے عہدہ داروں
 ۴۶۹ کی برات و معافی
 ۴۶۹ (ج) اس کے قانون وضع کرنے کے اختیارات
 ۴۷۰ (د) اس کے عدالتی اختیارات
 ۴۷۰ (دھ) مقامی حکومتوں پر اس کی نگرانی
 ۴۷۰ حکومت عاملانہ اور مجلس وضع قوانین کے اختلاف میں ترقی
 ۴۷۰ (۱) عہد ایلزبتھ
 ۴۷۱ (۲) دور اسٹوارٹ
 ۴۷۲ عہد حکومت جمہوری (کامن ویلتھ) کے دستوری تجربے
 ۴۷۳ عہد شاہی۔
 ۴۷۴ چارلس دوم اور جیمز دوم کا خلاف دستور حکومت کرنا
 ۴۷۶ انقلاب سلطنت
 ۴۷۶ (۱) اس کے ذریعہ سے قدیم طرز حکومت کا بحال رہنا
 ۴۷۷ (۲) خاص حقوق و اختیارات شاہی پر اس کا اثر پڑنا
 ۴۷۸ صدارت پارلیمنٹ کے نتائج
 ۴۷۹ (۱) ترقی حکومت فرقہ بند
 ۴۷۹ (۲) ترقی حکومت کینٹ
 ۴۸۰ کینٹ نظام میں بادشاہ کے اختیارات تیزی کی حالت
 کینٹ کے ذریعہ سے مجلس انتظامی اور مجلس وضع قوانین کے
 ۴۸۲ فرائض کا الحاق یا نا۔

۴۸۳	پارلیمنٹ کی فرمانروائی کا مفہوم
۴۸۴	(۱) ازروئے قانون
۴۸۴	(۲) ازروئے عمل (الف) اٹھارویں صدی
۴۸۵	(ب) ۱۸۳۲ء اور ۱۸۶۷ء کا درمیانی زمانہ
۴۸۶	(ج) ۱۸۶۷ء کے بعد سے
۴۸۶	کابینہ کی ابتدائی یعنی بلا واسطہ فرمانروائی
۴۸۶	اس کی آخری یعنی بالواسطہ فرمانروائی

ضمیمہ

انتظامات مقامی

۴۹۱

۵۰۰

امداد مفلسین
شہروں کی حکومت خود اختیاری

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ تاریخ دستور انگلستان

پہلا باب

دستور کی ابتدا

دستور برطانیہ کی خصوصیتیں

اگرچہ بظاہر وہی ٹاک ویل کا مقولہ کہ ”انگریزی دستور کا وجود ہی نہیں ہے“ ایک معنی اور تناقض مہیوم معلوم ہوتا ہے لیکن یہ معنی بھی بلاوجہ نہیں کہا گیا ہے۔ بات یہ ہے کہ برطانیہ کا دستور کسی مکمل و مستقل دستاویز کی شکل میں نہیں پایا جاتا۔ یہ دستور نہ تو کسی خاص زمانے میں وضع ہوا اور نہ کوئی مخصوص جماعت اُس کے وضع کرنے کے متعلق ذمہ دار ٹھہرائی جاسکتی ہے بلکہ اُس کے برعکس انگریزی نظام حکومت کی عالی شان عمارت صدیوں کی تعمیر و تعمیر کا نتیجہ ہے اور اس کے بنانے میں ہر قسم کے مواد سے کام لیا گیا ہے۔ مختلف معماروں نے رسوم اور قوانین، عدالتی فیصلے اور غیر منضبط قواعد سے عمارت مذکور اُس اساس پر تعمیر کی۔ قدیم زمانہ کی تدلی اور قومی تاریخ میں جس کی نیو بہت گہری کھدی تھی۔ تیاری کے وقت عمارت کی خوبصورتی، ترتیب اور مناسبت اُن کاریگروں کے ملحوظ خاطر نہ تھی بلکہ حسب ضرورت وقتاً فوقتاً اس کی تکمیل ہوتی گئی اور ایک منزل پر دوسری قایم کی گئی۔ اس کے علاوہ اس عمارت کے بعض حصوں سے ایسی بے پروائی کی گئی کہ وہ منہدم ہو گئے اور بعض حصوں سے وہ کام لیا گیا جس کے لئے ابتداً وہ بنائے نہیں گئے۔

تھے۔ ہر ایک نسل نے اپنے اپنے وقت میں اس عمارت و دستوری میں اپنی ضرورت سے کمی و بیشی کی ہے۔ دستور انگلستان کی تاریخ سے بخوبی ثابت ہے کہ محض اتفاقات کی بنا پر اس کا وجود ہوا اور اس کا زیادہ تر حصہ رسم و رواج و معمول پر مبنی ہے۔ اس دستور کی اسی ایک خاصیت کے سبب سے کہ اُس کی بنا اتفاقات پر ہوئی ہے اس میں اور دوسرے پارلیمنٹی نظامات حکومت میں امتیاز ہے۔ اس فرق کا ایک خاص سبب یہ ہے کہ ان میں کے اکثر دساتیر انگریزی دستور کے نمونے پر بنے ہیں لیکن ان کی تکمیل نمونہ سازوں کے ہی ہاتھوں سے ہوئی یہ دساتیر مکتوبی (یعنی موضوعہ) ہیں اس سبب سے ان کو ناقابل ترمیم کا لقب دیا جاتا ہے۔ ان کے برعکس دستور انگلستان غیر مکتوبی (غیر موضوعہ) ہے اس لئے وہ ترمیم پذیر اور ضرورت کے لحاظ سے تبدیل ہو سکتا ہے۔ اس میں تعزیراتِ اساسی معمولی وضع قوانین کے ذریعے سے عمل میں لائے جاتے ہیں۔ اس کی دستور وضع کرنے والی مجلس اُس کی قانون بنانے والی مجلس سے علیحدہ نہیں ہے یہی مجلس وضع قوانین اسی طرح حلقہ منتخبین میں لاکھوں رائے دہندوں کا اضافہ کر سکتی ہے جس طرح وہ چیچک کے ٹپکے کا قانون بدل سکتی ہے یا کتوں کے منہ بند رکھنے کی نسبت اصرار کر سکتی ہے۔ لیکن دستور مستقل میں ایسے قوانین جو اساسی کہلاتے ہیں اس طریقے سے نہیں بدلے جاسکتے جس طریقے سے معمولی قوانین میں تبدیل کی جاتی ہے۔ ان کو صرف اُس کی مجلس وضع دستور بدل سکتی ہے۔ یہ مجلس صرف وقت ضرورت عالم وجود میں آتی ہے ورنہ وہ ہمیشہ عالم اسکان میں رہتی ہے۔ اس لئے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ گو دستور مستقل میں تبدیلی کی قابلیت ہے لیکن وہ خود بخود تبدیل نہیں ہوتا۔ اور اس کی تبدیلی کی صورت ویسی ہی ہوتی ہے جیسی عام طور پر انقلاب کی۔ اور بجز اُس حالت کے کہ مجلس وضع دستور طلب کی جائے اور اُس کے ذریعے سے اُس میں ترمیم کرائی جائے مکتوبی دستور ہی اس دولت کا سب سے "آخری عدالتِ مرافعہ" اور قوتِ اعلیٰ متصور ہوتا ہے۔

دستور مستقل اور دستور ترمیم پذیر میں لفظ "مستقل" کے معنی جدا جدا ہوتے ہیں موضوعہ تو ایک ہی شے ہوتی ہے لیکن صفت دستوری کا مفہوم لمبا و نوعیت دستور مختلف ہوتا ہے۔ پہلی قسم کی حکومت میں "دستوری" سے وہ مراد لی جاتی ہے جو شرائط

یعنی فقرات دستور کا ایک جزو ہو اور دوسری قسم کی حکومت میں اس اصطلاح کا استعمال مبہم طریقہ پر زیادہ ہوتا ہے اور اس کے معنی ”مطابق دستور“ اور ”حسب مفہوم دستور“ ہوتے ہیں۔ شاذ و نادر ہی اس کا اطلاق کسی انگریزی قانون موضوعہ پر اس طرح ہوتا ہے جس سے اس کی ماہیت صریح طور پر بیان ہو سکے۔ اگرچہ انگریز بہت سی باتوں کو غیر دستوری مانتے ہیں لیکن وہ ہرگز ناجائز یا خلاف قانون نہیں ہیں اور اسی لئے نہ عدالتوں میں ان کی نسبت باز پرس ہوتی اور نہ ان کے متکیین مستوجب سزا ہوتے ہیں لیکن دستور مستقل میں ہر ایک غیر دستوری شے ناجائز یعنی خلاف قانون سمجھی جاتی ہے اس لئے اس کا مرتکب یا تو شرائط دستور مکتوبی کی رو سے مستوجب سزا ہوتا ہے یا اس قسم کے فعل کو اشخاص یا مجلس ذمہ دار کے اختیارات سے متجاوز خیال کو کے کالعدم سمجھا جاتا ہے۔

انگریزوں کے ہاں جو فرق ”خلاف قانون“ اور ”غیر دستوری“ میں کیا جاتا ہے اور خصوصاً دوسری اصطلاح کے مفہوم کا دائرہ بہ نسبت پہلی اصطلاح کے معنوں کے زیادہ وسیع ہے اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ دستور انگلستان دہری بنیاد پر رکھا گیا ہے۔ اس کی بنیاد نہ صرف قانون ملک ہے بلکہ ”رسوم و رواج دستور“ بھی ہے۔ اگرچہ ان رسوم سے عدالتوں کو راست راست تعلق نہیں ہے تاہم ان قواعد کے تعلق ویسی ہی معلوم ہیں اور ان کا وہی اثر ہے جیسا کہ قانون مکتوبی کا اگر ان کی تشریح کی جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ وہ ایسے غیر منضبط قواعد ہیں جن کا تعلق ارکان انتظامیہ کے ان اختیارات تیزی سے ہوتا ہے جو ابھی تک باقی رہ گئے ہیں مثلاً اب یہ بات ”رسوم دستور“ ہو گئی ہے کہ بادشاہ اپنے حق یا اختیار نامنظوری کو اس مسودہ قانون کی نسبت عمل میں نہیں لایا گیا جو دونوں ایوانوں میں پارلیمنٹ کے منظور ہو چکا ہو۔ اسی طرح یہ بات بھی مسلمہ ہے کہ انتظامیہ کو بلا منظور پارلیمنٹ نہ کسی صلح نامے پر دستخط کرنے چاہئیں نہ اعلان صلح و جنگ یہ عام قاعدہ ہے کہ جب دارالعوام میں وزارت وقت کو اپنی کسی اہم تحریک کی نامنظوری کے سبب سے شکست ہو تو اس کو لازم ہے کہ خدمت سے مستعفی ہو جائے اور پارلیمنٹ کو بغرض اجراءے کار سال میں کم سے کم ایک مرتبہ اجلاس کرنا ضروری ہے۔ اگرچہ ان امور کی نسبت کسی قسم کا قانون موجود ہے اور نہ قانون کا منشا اس طرز عمل کو قائم رکھنا ہے تاہم یہ رسوم اسی طرح نافذ العمل خیال کئے جاتے ہیں جس طرح وہ متعدد قوانین جو

غیر پارلیمنٹی طرز پر محصول عائد کئے جانے کے خلاف وضع ہوئے ہیں؛
 بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ ان رسوم اور عادات کے برقرار رہنے کے لئے
 صرف ایک طریقے سے طابیت کی گئی ہے اور وہ اسے عامۃ کی نگرانی ہے اسلئے اگر کوئی
 وزیر اسے عامۃ کی پروا نہ کرے تو وہ اپنے فعل کا اس زمانے تک مختار ہو سکتا ہے جب
 تک کہ اس کو انتخاب عام کے ذریعے سے حلقہ منتخبین کا سامنا نہ کرنا پڑے لیکن حقیقت
 حال اس کے خلاف ہے یعنی قانون دستور کی خلاف ورزی کئے بغیر کوئی شخص رسوم
 دستور کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ اگر پارلیمنٹ ایک سال تک اجلاس نہ کرے تو
 قانون عذر کی مدت جس کی رو سے تربیت فوج قائم رہتی ہے منقض ہو جاتی ہے۔ اسی
 طرح پارلیمنٹ کی غیر موجودگی میں اگرچہ کثیر رقم الگزارى وصول ہو سکتی ہے لیکن اس میں
 سے ایک حصہ بھی نہیں صرف ہو سکتا اس لئے کہ مسودہ تخصیص رقوم کے جاری ہونے
 کے بغیر آمدنی قومی کا مصرف ناجائز اور خلاف قانون ہے چونکہ تخصیص رقوم کے مسودے
 منظور کرنا بیت العلوم کے اختیار پر منحصر ہے اس لئے مجلس مذکور کے فرمایشات کی تعمیل
 سے وزارت وقت بے اعتنائی نہیں کر سکتی۔ اگرچہ ملک کی عدالتوں میں ان رسوم کی
 خلاف ورزی کی نسبت راست راست نالش نہیں ہو سکتی لیکن بالآخر عدالتیں ہی
 رسوم دستور کی حامی و محافظ ہیں؛

انگریزی دستور کی تاریخ کا زیادہ تر تعلق فرائض حکومت کی تقسیم سے ہے۔
 زمانہ حال کے دوسرے دساتیر اس وقت بنائے گئے جبکہ فرائض حکومت کی نسبت
 موجودہ خیالات مسائل اصولی کی شکل میں آچکے تھے اور اس لئے ان کے اجرا اور
 تعمیل کے متعلق قانون بنانا ناممکن تھا۔ لیکن برطانوی حکومت کو چلانے والی کل اس وقت
 بنی جبکہ دولت کو اپنی ذمہ داریوں میں اضافہ کرنے کے وقت یکم مذکورہ کے ناموزون
 ہونے کا احساس ہوا۔ زمانہ حال کی ہر ایک دولت کے فرائض نگرانی انتظامی قانونی تغیری
 ہوتے ہیں۔ مجلس انتظامی کا کام ہے کہ قوم کی عام حکمت عملی کا انتظام کرے اور ان
 قوانین کی جن کو مجلس وضع قوانین بنائے تعمیل کرائے۔ محکمہ عدالت سے ان قوانین
 کی خلاف ورزی مستوجب سزا قرار پاتی ہے اور ان امور کے ملحوظ رکھنے پر ہر ایک
 کے استقلال اور قوت کی بنیاد ہے۔ ریاست کے فرائض میں نہ صرف اپنے ارکان

یعنی رہا یا کو ان کے کفو مہذب باشندوں اور پردیسی دشمنوں کے حملے سے بچا نا بلکہ مستعد سے ان کی رفاه کے اسباب مہیا کرنا بھی ہے۔ اس زمانے کی سلطنتیں نہ صرف افواج بری و بحری اور جمعیت پولیس کو مہیا کرتی ہیں بلکہ ان کے ہاں محتاجین اور ضعفا کے سہ سلوک کرنے کے ذرائع بھی ہیں۔ وہ صحت قوم کی محافظ ہیں اور اس کی تجارت، صنعت و حرفت اور اس کے بچوں کے لئے کم سے کم ابتدائی تعلیم کے حصول کے واسطے انتظام و تدبیر کرتی ہیں +

ابتدائی زمانے میں حکومتوں پر اس قسم کی ذمہ داریوں کا کوئی بار نہ تھا۔ ان کا نہایت قدیم فیصلہ غالباً اپنے افراد کی حفاظت تھی۔ ارسطو کا مقولہ ہے کہ انسان فطرۃً ایک "حیوان سیاسی" ہے اور وہ اپنے ہم جنس آدمیوں کے ساتھ اس لئے طبعاً میل جوں رکھتا ہے کہ اس کی حفاظت اور آزادی میں زیادتی ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اگلے زمانے کی نہایت قدیم سیاسی جماعتوں کی بود و باش اختیار کرنے پر رسوم کے ہاتھوں مجبور رکئے گئے تھے مگر زمانہ کے ساتھ انہی رسوم کو وہی لوگ مقدس سمجھنے لگے اور ضعیف الاعتقادی کے سبب اسے ان کی پابندی ترک نہیں کر سکتے تھے۔ چونکہ رسوم نقل یعنی غیر ترمیم پذیر ہوتے ہیں اور انسان بلا حجت و دلیل ان کو مانتا ہے اور چونکہ اس جماعت سیاسی میں جو پابند رسوم ہوتی ہے ترقی اور جدت طبع کا گلا کھونٹ دیا جاتا ہے اس لئے لوگ بتدریج اس بات کو تسلیم کرنے لگے کہ ریاست کے فرائض میں نہ صرف اپنے افراد کی بقا و مرزا بحالی داخل ہے بلکہ ان سے برے اخلاق و رواج کا دفع کرنا بھی ان میں شامل ہے یعنی اگر سلطنت اپنے اجزائے ترکیبی کی حفاظت جان و مال کے لئے بنی ہے تو اس کو چاہئے کہ اپنے باشندوں کی زندگی کو نیک بنائے۔ اس لئے جب ریاست نے قانون بنانا شروع کیا تو اس وقت اس کے باشندے رسم کی بیڑیوں کو کاٹ کر اپنے کو رہا کرنے کے قابل ہوئے اور جب مشورے اور مباحثوں کے ساتھ حکومت کرنے کا طریقہ نکل آیا تو اس وقت ترقی و دستوری کا امکان ہوا +

اچھی حکومت کی نسبت انگریزی خیال کی ترقی جس کا نتیجہ ایک مستعد نظام حکومت ہے جبرٹ انگیز بد نظمی سے ہوئی ہے۔ اس کو بھی انہی چند خیالی اصول سے رنگا گیا تھا جن کو اقلیم یورپ میں سترھویں اور اٹھارھویں صدی میں عام مقبولیت

حاصل ہو گئی تھی۔ وہ چند دستاویزات جو دستور انگلستان کے سنگ بنیادی سمجھے جاتے ہیں اہل میں خرابیوں کے علاج و انسداد کے لئے نہ کہ دستور بنانے کی غرض سے مرقوم ہوئے ہیں۔ اگرچہ میگنا کارٹا سند اعظم پہیٹی شن آف رائٹ (عرضی یعنی قانون حقوق) جسبیس کارپس ایکٹ (قانون لزوم تحقیقات مجبوس) بابت ۱۷۰۱ء۔ بل آف رائٹس (منو قانون حقوق) غیر معمولی واقعات کی بنا پر وضع ہوئے ہیں لیکن ان کے بانی ارباب نظر نہیں تھے بلکہ وہ لوگ تھے جن کا تصور حکومت شایستہ کے متعلق حکومت نگوہیدہ کے ذاتی تلخ تجربے پر مبنی تھا۔ ان کو صرف اپنی شکایتوں کے اظہار کرنے اور انہی خرابیوں کے عود کرنے کے لئے ہمیشہ بندی کرنے پر قناعت تھی۔ اس کی نسبت جب ان کو زیادہ احتیاط منظور ہوئی تو انہوں نے بعض چیزوں کو خلاف قانون ٹھہرایا اور ان کے انسداد کی تدبیر کی لیکن ان غیر معمولی چارہ کار کی نسبت ان لوگوں کو غور و تدبیر سے قانون بنانا ہرگز منظور نہ تھا۔

ان کے بعد کے سلسلہ مصلحین کے اعتدال کا سبب ان کا وہ عقیدہ ہے جو ان میں بطور الہام پیدا ہوا اور جس کی بنا پر ان کا خیال تھا کہ وہ صرف اُسی شے کو طلب کر رہے ہیں جو حقیقت میں ان کی ہے۔ ان کی ترقی کا سبب ان کی دوراندیشی تھی۔ پہلے سے موجودہ حقوق کی تصدیق کی شکل میں ملک کی اکثر آزادیاں حاصل کی گئیں۔ یہی چند دستاویزات جب ان کے مندرجہ حقوق کی سرکاری طور پر تصدیق ہوئی آئندہ نسلوں کے واسطے بلا لحاظ ان کے اہلی مضامین مندرجہ قومی اولوالعزمیوں کا مجموعہ بن گئیں۔ اس کے ساتھ ہی ان میں تغیرات بھی قدامت پسندانہ طریقے پر کئے گئے ہیں۔ اکثر پرانی بنیاد پرستی بیرونی عمارت تیار کی گئی اور جب نئے طریقے اختیار کئے گئے تو پرانی عادتوں کو بھی باقی رہنے دیا اور اس وقت تک پرانی باتوں کو نئی باتوں کے پہلو بہ پہلو برقرار رکھا یہاں تک کہ یہ پرانے طریقے اپنے قوی تر مقابلہ کرنے والے کے اثر سے بتدریج قہر گمنامی میں پڑ گئے۔ تحقیقات بذریعہ آزمائش غیبی کی سرکاری طور پر منسوخ ہونے کے صدیوں قبل تحقیقات بذریعہ جوری کا طریقہ رائج ہو چکا تھا۔ قانون غیر موضوع کی عدالتوں نے پرانی عدالتوں کا فقرہ خاتمہ کر دیا لیکن اکثر حالتوں میں اصولاً ان کا وجود اور اختیار باقی رہ گیا تھا حتیٰ کہ انیسویں صدی میں ان میں سے بعض کی از سر نو تنظیم ہوئی اور بعض کی منسوخی عمل میں آئی۔ علاوہ بریں اکثر تغیرات دستوری کی ابتدا ان خفیف تبدیلیوں کے سبب سے

ہوئی ہے جن پر انتظامی سہولت کی غرض سے عمل کرنا پڑا۔ ہسی بیچ سے عدالت چانسری (نصفت) اور قانون غیر موضوع کی عدالتوں کی ابتدا ہوئی ہے اور اسی طرح سے اصول انتظام و نمایندگی ترقی کر کے حکومت مقامی کے اجزائیں گئے بادشاہ نے بنظر سہولت اُس رقم کی نسبت جو اس کو اُس کی رعایا سے وصول طلب تھی شرح مقرر کرنے کا کام ایک مقامی جوری کے تفویض کیا اور بذریعہ اسلٹ ہر ایک شہر ضلع پر رقم ایصال طلب کا بار ڈال کر اپنی مالیہ ضرورتوں کی تکمیل کرنے کے بجائے بتمام ویسٹ منسٹر صرف اُن لوگوں کو طلب کیا جو ملک کی رائے کا اظہار کر سکتے تھے اور بالاخر اُس کو داخل قومی پر انہی لوگوں کی ہجرتی منظور کرنی پڑی۔ لیکن بارہویں صدی میں کسی کے خیال میں بھی نہ آیا ہوگا کہ ایک مقامی جوری کے ذریعے سے شرح محصول مقرر کرانے کا یہ نتیجہ نکلے گا۔ مختصر یہ کہ اکثر دستوری ترقیاں ایسی خواہشوں کے سبب سے نصیب ہوئی ہیں جو فی الواقع ذاتی اغراض پر مبنی ہیں۔ مثلاً بکے امرا سچے محبان وطن نہ تھے۔ بعض موزنین کی رائے ہے کہ وہ معدودے چند حقوق جو عوام کو بذریعہ میگنا کارٹا (سند اعظم) عطا ہوئے تھے بے غرضانہ نہیں حاصل کئے گئے۔ امرا کا مدعا تھا کہ بادشاہ اور رعایا کا قدیم رشتہ اتحاد ٹوٹ جائے اور جب امرا بادشاہ کا مقابلہ کریں تو رعایا ان کے خلاف اُس کا ساتھ نہ دے۔ بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو ارل سیمین کو متدین اور اصولی مدبر نہیں مانتے اور اس کو قابو طلب اور زمانہ ساز ہونے کا طرز ٹھہراتے ہیں۔ ہم اس کا جواب جو بظاہر بے ربط معلوم ہوتا ہے یوں دے سکتے ہیں کہ چرچرڈ سوم نے بھی باوجود اپنی رعایا کا ہمدرد و دلسوز نہ ہونے کے اور نہ اُس کے عادات و اطوار سے کسی کو اس کی امید ہو سکتی ہے قرضہ جبریہ کی تفسیح کی تھی ۶

اگر ہم اس بات پر زور دیں کہ ہمارے موجودہ نظام حکومت میں اکثر امور کا وجود اتفاقات اور ضرورت کی بنا پر ہوا ہے یا اس پر مہر ہوں کہ اُن اشخاص میں سے جو شاہی دست درازیوں کو روکنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے چند آدمی ضرور ایسے تھے جنہوں نے بادشاہ کا مقابلہ اصولاً نہیں کیا بلکہ اُن کی کاوشیں اور مخالفت خود غرضانہ تھی تو ہماری بحث غیر موثر و سطحی ہوگی۔ لیکن ہمارا فرض ہے کہ ہم انہی چند مسایل پر جو علانیہ صحیح معلوم ہوں زور دیں اس لئے کہ امیر کہ اور اقلیم یورپ کے واضعاً

دستور نے اسی قسم کے نتائج حاصل کرنے کی سچی توقع اور تلاش کی ہے۔ تاہم ان ملکوں میں کُل سلسلہ تجربات سے اس قسم کے نتیجے اتفاقیہ طور پر نہیں پیدا ہوئے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان دساتیر کی ایجاد و ارتقا اور انگریزی دستور کے وجود و نشوونما میں فرق ہے اسی فرق نے ان کے نتائج کو بھی انگریزی دستور کے نتیجوں سے مختلف کر دیا۔ انگریزی دستور کے مختصات کا سبب بالخصوص اُس کا ارتقا ہے ۴

آغاز تاریخ دستور برطانیہ

ابتداء سے انگلستان اکثر سیاح قوموں کا گزر گاہ رہا ہے۔ قلدی، برومی، سیکسن ڈین، نارمن قوموں نے اس سرزمین پر باری باری اپنے اپنے خیمے و خرگاہ نصب کئے ہیں اور جب جس کا وقت آیا اُس قوم نے آپ کو حکمران ثابت کر دکھایا۔ ڈین اور ان کے رشتہ دار قوم نارمن نے کسی قسم کی آفت ناگہانی نہیں برپا کی بلکہ انہوں نے موجودہ آئین و ادارات میں اعتدال پیدا کر کے انہیں قوی و مستحکم بنا دیا مگر ان اقوام کے کارناموں کی نسبت جو ان سے پہلے آئے تھے مورخین میں اختلاف ہے اور ان کا فیصلہ اس امر کی بابت قابل و وثوق نہیں ہے۔ امور تنقیح طلب دو ہیں۔ آیا عنصر یونانی جس کی ہر ایک انگریزی ادارے اور آئین میں جھلک پائی جاتی ہے انگریزی نظام حکومت کا منبج ہے یا ہماری اقتصادی اور دستوری زندگی کی مورثہ اعلیٰ اُم الممالک رومہ الکبریٰ ہے اور کیا اس بنا پر ہم اس بات کا ادعا کر سکتے ہیں کہ ہماری تاریخ ابتدا سے برابر ترقی کرتی چلی آرہی ہے۔ کیا قوم سیکسن سانچے میں ڈھلنے والی مٹی تھی یا ایک نیا سانچہ قوم قلدی جو رومی خیالات کی ولدادہ تھی کس حد تک انگل، سیکسن اور جوث قوموں کے برطانیہ کو فتح کرنے کے بعد باقی رہی؟ کیا یونانی قبیلوں نے یہاں پر ان آزاد قریوں میں رہنا اختیار کیا جن کو سینٹر اور پبلیشس کی تاریخوں کی اکثر تاویلات سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ان کے وطن مایوف کے نظام حکومت کی یہی بنیاد تھی یا انہوں نے بھی رومیوں کی طرز حکومت اختیار کی جو ان کے آنے سے پہلے برطانیہ میں رائج تھی اور جس کے زیر اثر برطانوی قریے امر کی جایدا دیں متصور ہوتے تھے

ایک وہ شخص جو زمانہ وسطی میں رئیس منیر دیر گندہ - جاگیر مانا جاتا تھا کیا ابتدا سے اُس کی حیثیت مالک زمین اور سردار مزارعین کی تھی جو اس پر رہتے تھے یا احرار کی؟ ہر ایک بستی کے لئے اُس امیر کو بمنزلہ محصول سمجھنا چاہئے جس کا بار بعد کو اُس پر ڈالا گیا۔ کیا انگریزی تاریخ جمہور کی حریت سے شروع ہوتی ہے یا اُس کی ابتدا کو اُن کی غلامی کی دلیل خیال کرنا چاہئے؟ ان سوالات کی نسبت مورخین کے دو مذہب ہو گئے تھے اور اُن کے عقاید ایک دوسرے سے بالکل مغائر و مخالف تھے۔ انگلستان میں اُس مذہب کے مشاہیر ہیں جو قوم ٹیوٹن کو بانی حکومت دستوری و حریت سمجھتے تھے کیمبل صاحب علامہ فریمن اور ڈاکٹر اسٹینر گزرسے ہیں لیکن رومیوں اور قلدیوں کو اس کا موجد ماننے والوں کی نمائندگی کوٹ صاحب علامہ آئشلی اور سی بھوم صاحب کی ذات سے وابستہ تھی۔ جدید مذہب ٹیوٹانی کے پیشوا علامہ میٹ لینڈ اور علامہ وٹوگر اؤف خیال کئے جاتے ہیں۔ اگرچہ مذہب جدید علامہ فریمن اور اسقف اسٹینر کے عام نتائج کو تسلیم کرتا ہے تاہم اُن قیاسات اور مفروضات پر اُس کو اعتراض ہے جن سے ایسے نتائج مستنبط ہوئے ہیں۔ اس پر بھی علامہ وٹوگر اؤف کو بہ نسبت علامہ میٹ لینڈ کے اس بات کے ماننے میں کم تامل ہے کہ رومی اور قلدی روایات کا سیکسن نظم مملکت پر زیادہ اثر پڑا ہے اس لئے یہ دوسرا علامہ قدیم مذہب ٹیوٹنی کے بعض عام مقبولہ نظریات پر کم فکرتہ جینی کرتا ہے۔

مذہب قدیم ٹیوٹانی کا اعتقاد تھا کہ انگریزی قوم اور اس کے اُمین و ادارات اپنا ٹیوٹن لوگوں کے ہاتھوں ہوئی۔ اُن کے دلائل کی بنیاد وہ ممتاز وقعت تھی جس کے سبب سے سیکسن قوم کو برطانیہ پر فتح نصیب ہوئی۔ علامہ فریمن جو تاریخ برطانیہ کے مسلسل ہونے کا بڑا حامی و مؤید مانا جاتا ہے اس امر کا معتقد تھا خصوصاً اس ایک بات میں کہ آثار قدیمہ کا سلسلہ بالکل درہم و برہم کر دیا گیا اور اُن وحشی حملہ آوروں نے قلدیوں اور رومیوں کی نشانیوں کو نیست و نابود کر دیا۔ وہ نہایت وثوق سے کہتا ہے کہ برطانیہ کے اُن حصوں کے قلدی باشندوں کا جو چھٹی صدی کے آخر تک انگریز بن گئے تھے اس طرح استیصال ہوا جس طرح کسی قوم کو فنا کر دیتے ہیں۔ علامہ فریمن نے اس جملے کی اس طرح تشریح کی ہے کہ غالباً قلدی عورتوں کو چھوڑ دیا ہو گا اور معدودے چند ذکور کی غلامی میں بسر ہوئی ہوگی اور باقی قلدی آوارہ وطن یا تہ تیغ کئے گئے ہوں گے۔ اس مضمون میں ڈاکٹر

نظریات مذہب
قدیم ٹیوٹانی

اسٹیمنز نے اضافہ کیا ہے اُن کے خیال میں اکثر بریٹن نے مغربی حصہ ملک میں غلامی یا نیم غلامی کی حالت میں بسر کی ہوگی اور یہ بھی ممکن ہے کہ مقتدر لوگوں میں سے بعضوں نے اپنی جان بچانے کی لئے فاتحین سے صلح کر لی ہوگی بہر کیف ڈاکٹر اسٹیمنز کو علامہ فریمین سے اس بات میں اتفاق ہے کہ ان دونوں قوموں کی نسل اور ادارات میں سیل ملاپ نہیں ہونے پایا اس واسطے کہ جرمن قبیلوں کے ہمراہ اُن کی عورتیں اور بچے اُن کے مویشی اور غلام آئے تھے۔ بیڈ لکھتا ہے کہ اُس کے زمانے میں قوم انگل کا وطن مالوف سنسان پڑا تھا فتح کے صدیوں بعد بھی بریٹن کے خون بہا لینے کے طریقے کی وجہ سے اس قوم اور اُس کے ہمسایہ سیکسن قوم کی نسل میں امتیاز کیا جاتا تھا۔ اگرچہ فتحیاب قوم کی زبان میں بعض قلدی الفاظ داخل ہو گئے تھے لیکن جب تک نارمن فتح کا اثر اُس پر نہیں پڑا اور وہ دیہاتی لاطینی سے مخلوط نہیں ہوئی ٹھیک ٹوچ (بمعنی ٹوہجرمن) ہی رہی اور جب روما کے علوم و فنون مذہب و قوانین پر زوال آیا تو رومی زبان بھی مٹ گئی۔ دوسرے ملکوں میں تو انہی فاتحین نے مفتوحین کی زبانوں کو تبدیل و اختیار کر لیا یعنی زبان روما کسی قدر بولنا سیکھ لی اگرچہ اُس کو غلط اور خلاف محاورہ ہی کیوں نہ بولتے ہوں۔ یہی نہیں بلکہ وہ رومی کے مذہب اُن کے علوم و فنون اور قانون کی دل سے عزت کرتے تھے اور رومی شہروں اُن کی تقسیم اضلاع اور اُن کے تسمیہ مقامی کو بھی اختیار کر لیا مگر برطانیہ میں ان وحشیوں نے اس خلاف عمل کیا۔ اس کا سبب رومی اثرات کی کمی اور خامی تھی کیونکہ ان کو اس ملک میں رومی قوانین، آداب و اخلاق علوم و فنون اپنی اپنی مکمل اور حیرت انگیز شکل میں نہیں دستیاب ہوئے ورنہ یہی چیزیں ان کو یہاں بھی بجائے غارتگری شاگرد و مقلد بنالیتیں۔ اس کے سوا اس اختلاف کا ایک اور سبب ہے۔ برطانیہ میں ان لوگوں کو بہ نسبت ان کے دوسرے ٹیوٹانی بھائیوں کے زیادہ تفتیاں جھیلنی پڑیں اور ان کو ایک بہت مضبوط اور وطن پرست قوم سے مقابلہ پڑ گیا جس کے سبب سے ان کو اس ملک میں بعض مقامات کی فتح حاصل ہوئی اور اسی لئے انہوں نے مفتوحین کو جلا وطن کرنے پر کمر باندھ لی۔ ہم جانتے ہیں کہ قلدی اسٹرات کلائڈ۔ ویلر۔ کارن وال۔ بریٹانی کی طرف ہٹ گئے اور صرف مغرب میں مخصوص قلدی آبادیاں یعنی گاؤں و قصبے پائے جاتے ہیں فتح برطانیہ کی خصوصیات اور عجائبات کا سبب اُس کا امتداد ہے اس لئے اس میں ادفع گال

میں فرق ہے۔ ڈیڑھ سو برس گزرنے کے بعد جرمن قبیلوں نے برطانیہ پر تسلط پایا لیکن قوم فرانک نے گال کی ہم کو صرف ایک قرن میں اور ایک ہی سردار کی ماتحتی میں سرکھایا۔ اس لئے قدیم مذہب ٹیوٹانی کے مطابق جرمن قبیلوں نے جبکہ وہ برطانیہ میں پہنچے اپنی جدید معاشرت کو اس مقام سے شروع کیا جہاں قدیم معاشرت ختم ہوئی تھی۔ امور قدیمہ سے ہر امر کو لازماً دوبارہ نہیں قائم کیا گیا لیکن رواج ویرینہ کی بنیاد پر ہی رسم نو کی تعمیر ہوئی اور ایسے تغیرات کا اثر جو نقل و وطن اور سکونت ملک نو کا نتیجہ تھے ان قبائل کی صرف سیاسی طرز زندگی پر پڑا مگر ان کی معاشرتی اور اقتصادی حالت بالکل محفوظ رہی۔ قدیم مذہب ٹیوٹانی کو اپنی اس رائے پر اصرار تھا کہ ان قبائل کے طرز معاشرت کی اصل مثال جرمنی کے انگلستان میں بھی وہی طریقہ "مارک" تھا جو ایک قسم کی تقسیم اراضی تھی جس کی رو سے ایک قطعہ زمین متعدد آزاد قربات داروں کی ملک ہوتی تھی جس سے کاشت و حفاظت و امداد باہمی مقصود تھی۔ ڈاکٹر اسٹینز کا قول ہے کہ طریقہ "مارک" کا مفہوم مع لوازم قربات و کاشت و ملک عام صاحب تحقیق کے لئے بڑی نعمت ہیں اور ان سے اس کو کثیر مقدار میں ایسا مواد ہمدست ہوتا ہے جس سے وہ آخری زمانہ کی معاشرت و ستوری کی نسبت ایک صحیح نظریہ قائم کر سکتا ہے۔

مذہب رومی و قلدی صرف اسی امر کا مدعی نہ تھا کہ انگلستان نے بھی اسی قدر رومی تہذیب تمدن کو اختیار کر لیا تھا جس قدر کہ سلطنت (روما) کے دوسرے ممالک نے بلکہ اس مذہب والوں کو اس پر بھی اصرار تھا کہ اگرچہ سیکسن انگریزوں کا برطانیہ کو فتح کرنا ضرور ایک کارنامہ تھا لیکن اس سے طرز معاشرت کا سلسلہ نہیں ٹوٹا۔ ہاں یہ ضرور ہوا کہ اس فتح سے پرانی باتوں میں کچھ اضافہ ہو گیا۔ قلدیوں نے ٹیوٹن لوگوں کے اخلاق و آداب اور رسوم اسی بے تکلفی سے اختیار کر لئے جیسا کہ انہوں نے اس کے پہلے رومیوں کی تہذیب و طرز معاشرت کو قبول کر لیا تھا اسی طرح سے سیکسن سلطنت کی عمارت کچھلے گھنڈروں پر بنائی گئی۔ رومی ٹیری لوٹیم اور میونی سپٹیم اور کالجیم انگریزی شایر (ضلع) اور بروڈ شایر اور گیلڈ (انجمن) ہو گئے لیکن رومی و لا انگریزی امینر دیکر نہ کی شکل میں باقی رہ گیا۔ قانون روما سیکسن خاندان مشترکہ اور قانون ملکیت کی بنیاد قرار پا گیا۔ مقامات کے رومی نام بحال رکھے گئے اور سیکڑوں عام الفاظ جو خصوصاً حکومت، زراعت اور امور خانہ داری میں استعمال

نظریات مذہب
رومی و قلدی

ہوتے تھے اور اب انگریزی زبان میں باقی رہ گئے ہیں رومی تہذیب یافتہ قلمی باشندوں اور اکثر ان کے ادارات کے سبب سے باقی رہ گئے۔ یہ سچ ہے کہ انہوں نے اس بات کا دعویٰ نہیں کیا کہ سیکسن انگریزوں کی فتح کے بعد معاشرتی اور سیاسی کل کا تمام رومی ڈھانچہ جیسے ویسا رہا مگر ان کی اس فتح کی امتیازی حالت سے ضرور انکار تھا اور وہ مدعی تھے کہ اس کی تاریخ باقی تمام رومی سلطنت کی اس فتح کا جو ان وحشیوں کو حاصل ہوئی ایک جزو تھی اور اس بات سے کہ ان کو فتح برطانیہ ڈیڑھ سو برس میں نصیب ہوئی ان لوگوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ سیکسنوں اور قلمیوں کے شیر و شکر ہونے تک ان وحشیوں کے حلوں میں جو اس طولانی مدت میں ہوتے رہے متعدد وقفے گزرے ہونگے۔

مذہب رومی و قلمی کے سلج خانہ دلائل میں سب سے زیادہ قیمتی حربہ یہ دلیل سمجھی جاتی تھی کہ زمانہ وسطی کے مینر (پر لے) کے وہی اوصاف و حالات تھے جو رومی و لا (قریبی) کے لئے مخصوص تھے۔ سیکسن صاحب نے نہایت تفصیل سے ان دونوں ادارات میں مشابہت کو ثابت کر دکھایا ہے ان کے نزدیک امیر قریہ اور اس کے وابستہ لوگوں کے تعلقات کی نسبت انگریزی طرز حکومت بالکل رومی طرز حکومت کے مشابہ ہے اسی طرح رومی امرائے قریہ اور شہنشاہ کے تعلقات انگریزی مالکان مینر اور بادشاہ کے روابط کے نظیر ہو سکتے ہیں۔ چونکہ اس قسم کی مشابہت ہونے سے ان دونوں ادارات کے تسلسل کا اٹھایا جاتا تھا یہ گروہ اقلیمی مشابہات کے خیالات سے قوی ہو کر مدعی ہو گیا تھا کہ انگلستان کی طرز معاشرت کی خاص شکل اور نمونہ جیسا کہ رومیوں کے زمانے میں طریقہ تھا سیکسن دور میں بھی قریہ تھا جس کا مالک ایک امیر ہوتا تھا اور اس کے غلام کشا و زری ان کی کاشت کرتے تھے اور یہ کہ انکی سیکسن اور جوث اقوام ان قلمیوں کے جاہل ہو کر جو رومی تہذیب و تمدن کے دلدادہ تھے ماتحت گاہوں کے جاگیر دار بن گئے۔ ان کی غرض تھی کہ جس طرح ان کے بھائی بندوں نے اقلیم یورپ میں کیا یہ بھی اسی طرح البجائے صحرائینی کے آرام و اطمینان سے سپاہیوں کی حکومت جمہوری قائم کریں اور خود بھی اس میں بیس "سی" بھوم صاحب کے خیال میں اس قسم کے خواہشات کا سبب جرمن قبائل کا نظام جاگیرات کی طرف میلان تھا جو بہت جلد ان میں ترقی کر رہا تھا تاویلات ٹیسی ٹس کے مطابق ان کے احرا رجنھوں نے جنگلوں اور نہروں کے کنارے بود و باب

اختیار کی امر اسے علاقہ دار کے پیش رو تھے اور اس کے بالعکس وہ قبیلے جن کے مکانات سرکوں پر واقع نہیں تھے ان غلاموں میں تھے جو اپنے مالکوں کی زمین کاشت کرتے تھے۔ اس طرح اُن ٹیوٹن لوگوں نے جن کا رجحان طبع نظام جاگیر کی جانب تھا نہایت سرعت سے رومی تہذیب یا فتنہ قلدیوں کے قریوں میں بس گئے اور اس کے بعد برطانیہ کی فتح کا سلسلہ انقلاب معاشرتی کی بدولت نہیں بلکہ مالکوں کی تبدیل کے سبب سے جاری رہا اور زراعت کا کام مغلوب قلدیوں اور چند جرمن غلامان کشا و زری کے جو اپنے مالکوں کے ہمراہ آئے تھے سپرد کیا گیا۔

علامہ میٹ لینڈ نے مذہب رومی و قلدی کے نظریات پر نہایت شدید اعتراض کیا ہے۔ انہوں نے دکھلایا ہے کہ سنی بھوم صاحب اور ان کے ہم عقیدہ اصحاب کے اس خیال کی تائید کہ رومی قریہ اہل برطانیہ کی طرز معاشرت کا اصل اصول ہے کسی تاریخی واقعے سے نہیں ہو سکتی۔ قریوں کے کھنڈر ملک کے عرض و طول میں نہیں پائے جاتے اور جو کچھ شہادت اس امر کے متعلق دستیاب ہوتی ہے اُس سے ہم یقیناً اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ رومیوں نے عموماً اپنے شہروں اور فوجی چھاؤنیوں کے ارد گرد یہ قریے بنائے تھے۔ اس کے علاوہ ایک اور بات ہے۔ اگرچہ زمانہ وسطی کی جاگیروں میں رومی قریے کے بہت سے خصوصیات پائے جاتے ہیں تاہم اس میں ایک خاص صفت کی کمی ہے۔ اس کو قیام عدالت کا اختیار و حق حاصل نہیں تھا اس لئے کہ وہ محض ایک ادارہ اقتصاد تھا۔ اچھا تو بتلایئے کہ پٹی دار اراضی (اسٹراپ ہولڈنگ) کے طریقے کا ماخذ کیا ہے؟ یہ طریقہ تو زمانہ وسطی کے رومی جاگیروں کے لئے مخصوص تھا۔ اس بات کا یقین کامل ہے کہ اس طریقے کی موجود قلدی قوم نہیں ہو سکتی اس واسطے کہ وہ لوگ دیہات میں رہا کرتے تھے اور ہر ایک مکان اپنے متعلقہ کھیتوں سے گھرا ہوتا تھا اور اس کے باقی بعض میسر رکھنے والے امر ابھی نہ تھے اس لئے کہ ایسی ناموزوں اور غریبہ کفایت شعارانہ تقسیم اراضی نہایت لغو اور بے سود ہوگی خصوصاً جبکہ زراعتی زمین شخص واحد کی ملک ہو اور اُس پر وہ اپنے ذاتی مویشیوں کی جوڑی سے ہل چلائے۔ اس کے برعکس اس حالت میں جبکہ اراضی کے مالک احرا رہوں اور اپنے مقبوضہ وطنی سیلوں سے ششدر ہل کی جوڑیوں کی اعانت کریں اس طریقے کے فوائد اظہر من الشمس ہیں۔ اس مفروضے کی تائید خصوصاً اس بات سے ہوتی

تقدیر مذہب جدید

ٹیوٹن برطانیہ

(۱) مذہب رومی و قلدی

ہے کہ خود مالک کی زمین کی چند پٹیاں ہوتی تھیں جس میں صرف تین غیر محصور اور منفصل کھیت ہوتے تھے اور ہر ایک مینر کے لئے اسی قدر زمین قابل زراعت سمجھی جاتی تھی۔ اس طرز عمل کا بانی غالباً ایسا کوئی امیر ہوگا جس نے اپنے کو کسی ایک آزاد دیہاتی بستی کا مالک بنا لیا ہو مینر کے کسانوں کے حقوق پر غور کرنے سے جن کا وہ بمقابلہ رُوساے مینر ادعا کرتے تھے قدیم زمانے کے برطانوی مزارعین کی حریت ثابت ہوتی ہے اور اس بات سے بھی اس قیاس کی تائید ہوتی ہے کہ عدالت مینر کی ترکیب میں سوتار (منصفین جن پر حاضری عدالت جب تھی) کا عنصر بھی اُسی قدر ضروری تھا جس قدر کہ یُس مینر کی شرکت۔ سہی بھوم صاحب کی بحث ہے کہ چونکہ غیر محصور کھیت کی کاشت کے لئے مزارع غلاموں کا ہونا لازم ہے لہذا اس طریقہ زراعت کو اس غلامی کا موجد بنائی سمجھا جائیے۔ اُن کا دعویٰ ہے کہ پٹی والی اراضی کی زراعت کے لئے امر کا ہونا ضروری ہے اس لئے اس طریقے کا امر کے بغیر وجود ہی نہیں ہو سکتا۔ علامہ میٹ لینڈ کا بیان ہے کہ نظام زراعت اراضی غیر محصورہ کو اہل میں مبدع حریت سمجھا جائے، اس سے ہم کو کوئی بحث نہیں کہ اُس کی بنا کیونکر ہوئی لیکن اس کو اہل جاگیر امر کے ظلم و جور نے نہیں بلکہ رسم و رواج کی قوی حکومت نے باقی و جاری رکھا۔ یہی نہیں بلکہ اگر تم زمانہ وسطی کے پرگنات کے آزاد مزارعین اور زمینداروں کی نسبت تحقیق کرنا چاہو تو مذہب رومی و قلدی کے اس نظریے سے کچھ مدد نہیں ملتی اور نہ اُس سے اُن بیانات کی جو گیارہویں صدی کے انگلستان کی نسبت کتاب بند و بست میں مندرج ہیں کسی قسم کی توضیح و تشریح ہوتی ہے۔ اس نظریے کے بموجب اضلاع مشرقی کی حریت کا سہرا محض ڈین لوگوں کے برہاندہ جاتا ہے، لیکن حریت مذکور کا یہی ایک سبب نہیں ہے۔ اس کے سواے اور ایک خیال پیدا ہوتا ہے۔ چونکہ کتاب بند و بست کے مواد کی تحقیق و تفتیش کے والوں کو شاہ ایڈورڈ کے دور کے واقعات اور زمانہ تفتیش کے حالات کی جانچ پرتال منظور تھی اس لئے اگر یہ نظریہ کہ قوم ابتدائی غلامی سے اس زمانے تک بتدریج آزادی حاصل کرتی چلی آ رہی تھی صحیح ہوتا تو ان تین دلیلوں سے مزارعین کی حریت میں اضافہ ہونا چاہئے تھا نہ کہ کمی۔ اچھا تو کیا از روئے منطق ایسا نتیجہ لگانا صحیح ہو سکتا ہے کہ اُس لشکر ظفر میکہ کا ہر ایک سپاہی جس نے فتح برطانیہ میں حصہ لیا اپنے وطن میں امیر جاگیر دار تھا اور اُسی حیثیت سے اس ملک میں آباد ہو گیا؟ اگر فی الواقع ایسا ہی ہوتا تو اُن طولانی معرکہ آرائیوں کے واسطے

جوتج کے لئے اختیار کی گئی تھیں یہ قلیل تعداد سپاہ ہرگز کافی نہوتی۔ اس کے علاوہ مغلوں
باشندوں کی تعداد میں جن کو ان امرائے بظاہر غلام بنالیا تھا اس قدر کثرت ہو جاتی کہ
پھر کسی نظریئے کے ذریعے سے خواہ وہ کیسے ہی انتہائی درجے کے خیالات پر کیوں نہ بنی
ہو قبضہ رومی کے کمزور کرنے والے اثرات کی تائید میں نہ کوئی حجت پیش ہو سکتی اور
نہ اُس کو قوم سیکسن کا اہل برطانیہ کو غلام بنانے میں کامیاب ہونے کی دلیل گردانا جاتا۔
لیکن مذہب قدیم یونانی کے نظریات بھی کچھ نہ کچھ تو اعتراضات کی زد میں آئی
گئے خصوصاً ان کے سب سے زیادہ مقبول و معروف نظریئے کی نسبت جو "مارک سسٹم"
(نظام دیہی) کے نام سے مشہور ہے مذہب جدید یونانی بھی اس نظریئے کو مذہب قدیم یونانی کے
توہمات کا ایک کرشمہ بتلاتا ہے اور اس لئے مذہب اول اس اعتراض میں مذہب
رومی و قلدی سے متفق ہے۔ اس کا خود نام ہی نہایت ناموزوں ہے اس لئے کہ "مارک"
کے معنی قصبہ نہیں بلکہ دلدل یا سرحد کے ہیں۔ اس طرز زندگی کے مختصات سے صرف
ایک خاصیت یعنی کاشت مشترک کو قدیم سیکسن انگریزوں کی طرف منسوب کرنے
میں فیلقین کے مورخین کا اجماع ہے اور وہ بھی اس واسطے کہ اگلے زمانے کی اکثر زراعت پیشہ
قوموں کا خاصہ طبع زراعت مشترک تھا۔ قرابت مشترکہ کے قیاس سے بھی علامہ
مٹ لینڈ کو انکار ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر بغرض محال اس قسم کی رشتہ داری مان لی
جائے تو وہ بہت ہی مشتبہ اور بے اصل ہوگی اس واسطے کہ اُس زمانے میں ماں اور باپ
دونوں کی جانب سے قرابت کا شمار ہوتا تھا جس کا لازمی نتیجہ ہے کہ ایک شخص کے نہایت
قریب کے رشتہ دار بہت دور دراز قصابات میں رہتے ہوئے لیکن علامہ وٹوکر اوٹ

۱۔ قدیم جرمن قبائل میں رسم تھی کہ گاؤں کے باہر غیر آباد و خنداہ زمین پر ایک جاعت مردم جو کسی ایک بیچند
آہیوں میں ہتی تھی مارک کے نوین شاخٹ (The mark ge-nossen shaft)
چند حقوق مشترکہ پیدا کر لیتی تھی (۲) مارک کا دوسرا نام "ارضی شالٹ" قصبہ ہے جس سے اس گاؤں کے
سب باشندے متمتع ہوں اور اسی کم صحیح معنوں کی بپا برضقدین سے بعض مورخین کا خیال تھا کہ
جرمنی کی ۱۱ مارک بستیاں، جرمنوں اور سیکسن انگریزوں کی ۱۱ دیہاتی، بستیوں کے مساوی ہر طرف
تھیں لیکن یہ قیاس جیسا کہ اس کتاب میں دکھلایا گیا باطل ہو گیا ہے ۱۱ از مترجم

(۲) مذہب قدیم
یونانی

توجہ دلاتا ہے کہ باوجود اس کے بھی احتمال ہے کہ اکثر اہل دیہات میں قرابت عامہ رہی ہوگی اس نتیجے کی تائید دو باتوں سے ہوتی ہے ایک تو اکثر مقامات کے نام کے آخر انگ (Ing) کا پایا جانا اور دوسرے اہل دیہات کا اکثر اسموں میں آپس میں غلو کی حد تک مساوات سے پیش آنا۔ ان دلائل کی تائید میں علامہ مذکور پھر اس بات پر زور دیتا ہے کہ ٹیلیسی ٹیس کے تحریرات کے موجب لڑائی میں ایک ایک خاندان اور قبیلہ لڑتا تھا درحالیکہ سیکسن انگریزوں کے قوانین کی رو سے مجرم کی بداعمالی کے لئے اس کے اہل قریب ذمہ دار متصور ہوتے تھے اور جنگ انتقام خون کے لئے دسویں صدی تک مستحسن سمجھی جاتی تھی ۴

علامہ میٹ لینڈ نے اس دعوے پر کہ کسی کو اہل دیہات سے زمین پر ملکیت غیر مشترک حاصل نہ تھی اور بھی ٹیلیسی ٹیس کی ہیں۔ ڈاکٹر اسٹینر کا قول ہے کہ ہر ایک آزاد آدمی کا شخصی حق ملکیت قبیلے کے مشترک حق ملکیت میں ڈوب جاتا تھا۔ ان کا خیال ہے کہ ملکیت مشترکہ اس وقت مفقود ہوئی ہوگی جبکہ اہل دیہات کو زراعت کی خواہش و ضرورت اس قدر زیادہ ہو گئی ہوگی کہ وہ اپنی حالت سے تنگ آگئے ہونگے اور یہی علاج انہوں نے ٹھہرایا ہوگا کہ ملکیت مختصہ یا انفرادی ہونا چاہئے اس کے جواب میں علامہ میٹ لینڈ استفسار کرتا ہے کہ کیا ملکیت مشترکہ پہلے سے موجود تھی جس کو موقوف کر کے ملک خاص قایم کی گئی؟ وہ کہتا ہے کہ انسان کے لئے اپنی ابتدا کی حالت سادگی میں قبضہ مشترکہ کے مفہوم کل کا سمجھنا اور عمل میں اس کا لانا نہایت مشکل اور پیچیدہ مسئلہ تھا۔ یہ فرض کر لینا کہ زمین کا مالک ایک فرضی انسان تھا جس سے دوسروں نے حاصل کر کے آپ کو اس کا منفرد مالک بنالیا بالکل لغو و مہمل ہے۔ غالباً اس غلط فہمی کی بنیاد ڈوفینیکم (ملک) اور امپیریکم (لوازم ملک) دونوں اصطلاحوں کے خلط کر دینے سے پڑی۔ ممکن ہے کہ ہر ایک قریہ اپنی زمینوں کی نگرانی کرتا ہوا سوچے کہ وہ کاشت کا انتظام کرتا تھا لیکن انتظام سے کوئی شے ملک نہیں ہو سکتی۔ علامہ مذکور کا ادعا ہے کہ جرمن دیہات میں ملکیت خاصہ یعنی ملک انفرادی بدجہ اقم پائی جاتی ہے۔ اس بات کا تصور کرنا ہی بہت دشوار ہے کہ اراضی قابل زراعت میں ہر شخص فرداً فرداً اپنے حصے کا مالک نہیں ہوتا تھا۔ سبزہ زار اور چراگاہوں پر مکانات اور قابل زراعت پٹیوں کے ٹکڑوں کو حق امتیاع حاصل تھا۔ غالباً عرصہ دراز تک سبزہ زار

اور اقدادہ زمینوں کی ملک کی نسبت سوال نہیں پیدا ہوا ہو گا کہونیکہ زمین کی اس قدر انفراد تھی کہ دو متصل لہیتوں میں کسی مخصوص قطعہ زمین کے قبضہ متعلق نزاع باہمی کی نسبت نہیں آتی تھی۔ اس لیے آزمائش ملک غیر ضروری متصور ہو کر اس کا استعمال نہیں کیا گیا اگر اس آزمائش کا اطلاق ہوتا اور اس کے نتیجے کا قانونی مصطلحات حالیہ میں اظہار کیا جاتا تو بھی زمین اہل دیہات کی بطور مالکان مشترکہ نہ کہ اس دیہہ کی بجز جماعت مردم ملک سمجھی جاتی۔ اگر کوئی غیر شخص قبضہ کی اقدادہ زمینوں کو غصب کر لیتا تو اس پر قبضہ مذکور کا کوئی ایک مالک مشترک نالاش کرتا اس لئے کہ اس کے ہی خاص حق کو مدفعہ پختا نہ کہ پورا قبضہ بحیثیت شخصہ مناصب کے مقابلے میں دعویٰ کرتا۔ ظن غالب ہے کہ اہل قریہ میں اتفاق و یک جہتی بہت ہی کم تھی اور وہ نالاش عام یعنی دعویٰ ملک کرنے کے ہرگز قابل نہ تھے اس سے ہی کم ان میں ملکیت مشترک کی استعداد تھی پے

نظریات مذہب
جدید ٹیوٹن

مذہب قدیم ٹیوٹانی کے باقی ماندہ نظریات اور اس مواد کی مدد سے جو مذہب رومی دلدی سے ہاتھ آیا ہے جدید مذہب ٹیوٹانی نے قوم ٹیوٹن کو ابتدائی انگریزی تاریخ میں برزرو مشائستہ ثابت کرنے کی غرض سے ایک ایسا نظریہ بنایا ہے جو مذہب قدیم کے ان نظریات کی بنسبت جن کو اس کے قدیم حامیوں اور مفسرین نے پیش کیا ہے زیادہ معتدل ہے۔ اولاً اس گروہ کا دعویٰ ہے کہ فتح اس درجہ سخت و شدید نہیں تھی جس درجہ کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے یہ سچ ہے کہ قدیم انگریزی تاریخ میں لکھا ہے کہ انڈیرٹڈا کو لینے کے وقت حملہ آوروں نے ان سب کو جو وہاں موجود تھے قتل کیا۔ یہ بھی صحیح ہے کہ اکثر رومی قریوں کے کہنڈروں سے اس بات کے آثار پائے جاتے ہیں کہ ان کو آگ لگا دی گئی۔ لیکن شہروں کی بربادی سے جہاں بہ نسبت میدانوں کے فاتحین کے مقابلہ و مدافعت کا زیادہ موقع تھا دلیل متذکرہ صدر کا کم ثبوت ملتا ہے باوجودیکہ آتش زدگی اور مسامری کے علامات کا سبب جو تھی صدی کی خانہ جنگیاں بھی ہو سکتی ہیں بعض مقامات کے ناموں اور ان قلدی الفاظ کے باقی رہ جانے سے جن کا تعلق اہل حرفت، امور خانہ داری اور اہل دیہات سے ہے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ ان زمینوں پر جو سنہ ۷۰۰ کے بعد فتح ہوئیں یقیناً قلدیوں کو ان کے فاتحین سے رہنے کی اجازت ملی تھی اور اس عقیدہ کی بھی تائید ہوتی ہے کہ ان زمینوں کے بعض حصہ

میں جو شہ ۷ اور ستہ ۷ میں حاصل کی گئیں یہی قوم پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے برعکس دین مسیحی اور قانون رومیہ کے فقدان نیز ادارت رومیہ اور تقسیم اضلاع کے سٹ جانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قلدی کسی منظم قوم کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک جماعت کے پس ماندوں کی طرح باقی رہ گئے تھے۔ اس کے سوائے اس سوال سے کہ آیا زمانہ اولیٰ کا انگلستان آزاد یا محکوم قصابات کا ملک تھا محتمل الضدین کی ایک غلط شکل پیش ہوتی ہے۔ یقیناً دونوں قسم کے نمونے ابتدا سے ہی اس میں موجود تھے اور جدید مورخین کو ان دونوں کا کتاب ”جرمانیا“ لکھیں سراغ ملا ہے۔ ان کے تعبیر ٹیسی لٹس کے مطابق معمولی آزاد آدمی آزاد دیہات میں رہتے اور اپنی زمینوں کو اپنی محنت مشقت سے جو تا بویا کرتے تھے مگر وہ لوگ جو ”شہزادے“ کہلاتے تھے اصل میں ان محکوم دیہات کے روسا تھے جن میں بقیۃ السیف ویسی بس گئے تھے اس لئے ان قریوں میں جو لوگوں کی ملک تھے حملہ آوروں کو کوئی غیر معمولی حالت نہیں دکھائی دی اور اس واسطے انہوں نے جب کبھی ایسے علاقے ہاتھ آئے اپنے قبضے میں کر لئے لیکن حالت اشتراک و اتحاد جو پرانے زمانے کے دیہات کے ساتھ بالخصوص منسوب کی جاتی ہے اور جس کی تعریف کے پل باندھے جاتے ہیں ”نظام دیہی“ کے ساتھ ہوا ہو گئی بلکہ ابتدا سے ہی اس طریقے کو اکثر بیرونی اثرات سٹا رہے تھے۔ کسی ایسے امیر کے جس کو عدالتی اختیارات حاصل ہوں ماتحت ہو جانے سے اس پاس کے دیہاتیوں میں میل ملاپ پیدا ہوتا گیا اور اس طرح ہر ایک آزاد موضع کو بتدریج غیر آزاد موضع ہضم کرتا گیا۔ فاتحین اپنے وطن میں ہی ان دونوں قسموں کے قریوں سے واقف تھے لیکن جب انہوں نے برطانیہ میں دوسری نوع کے موضع پہلے سے موجود پائے تو ان کے مالک بننے میں تامل نہیں کیا۔

اس لئے ایک اہم مسئلہ فیصلہ طلب یہ ہے کہ سیکسن انگریزوں کے زمانے کے انگلستان میں کس نوعیت کے۔ آزاد یا محکوم قبضہ کا بول بالا تھا۔ سیکسن انگریزوں کے ادارت کی مہموری خاصیت کی نظر سے اس سوال کا فیصلہ یقیناً پہلی قسم کے قصابات کی تائید میں صادر ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر اقتصادی آزادی نہ ہوتی تو کیوں کر ممکن تھا کہ جرت سیاسی جس کی تصدیق ضلع اور تعلق کی تنظیم سے ہوتی ہے برطانیوں کو پہلے سے حاصل ہو جاتی۔

باب دوم

سیکسن نظم ملک

سیکسن نظم ملک کی تصویر الفاظ میں کھینچنا آسان نہیں ہے ٹیسی ٹس کے اس تذکرے کے بعد سے جس کو اس نے حرفۂ نبی جرمن قبیلوں کی نسبت لکھا ہے جن کو وہ خود جانتا تھا ان حالات تک جو ڈو فرڈ کے بک (کتاب بند و بست) میں مندرج ہیں اوضاع و اطوار اور رواج زمانہ کے متعلق بہت ہی کم شرح و مسلسل ادبی مواد دستیاب ہوا ہے۔ جس قدر حالات اس درمیان کے زمانے کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں وہ مختص اشارے اور کنائے ہیں۔ اس نایابی کا سبب یہ ہے کہ اس وقت کے مورخین قومی رسوم اور عادتوں کو ناقابل التفات خیال کرتے تھے اور اپنی دانست میں ان امور کی صراحت کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے لیکن اگر کسی مورخ یا تذکرہ نویس کے حالات مقامی اور امیر مندرجہ صدر میں فرق ہوتا تو وہ اشارتاً اس قسم کے اختلاف کو بیان کرتا اسی درمیان کی مدت میں قوانین یقیناً کثرت سے بنائے گئے اور اگرچہ ان کے انداز بیان سے زیادہ تر رسم زمانہ کے وجود کا پتہ ملتا ہے نہ کہ تدابیر اصلاحی کا تاہم ان میں بہت سا قابل قدر مواد مستتر ہے اور اس سے ٹیسی ٹس کی تاریخ جرمنی اور کتاب بند و بست کے درمیان کے زمانے کا وصل کرنے سے واقعات میں نامکمل سلسلہ پیدا ہو سکتا ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ فتح کے پہلے کی انگریزی تاریخوں میں صرف نسل و سیکسن کی تنظیم کے حالات پائے جاتے ہیں اس کا ایک سبب تو یہ ہے کہ اپنی ہمسایہ ریاستوں میں سب سے زیادہ نظم تھا اور دوسرا سبب یہ ہے جبکہ اس کو اپنی صدارت کے منوا میں کامیابی ہوئی تو انگلستان متفقہ نے اسے اپنے لئے نمونہ قرار دیا۔ مگر جو بات دیکھنے کے لئے صحیح معلوم ہوتی ہے وہی بات دوسرے اضلاع کے واسطے غلط ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ بعض مقامات پر زیادہ پرانے تنظیمات اپنی مستمر حالت میں تنظیم جدید پر سبک جمائے ہوئے تھے اور ملک کے بعض حصوں سے تنظیم جدید نے پرانے طرز عمل کو بالکل مٹا دیا

تھا بعض حصوں میں نئے اثرات قبول کرنے کی استعداد تھی اور بعضوں نے تو تنظیم جدید کے زیر اثر خوب ترقی کی تھی اور گیارھویں صدی تک تو کل نظم و نسق قدیم چراغِ سحری بگیا تھا۔

جرمن قبیلوں کی
وطنی حالت

پہلی صدی عیسوی جبکہ فلسی لٹس کے قلم سے ”جرمانیا“ کی اشاعت ہوئی ہے جرمن قبیلوں کی وہ خانہ بدوشی کی حالت باقی نہیں رہی جس حال میں سمیر نے ان کو پایا تھا بلکہ ان لوگوں کے ہاں اس زمانے میں ان کے مملوکہ مستقل مکانات تھے جس حصہ ملک کے عرض و طول میں یہ پھیلے ہوئے تھے وہ صحرائی اور سطح زمینوں پر مشتمل تھا۔ یہ لوگ شہروں کو اپنا مسکن نہیں بناتے تھے بلکہ ایسی جگہ سکونت اختیار کرتے تھے جہاں آسانی سے ان کو لکڑی پانی چراگاہ ملن ہو سکے۔ آگ لگنے کے خوف اور اچھے مہار نہ ہونے کے سبب سے ان کے گھر ایک دوسرے سے متصل نہیں ہوتے تھے۔ ان لوگوں میں چراگاہوں اور لکڑی کے جنگلوں کی آپس میں تقسیم نہیں ہوتی تھی لیکن ہر ایک موضع بحیثیت مجموعی اہل موضع کی زراعت کے لئے زمین حاصل کرتا اور لمبا آبادی جس قدر زمین پانے کا وہ مستحق سمجھا جاتا تھا اس قدر زمین اس کے حصے میں آتی تھی۔ یہ لوگ زراعت کے لئے ہر سال تبدیل زمین کرتے تھے اور ان کے ہاں زمین اس قدر کافی مقدار میں تھی کہ وہ اس کو اقتادہ رکھتے تھے لیکن ان کی کاشتکاری مفید اور نفع بخش نہ تھی اس لئے کہ جو کچھ پیداوار ان کو زمین سے وصول ہوتی وہ صرف غلہ تھا مویشیوں کے گلے ان قبیلوں کی اصل دولت تھے۔ بڑے علاقوں کی اکثر زراعت دیسی بیہ دخل غلام کیا کرتے تھے اور اگرچہ ان غلاموں کے ہاں بھی ان کی ملکی اراضی ہوتی تھی لیکن اس کے معاوضے میں انھیں جنس بطور مالکزاری ادا کرنا ہوتا تھا۔

دیہ سے قصبے کا مرتبہ زیادہ تھا اور چند قصبات کے مجموعے سے ایک قبیلہ بنتا تھا۔ ہر ایک قصبہ برائے نام و نمود سو نوہزار و آٹھ سو تالیس لٹس کے زمانے تک جو شے کہ عدد تھی لقب بن گئی۔ یعنی وہ بستی جہاں سے ایسے سو سپاہی مہیا ہوتے تھے ہنڈرڈ Hundred کہلائے گی۔ ہر ایک دیہ اور قصبہ ایک ایمر کے ماتحت جس کا مجلس عام میں انتخاب ہوتا تھا اور جو سو اسیسروں کی مدد سے فصل خصوصیات انجام دیتا تھا۔ اکثر جرایم کی سزا تادان بھرنا تھا حتیٰ کہ قتل انسان کے موافق

سے بھی مجرم کو ایک مقررہ قہار گائے بھینس بکریوں کی ادا کرنے پر برائے مل سکتی تھی۔ اگرچہ مقتول کے تمام خاندان کا فرض تھا کہ خوں بہانے کے بغیر مطمئن نہ ہوتا ہم اس طریقے کی بنا پر قصاص ناقابل عفو نہیں رہا تھا۔ جب مجلس عام کا اجلاس ہوتا تو یہی امر اس میں پیش ہونے کے لئے مقدمات تیار کرتے اور ادنیٰ درجہ کی نزاعات کا خود فیصلہ کرتے تھے۔ مجلس مرکزی کا اجلاس ہر ماہ ہلالی کے اول یا اوسط میں ہوتا تھا اور اس میں ہر ایک قبیلے کے سب احرار سٹیج ہو کر شریک رہتے تھے مگر یہ لوگ اپنی حریت کی شان اس طرح دکھلاتے کہ روز مقررہ کے ایک دن بعد آتے تھے جب یہ سب جمع ہو جاتے تو پادری لوگ حاضرین کو خاموش ہونے کا حکم دیتے تب بادشاہ یا کوئی ایک امیر یا دوسرے لوگ جن کو بلجناز عمر یا شہرت فوجی یا شرافت و امارات نسبی سامعین کو متوجہ کرنے کا حق حاصل ہوتا تقریر کرتے تھے۔ حاضرین جلسہ اپنی ناراضی سی سی کر کے اور رضامندی اپنے نیزے کو ہلانے سے یا ڈھالوں پر ان کی جھنکار سے ظاہر کرتے تھے۔ یہی مجلس عظمیٰ ملک میں عدالتِ عالیہ سمجھی جاتی تھی۔ اس میں فوجداری استغاثے دائر ہوتے اور ایسے سنگین جرائم کی جیسے کہ دغا، فراری زوجه و سپاہی یا ترک ملازمت ہیں تحقیقات ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ اس کے فرائض میں مسائل صلح و جنگ کا تصفیہ داخل تھا اسی میں نظمائے فوجداری اور امرائے بلاد کا انتخاب ہوتا تھا۔ اور یہیں ان سرداروں کو بھی منتخب کیا جاتا جو جنگ میں فوج قومی کی رہبری کرتے تھے۔ اسی مجلس میں ہر ایک نوجوان کے اس کا باپ یا کوئی بزرگ خاندان یا کوئی ایک امیرِ نیرہ اور سپہر باندھ دیتا تھا اس درجے وہ فوج ملی اور سلطنت کا ایک رکن شمار ہوتا تھا۔

اگرچہ جرموں کے خواص طبع میں مساواتِ سیاسی داخل تھی لیکن عدم مساوات تمدنی سے بھی وہ ناواقف نہ تھے۔ اکثر قبیلوں کے ہاں بادشاہ ہوتے جو نسل ووڈن (Woden) کی یادگار سمجھے جاتے تھے۔ اگرچہ ان بادشاہوں کی سیاسی قوت کم تھی لیکن ان کے وجود سے قبیلہ ماتحت کا شیرازہ اتحاد بکھرنے نہیں پاتا تھا۔ اس کے علاوہ ان میں امرابھی تھے جو شرفا سے ممتاز سمجھے جاتے اور جو اصل میں مشاہیر قوم کی اولاد ہوتے تھے۔ ان میں اور معمولی احرار میں فرق تھا۔ امر اور سرداران فوج کے ہاں (رفقائے جنگی) کا ایک ایک دستہ ہوتا تھا۔ ہر ایک کو مز (Comes مصاحب) کو اس مالک سے گھوڑا

اور اسلئے ملتا تھا اور وہ اس کی دعوتوں میں شریک ہوتا اور اس کے ساتھ اکل و شرب کرنے کا مستحق سمجھا جاتا تھا۔ اس کے سوا اس کو اجرت وغیرہ نہیں ملتی تھی۔ مصاحبان جنگی کی صدارت کے لیئے ہر ایک شخص جان دیتا تھا اس لیئے ہر ایک امیر کی کوشش ہوتی تھی کہ اس کے تابعین سے زیادہ جری اور ان کی تعداد سب سے زیادہ ہو۔ جنگ میں تو امرائع حاصل کرنے کی غرض سے اور ان کے مصاحب صرف اپنے امراء کے واسطے شریک ہوتے تھے یہ لوگ ان امراء کی جان بچانے کا پہلے سے اقرار کرتے اور ان کی دولت و اقبال کی طرف اپنے کارہائے نمایاں کو منسوب کرتے تھے۔ اگر کسی مصاحب کی میدان جنگ میں اس کے امیر سے زیادہ شجاعت و قوت ثابت ہوتی تو امیر کے لیئے ذلت کا سبب ہوتا تھا ایسا ہی مصاحبوں کے لیئے اگر ان کا مالک میدان میں کام آتا اور پینچ جاتے تو باعث ننگ تھا۔

ترک وطن
و بادی نو

ٹیوٹانی قبیلوں کے اخلاق و اطوار درسوم کا جبکہ وہ اپنے وطن میں سکونت پذیر تھے بجز ان چند ابتدائی واقعات کے اور باتوں کا زیادہ پتہ نہیں ملتا۔ ہم بیان کرتے ہیں کہ مذہب رومی و قلدی کا ادعا ہے کہ سیکسن انگریزوں نے اس نظم و نسق کو جس انھوں نے برطانیہ میں پایا اختیار کر لیا اور اپنے وطن میں بھی یہ لوگ اسی قسم کی نظم حکومت رکھتے تھے۔ مذہب قدیم ٹیوٹانی کے دعوے کا ذکر بھی ہم کر چکے ہیں کہ یہ وحشی اپنے تمام قبائل کے ساتھ یعنی اپنے بی بی بچے سامان کی گاڑیاں اور مویشی کے ہمراہ دار و دیوار اور ایک ایسی زمین میں جہاں پہلے سے دیہات اور شہروں کا بالکل نام و نشان تک نہ تھا انھوں نے از سر نو اس قسم کے آزاد دیہات کی جیسا کہ ان کے وطن میں تھے بنا ڈالی۔ لیکن صحیح بات ان دونوں نظریات کے مین مین پائی جاتی ہے۔ بسا اوقات سیکسن سرداروں نے رومی و قلدی دیہاتی علاقوں پر مع ان کے غلام اور نیم آزاد مزارعین جن کو کالونی (Goloui) بھی کہتے تھے بیشک قبضہ کیا ہے لیکن ہر ایک آزاد سیکسن ہر ایک ارباب کے ہیولی میں منتقل نہیں ہو سکا ہو گا اور اکثر و بیشتر آزاد دیہات کی بنا اس امیر فوج کی سیاسی سرداری کے زمانے میں ہوئی ہوگی جس نے برطانیہ کی ہم کو کاسیالی کے ساتھ کر لیا ہو۔ ان وحشیوں کے دور حکومت میں برطانیہ میں دو اسٹری رومی قریوں کے قلدیوں کی آزاد بستیاں بھی تھیں جن کا سوائے ملک کے مغربی حصے کے دوسرے مقامات

دیہاتی علاقے

بستی گلاوں

میں استیصال ہو گیا اور شہروں کو غالباً مقابلے کے مرکز خیال کر کے نیت و نابود کر دیا ہوگا۔ قلعہ گھاؤں کی جگہ جس میں کہ بہت تھوڑے مکانات ایک دوسرے سے فاصلے پر ہوتے اور ہر ایک مکان کے ارد گرد اس کے کھیت اور چرگاہ ہوتے تھے ٹیوٹانی قصبہ بسایا گیا اس نئے گھاؤں میں مکانوں کا سلسلہ شارع عام پر واقع ہوتا یا گھاؤں کے کسی سبزہ زار کے گرد مکان بنائے جاتے اور ان کے اطراف میں کھیت ہوتے تھے زراعت کی زمین تین کھیتوں پر مشتمل ہوتی تھی۔ ایک میں اناج دوسرے میں فصل ہار کا غلہ بویا جاتا اور تیسرا کھیت افتادہ رہتا تھا۔ اگرچہ ان کھیتوں میں ہر ایک دیہاتی کا حصہ معین ہوتا تھا لیکن ایک ہی مالک کے متعدد حصے مختلف پٹیوں میں ایک دوسرے سے علیحدہ واقع ہوتے تھے۔ ہل جوت کر متفقہ کاشت کیجاتی تھی ہر ایک کسان اپنے ایک ہیل یا بیلوں کی ایک جوڑی سے مشترکہ ہل کے اٹھ بیلوں میں شرکت کرتا تھا زمین کی پٹیوں میں تقسیم ہو جانے سے اُس زمانے کے لوگوں کا خیال تھا کہ زراعت مشترکہ کا طریقہ بالکل منصفانہ و مستحسن ہے۔ اس کے سوا اُسے بات کا بھی اطمینان تھا کہ نوآبادی کی سب سے زیادہ زرخیز زمین کا ایک شخص تنہا مالک نہیں بن سکتا۔ چرگاہیں اور جنگلات اہل قریہ کی ملک غیر منقسم سمجھی جاتی تھیں گھاس کے کٹنے کے پہلے یہ لوگ سبزہ زاروں کو آپس میں بانٹ لیتے تھے اور اُس کے بعد وہ قریہ کے کل مویشیوں کے لیے چرگاہیں متصور ہو جاتے تھے۔ ہر ایک دیہاتی کو اُس کی زراعت کی مناسبت سے مشترکہ کھیتوں میں مویشیوں کو چرانے اور صحرا میں سوروں کو چھوڑنے کی تعداد کی اجازت ملتی تھی۔ کثرت آبادی کے ساتھ مالک مغربی کے قریوں میں پٹیوں کی اراضی کا طریقہ رائج ہو گیا۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ بعض وقت ایسی اراضی پر جو کسی کے حصے میں نہ ہوئے کھیت بنائے جاتے اور بعض وقت قدیم کھیتوں میں متحد چھوٹے چھوٹے کھیت اکالے جاتے تھے لیکن اصل میں یہ کھیت نہیں تھے بلکہ ہر ایک مکان کے اطراف ایک چھوٹا کھیت بن جاتا تھا اور اس طرح کے کھیت والے مکانات ایک دوسرے سے متصل واقع ہوتے تھے۔ اس پر بھی اچھی اور بُری زمینوں میں مساوات رکھنے کی غرض سے اکثر اوقات اُن کی متشدد اور منفصل ٹیٹیاں بنائی جاتی تھیں اور گھاؤں مثل قصبوں کے پٹیوں والی بستیاں بن گئے تھے برائیں ہم دونوں میں امتیاز

ہو سکتا تھا جیسے میں ہل جو تنے کی زمینیں متصل اور گاؤں میں منفصل منتشر ہوتی تھیں۔ اسی طرح سے منقل کھیت والے مکانوں کو سابق کے ہل جو تنے کی اراضی کے مانند منفصل کر دیا گیا تھا۔

چونکہ مختلف رسوم یعنی جمہور کی مقامی روایات کی بنا پر ان قبیلوں میں زمین کی ملک و حقیقت کا طریقہ نکل آیا اس لیے کل زمین یہاں تک کہ بادشاہ کی اراضی بھی زمین جمہوری منظور ہونے لگی بعض اوقات بادشاہ اپنی خانگی اقتادہ زمینوں سے بعض قطعے بذریعہ سند یا گنا بچہ رعایا کو عطا کرتا تھا اور کبھی وہ خود ان زمینوں کو اپنے نام لکھ لیتا یا سند کر لیتا یعنی اپنی زمین و خالصہ کو اپنے صرف خاص کی اراضی میں شامل کر لیتا تھا جس کا سبب بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمین جمہوری قابل وراثت تھی اور زمین سندی پر وصیت کا عمل نہیں ہوتا تھا۔ اکثر اوقات بادشاہ ان زمینوں کی سندوں میں عطیہ ہم کو زمین عطا شدہ اور اُس کے ساکنین پر اختیار حکومت عطا کرتا اور اختیار عدالت کے ساتھ اُس کا منافع لیسے اور رعیت سے پرورش و کفاف کے وصول کرنے کا حق سرور قبیلہ کو بخشتا تھا۔ ایک تیسری شکل زمین کے ملک و حقیقت کا قرضہ تھا۔ آزاد کسانوں کو زمین بطور قرضہ اجارے پر دی جاتی تھی۔ اسی طرح آزاد شدہ اور موروٹی محکمہ خاص کو بعض زر لگان اور خدمت کے زمینیں دی جاتی تھیں۔ ان کے معطی جو اکثر بڑے بڑے پادری ہوتے کوشش کرتے تھے کہ ان قرضوں کو واپسی ہونے سے محفوظ رکھیں اس لئے اجارے کو وہ لوگ معطی ہم کی تین ہی پشت تک محدود رکھتے تھے لیکن تین نسلوں کی ملک اور حقیقت کے اثر سے زمین قرضے پر اس طرح حق قبضہ پیدا ہو جاتا تھا جس کو اٹھانا آسان نہیں تھا۔ ابتدا ہی سے ان قبیلوں کا میلان طبع اکثر زمینوں کو زمین قرضے کی شکل میں منتقل کرنے کی جانب رہا ہے اس لیے کہ ہر ایک معزز و مقتدر شخص بادشاہ سے زمین بذریعہ سند حاصل کرتا اور اُس کو مزارعین کو قرض دیتا تھا۔

ساتویں صدی کے سرکاری کاغذات میں جن غلاموں اور غلامان کشادری یا نیم غلاموں کا ذکر ہے ان میں اکثر برطانوی قیدی ہیں لیکن ان میں سے بعض ایسے سیکسن باشندے تھے جن کی حریت کسی جرم کی پاداش میں یا کسی اور سبب سے سلب کر لی گئی تھی یا وہ لوگ تھے جو فاقہ کشی سے بچنے کے لئے اپنے سے زیادہ متمول آدمیوں

سیکسن کی
ملک و حقیقت نہیں
(الف) زمین جمہوری
دب زمین سندی

ارج زمین قرضہ
Laenland

سیکسن ہاراج قومی
(۱) غیر آزاد

کے تابع ہو گئے تھے یا وہ اشخاص تھے جن کو جب کوئی دوسرا ذریعہ نجات نہ ملا تو سزائے موت سے بچنے کے لئے غلامی اختیار کرنی۔ یادریوں کے اثر سے بھی غلاموں کے مصائب و شداید میں کمی ہوئی ہے انی (Ini) انگ کے قوانین میں جو بہت ہی قدیم زمانے کی یادگار ہیں یہ مانعت موجود ہے کہ کوئی برطانوی اپنے ہم وطنوں کی برہہ فرو سمندر پار نہ کرے۔ قانون نے ہر ایک غلام کو ہر روز کم سے کم دو روٹیاں پانے اور کل تعطیلات سے مستفید ہونے کا مستحق قرار دیا تھا۔ اس کو اختیار تھا کہ اپنی اجرت سے کچھ رقم پس انداز کرے اور اس سے اپنی حریت خریدے غلام کا خون بہا قلیل رقم یا جرمائے کے ذریعے سے لیا جاتا تھا جس سے غلاموں کی جالوں کی ایک گونہ حفاظت ہوتی تھی۔ آزاد دیہات میں بھی یقیناً غلاموں کے ذریعے سے زراعت ہوتی تھی اس لئے کہ جنوبی انگلستان میں جہاں ایک ہائیڈ (ایک قسم کا پیمانہ) زمین کے ۱۲۰ ایکڑ ہوتے تھے۔ ہر ایک آزاد دیہاتی کی زمین اسی مقررہ پیمانے کی ہوتی تھی۔ مگر آبادی کے بڑھنے سے زمین کی اس مقدار میں مزید تقسیم ہوئی ہوگی۔

احرار کے دو طبقے تھے۔ ایک موروثی امر کا جوائ آرلر Eorls اور دوسرا شرفا کا جو آر (Georls) کہلاتا تھا۔ انہی کو ٹیسی ٹس نے نو بلیئر (امرا) اور انجیلو (الف) امرا (شرفا) لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ امرا بہت جلد صفحہ ہستی سے مٹا دیئے گئے اور شرفا کی بھی قدر و منزلت عرصے تک قوم کی نظروں میں نہیں رہی۔ تیسرا فرقہ گیسٹہ کا تھا جن کو شرافت نسل کے سبب سے قدیم زمانے کے انگریز بادشاہ اپنا مصاحب بناتے تھے اور جن کو ٹیسی ٹس کے کوم ٹیز (Comites) کے مساوی سمجھنا چاہئے۔ فتح برطانیہ نے ہر ایک مظفر و منصور سردار فوج کو ایک بادشاہ بنادیا اور اس کے مصاحبوں کی قدر و منزلت پہلے سے بہت زیادہ ہو گئی۔ یہی اس کے سپاہیان محافظ (بادی گارڈ) اور مشیران خانگی بن گئے اور عموماً وائٹن (مجلس عقلا) میں بھی شریک ہوتے تھے اور اگرچہ زمانہ زیر تحریر تک لوگ فوجی زمینداروں سے ناواقف تھے لیکن یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ جو اراضی حُسن خدمت و وفاداری کے صلے میں عطا ہوتی تھی اُن کے معاوضے میں معطلی لہم کو فوجی خدمات لازم تھیں اس واسطے ان کے قوانین کے بموجب اگر کسی شخص کو گیسٹہ کا رتبہ حاصل ہوتا اور وہ صاحب اراضی بھی ہوتا لیکن فوج قومی کی

فدست بجالانے میں غفلت کرتا تو اس کو ۱۲۰ مارک جرمانہ ادا کرنا پڑتا تھا اور اس کی زمین ضبط کر لی جاتی تھی اور جس کے ہاں زمین نہ ہوتی تو اس سے اس قصور پر صرف ۶۰ مارک وصول کیئے جاتے تھے۔

یہ بات بھی پائے ثبوت کو پہنچی ہے کہ انہی گیسٹہ لوگوں سے ایک ایسی نیم باقاعدہ فوج تیار کی گئی تھی جس نے سنہ ۱۰۰۰ سے جبکہ فتح انگلستان کی تکمیل ہوئی اور نویں صدی کے شروع تک جبکہ فوج ردیف کو ڈین Danes کے حملوں کے روکنے کی غرض سے دوبارہ قائم کیا گیا اکثر میدان مارے ہیں۔ ان کے بدتھین Thanes لوگوں کا طبقہ تھا۔ یہ لوگ قدیم زمانے کے گیسٹہ کے قائم مقام میں لٹل صاحب نے بنظر تحقیق تھین اور گیسٹہ کی ابتدائی حالتوں کا مقابلہ کر کے ان کی اصلیت دریافت کی ہے اور ان کا خیال ہے کہ ان میں کا دوسرا شخص بادشاہ کا مصاحب اور پہلا شاہی حرم سرکا ملازم یا ملا تھا۔ ممکن ہے کہ انہی کا خیال صحیح ہو لیکن تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ بہت ہی تھوڑے عرصے میں ان دونوں مصاحب و ملاکاراء علاقہ دار میں شمار ہونے لگا اور چونکہ امارت کے لئے قدیم طرز کے حسب و نسب کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی اس نئے فرقے نے پرانے فرقہ امرکا استیصال کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ تھین کے فرقے کا دائرہ اس قدر وسیع ہو گیا کہ اس میں جیسا کہ فتح کے بعد نایٹ (مبارزین) کے فرقے کی حالت ہو گئی تھی ہر ایک طبقہ کا آدمی شریک ہو سکتا تھا۔ ان میں کے اعلیٰ درجے کے تھین کا خطاب ایلڈر مین یا ارل (نواب) اور ادنیٰ درجے کے تھین کا لقب میڈیل (درمیان) یا انڈر تھین (ندیم ماتحت) ہو گیا۔ ہر ایک تھین کے ہاں کم سے کم پانچ ہائیڈ زمین ہوتی تھی۔ اس کو اپنی زیادہ زمین اس لئے دی جاتی تھی کہ وہ اپنی بقائے شان و عزت کا انتظام اور اپنے حسبِ حیثیت رفاہ قومی میں شریک ہو اور اگر وہ قتل ہو جائے تو اس کے لئے ایک معتد بہ خون بہا وصول ہو سکے اور وہ ایک سنگین حلف منصب اوٹھانے کا متحمل ہو سکے۔ اگر کوئی تاجر اپنے پیشے میں اس قدر کامیاب ہوتا کہ اپنے صرفے سے کسی وسیع سمندر کا تین مرتبہ سفر کرتا تو وہ اعزاز تھین کا مستحق سمجھا جاتا تھا اور ایسا ہی کوئی عالم اپنے علم کی قوت سے پادری بن جاتا اور عشاے ربانی کی رسم میں صدارت کرنے کا اہل ہوتا

(د تھین)

تو اُس کو بھی یہ لقب عطا ہوتا تھا۔ اسی طرح سے ایسے کی آرل (ادنی درجے کے تھیں) کو بھی تھیں کا اعزاز و خطاب ملتا جو اپنے ہمسایوں کی زمینیں غصب کر کے اور اپنی زمین میں شامل کر کے اُس کو پانچ ہائیڈ کر لیتا تھا اور اُس علاقے میں ایک گرجا، ملازمین کے لئے ایک مطبخ جس میں وہ اپنی روٹی پکا سکتے، ایک گھنٹہ گھر اور ایک چرگاہ بنواتا اور دربار شاہی میں اس کے لئے ایک کرسی مقرر ہوتی اور کوئی مخصوص کام اُس کے تفویض ہوتا۔ الفریڈ کے عہد سلطنت کے بعد سے یہ آخری شرط اہلیت متروک العمل ہو گئی تھی۔

سیکس عدالتیں
(الف و سنا جیمو
(مجلس عسلا)

ان صدیوں میں جو نارمن فتح کے پہلے گزری ہیں سیکس نظم و نسق تدریج بار آور، پختہ اور زیادہ پیچیدہ ہوتا گیا۔ اس ترقی تدریجی کے صرف نتائج کو سرسری طور پر بیان کرنا ممکن ہے۔ اس زمانے میں بادشاہ اور مجلس عقلاہی مرکز حکومت بنے ہوئے تھے لیکن اکثر کاروبار سلطنت اور خصوصاً فرائض عدل گسٹری تعلقہ اور ضلع کی عدالتوں میں انجام پاتے تھے۔ گاؤں اپنی انفرادی حیثیت سے کسی عدالت کا مستقر نہ تھا۔ اگرچہ اس میں بھی زراعت عامہ کی مشترکہ تنظیم کے لئے قواعد بنانے اور ان چار آدمیوں کو منتخب کرنے کی غرض سے ایک آدھ مجلس مقامی منعقد ہوتی جو گاؤں کے پادری اور ریف (منظم دیہ) کے ساتھ امیر دیہ کی غیر موجودگی میں قومی عدالتوں میں گاؤں کی نیابت کرتے تھے۔ اکثر ایسی زمینوں پر جہاں چھوٹے چھوٹے یا چند منفصل مکان ہوتے نظم و نسق اور کوتوالی کے اغراض سے چند بستیاں ایک دوسرے سے متصل آباد ہو جاتی تھیں جن کے مجموعے کا نام روزمرہ میں ٹن (Tun) اور سرکاری مراسلت میں ول (Vill) ہوتا تھا لیکن ان کو کسی قسم کی عدالت نہ سمجھنا چاہئے۔ ضلع اور تعلقے کی عدالتیں جمہور کے جملہ حقوق کے تحفظ کی مجاز تھیں سوتا یعنی وہ آزاد باشندے جن پر حاضری عدالت واجب تھی جنوں کے فرائض انجام دیتے تھے اور تحقیقات کے طریقے کو مقرر کرنے والے بھی ہی لوگ تھے عدالت تعلقہ سے تین دفعہ بے درپے داد چاہنے اور جواب نہ پانے کے بغیر کوئی شخص مجاز نہ تھا کہ عدالت ضلع سے رجوع کرے۔ اگر تعلقہ اور ضلع دونوں عدالتوں میں کسی کو ناکامی ہوتی تو اس وقت وہ راست راست بادشاہ کے حضور میں استغاثہ

(ب) عدالت ضلع

پیش کر سکتا تھا۔ ضلع کی عدالت میں وہاں کے اُسقف اور ایبلڈز میں بحیثیت قضاۃ اجلاس کرتے تھے۔ پہلے شخص کے فیصلے قانون مذہبی اور دوسرے کے لٹھیفیہ قانون ملکی پر مبنی ہوتے تھے، شریف (منتظم ضلع) بھی بحیثیت نائب شاہ شریک رہتا لیکن اس کا کام اغراض شاہی کی حفاظت اور رقمی منافع عدالت کے حق پادشاہ کی مد میں وصول کرنا تھا اور اسی کے حکم سے اس عدالت کا شش ماہی اجلاس ہوتا تھا۔ عدالت تعلقہ میں جس کا نام ایہ اجلاس ہوتا تھا شریف کا ایک نائب ججوں کے ساتھ شریک رہتا تھا بعض وقت تعلقوں کی عدالتیں بالکل غیر سرکاری لوگوں کے اختیار میں ہوتی تھیں۔ اس کا سبب وہ امتیازات و حقوق تھے جو فتح کے ڈیڑھ سو برس پہلے زمینوں کی سندوں کے ساتھ معطلی لہم کو عطا ہوئے تھے۔ شہر تو حملہ آور قوم کی مداخلت اور تجارت کے مرکز سمجھے جاتے تھے اور ان میں انہی کی عدالتیں تھیں جو عدالت تعلقہ کے نمونے پر بنائی گئی تھیں۔

(ج) عدالت تعلقہ

(د) عدالت بلدہ

سیکسن جرائم

دور سیکسن کے مخصوص جرائم میں صرف سرقہ ایک انسان کا دوسرا انسان کو مجروح کرنا اور قتل انسان کا شمار تھا۔ مولشی کی چوری اس کثرت سے ہوتی کہ مخصوص مقامات اور مقررہ شہود کی موجودگی میں ان کی خرید و فروخت کرنی پڑتی تھی۔ اگرچہ اس تدبیر سے سرقہ مولشی میں کمی ضرور ہوئی لیکن اس سے جانوران مسروقہ کی تجارت کا سد باب نہ ہو سکا۔ جراحت پہنچانے اور انسان کو قتل کرنے کی نسبت تاوان کی ایک کافی شرح موجود تھی چونکہ ہر ایک آدمی کا خون بہا اس کے مرتبے اور قومیت کے لحاظ سے تقویر ہوتا اس لئے مختلف لوگوں کے خون کی مختلف دیت تھی۔ کی آرل کی دیت ۲۰۰ مارک اور تھین کی دیت ۱۲۰ مارک تھی۔ اگر مقتول قلدی ہوتا تو اس کا خون بہا اس کے ہم درجہ سیکسن کے خون بہا کے نصف ہوتا تھا۔ ہر ایک آدمی کے حلف کا کفارہ اس کی مقدار دیت کی مناسبت سے مقرر تھا۔ بہت قدیم زمانے سے یہ دستور چلا آ رہا تھا کہ کوئی شخص بادشاہ یا اپنے امیر کے خلاف بغاوت کر کے جائز نہیں ہو سکتا تھا اس لئے کہ یہ جرم ناقابل دیت تھا اور الزام منسوبہ سے نجات پانے کا طریقہ صرف گواہوں کے حلف سے بے گناہی کا ثابت کیا جاتا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں ملک کو قانون کا مطیع بنانے میں حکومت کو

سیکسن کٹوالی

سخت دشواری کا سامنا کرنا ہوتا تھا۔ اگر کوئی شخص طلب نامہ عدالت کے سلسلے میں کسی الزام کی جوابدہی کے لئے حاضر عدالت نہوتا یا اگر وہ کسی تفسیر کو دیت اور بادشاہ کو جرمانہ خدمت فوجی ادا کرنے سے انکار کرتا تو اس کی سزا صرف حمایت قانون سے اس کا اخراج تھی۔ جب تک جرم قبیح و سنگین نہ ہو ملزم گرفتار نہیں کیا جاتا تھا اور جب ایسے مجرم کی سرکوبی منظور ہوتی تو قلعے کی جمیعت اس کے تعاقب میں روانہ کیجاتی تھی۔ مجرمین کو سزا سے بچانے کا باعث مقتدر و متمول لوگ بھی تھے جو اکثر ان کو اپنی پناہ میں لے لیتے تھے۔ اسی واسطے تو قدیم زمانے کا قانون تعزیری سزایافتہ کے حق میں نہایت سخت و شدید تھا۔ جو شخص کہ پہلے سے بدنام ہوتا وہ الزام منسوب کئے جانے کے پیشتر ہی سے نیم ملزم منظور ہوتا تھا اور تحقیقات سے بچنے کی کوشش ملزم کے حق میں اثبات جرم کی تاثیر رکھتی تھی۔

سب سے پہلے ملزم کے خویش و اقارب اس بات کے ذمہ دار تھے کہ ملزم

(۱) اہل قربت کی ذمہ داری سے کو سزا دلوائیں اس کا جرمانہ ادا کرنے کے بھی ذمہ دار تھے اور اگر ان میں سے کوئی قتل ہو جاتا تو رشتہ دار ہی اس کا خوں بہا پاتے تھے۔ جب قرابت کی گہیں جن سے اہل قصبہ کا رشتہ اتحاد مضبوط رہتا تھا آبادی کی کثرت سے کمزور ہو گئیں تو ضمانت لینے کا ایک معقول طریقہ بتدریج نکل آیا الفرید کے قانون کے بموجب برادران انجمن کو ایسے مقتول کا جس کا کوئی رشتہ دار نہ ہو نصف خوں بہا ملتا تھا اور اس قاتل کی نصف دیت جس کا کوئی عزیز باقی نہ رہے انجمن ہی کو ادا کرنی پڑتی تھی اس طریقے سے ایک مصنوعی قرابت کی جیسا کہ اس کے بعد کے زمانے کے موشر (ہرویں خاندانوں) کی حالت تھی بنا ہوئی۔ ایٹھاسٹن کے قانون کی رو سے اگر کوئی شخص طلب نامہ عدالت کی بنا پر حاضری عدالت سے غفلت یا تاخیر حکم نامہ کی سزا میں جہانہ ادا کرنے میں قصور کرے تو اس کو اپنی حاضری کے لئے کسی دوسرے کی ضمانت پیش کرنی ہوتی تھی۔ ایڈمنڈ کے قانون سے بھی ہر ایک شخص مشتبہ کو اپنی چال چلن کے متعلق ضمانت داخل کرنی پڑتی تھی ایڈگر کے بعد سے تو ہر شخص کو اپنے واسطے ایک ضامن مقرر کرنا لازم ہو گیا اس لئے کہ اگر وہ کسی جرم سے

(۲) ضامن کی ذمہ داری

(۳) ذمہ داری

جماعت

(۴) ذمہ داری

امیر سرپرست

انکاب کے بعد فرار ہو جائے تو اُس کا ضامن اُس کا جمانہ ادا کرے۔ نوٹ (Cunt) کے ایک قانون کی تعبیر کی رو سے ابتدائی طریقہ ضمانت کے عوض ہر دس آدمیوں کو اُن کے افعال کے لئے ذمہ دار قرار دیا گیا تھا۔ فتح کے زمانے تک دس آدمیوں کی مشترکہ ذمہ داری رائج ہو گئی تھی اور ولیم اول نے تو اُن سب کے واسطے جوش احرار کے شمار میں آنا چاہتے تھے اس مجموعی ضمانت کو لازم قرار دے دیا تھا چونکہ اس کے بعد ترجمے کی ایک عجیب و غریب غلطی کے سبب سے ضامن امن (Frithborh) فرقتہ بورہ کا نام فرانک پلج (Frankpledge) ضامن آزاد مشہور ہو گیا تھا اس لئے یہ دوسری اصطلاح اصل میں اہل ملک کی حریت کا نہیں بلکہ غلامی کا تنغابن لگتی تھی۔

امیر اپنے گھر والوں، ماتحت لوگوں، غلامان زرعی جو اس کے علاقے میں کاشت کرتے، آزاد مزدور جو اجرت پر کام کرتے تھے اور ان کسانوں کے افعال کا جن کو وہ قرض (پٹے) پر زمین دیتا ذمہ دار ہوتا تھا۔ ابتدا ہی سے کین معاشرت کا بھجان احرار کے دو فرقوں امرا اور محکومین میں امتیاز کرنے کی جانب تھا تاکہ کمزور مالک زمین کو اپنے قوی ہمسائے سے استمداد کی ضرورت پیش آئے۔ اس کے سواے ایک مقتدر آدمی کے واسطے دوسروں کی اراضی کو ہضم کر جانے میں بجز رسم و رواج کوئی روک تھام نہ تھی۔ قوی اور با اثر لوگوں کی دست گرد سے آزاد بستیوں کو بچانیکا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ قدیم قبیلے کی مشابہت مد نظر رکھ کر اس دور میں بعض چھوٹے زمیندار آپ کو کسی نے کسی امیر کی پناہ میں دیکر اُس کی وفاداری کا حلف کرتے اور اُس کے جھنڈے کے نیچے معرکہ آرا ہوتے تھے۔ اس کے معاوضے میں امیر بھی ان زیر حمایت آدمیوں کی اُن کے دشمنوں سے حفاظت کرتا تھا یہ طریقہ واسطے دو طرح سے مقبول ہوا کہ پہلے تو کسی بڑے آدمی کے وابستہ کی جان اُس کے فوجیوں کے سبب سے محفوظ رہتی تھی اور دوسرے خود امیر اُن شخص کا ضامن الحیرہ ہوتا تھا اور اس وجہ سے اپنے جار کی دیت کا حق بھی اسی امیر کو ہوتا تھا اور اسی کے لئے اس کی "دیت" کو وصول کی جاتی تھی جس کی مقدار رتبہ امیر پر منحصر ہوتی تھی اس کے سواے خود امیر جس کا حلف نہایت وقعت رکھتا اپنے اس جار کے نیک رویے کے متعلق بحیثیت گواہ قسم کھاتا تھا جس کے سبب سے اگر یہ جار کسی جرم میں ماخوذ

ہو تو اس کے تین امتحانوں کے بجائے صرف ایک امتحان کے ذریعے سے تحقیقات کی جاتی تھی۔

نظام جاگیر کا
نشوونما

غالباً قیام امن اور اغراض عدلت کے لئے حکومت کے نزدیک رسم جوار زیادہ مفید ثابت ہوئی۔ ایٹہاسٹن کے زمانے تک اگر ناداری کے سبب سے کسی شخص کا سواٹے بادشاہ کے کوئی دوسرا سرپرست نہ ہوتا تو اس کا چال چلن اگر اندیشہ ناک نہیں تو مشتبہ سمجھا جاتا تھا اور اس کے رشتہ داروں کو حکم تھا کہ اس کے لئے ایک امیر سرپرست مہیا کریں۔ علامہ میٹ لینڈ کی رائے کے بموجب میئر (موضع جاگیر) اور دیہ محصول ادا کنندہ اور امیر میئر محصول گیرندہ افراد تھے اس لئے محصول ڈپن کے ادارے نے تو آزاد کسانوں کو اور بھی محکوم بنا دیا۔ جس امیر نے اپنے محکوم کا محصول ادا کیا اس نے یقیناً اس کے معاوضے میں محکوم سے خدمت لیکر اپنی رقم وصول کر لی۔ اس خرابی کا باعث خصوصاً قوم ڈپن کو سمجھنا چاہئے۔ اگرچہ یہ لوگ اس ملک سے آئے تھے جہاں فری ہولڈ (زینداری) کا طریقہ رائج تھا اور جب یہ انگلستان کے مشرقی اضلاع پر قابض ہو گئے تو انہوں نے وہاں نظام جاگیرت کو موقوف بھی کر دیا تاہم ان کے اس ملک میں آ جانے سے اور دوسرے اضلاع کے ساکنین پر ان کا خوف طاری ہونے سے لوگوں کو خیال پیدا ہوا کہ وہ بڑے آدمیوں کی پناہ و حمایت میں چلے جائیں۔

بہر کیف یہ یاد رکھنا چاہئے کہ کوئی جاگیر گزرو لین (غلام زرعی) نہیں تھا اور نہ سینئیرس Seigniors امراءے جاگیر دار کی کثرت سے زرعی غلامی کو ترقی ہوئی۔ زمین سندی کے معطلی لگا اپنے امیر کو کفاف ادا کرنا اور بادشاہ سے اس حق کا امیر میئر کو عطا ہونا اہل ملک کی محکومیت کی دلیل نہیں ہو سکتا خصوصاً جبکہ کثرت کثرت رقم کی شکل میں وصول کرنے کے بجائے امراء اپنی زمینات کو رعایا سے کاشت کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی رسم جوار اور جاگیرت کی کثرت کی بدولت ایک ایسی نظم معاشرت قائم ہوئی جس میں افراد قوم کے تعلقات کا سبب عطیات ارضی سمجھے جاتے تھے اور نظام جاگیرت کا تصور زرعی غلام کے بغیر ناممکن ہو گیا تھا اس لئے کہ جاگیر داروں کے مظالم سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ نارمن فتح کے سبب سے انگلستان میں نظام جاگیرات رائج ہوا اگر حقیقت یہ ہے کہ کچھ تو حکومت کے اثر سے اور کچھ رسم جوار کے سبب سے جس کو لوگ اپنی خوشی سے اختیار کرتے گئے اور کچھ جاگیروں کی کثرت سے فتح کے چند روز پیشتر ہی سے انگلستان بڑے زمینداروں اور محکوم دیہات کا ملک بن رہا تھا۔ قدیم آزاد دیہاتی بستیوں کو چو طرف سے طریقہ جاگیرات مٹا رہا تھا اور اُس وقت تک جبکہ کتاب بند و بست کی ترتیب ہوئی جاگیری نظم حکومت کے کل خصوصیات کا یہاں وجود ہو چکا تھا۔ اس وقت تک جاگیر دارانہ اقتدار و عمل اس قدر مستحکم ہو گیا تھا کہ خود نارمن باشندے بجائے سوم و دوم و اول درجے کے اختیارات مانگنے کے قدیم سیکسن طرز کے مراعات اور اختیارات عدالت حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے اس واسطے کہ اس دوسری قسم کے اختیارات کے سبب سے جاگیرداروں کی حکومت زیادہ خود مختار ہو سکتی تھی۔ بادشاہوں نے جاگیرات کی اسناد میں اس کثرت سے اختیارات عدالت عطا کئے کہ بڑے زمینداروں نے اپنی مخصوص عدالتیں قائم کر لیں۔ سیکسن روایات کے سبب سے جن پر طریقہ جاگیرات کا اثر ہو رہا تھا گیارہویں صدی کے انگلستان میں ایک ہی شخص کے واسطے چند متضاد تعلقات پیدا ہو جاتے تھے مثلاً اضلاع مشرقی میں ایک آزاد آدمی اپنی زمین کے واسطے وہاں کے کسی امیر کو مالگنداری ادا کرتا اور وہی شخص کسی دوسرے امیر کے جوار میں چلا جاتا تھا۔ اگرچہ کچھ عرصے بعد وکلانے طے کر دیا کہ جوار اسی ضامن الجریہ کے زیر اختیارات سمجھا جائیگا جس کے جوار میں وہ پہلے سے آگیا ہے تاہم انگلستان کے مشرقی حصوں میں دریافت بند و بست کے زمانے میں آزاد آدمی ایک امیر کا جوار تو ہوتا مگر دوسرے امیر کے اختیارات عدالت کے ماتحت سمجھا جاتا تھا۔

کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ احرار جس امیر کو پسند کرتے اس کے جوار اور حکومتیں اپنی زمینوں کو دیدیتے اور اس کے عوض اُس امیر کی اطاعت اور وفاداری اپنے ذمے لیتے تھے۔

رونڈ صاحب کا خیال ہے کہ تاریخی جاگیر دارانہ نظم معاشرت کا بہترین کارنامہ وہ تھا جس کے سبب سے نارمن فتح کے بعد ولیم کے نارمن تابعین اور

سرداروں پر زمین تقسیم ہوئی جس کے عوض انھوں نے فوج جاگیر میں ایک تعداد میں تک سپاہ کی بھرتی کرنے کا وعدہ کیا۔ اگرچہ فتح کے پہلے انگلستان میں عطا کے عوض معطلی نہ سے فوجی خدمت لینے کا طریقہ نہیں تھا تاہم نارمنوں کے زمانے سے خدمت فوجی عطیہ ارضی کا معاوضہ متصور ہونے لگی اور زمین پر اس کا بار ڈالا جانے لگا اور جب ایک دفعہ خدمت فوجی اور زمیندار ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہو گئے تو اس کے لئے کسی آزاد آدمی اور بادشاہ یا اُمراء کے تابعین کی خصوصیت باقی نہیں رہی۔ اس عادت کے سبب سے عطایائے فوجی کا فطرتی طور پر نشو و نما ہوا۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ اگرچہ کبھی کبھار فوج کو خدمت فوجی کے عوض زمینات نہیں ملتے تھے تاہم ان کی معاش اگر وہ خدمت فوجی بجالانے میں غفلت و قصور کرتے تو ضبط کرنی جاتی تھی۔ خود فوج قومی کی بھی عطایائے ارضی کی سی حالت ہو رہی تھی اس لئے کہ اس زمانہ تک بادشاہ کو اختیار تھا کہ جس زمیندار کو چاہے حفاظت ملک کے لئے طلب کرے لیکن فوج مستحق کا مفہوم سابق لینے کل قوم کا حفاظت ملک کے لئے وقت ضرورت سپاہ بچانا باقی نہیں رہا تھا۔ یہ نسبت پہلے کے اب فن جنگ اور اسلحہ میں زیادہ ترقی ہو گئی تھی اس واسطے اہل ثروت اور زمیندار ہی نئی ضرورتوں کے لحاظ سے اسلحہ اور سامان جنگ سے ہتیا ہو سکتے تھے۔ اگر بادشاہ کو کسی معمولی فوج پر فوج روانہ کرنے کی ضرورت ہوتی تو تمام قوم میں سے فوج منتخب کرنے کے عوض صرف چند واقف فن آدمیوں میں سے ایک مختصر سالشکر منتخب کیا جاتا تھا اور یہی طریقہ بدستور لایچ ہو گیا۔ جوں جوں محنت مشقت سے سیکسوں کی منافرت کم ہوتی گئی اور جس قدر جنگ کے بجائے زراعت ان کی زندگانی کا عزیز تعلق بنتی گئی اسی قدر بادشاہ کے حکم شرکت فوج کے احرار کم اطاعت کرنے لگے اور جب تک شدید ضرورت نہ ہوتی اور وطن کے بچانے کی فوج نہ آتی یہ لوگ ایسے فرمان کی تعمیل ہی نہیں کرتے تھے۔ اس واسطے آپس کے چند سکی رقم سے احرار نے بادشاہی یلغاروں کو سرانجام دینے کے لئے فوج تیار کرنا شروع کر دی اس خیال کی کتاب بند و بست سے تصدیق ہوتی ہے ضلع برک میں ہر پانچ ہائیڈ زمین کے لئے ایک سپاہی شاہی فوج میں دو مہینے

کے واسطے روانہ کیا جاتا تھا اور اس کے اخراجات کے واسطے ہر ایک ہائیڈ سے ہم شنگ ادا کئے جاتے تھے۔ اکثر جگہ غالباً یہی رسم تھی۔ اس کے علاوہ ہر پانچ ہائیڈ زمین کے لئے جو خدمت فوجی کے لئے سمیلا سمجھی جاتی تھی ایک شخص ملقب بہ تھیرہ دار بنایا جاتا تھا کہ بادشاہ کی خواہش پر فوج کی بھرتی کا جملہ سے جلد انتظام کرے۔ ہر ایک آدمی کو اس پیمانے کی بنا پر ایک ہائیڈ یا اس کی کسیر یا اس کا حاصل ضرب زمین ملتی تھی۔ ضلع وار سٹریکٹس کی اطلاعوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس علاقے کے ہر ایک امیر کا فرض تھا کہ اپنی زمینات کے معاوضے میں شاہی فوجی خدمت کا انتظام کرے۔ اگر کوئی زمیندار ماتحت فوجی خدمت بجالانے میں تصور کرتا تو اس کا امیر کسی دوسرے زمیندار کو فوج روئیف میں روانہ کر کے زمیندار مقصر کو برطرف کر دیتا تھا۔ احرار کی حریت سلب کرنے میں سلطنت کی ضروریات فوجی نے بھی بہت بڑا حصہ لیا ہے۔

تھی رھویں صبی
سکے مداح توی

اس لئے گیارھویں صدی کے شرفاء کے متعدد درجے ہو گئے تھے۔ سیکسن انگریزوں کے اخیر زمانے کے سرکاری کاغذوں اور کتاب بندوبست سے اس امر کی شرح ہوتی ہے لیکن یہ بھی ذہن نشین رہے کہ یہ تفسیریں مکمل نہیں ہیں اس میں شک نہیں کہ ان شرفاء کی اکثر نسلوں کا جن کے حالات اب بھی دستیاب ہوتے ہیں اُس وقت کے کسی ایک طبقہ قومی میں شمار نہیں ہوتا تھا۔ اس امر کی نسبت بھی اکثر لوگوں کا ظن غالب ہے کہ نارمنوں کی لاطینی زبان میں جن کے ذریعے سے سیکسن لوگوں کے حالات لکھے گئے ہیں اور جس کا فتح کے بعد عام رواج ہو گیا تھا سیکسن لفظوں کا صحیح ترجمہ نہیں ہو سکتا اس لئے سیکسن فرقوں اور ان کی قسموں کا لاطینی زبان کے الفاظ سے اندازہ کرنا صحیح نہیں ہے۔ آزاد اور محکوم سیکسن کا متحد النسل ہونا، دونوں کی ایک ہی مقدار خونیہاد و سوارک سے ثابت ہوتا ہے۔ اضلاع شمال و مشرق میں جہاں قوم ڈوین آباد تھی سوک مالی مزاعین Sochmaniy مزارعین اکثریت سے موجود تھے ہر چند یہ لوگ احرار تھے مگر جو عطیات ارضی ان کے تھے وہ پہلی قسم کی عطیات سے مختلف تھے۔ ان میں کے آزاد سے آزاد آدمی کی بھی وہی حیثیت تھی جس کا بعنوان احرار کتاب بندوبست میں ذکر ہوا ہے۔ یہ

اپنی زمینوں کو بیچ کرنے اور اپنے امیر جاگیردار کے حدود اختیارات سے باہر نکل جانے کے مجاز تھے۔ ان کے اور ان کے امیر کے تعلق کا ذریعہ صرف طریقہ جوار تھا اور اُس کا اختیار کرنا ان کی خوشی پر منحصر تھا۔ ایک دوسرا فرقہ ان سے کم درجہ مزارعین کا تھا مگر اس کو اراضی کے فروخت کرنے کا تو اختیار تھا مگر ان زمینات کا حق جوار اُس کے امیر ہی کو حاصل تھا اور وہ اُسی کے اختیارات حدود ارضی میں محسوب ہوتی تھیں۔ اس کا سبب اس فرقے کے وجود کے پہلے سے امیر مذکور کو ان کے زمینات پر عدالتی اختیارات کا عطا ہونا ہے اس لئے درجہ ادنیٰ کے مزارعین زمین میوہ کے ساتھ مشتری کو اختیارات عدالت نہیں منتقل کر سکتے تھے۔ از بسکہ غیر آزاد رسم کی بنا پر سب سے ادنیٰ درجے کے مزارعین کو زمین ملتی تھی اس لئے اُن کے فرائض مثلاً ہل جوتنا اور غلے کو دو رو کر کے بار کرنا یا اپنی بھیڑوں کو امیر کے گلے میں رکھنا یا اپنا اناج اُسی کی چکل میں پیسا مبتدل ہوا کرتے تھے۔

غلامان
زراعتی

ہر چند انگلستان کے جنوب مغرب میں کثرت سے غلامان زراعتی پائے جاتے تھے لیکن یہی حصہ ملک ان کے واسطے مخصوص نہ تھا۔ ہنری دوم کے عہد تک ان کا زمین کے لمحات سے شمار ہونے لگا تھا۔ جو زمین زراعت کے لئے ان کے سپرد ہوتی تھی اور جس طرح وہ منتقل ہوتی رہتی یہ بھی اس کے ساتھ منتقل ہوتے تھے۔ مگر ان کی حالت کا گیارھویں صدی میں سراغ لگانا دشوار ہے۔ علامہ میٹ لینڈ کے خیال کے بموجب سب سے ادنیٰ درجے کے مزارعین محصول وٹین اُن کا امیر ادا کرتا تھا اور سب سے اعلیٰ درجے کے غلامان زراعتی کا بھی محصول اس کا مالک نہیں ادا کرتا تھا جب تک اس مقولے کو تسلیم نہ کیا جائے حقیقت میں ان دونوں فرقوں کی حیثیت میں امتیاز نہیں ہو سکتا۔ سیکسن کے (وکلا) اہل جوری نے جن کو ٹیونز مین (Tunsmen) کہنا ہے انہی کو نارمنوں نے ولین (Villain) غلام زراعتی) لکھ دیا اگر اس اختلاف پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ فرقہ مختلف افراد قوم سے بنا ہے۔ اس کے بعد کے زمانے میں کاپی ہولڈر (Copyholder) نقل وار کا اطلاق بھی مختلف افراد قوم پر ہوتا تھا اور جن لوگوں نے ولیم کے عہد میں بندوبست کے متعلق تفتیش کی ہے اکثر نقل داروں کو بلا تحقیق غلامان زراعتی لکھ دیا اور اس کے

باب سوم

جاگیرى نظم حکومت

فتح نارمن کا انگریزی نظام جاگیرات پر اثر

نظام جاگیرات یا حکومت وابستگان اراضی سے مراد ایسی نظم معاشرت ہے جس کی بنیاد عطائے ارضی بشرط خدمت سمجھی جاتی ہو۔ اس طریقہ معاشرت و تمدن کی برطانیہ میں اس وقت خوب ترقی ہو رہی تھی جبکہ نارمن فتح کے بعض عجیب و غریب حالات کے سبب سے اس کا نشو و نما یورپ کے دوسرے ملکوں میں رکا ہوا تھا۔ سیکسن نظم معاشرت میں حاکم و محکوم کا شخصی تعلق ابھی تک مضبوط تھا اور ہر چند نارمن طرز معاشرت میں اس کا لحاظ کیا جاتا تھا لیکن کسان اس لئے زمیندار کی خدمت کرتا اور زمیندار اس واسطے کسان پر حکومت کرتا تھا کہ ان دونوں کے تعلق کا سبب خاص زمین سمجھی جاتی تھی نظام جاگیرت کی اصل یہ ہے کہ ملک کی تمام اراضی کا مالک بالواسطہ یا بلاواسطہ صرف بادشاہ ہو سکتا ہے ولیم اول کے دور میں یہ طریقہ برطانیہ مفتوحہ میں اس شد و مد سے منوایا گیا کہ اس کے پہلے سیکسن باشندے اس سے واقف نہ تھے۔ فتح کے سبب سے کل ملک پر ولیم نے قبضہ کر لیا تھا اور اس وقت سے اصل یا منسوی عطا کی بنا پر زمینات کا عطا ہونا شروع ہوا۔ جاگیردار اور کسان کا عام تعلق واجب التعمیل ہو گیا۔ بادشاہ صرف اپنی زمینوں کا مالک مطلق تھا اس کے بعد زمین ان لوگوں کی ملک سمجھی جاتی جن کو بادشاہ سے بلاواسطہ ملتی تھی اور یہی لوگ بڑے جاگیردار کہلاتے تھے۔ اس طبقے کے لوگ اپنی ماتحت رعیت کو زمینات دیتے اور یہ تیسرے درجے کے اشخاص اپنے ماتحتوں کو عطا کرتے تھے اس طرح سے اس نظام جاگیرت کے فرد بان کے آخری زینے تک عطا کا سلسلہ جاری رہتا تھا اور اس اخروہ جے کے کسانوں کی نیم غلاموں کی سی حیثیت تھی۔ یہ سب عطا کرنے والے کسان سمجھے جاتے تھے نہ کہ امیر (مالک) اور صرف بادشاہ مالک خیال کیا جاتا تھا سلسلہ عطایں ہر ایک ملحق لہ اپنے معنی کا کسان

ہوتا اور یہی شخص ان چند آدمیوں کا امیر سمجھا جاتا تھا جو اُس کے ماتحت ہوتے تھے۔
تفتیش بندوبست نے اس طریقے کو موزوں اور عام بنا دیا تھا۔ تفتیش کرنے
والوں نے اپنی معلومات کا ذریعہ ملک کی قدیم تقسیم یعنی ضلع، تعلقہ اور گاؤں کو بنایا
اور جو علم کہ اُن کو ان حصص ملک کی نسبت حاصل ہوا اس کا اظہار انھوں نے
اُس کتاب میں بعنوان مزارعین عظام کیا ہے۔ ان کی دانست میں کوئی زمین کسی
ایک امیر کے قبضے کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی اور جس شخص کو کسی دوسرے امیر سے
زمین نہ ملتی تو سمجھ لیا جاتا کہ اُس کی زمین بادشاہ کا عطیہ بلحاظ اسطرح ہے۔ اس کے
علاوہ آزاد مزارعین کی ایک بڑی تعداد کو جو تفتیش کے پہلے کسی اور کی مالکزار تھی
انہوں نے ان کے معطلی کے سوائے کسی دوسرے امیر کا جار بنا کر اور ایک تیسرے
امیر کے زیر حکومت قرار دیکر ان کو شاہی زمینات کی رعیت میں تو نہیں لیکن جبریہ
جاگیرات کے معاشرہوں میں محسوب کر لیا اور اس لئے اس زمانے سے ان کسانوں
اور اُن کے ائمہ کے شخصی اور حکومتی اور عطا کے تعلقات میں خلط ملط اور الجھن
ہو گئی لیکن اس سے ان مزارعین کی حیثیت آزادی و حریت میں کوئی فرق نہیں آیا
جاگیردار اور رعیت کا تعلق معاشرتی صرف نظام جاگیرات کا ایک خاصہ نہ تھا
بلکہ اس کی دوسری خاصیت آقا اور ملازم یا حاکم و محکوم کا تعلق سیاسی بھی تھا۔ اسطرح سے
اگر کوئی بڑا جاگیردار بادشاہ سے بیوفائی کرے تو اُس کے ماتحت جاگیردار
اور اُن کی کل رعایا اگر اپنے جاگیردار کا ساتھ دیتی تو ماتحت مزارعین اور رعایا
کی ملک حرامی تصور نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لئے فتح کے سبب سے نظام جاگیرات
کی عمارت زیادہ بلند تو نہ رہی لیکن اس کا حصہ پائیں بہت وسیع ہو گیا۔ ولیم
نے سیاسی حیثیت سے پہلے ہی اس کا تہیہ کر لیا تھا کہ اس کو یہاں اُن مشکلات
کا سامنا نہ کرنا پڑے جو شکالات اُسے بحیثیت ڈیلوک آف نارمنڈی پیش
آچکے تھے۔ سالسبری کے میدان میں اُس نے طے کر دیا کہ جن کو فوجی خدمت
کے عوض جاگیریں ملی ہیں وہ لوگ ہر چند دوسروں کے ماتحت ہی کیوں نہ ہوں بادشاہ
کی وفاداری کا راستہ راستہ حلف کریں اور اس حلف کو اُن کے اُس حلف
وفاداری پر فضیلت ہوگی جو اپنے اپنے جاگیرداران معطلی کے لئے انھوں نے کیا ہے۔

علاوہ بریں ولیم نے نظام جاگیرات کو متاصل کرنے والی قوتوں کا بھی
 خاتمہ کر دیا۔ اور اس کام کے لئے اُس کو بہت اچھے موقعے بھی ملے۔ دسویں اور گیارہویں
 صدی کے اُمراء نے عظام کے اُن چند علاقوں کی جو تھوڑے ہی عرصے میں نیم مطلق العنان
 ریاستیں بن گئی تھیں فاتح کے ہاتھوں سے خرابی و بربادی ہو گئی۔ فتح تدریجی ہونے
 اور انگلستان کا بہ نسبت فرانس کے چھوٹے چھوٹے علاقوں اور جاگیروں میں نارمن
 نائٹ (مبارزین) پر تقسیم ہو جانے سے اُس قسم کے وسیع اور متصل جاگیرات کا یہاں
 وجود نہیں ہوا جن کے سبب سے بادشاہ فرانس اپنے ملک کے ہم عصر جاگیرداروں
 میں صرف پہلے درجے کا امیر سمجھا جاتا تھا۔ برطانیہ کے سوائے دوسرے مالک یورپ
 کے نظام جاگیرات کی ایک مخصوص حالت تھی۔ وہ امیر جس کی زمینیں متعدد اضلاع
 میں واقع ہوتیں بہ نسبت اس امیر کے جس کی اراضی ایک ہی ضلع میں ایک دوسرے
 کے متصل ہوتی تھیں زیادہ تر منطون (مظاہر) سمجھا جاتا تھا۔ بادشاہ کا کامیابی کے ساتھ مسلسل
 بغاوتوں کو فرو کر کے باغی جاگیرداروں کی معاش ضبط کرنا اور اس کو دوسروں پر تقسیم
 کرنے سے عموماً جاگیرات منفصل ہو گئے۔ اس لئے سلاطین نارمن کی کوشش
 اقلیمی نظام جاگیری کے دو نہایت مضرت بخش حالتوں کے رفع کرنے میں بار آور
 ہوئی یعنی خانہ جنگی اور ترویج سکے۔ امر کا استیصال۔ لیکن انگلستان میں کسی قدر ترمیم
 ہونے کے بعد امرا کے اختیارات عدالت کا رواج بحال رہا امرا کی خانگی عدالت ترقی
 طریقہ بحال رہا۔ ہر چند نظام جاگیرات کی نسبت یہ مقولہ مشہور تھا کہ لاہاگیر داری اور
 اختیارات عدالت میں فرق نہیں، یعنی دونوں لازم و ملزوم ہیں اور اقلیم یورپ میں اسی پر
 عمل ہونا تھا مگر اُن جرایم کی تحقیقات جن کی سزا موت یا مجرم کے کسی عضو کی قطع ہو
 تھی یا مستثنائے پیلاٹین (کونٹینر) اضلاع خود مختار بادشاہ کی عدالت کے لئے مخصوص
 سمجھی جاتی تھی۔ ان علاقوں کے شاہانہ اختیارات تھے لیکن ولیم اول نے اپنی حکومت
 اور سطوت قائم رکھنے کے خیال سے کینٹ اور ڈرہم کے خود مختار ضلعوں کو اس وقت
 کے حوائج کے اُن کو ناقابل توپریش قرار دیدیا۔ اور اس قسم کے اضلاع کو اُس نے ملک کے
 آخری حصوں میں قائم کر لیا تاکہ اُن سے فائدہ کے سوائے کسی قسم کا نقصان حکومت
 کو نہ پہنچنے پائے۔

اس طرح سے نظام جاگیرات کی ترقی اس ملک میں ایک طرز معاشرت و تمدن کی شان سے ہوئی اور مثل دوسرے یورپین ملکوں کے سیاسی نظم معاشرت کے طور پر اُس کی نشوونما نہیں ہونے پائی۔ اسی غرض سے ولیم اول نے سیکشنوں کی تقسیم ضلع تعلقہ کو ملک میں قائم رہنے دیا۔ نظام جاگیرات کے دور میں انگلستان شخصی اور قومی ادارات کا ایک حیرت انگیز مخلوط معہ ہو گیا تھا۔ جاگیری فوج کے ساتھ سیکسن قومی فوج بھی موجود تھی یہ گنہ (جاگیر) کے عقب میں ہی ہمیشہ موضع تعلقہ اور ضلع کا انتظام بھی نظر آتا۔ اکثر ان علاقوں کی سرحد ایک دوسرے سے جامتی اور ایک مینر میں متعدد دیہات ہوتے تھے اور کبھی ایک گاؤں کئی مینروں یا ان کے چند حصوں پر مشتمل ہوتا تھا مینر کے چالان کرنے میں یا مجرین کے تعاقب اور ان کی تحقیقات کے واسطے جہاں کہیں مینر اور دیہ کے حدود متصل نہوتے وہاں قریے کے قدیم طرز کے اتحاد کو مینر کے جدید طرز کے اتفاق پر غلبہ ہوتا تھا۔

جب صدر حکومت قومی ہوئی تو نظام جاگیری لامحالہ کمزور ہو گیا۔ اس پر بھی برطانیہ میں یورپین طرز کے مطلق العنان نظام جاگیری کا صرف ایک دفعہ دور ہوا ہے اور یہ اسٹیفن کا عہد سلطنت تھا۔ چونکہ اُس کے عہد کی تاریخ عبرت انگیز تھی اس لئے ہنری دوم نے جاگیردار امر کو مطلق العنان بننے اور ملک میں بد نظمی پہلانے سے روک دیا۔ اُس کی کامیابی کا سبب اسٹیفن کے اسلاف کی نظام جاگیری کو مٹانے والی حکمت عملی تھی۔ جب جاگیرداران نظام کی مجلس قومی کے بجائے قومی پارلیمنٹ کا آغاز ہوا یعنی پارلیمنٹ کے انعقاد کے لئے اُس کے اراکین کے نام فرمان شاہی صادر ہونے لگا اور ان لوگوں نے بلا لحاظ عطیات ارضی اس میں شریک ہونا شروع کیا اس وقت ملک کے امور سیاسی سے یقیناً نظام جاگیری کا اخراج ہوا ہے مگر قوم کی معاشرتی اور سیاسی زندگی سے اُس کا اخراج بندہ بچ ہوا چونکہ انگریزی قوم تھیں چھ سو برس تک نظام جاگیری کے خیالات میں نہ ہیک مہی اور آج بھی وہ ان خیالات میں ڈوبی ہوئی ہے اس لئے اس کو جس قدر تفصیل ہم بیان کرنا چاہیں نا کافی ہو گا لہذا اُس کے عام حالات اور بعض خاصیتوں کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ

جاگیری عطیات

مالک خاص

کل زمین کا بلا واسطہ یا بالواسطہ عطا کرنے والا یعنی مالک و امیر بادشاہ سمجھا جاتا تھا۔ بادشاہ کے بعد جس قدر عطا کرنے والے تھے وہ درمیانی اُمرا تھے۔ اگر کسی معطی لہ اور اُس کے معطی میں کوئی واسطہ نہ ہوتا تو پہلا شخص دوسرے کا مالک خاص اور دوسرا شخص پہلے کا لشکار خاص کہلاتا تھا۔ Tenant-in chief اس پرکب لفظ کا استعمال اُس وقت تک عام رہا جب تک کہ یہ لفظ بادشاہ کے بلا واسطہ معطی لہم کے لیے مخصوص نہ ہو گیا۔ اگر ایک کی جائداد دوسرے کے پاس ہوتی تو یہ حالت سیرین (Seslin) قبضہ کہلاتی تھی۔ اس زمانے میں یہ بھی معمولی تھا کہ ایک قطعہ زمین کے متعدد شخص قابض ہوتے تھے اور ہر ایک کے قبضے کی بنیاد مختلف عطا یا مجموعہ خدمات ہوتا تھا جن کا بہ معاوضہ عطا بجالانا واجب تھا۔ آزاد فرارین سے جو خدمتیں لیجاتی تھیں وہ مذہبی۔ فوجی۔ ملازمانہ۔ اور آزادانہ ہوتی تھیں لیکن اُن کے لیے اس طرح کے عنوان جو ہم نے دکھلائے ہیں نہیں قائم ہوئے تھے وہ شخص جو اپنی زمین کا اپنی مرضی کے موافق اچھا یا بُرا استعمال کر سکتا اُس کا مالک سمجھا جاتا تھا۔ چند جاگری حکومت کے زمانے میں بجز بادشاہ ملک کے کسی حصہ زمین کا کوئی اور مالک نہیں تھا لیکن جو شخص اپنی زمین کو جس طرح چاہتا استعمال کر سکتا تھا وہ اُس کا مالک تصور ہوتا تھا اور ایسا قطعہ زمین ڈیمین (Demesne) یعنی سیر کہلاتا تھا جس جائداد پر سوائے مالک کے دوسروں کا قبضہ ہوتا وہ اس کے قابضین بشرط خدمت کہلاتے تھے و

اگر تم اس طرح عطا کو ایک سیر بھی فرض کرو تو سمجھ سکو گے کہ صرف سیر ہی کے اوپر ہی تھیں بلکہ نیچے کی جانب اور درمیانی حصے میں بھی زمینوں کا اضافہ کرنا ممکن تھا عموماً نوے کم لیکن بعض دفعہ اس سیر بھی کے زمینوں کا نو تک شمار ہوا ہے۔ ہر ایک معطی اور اس کے بلا واسطہ معطی لہ کے درمیان ایک خاص معاملہ پاتا تھا اور اس معطی لہ کو اس معاہدے کی شرائط سے جو اُس کے معطی اور اُس کے بلا دست امیر کے درمیان طے ہوتا تھا کوئی سروکار نہ تھا۔ اگر امیر بلا واسطہ اپنے امیر کی خدمت بجالا نہیں تصور کرتا اور امیر مقرر الذکر اس معطی لہ کی زمین (کھیت) اس کے معطی کے قصور کی پاداش میں

قبضہ

ضبط کر لیتا تو یہ معطلی لہ اپنے امیر پر دخل دلا پانے کا دعویٰ کر سکتا تھا اس لیے کہ معطلی ثانی کا فرض تھا کہ معطلی لہ کے حق کو کسی طرح کا گزند نہ پہنچائے یہ چارہ کار قانونی و دعویٰ درمیانی کے نام سے مشہور تھا۔ اس طرح سے ہر ایک علاقہ اس کے معطلی لہ سے ملے شدہ خدمت کے سوائے مزید خدمتوں سے زیر بار کیا جاسکتا تھا جو

اس میں شک نہیں کہ ابتدا میں خدمت کا تعلق معطلی لہ کے رتبہ و شان اصلی سے تھا مگر کچھ عرصے کے بعد عطیہ ارضی اور شان معطلی لہ میں تفریق ہوئی اور بالآخر پہلی شے کو دوسری پر ترجیح مل گئی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ کسان کی خدمت اور اس کا کھیت مترادف لفظ ہو گئے حتیٰ کہ بجائے کا شکار ہائیڈ اور ایکر کے نام سے اُنکے امراٹے معطلی کے واسطے ہل چلانے اور در و کرنے کے معاہدے ہونے لگے اور بعض تحریرات میں تو ایسے دو نصف ہائیڈ پائے جاتے ہیں جن کے نصف قبلے شاہی کا اُس ضلع میں لانا اور لیجا تھا جہاں ان پیمانوں کی زمینیں واقع ہوئی تھیں۔ جب خدمت اور زمین ایک دوسرے سے لازم و ملزوم کر دیئے گئے تو معطلی اور معطلی لہ کی شان بھی باقی نہیں رہی۔ اس لیے بڑے امرا کے نزدیک اوسط درجے کے جاگیرداروں سے جو رتبے میں اُن سے بہت کم ہوتے تھے زمین حاصل کرنا معیوب نہیں رہا تھا بلکہ اُن کو عطا کے اُن مبتذل اور غیر معین خدمتوں کے قبول کر لینے میں بھی پس پیش نہیں ہوتا تھا جن کو غلامان زراعتی انجام دیا کرتے تھے اس کے سوائے ایک ہی آدمی کو مختلف امرا سے مختلف فرائض کی بجا آوری کیلئے زمینیں ملتی تھیں۔ مثلاً الف جس کو فوجی خدمت کے معاوضے میں ب سے قطعہ ہلاک ایکر دنام کھیت ملتا ج کی زمینوں پر غلام زراعتی کی حیثیت سے قابض رہتا تھا اور ج کو الف سے بعض فرائض کی بجا آوری کے واسطے ارضی ملتی تھی یہ بھی ممکن تھا کہ ہ، الف زمین کو وہ سے حاصل کرے اور د، ب زمین کے واسطے م کا تحت ہو۔ عطا کے خیالی تعلقات لا تعد و لا تحصى تھے اور ان مجازی تعلقات کے بڑھانے میں حقیقی تکلیف اور الجھن سے اندیشہ کرنے کی ضرورت نہ تھی اس لیے کہ مملکت اصلی نہیں بلکہ ایک شان اضافی تھی اور جب تک اس (بات کو) زمین نشین نہ کیا جائے عطیات جاگیر کی ظاہری سادگی و سلاست

اُس کے معطی اور معطی لہ کے حقیقی پیچیدہ تعلقات میں چھپی رہتی ہے :

Libera Elea Masyna

ہبہ غیر مشروط (البرایلی ماسینا۔

ہبہ غیر مشروط

یا فرانکل مائن۔ Frankalmoign میں ابتداؤ وہ سب زمینیں شامل تھیں جو

خیرات بڑات

خیرات برات کی طور پر دی جاتی تھیں۔ اس کے نام سے ہی خیرات کا مقصد معلوم ہوتا ہے اصل میں یہ عطیات ارضی کی کوئی قسم نہ تھی۔ لیکن ان الفاظ کا اطلاق رفتہ رفتہ کلیسا کی ان زمینوں کے لئے مخصوص ہو گیا جن سے بجاوہ عطا کوئی خدمت نہیں لی جاتی تھی۔ جس کسان کو زمین غیر مشروط ملتی اس کے ذمے اپنے امیر کی وفا شعاری نہوتی اور اگر وہ اپنے معطی کے عام فرائض روحانی کے بجالانے میں قاصر ہوتا تو مذہبی طور پر سزائش کرنے کے سوا اس کے خلاف کوئی چارہ کار نہ تھا لیکن جس صورت میں زمین خیرات معطی کے قبضے کے زمانے میں جن دینوی خدمات سے زیر بار ہوتی تھیں بجاوہ کے بعد بھی ان خدمات کا اُس پر بار اسطرح ڈالا جاتا کہ وہ ہبہ اور موہوب لہ آپس میں ملے کر لیتے کہ موہوب لہ زمین ہبہ کی سابق دینوی خدمتوں کو انجام دیا کرے معطی اور معطی لہ کے بعض ایسے شرائط بھی معلوم ہوئے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ معطی لہم نے کبھی کبھی دینوی خدمات بجالانے کا عطا کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے۔ اس لئے فرائض دینوی محاف کئے جانے کی تنہا مشروط عطاے خیرات کے لئے اطمینان بخش معیار نہیں قرار پاسکتی :

۶۶۳

آئین مصدرة کلا رنڈن کے ایک فقرے سے عطیات کلیسا کے ایک راز سر بستہ کا انکشاف ہوتا ہے فقرہ مذکور کا مطلب ہے کہ اگر کسی زمین کے متعلق ایک پادری اور دوسرے کسی معمولی باشندے میں نزاع ہو تو اُس کی ابتدائی تحقیقات عدالت شاہی میں ہوا کرے اور اگر بعد دریافت زمین ماہبا النزاع کا عطائے کلیسا ہونا پایا جائے تو مقدمہ کلیسائی عدالتوں کو منتقل ہو اس لئے اس عطا کی آزمائش دیوانی عدالتوں کی تحقیقات سے مستثنی ہونا نہ کہ دینوی خدمات کی بجا آوری سے معافی ہو سکتی ہے۔ جب ارباب قانون نے کلیسائی عدالتوں کے اختیارات کو صرف مقدس زمینات کے واسطے محدود کر دیا اور عطیات خیرات کو خارج الاختیار ٹھہرایا تو گیارہویں صدی کے آخر تک یہ حالت ہو گئی تھی کہ ہر ایک

زمین (جو بنظر خیرات دوانا غیر مشروط دیجاتی) عطیہ دینوی سمجھی جاتی تھی۔

عطیہ خدمت فوجی سے ایسی عطا مراد تھی جس کے معاوضے میں معطلی لے ایک سال میں چند مرتبہ اپنے امیر کے لئے میدان جنگ میں اقدام اور اپنے مصارف آپ برداشت کرنے کا معاہدہ کرتا تھا۔ محل خدمت اور وقت کا قانون کی رو سے کوئی تعین نہیں تھا لیکن معطلی ہر سال میں صرف چالیس روز فوجی خدمت انجام دیتے تھے۔ بادشاہ مجاز تھا کہ اس سے زیادہ مدت کے لئے اُن سے فوجی کام لے اور اگر سپاہیوں کو اس کے عوض اجرت ادا کرے یا ملکی فوج کے صرف ایک حصے کو طلب کرے تو اس کا کل خزانہ قانون نہیں سمجھا جاتا تھا۔ جب انگلستان اور ملک نارمنڈی کے تعلقات میں ضعف پیدا ہوا تو مقام فوج کشتی کا مسئلہ سخت ہو گیا۔ امرا سے دینوی کا ادا تھا کہ صرف جنگ میں بادشاہ کی جہاں کرنا ان کا فرض منصبی ہے اور امرا سے دینی صرف حفاظت ملک کیلئے سباز زمین کو فراہم کرنے اور دوسرے وقوتوں میں زر سپہ کے ادا کرنے پر مصرتھے۔ بہر حال ابھی اس مسئلہ کا تصفیہ نہیں ہوا تھا کہ عطیات خدمت فوجی کا طریقہ مسدود ہو گیا اور جاگیر فوج کے بجائے تنخواہ یا ب فوج مقرر کی گئی۔

وہ قطعہ زمین جس کے عوض جاگیری لشکر میں ایک مبارز (نایٹ) روانہ کیا جاتا جاگیر مبارز (نایٹس) کی کہلاتی تھی لیکن اس قسم کی زمین کے واسطے کسی مخصوص رقبے کی ضرورت نہ تھی بعض وقت ایک جاگیر میں تقریباً چوبیس ہل والے یعنی چوبیس ہائیڈ زمین ہوتی تھی اور کبھی اس کا رقبہ اس قدر چھوٹا ہوتا کہ اس کے جو تنے کیواسطے صرف ایک یا دو ہل کافی ہوتے تھے۔ انگلستان کے آزاد شمالی حصے کے خصوصیات میں بڑے جاگیرت مبارزین کا شمار تھا جہاں مزارعین کی تمام آزاد جماعتوں نے ان میں سے اکثر زمینات کو غصب کر لیا تھا۔ ہر چند جاگیر مبارز کی اصلیت پر تاریکی چھائی ہوئی ہے مگر اس قدر شہادت پہنچتی ہے کہ ولیم اول نے وسیع زمینات کے معاوضے میں اپنے تابعین پر لازم کر دیا کہ وقت طلب جاگیر فوج میں وہ لوگ مقررہ تعداد میں مبارزین روانہ کریں۔ ہر ایک امیر کو بلحاظ معیار مقرر پانچ مبارز روانہ کرنا پڑتا تھا۔ بہر حال تعداد مبارزین کو رقبہ علاقے سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس لئے ہر ایک علاقے میں اسی قدر زمینات مبارزین متصور ہوتی تھیں جس قدر مبارز کہ ہر ایک

امیر کو روانہ کرنا ضرور تھا اور بادشاہ کے نزدیک علاقہ مذکورہ کی ہر ایک ایک زمین بلا لحاظ ان شرائط کے جن کی بنا پر اس علاقے کا امیر ان زمینات کو مزارعین پر تقسیم کرتا تھا ان گل مبارزین کے روانہ کرنے کے ذمہ دار تھے جس طرح کہ کل زمین علاقہ مذکورہ اپنے جملہ مبارزین کو ہتیا کرنے کے پابند تھے۔ اگر کسی فوجی جاگیردار کے ذمے پچاس مبارزین کی فراہمی تھی تو اس کا فرض تھا کہ میدان جنگ میں انتالیس مبارزین کو مکمل طور پر اسلحہ وغیرہ سے آراستہ و پیراستہ کر کے اپنے جھنڈے کے نیچے لیٹے ہوئے موجود رہے۔

اگرچہ فراہمی سپاہ مبارزین کی نسبت ہر ایک جاگیردار کا حصہ معین تھا اور وہ اپنے علاقے کے محاذ میں اسی قدر سپاہی روانہ کرنے کا ذمہ دار تھا تاہم جاگیرداروں کی عادت تھی کہ حصہ مقررہ کے اکثر و بیشتر سپاہیوں کو اپنے علاقوں سے اراضی عطا کرتے تھے۔ جن سپاہیوں کا ہتیا کرنا جاگیردار کے ذمے ہوتا اور اگر وہ اپنے علاقے سے انھیں زمینیں نہیں دیتا تو ان کے مصارف اپنی سیر کی زمینوں سے ادا کرتا تھا اور جب فرمان شاہی پہنچتا اور جاگیردار کے پاس تعداد مقررہ سپاہی کم ہوتے تو وہ اپنی خدمت واجب الادا کے واسطے اجرت پر سپاہ ہتیا کرتا تھا۔ انجمنستان کے فوجی معطلی لہ کی شان میں جو کسی امیر درمیانی کا معطلی ہو تا اور اسی قسم کے یورپ کے فوجی معطلی لہ کی حیثیت میں بہت فرق تھا اس واسطے کہ یہاں کاشتکار ماتحت کا فرض تھا کہ اپنے امیر کی طلب پر اس کے جھنڈے کے نیچے چلا آئے لیکن وہ صرف بادشاہ کی فوج میں شریک ہونے اور بادشاہ کی واسطے لڑنے کے لئے مجبور کیا جاسکتا تھا اور وہ لوگ جن کے ذمے ان کے امرا کے قلعوں کی حفاظت تھی خدمت مذکورہ کو بھی کار شاہی خیال کرتے تھے۔ ان کے نزدیک ملک کے کل قلعوں کا مالک بادشاہ تھا کیونکہ جس وقت وہ ان کو چاہتا ہے سکتا اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی قلعہ تعمیر نہیں ہو سکتا تھا۔ برائیں ہم انگریزوں نے انھیں نے امرا کے حق میں آپس میں لڑنے کیلئے چند سہولتیں پیدا کر دی تھیں۔ فتح کے بعد کی پہلی صدی میں اکثر جاگیرداران عظام دوسرے مالک یورپ کی تقلید میں ان مقررہ مبارزین سے زیادہ کو زمینات عطا کرنے لگے جن کو بادشاہ کے کام کیلئے

بھیجا جاتا تھا اور اس اضافہ سپاہ کو انھوں نے اپنے کثیر منافع کا ذریعہ بنایا تھا ولی ایڈمرلڈ کے کلیسا کے رئیس دیر کے ذمے بادشاہ کی خدمت میں چالیس مبارز کی روانگی تھی۔ اُس نے ہاون سپاہیوں کو زمین عطا کی اس واسطے ہر ایک معطی لہ سے اُس کی زمین کے لیے جب زر سپر بحساب بیس شلنگ فی کس وصول کیا گیا تو اُس کا خالص منافع بارہ پونڈ ہوا۔ ۱۶۶۶ء میں ہنری دوم نے حقیقت حال دریافت کر کے اُن علاقوں میں سپاہیوں کی تعداد بڑھا دی جن میں تعداد دویتن سے زیادہ سپاہیوں کو زمینات دئے گئے تھے۔ لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اضافہ تعداد کو اُن علاقوں میں قائم بھی رکھ سکیا یا نہیں۔

جس شے کا بار سابق میں شخص معطی لہ پر ڈالا جاتا تھا اب زر سپر کی ترقی کے سبب سے رقم پر پڑنے لگا تاہم اس طریقے سے جاگیرات مبارزین کے توڑنے کی سہیل نکل آئی اور جدید معطی لہم پر خدمت فوجی کے علاوہ نئے فرائض عاید کرنے کا سد باب ہو گیا۔ کسی علاقے میں بھی جاگیر مبارز اپنے اصلی بیانیے پر قائم نہ تھی بلکہ اس قسم کی جاگیر کے کئی حصے ہو کر مختلف لوگوں کو ملتے تھے اور اس معطی لہ سے جس کو اس جاگیر کا بیسواں حصہ یا کوئی اور کسر ملتی حقیقت میں اُس قدر فرضی زر لگان وصول کیا جاتا تھا جو ایک جاگیر مبارز کے زر سپر کے بیسویں حصے کے برابر ہوتا۔ زر سپر کا ادراک نیا والا خواہ اس رقم کی مقدار کتنی ہی قلیل کیوں نہ ہو خدمت فوجی بجالانے والا معطی لہ متصور ہوتا تھا۔ تھوڑے ہی عرصے میں شخص مذکور زر سپر ادا کرنے والا کسان بن گیا اور اس میں اور دوسرے مزارعین میں لحاظ تعدل فرق باقی نہیں رہا۔

تیرھویں صدی کے نصف آخر میں تو ان سپاہیوں کی تعداد میں بہت کمی واقع ہو گئی جن کو جاگیر داران عظام روانہ کرتے تھے۔ الائی Ely کے اسقف کے ذمے چالیس سے گھٹ کر چھ مبارز کا روانہ کرنا قرار پایا اور پیٹر بورو (Peter borough) کے اسقف کی ذمہ داری چالیس مبارز سے کم ہو کر پانچ پر آ گئی۔ بادشاہ نے تعداد مبارز کی کمی کو تو منظور کر لیا لیکن نفع کی تلانی مافات کی غرض سے زر سپر کی مقدار بڑھا دی چنانچہ الائی کا اسقف چھ جاگیرات مبارز کے لیے ۱۱۰ مارک بطور زر سپر ادا کرتا تھا۔ یہ امر تحقیق طلب ہے کہ اس تفریق بنا کس کے ہاتھوں ہوئی اور سبب تبدیل کیا تھا مگر سنہ ۱۲۸۷ء تک اصلی خدمت فوجی اور گردآوری زر سپر

منسوخ ہو چکے تھے اگرچہ اُس زمانے میں اُن معطی لہم نے جن کو زمینات مبارزی کی خدمت کے سادھے میں ملی تھیں ملک کے واسطے سپاہ جوار جہتیا کرنا اور اُس کا مشاہرہ دینا قطعاً موقوف کر دیا تھا لیکن جاگیر داران عظام اپنی ذات سے سپاہ گری کرتے تھے اور جاگیری فوج پر تو بہت عرصے تک عمل ہوا ہے چنانچہ سیکلہ عریں یہ آخری دفعہ اسکاٹ لینڈ کی جنگ میں طلب کی گئی تھی۔ اس کے بعد بھی خوجی معطی لہم کی ذات سے اُن کے اُمرا کو بعض فائدے پہنچتے رہے اور اسی سبب سے طریقہ باقی رہ گیا تھا۔ ان کے مرنے کے بعد اُن کے ورثہ کی تزویج امیر کا فعل اختیاری تھا اور ان کی پرورش اس کے زیر ولایت ہوتی تھی۔ یہ دونوں ادارات کا عود شاہی کے ساتھ خاتمہ ہو گیا پڑ

بیرنی (Barony)

مجموعہ جاگیرات مبارزی کا نام بیرنی (Barony) تھا۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ علاقہ بیرنی تیرہ اور ایک ثلث جاگیرات مبارز پر مشتمل ہوتا تھا۔ لیکن ہم ان کے سخیال نہیں ہو سکتے اسلئے کہ ان کے عقیدے کی بنا ایک فرضی بات پر ہے وہ سمجھتے ہیں کہ بیرنی اور جاگیر مبارز میں وہی نسبت ہے جو مارک اور شلنگ میں ہو سکتی ہے۔ اس مساوات کی بنا ایک عجیب و غریب واقعہ ہے۔ حُسن اتفاق سے بوقت وراثت علاقہ بیرنی اور جاگیر مبارز کی بجالی کے لئے سو مارک (نذرانہ) ادا کرنا ہوتا تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ طریقہ نذرانے کے بہت پہلے سے بیرنی قسم کے جاگیرات موجود تھے بیرنی بھی اصل میں اُسی طرح کا بڑا علاقہ تھا جیسا کہ اور انر داغزری (Honour) علاقے تھے لیکن لفظ داغزری، کا کبھی پادریوں کے جاگیرات پر اطلاق نہیں کیا جاتا تھا اور ان دونوں قسم کے ادنی جاگیروں کے لئے کوئی حد مقرر نہ تھی جب ایک دفعہ اس قسم کی جاگیر قائم ہو گئی تو اس کی مزید تقسیم نہیں ہوتی تھی اور نہ دوسرے بیرنی اور داغزری جاگیرات میں شامل ہونے سے ان کی انفرادی حالت میں کوئی فرق آتا تھا اس لئے کہ معطی لہم ہر ایک ایسی جاگیر کے لئے فرداً فرداً اُس کی مالکداری ادا کرتا تھا۔ ہر چند بیرنی کا صدر مقام ایک مخصوص مینر (Manor) سمجھا جاتا تھا اور انتظامی اغراض کے واسطے بیرنی کے کل علاقے کا اُسی ضلع میں شمار کیا جاتا جس میں کہ اس کا صدر مینر واقع ہوتا تھا مگر اس پر بھی بیرنی کو تقسیم ملک کے لئے کوئی جغرافیہ پیمانہ نہیں قرار دیا گیا تھا۔

معطی لہ صرف علاقہ بیرنی کا ہی مالک نہیں ہوتا بلکہ اعزاز بیرن سے بھی سرفراز ہوتا تھا۔ نذرانے کی مقدار پر عطیہ بیرنی اور عطیہ خدمت فوجی میں فرق کیا جاتا تھا۔ پہلی قسم کی عطا کو اس واسطے نظر وقت سے دیکھا جاتا تھا کہ اُس کے سبب سے شاہی معطی لہم کے مدارج قرار پاتے تھے۔ سلسلہ عطا کے چند روز بعد ہی سے بیرن جاگیرداروں اور خدمت فوجی کے معطی لہم میں فرق ہونا شروع ہو گیا تھا۔ کس طرح اور کن اصول پر ان دونوں فریق میں امتیاز روا رکھا گیا تھا معلوم نہیں ہو سکتا لیکن مالی اور فوجی معاملات میں اعلیٰ اور ادنیٰ جاگیرداروں کے ساتھ مختلف سلوک کیا جاتا تھا۔ مجلس غظمی کی شرکت کے لیے بھی یہ دونوں طبقے مختلف طریقوں پر طلب کیے جاتے تھے اور بالآخر جب بڑے جاگیردار بیت الامرا کے اراکین بن گئے تو چھوٹے جاگیرداران طبقات رعایا میں محبوب ہونے لگے جو اضلاع کے وکلا (نایٹ - Knights) کا تو انتخاب کرتے مگر اضلاع و بلاد کی جانب سے خود بیت العوام میں نمائندگی کرتے تھے۔ ان واقعات سے صرف اس فرق کا پتہ ملتا ہے لیکن ان سے اس امتیاز کا معمولی حل نہیں ہوتا اور جو کچھ بھی تعریف بیرنی کی ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ ابیرنی ایک ایسا مجموعہ اراضی ہے جو قدیم زمانے سے ایک خاص حق کی بنا پر کسی کے ملک و قبضہ میں پایا جائے۔

سارجنٹی کو ایک طرف عطیہ فوجی سے اور دوسری طرف عطیہ زرعی سے جدا کرنا مشکل ہے۔ اگرچہ تمام قسم کے عطایائے جاگیری کا اصل اصول خدمت تھی

لیکن سروینٹ یا سارجنٹ (خادم - Servienties or sergeants)

ایسے معطی لہم تھے جن کے تعلقات ان کے امرا کے ساتھ عام کسانوں کی بہ نسبت زیادہ شخصی ہوتے تھے۔ یہ لوگ اپنی زمینوں کو منتقل کر سکتے اور نہ اپنے امیر کی مرضی کے بغیر کسی دوسرے کو زمین دے سکتے تھے۔ اسکے سوائے ان کے امرا ان سے مطلق العنانی کے ساتھ رسوم جاگیری وصول کرتے تھے۔ باوجودیکہ اس سے بہت پہلے دوسری قسم کے معطی لہم سے رسوم اور نذرانے وصول کرنے کی مقدار اور طریقے کا تعین ہو چکا تھا جن خدمتوں کا بجالانا خدام شاہی کے ذمے تھا لہذا اکثر و بیشتر بیوتات شاہی سے تعلق ہوتا۔ سفر شاہی کیلئے گوشت بریاں ترشے والے اور بادشاہ کے خاندان اور رکاب و اس سارجنٹ ہوتے تھے۔ یہ خدمتیں بہت جلد

موروثی ہو گئیں، لوگوں کی نظروں میں سارجنٹی کی اس قدر عزت تھی کہ اکثر مذاہیان دولت اور وابستگان سلطنت اُس کی آرزو کرتے تھے۔ اس کا ایک اور سبب تھا، عہدہ دار مذکور کو خدمت مذکورہ اپنی ذات سے انجام دینا نہیں پڑتی تھی بلکہ یہ کام نیابتاً لیا جاتا تھا اس لیے قلعہ دار اور پوسٹ سالار بھی سارجنٹ کے عہدہ و اعزاز سے ممتاز ہوتے تھے۔ اسی طرح جنگلات کے مختلف عہدہ دار شاہی پیام رساں اور وہ تمام اہل کار جن کے ذمے محلات شاہی کی تعمیر و ترمیم تھی سارجنٹی سے سرفراز کیئے جاتے تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عطا یا ئے سارجنٹی کا رعایا کے کسی خاص فرقے سے تعلق نہ تھا۔

اس کے علاوہ کسی ایک امیر درمیانی کے معطی لہم کو بھی زینت بطور سارجنٹی عطا ہوتی تھیں اور اُن کے معاوضے میں یہ لوگ اس امیر کی خطوط رسانی یا اُس کے کتوں کو غذا پہنچانے یا اُس کے کھانے کی میز چنے کا کام کرتے یا اس کے حسب المحکم سواروں کی حیثیت سے اُس کے ہمراہ رہتے تھے یا اُس کی عدالت کی میر مجلس کرتے تھے۔ اُن سارجنٹوں میں جن کو بادشاہ اور درمیانی امرا سے زینت عطا ہوتی تھیں اکثر ایسے لوگ ہوتے جن کے سپر و جب کبھی اُن کا امیر اپنی ضرورت کے لیے جاگیری فوج طلب کرتا بار برداری کے گھوڑوں اور گولی بارود اور سامان و اسلحہ جنگ کی فراہمی ہوتی تھی۔ کبھی خود اُن کو میدان میں جانا پڑتا تھا اور کبھی یہ اپنی جانب سے دوسروں کو مقررہ طریقے پر مسلح کر کے امیر کے ہمراہ رہنے اور اُس کے جھنڈے کے نیچے معرکہ آرا ہونے کے واسطے روانہ کرتے تھے۔ اس طریقے سے بادشاہ کو اسلحہ بند سپاہی کم میسر آنے لگے لیکن اس کے ساتھ ہی ان عطایا اور عطیہ خدمت فوجی میں فرق ہونے لگا اس واسطے کہ فوجی خادموں (سارجنٹوں) سے اصل میں وہ ملازمین مراد لیے جاتے تھے جو میدان جنگ میں بحیثیت ملازم اپنے امیر کے ساتھ رہتے یا اسی کی سپر اور نیزہ اٹھاتے تھے اُن کے میدان جنگ کے مصارف عموماً اُن کے امرا داکرتے تھے سارجنٹی کا اہل مفہوم ملازمت ہے (Servant ship) خادمی نہیں یہ دوسرا لفظ بہ نسبت پہلے لفظ کے زیادہ وسیع اور اس پر حاوی ہے۔ آقا اور ملازم کے تعلق کی بنا پر نہ کہ مالک اور مملوک یا معطی اور معطی لہ کی مناسبت سے

اس لفظ (سارجنٹ) کا وجود ہوا ہے۔

مرو زمانہ کے ساتھ بڑی اور چھوٹی سارجنٹوں میں فرق ہونے لگا۔ دوسری قسم کی سارجنٹ اور زرعی عطیات تقریباً ایک ہی نوع کی تھی اور اس سارجنٹ کے لئے معطی کو سالانہ ایک قلیل مالگذاری اپنے معطی کو بطور حق مالکانہ ادا کرنی ہوتی تھی۔ درجہ اعلیٰ کے سارجنٹ اپنی ذات سے بادشاہ کی خدمت بجالاتے تھے اور ان کے ورثہ کا وہ ولی سمجھا جاتا تھا۔ عودشاہی کے بعد جبکہ جاگیریں عطایا کی تہنیک ہوئی اعلیٰ سارجنٹ کا عہدہ بطور اعزاز باقی رہ گیا لیکن عہدہ مذکورہ ان سب فرائض و حقوق سے مستثنیٰ ہوا جو عطیائے مقدم الذکر کیلئے لازم سمجھے جاتے تھے۔

پرخندابتہ میں اراضی انعام کی حیثیت فی فارم (ملک مطلق و موروثی) - دوسری معانی دایاں
(Fee simple or Fee from) یعنی پٹہ دوامی و موروثی کی تھی جس کے ملک موروثی

لیئے لگان ادا کرنا ضرور تھا لیکن ایسے معانی کے عطیاء جو اصل میں حق خدمت کے صلے میں یا فرائض مذہبی یا خدمت فوجی کی بجا آوری کے لیئے نہیں دیئے جاتے تھے بتدریج عطیات زرعی معانی میں شامل ہو گئے۔ ان کی مالگذاری کی مقدار مختلف تھی مثلاً بعض علاقے سے سالانہ ایک گل یا ایک شکر یا آدھ سیر فضل یا دستانوں کی ایک جوڑ بطور مالگذاری ادا ہوتی تھی۔ اس قسم کی برائے نام مالگذاری کی زمینات حاصل کرنے کا عام رواج تھا اور ان کے ذریعے سے معطی لہم اپنی لڑکیوں یا فرزند اکبر کے بعد کے لڑکوں یا ملازمین کی پرورش کے واسطے جائیدادیں چھوڑا کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ معطی لہم نے ان علاقوں کو بعوض زر کی خریدہ لہو کا نگر کسی خاص وجہ سے مشتری کو بائع نے اپنے امیر معطی کے مقابل میں اپنا قائم مقام بنانا مناسب نہ جانا بلکہ مشتری سے نہایت قلیل مالگذاری کا جیسا کہ ابھی ذکر ہوا ہے لینا اور اس کو اپنے ماتحت رکھنا مناسب سمجھا۔ اس میں شک نہیں کہ اکثر آزاد عطیات زرعی کے معطی لہم معقول مالگذاری ادا کرتے تھے اور اکثر ان پر تشدد کیا جاتا تھا کہ جس قدر کثیر مالگذاری ان سے ادا ہو سکے داخل کریں۔ اس طرح کے علاقے ان جاگیرداروں کے تھے جن کو بادشاہ سے زمینات عطا ہوئے تھے۔ اکثر وہ کو کلیسا سے علاقے ملے تھے اور وہ کلیسا کو مالگذاری ادا کرتے تھے مگر یہ لوگ اپنے ماتحت معطی لہم سے

عطایا کے عوض مالگذاری وصول کرتے تھے۔ اس کے سوائے معطی لہ کو اس کے معطی کی کھیتی میں کسی قدر ہل جوتنا اور اناج کا ٹنا بھی لازمی تھا اور اگر یہ کوئی بڑا آدمی ہوتا تو اپنے امرا کے واسطے ہل جو تنے اور درو کرنے والوں کو اجرت پر بھیا کرتا تھا۔ چونکہ اُس زمانے میں انسان کے لئے زرعی خدمت کا انجام دینا اُس کی ہتک حرمت کا باعث نہ تھا اس واسطے عطیات ارضی میں معطی لہم کی حیثیت یعنی شان قانونی کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا تھا؛

کاشتکار

اولیٰ سے اولیٰ درجے کا آزاد کاشتکار اپنے جاگیردار کو بعض رقوم ادا کرتا اور ایک مقرر مقدار میں اُس کے زراعتی کام انجام دیا کرتا تھا۔ اکثر زمینات انعام بہت قدیم زمانے کی تھیں اور بعضوں کی سندیں بھی مفقود ہو گئی تھیں اس لئے اُن شرائط کا پتہ لگانا دشوار تھا جو ان کسانوں اور اُن کے امرا کے درمیان طے پائے تھے۔ غالباً یہی لوگ ان مزارعین کی اولاد ہو گئے جن کا نام کتاب بندوبست میں سوک مانی بتلایا گیا ہے۔ از بسکرتج کے پہلے کی سی حریت قدیم شاہی زمینات پر عرصہ دراز تک باقی رہ گئی تھی یہ کاشتکار زیادہ انھیں شاہی علاقوں میں رہا کرتے تھے۔ کبھی ان کو ولین سوک مین (پابند مزارعین - Villain sochemen) کے

مقابل میں فری سوک مین (آزاد مزارعین - Free sochemen) بھی کیا جاتا تھا۔ ولین سوک مین سے مراد ایسے غلامان زراعتی ہیں جن کے ساتھ ان کے مالک زیادہ مراعات سے پیش آتے تھے بہر حال ان میں اور غلامان زرعی میں بہت ہی کم فرق پایا جاتا ہے۔ یہ کاشتکار بھی انہی غلاموں کے ساتھ اپنے امرا کی اراضی پر بود و باش اور محنت و مزدوری سے بسر کرتے تھے؛

ان رسمی معافی داروں کی جماعت کے سوائے دوسرے کوئی معطی لہ سوک مین کاشتکار - Sochemen نہیں ہو سکتا تھا۔ اس دوسری اصطلاح میں اُس کے ساتھی کسان کی ترقی کا مفہوم شامل نہیں ہے اور چودھویں صدی کے قبل لفظ سوک مین (زمیندار - معافی دار کسان - Socager) کا پتہ نہیں ملتا سوک مین تینیسور عطیہ زمینداری - Socage Tenure) کی تعریف منفی الفاظ کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ یہ عطیہ نہ تو معاش مذہبی کے طور پر اور نہ خدمت فوجی کے صلے میں اور نہ کسی ملازمت کی

غرض سے دیا جاتا تھا۔ اس قسم کے عطیات ارضی کے مالکوں پر اُن کے امرا کو حقوق ولایت و تزویج نہیں حاصل تھے اور اُن سے زریعہ نہیں لیا جاتا تھا۔ ان رعایتوں اور آزادیوں کے سبب سے اکثر بڑے آدمی اپنی معاش کو معافی کی عطیات ثابت کرنے کی کوشش کرتے اور اگر ان علاقوں سے معقول مالگذاری وصول ہوتی تو ان کے عطا کرنے والے امرا اس قسم کے دعووں کو رد کرنے سے اغماض کر جاتے تھے۔ اس طرح عطا کیے عام طور پر آزاد زمینداری (سوکج) کو معیار قرار دیدیا گیا اور جب تکلیف وہ خدمتوں کے لئے رقم کا ادا کرنا رائج ہو گیا تو عطائے زرعی ایک معمولی اور سادہ عطیہ ہو گیا جس کے لئے مالگذاری ادا کرنا کافی تھا۔

عطیات ارضی کی ایک قسم برگج (Burgage) عطیہ ارضی شہر و بلاد و عطیہ برگج تھی۔ شہروں و قصبوں اور بلاد کی ارضی انہی مقامات کے ساکنین کو اس طریقہ زمینداری پر دی جاتی تھی۔ اس کا اطلاق ایسے کسی قدیم شہر و قصبے کی ارضی پر کیا جاتا جہاں کے باشندوں کو بادشاہ یا کسی دوسرے امیر سے خدمت معینہ یا مالگذاری مقررہ کے عوض زمینیں ملتی تھیں۔ فتح کے وقت شہروں اور قصبوں کو ولیم اول نے شاہی زمینات میں شامل کر لیا تھا لیکن اس کے بعد ہی اس قسم کی اکثر زمینوں کو اُس نے اپنے امرا (بیرن) کو عطا کر دیا۔ یہ زمینداری اب تک رائج ہے اور مختلف قسم کے مقامی رسوم کے زیر اثر ہے چنانچہ سب سے زیادہ عجیب و غریب رسم وہ ہے جس کے سبب سے ارضی موسوم بہ برو۔ انگلش (Borough English) زمیندار کے مرنے پر اُس کے فرزند اکبر کی بجائے اُس کے سب سے چھوٹے فرزند کو پہنچتی ہے۔

وابستگی، اطاعت اور وفا شاری

ہر ایک آزاد معطلیہ خصوصاً فوجی عطا پانے والے کا فرض اور حق تھا کہ اپنے امیر معطلی کا وابستہ بنے اور اس کی وفاداری کا حلف کرے۔ معطلیہ ارضی عطاشدہ بندگی۔ وابستگی کے معاوضے میں سربرہنہ شمشیر برہنہ حامل کیئے اور گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر اپنے امیر معطلی سے بیعت کرتا اور اس کا وابستہ ہونے اور اپنی جان و جسم کو بادشاہ کے سواے امیر کے

ہر ایک دشمن کے مقابل میں امیر پر سے قربان کرنے اور معاملات دنیوی میں باسٹنائے بادشاہ ہر ایک اطاعت ممکنہ سے امیر کا ساتھ دینے کے لئے حلف کرتا تھا عطا پائے ارضی کے لئے رسم وابستگی ضروری تھی۔ وفاداری کی قسم جو انجیل پر لی جاتی تھی اس قدر مقدس و اہم نہ تھی اور صرف اُن صورتوں میں لی جاتی جبکہ رسم وابستگی آسانی سے ادا نہ ہو سکتی تھی۔ فران نار تھامٹن کی رو سے اہل دیہات کے واسطے بھی یہ لازم کر دیا گیا لیکن مندرجہ ذیل اہم الفاظ اس سے خارج کر دیئے گئے "اِن اراضی کے لئے میں آپکا وابستہ ہوتا ہوں" سوائے تعظیم و تکریم کے امیر کے بھی اپنے وابستہ کی نسبت وہی فرائض تھے جو وابستہ اپنے امیر کے لئے انجام دیتا تھا۔ ہر ایک آدمی کا فرض تھا کہ جائز امور میں اپنے امیر کی مدد و اطاعت کرے۔ امیر کا فرض تھا کہ وابستہ کو مشورہ دے اور تا امکان اُن کی امداد کرے سب سے زیادہ ذمے داری اس بات کی تھی کہ وابستہ کے قبضہ زمین کی ہر طرح سے حفاظت کی جائے۔ معطلی لہ کے حق کی اس طرح حفاظت ہونے سے نہ صرف رسم جوار بلکہ کل نظام جاگیری کی ترقی کی بخوبی تشریح ہوتی ہے۔ اُس زمانے میں جبکہ دولت کا ذریعہ صرف زمین تھی اور حق کے مقابلے میں اکثر تسلط و اقتدار کی فتح ہوتی تھی۔ لوگوں کو باوجود طرح طرح کی زحمت و تکالیف کے کسی قوی اور با اثر امیر کو اپنا پشت و پناہ بنالینے کی ضرورت تھی۔

اطاعت و وفاداری

ابتدا میں لفظ لیج (Liege) (وفادار) کے معنی "غیر مشروط" تھے۔ اگر کوئی شخص صرف ایک امیر کا معطلی نہ ہوتا تو اسکی وابستگی غیر مشروط ہوتی اور اگر اس کو ایک سے زیادہ امیروں سے زمینات عطا ہوتیں تو ہر ایک عطا کے لئے اس کی وابستگی مشروط ہوتی اور ہر ایک امیر معطلی کا وہ عمل التیج وفادار ہوتا جس شخص کے عطا کرنے والے مختلف امر ہوتے اصل میں اس کی وفا شعاری اسی امیر کے لئے مخصوص ہوتی جو اس کو رہنے کا مکان دیتا۔ یا اس کے سب سے قدیم زمین کا معطلی ہوتا۔ اگر ایسے وابستہ کے سر پرستوں میں بادشاہ کا بھی شمار ہوتا تو بادشاہ کا بھی وفادار ہونا وابستہ کے لئے لازم نہ ہوتا۔ لیکن الفریڈ اور ایڈمنڈ کے زمانے سے سلاطین برطانیہ نے اس کے خلاف کوشش کی اور چل ہی گئی اس وقت سے بادشاہ اور رعیت کے ہر ایک متغفص میں بلا واسطہ تعلق پیدا ہو گیا اور کبھی کبھی بادشاہ نے بعض رعایا سے حلف وفاداری

بھی لیا ہے اور الفاظ حلف میں ایک جملہ استثنائے بھی اضافہ کیا گیا جس سے وابستگی امر بادشاہ کے واسطے اپنی وفاداری کو محفوظ رکھ سکتے تھے بادشاہ فرانس نے بھی اس طرح کی کوشش کی تھی لیکن اس کو کچھ عرصے تک یہ خیال ملتوی کرنا پڑا۔ ولیم اول نے اپنے وابستوں کے وابستوں سے نہ صرف حلف وفاداری لیا بلکہ ان کو بادشاہ کے لیئے وابستگی کی رسم ادا کرنی پڑی۔ لوگوں کو اس بات کا بتدريج عقیدہ ہوا کہ دیج ہایج (Liege Homage) وابستگی وفادارانہ کا صرف بادشاہ مستحق ہو سکتا تھا اور حلف وفاداری جس کا مضمون تھا کہ رعایا سے ہر ایک شخص اپنی جسم و جان و مال و منال عزت و آبرو کے ساتھ بادشاہ کے کام آئیگا اس قدر غیر مشروط ہو گیا کہ اس کا نام (Cath of Liegence or allegiance)

حلف وفاداری بلا شرط پڑ گیا۔ ہر ایک شخص پر بلا لحاظ اس بات کے کہ اُس نے دوسرے امر کی وابستگی اور وفاداری کا حلف کیا ہے لازم تھا کہ بادشاہ کیلئے وفاداری غیر مشروط کی قسم کھائے۔ اس طرح سے اس حلف کے ذریعے سے بادشاہ اور رعیت باہم جکڑ دیئے جاتے تھے اور وفاداری غیر مشروط سے بس یہی تعلق مراد ہے لیکن اصل میں وفاداری غیر مشروط کی بانی قوم نہیں ہے بلکہ جاگیرداروں نے اس عہد و پیمان کو ایجاد کیا ہے۔

رسوم جاگیری

ادائی مالکداری اور خدمت کے سوائے معطی لہم اپنے امیروں کو بعض دوسرے رقوم ادا کرتے جو رسوم جاگیری کہلاتے تھے عطیات جاگیری کی ایک خاص شکل جاگیر خدمت فوجی تھی اور ان رسوم کی اسی عطا کے سبب سے ابتدا ہوئی لیکن حقیقت میں یہ رسوم جاگیرات مبارز کے لیئے مخصوص نہ تھے بلکہ فتح کے پہلے بھی برطانیہ میں اور دوسرے خصوصیات نظام جاگیری کے مانند موجود تھے لیکن نارمنوں کے دوپہا ان کی صراحت ہو جانے سے مزارعین کو ان کی ادائی میں پہلے کی بہ نسبت زیادہ آسانی ہو گئی۔ امیر کے بعض رقوم وصول کرنے کے حقوق پر یہ رسوم مشتمل تھے مثلاً اعانت مالی کا طلب کرنا اور نذرانہ وصول کرنا۔ وارث نابالغ کو اپنی ولایت میں لینا اور وارث

کی ترقی کا انتظام کرنا اگر وارث باقی نہ رہے تو امیر کو زمین واپس ہو جانا یا جرم سنگین کی پاداش میں معطلی لہ سے زمین عطا کو ضبط کر لینا۔

نذرانہ

جب وارث کو مورث کی جائیداد ملتی تو وہ نذرانہ ادا کرتا۔ اگر ہم جاگیر (Fee or feodum) کی اصل دریافت کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ پرانے زمانے میں اس کے واسطے لفظ بے فی قسیم (انعام Benefecium) استعمال ہوتا تھا اور اس کے پہلے اس لفظ کے بجائے پیری کی کیم کا لفظ بولا جاتا تھا (Precarium جو جسے کہ منت والتجا سے حاصل کیجائے اور دوسرے کی مرضی پر موقوف ہو اس لئے غیر معین بے اعتماد یا ناپایدار چیز) پیری کی کیم جیسا کہ نام سے ظاہر ہے غیر معین مدت کی عطا تھی۔ بے فی قسیم اس قدر غیر معین نہ تھا اس انعام کی مدت عموماً تاحیات یا تین پشت ہوتی تھی۔ دوسری صورت میں اگر معطلی لہ اول کا پروتا زمین مذکورہ حاصل کرنا چاہتا تو اسکو معطلی سے از سر نو معاملہ طے کرنا ہوتا تھا۔ اگرچہ وراثت کی بجالی کے لئے عطا سے نوادر ادائی رقم کی شکل پیدا ہوتی لیکن امیر معطلی بھی تجدید عطا سے قطعاً انکار نہیں کر سکتا تھا۔ نارمن نذرانے کی بس اتنی اصلیت ہے۔

ابتداء میں نذرانے کی رقم معین نہ تھی۔ ولیم دوم اس قدر سنگین نذرانے لیتا تھا کہ مخلوق تنگ آگئی تھی اور اس کی نسبت کہاوت ہو گئی تھی کہ وہ ہر ایک شخص کا وارث بننا چاہتا ہے اس لئے کہ متوفی جاگیر داروں کے ورثا کو ان کے بیات خریدنے سے روکتا تھا۔ ہنری اول نے وعدہ کیا تھا کہ نذرانہ لینے میں قانون اور انصاف کا لحاظ کیا جائیگا۔ سند اعظم نے نذرانے لینے کا قانون بنا کر جاگیر مبارک کیلئے ۱۰۰ مارک اور ارل کی بیمرنی (جاگیر) کے لئے ۱۰۰ پونڈ اور بیرن کی جاگیر کے واسطے پہلی دفعہ ۱۰۰ پونڈ اور من بعد ۱۰۰ مارک مقرر کر دیئے دوسرے مزارعین اپنے امرا کو ایک سال کی مالکداری ادا کرتے تھے اور عطیات سارے صحتی کے واسطے نذرانے کا وصول کرنا امر کے اختیار تعمیری پر منحصر تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں جب کبھی جاگیر پر کسی جدید امیر کا دخل ہوتا رعایا سے نذرانہ لیا جاتا تھا۔ جس طرح کسان کے مرنے پر معاہدہ عطا منسوخ ہوتا اسی طرح جاگیر دار کی فوتی سے منقطع سمجھی جاتی تھی۔ ورسٹر کے اسقف کی موت پر جس کو ولفسٹن دی بھی کہتے ہیں ولیم دوم نے آپ کو اسقف مذکور کا وارث

قرار دیا اور اُسکے علاقے کی سب رعیت (مزارعین) سے نذرانے وصول کئے۔ لیکن انگلستان میں اس رسم پر بہت ہی کم عمل ہوتا تھا اور وہ بھی خاص خاص حالتوں میں مثلاً امیر معطی اگر پادری ہوتا تو اپنی رعیت سے کچھ رقم بطور نذرانہ ملنے کی امید کر سکتا تھا۔ ہر ایک جاگیر دار اپنے کسانوں سے نذرانہ لینے کا مجاز تو تھا لیکن اس کو اختیار نہ تھا کہ نذرانہ وصول ہونے تک کسان کی زمیں پر اپنا قبضہ رکھے اور اگر وارث موجود ہوتا اور چاہتا تو اس کو فوری قبضہ ملجاتا۔ اگر کوئی بڑا جاگیر دار فوت ہوتا تو بادشاہ کو حق شاہی کی بنا پر متوفی کی جاگیر کو دوسروں سے پہلے ضبط کر کے کا حق اولین تھا۔ بادشاہ کا ضبطی کارکن ان زمینوں کو ضبط کر لیتا اور جب تک کہ وارث متوفی کا حق تحقیقات وراثت کے ذریعے سے ثابت نہ ہوتا اور رسم وراثت کی ادائیگی جاتی اور ادائی نذرانے کے لئے ضمانت نہ دی جاتی زمینات پر اس کو قبضہ نہیں ملتا تھا۔

جب کبھی امیر کو مالی مشکلات کا سامنا ہوتا وہ اپنے معاشرہ داروں (اعانت رقی سے اعانت رقی طلب کرتا تھا۔ چنانچہ جان کے عہد سلطنت میں ولی سوئیٹھن کے رئیس کنیسہ (Prior of Sivinthus) نے ذاتی قرضہ ادا کرنے کے لئے احرار اور غلامان کشاورزی دونوں قسم کے مزارعین سے رقی اعانت طلب کی تھی۔ ارل آف سالسبری (Earl of Salisbury) نے اپنی اراضی کے لئے مویشی ہیبا کرنے کی غرض سے اور پیٹر پیرو کے رئیس دیرنے بادشاہ کو پیش کش ادا کرنے کی نیت سے مزارعین سے رقوم اعانتی وصول کئے۔ مزارعین نے بھی اپنے نفع کے خیال سے کوشش کی کہ جاگیر داروں کو رعایا کے روپیے سے جیب پُر کرنے کا کم موقع ملے اس لئے ہنسری ووم کے زمانے میں اعانت رقی کے واسطے حد مقرر ہو کر قانون کی رو سے صرف تین رقی اعانتیں جایز قرار پائیں۔ ایک اعانت وہ تھی جو جاگیر دار کو اس کے بالا دست جاگیر دار کی اعانت رقی ادا کرنے کی ضرورت کے وقت دی جاتی تھی دوسری اعانت اس وقت جاگیر دار کو ادا کی جاتی تھی جب وہ اپنے فرزند کی رسم شمشیر بندی کی تقریب کرتا اور تیسری اعانت اس وقت وصول کی جاتی جب جاگیر دار اپنی سب سے بڑی لڑکی کا بیاہ کرتا تھا۔ سنا اعظم نے ان آخری دو اعانتوں کو جایز رکھ کر ان میں ایک تیسری اعانت کا اضافہ کیا۔ اگر جاگیر دار گرفتار ہوتا

تو اس اعانت رقی سے اس کا فدیہ ادا کیا جاتا تھا۔ چونکہ امر اپنے حقوق کو محدود کرنا پسند نہیں کرتے تھے اس لئے انہوں نے سند مذکور کے بعد کی اشاعتوں میں رقی اعانتوں والے فقرے کو حذف کر دیا۔ اس پر بھی صرف یہی تین رقی اعانتیں رائج ہو گئیں اور باقی دوسری اعانتوں کا جو نظام جاگیر کے ضمن میں جاری ہو گئی تھیں بتدریج خاتمہ ہوا۔ ہر ایک امیر کے فدیے کی رقم اسکی شان و مرتبے پر منحصر تھی چنانچہ چرٹ اول کے فدیے کے لئے نہایت کثیر رقم لی گئی قانون موضوعہ صدرۃ ولیست منسٹر و خاؤل (Statute of Westminster) کی رو سے ہر ایک جاگیر مبارز کیلئے اور ہر ایک زمین زرعی کے واسطے بھی جسکی مالکنداری بیس پونڈ ہو پہلی دو قسم کی اعانتوں کی مقدار بیس پونڈ قرار پا گئی اور اسی میں ان زمینات کے واسطے بھی جو بادشاہ سے عطا ہوئی تھیں اسی قدر رقم اعانت کا تعین ہو گیا۔ ہر چند اس قانون کے نفاذ سے ڈیڑھ سو سال تک جاگیردار کا حق استعمال رکا ہوا تھا مگر ہنرمی ہفتم نے جب اپنی دختر مارگریٹ (Margaret) کی شادی اسکاٹ لینڈ کے جیمس کے ساتھ کی تو اعانت رقی وصول ہی کی اور سب سے اخیر یہ اعانت اس وقت لی گئی جبکہ بد نصیب شاہزادی ایلزبتھ کا بیاہ ایلکٹر پلٹائن (Elector palatine) سے ہوا اسی طرح فدیے کے واسطے سب سے اخیر اعانت ۱۷۰۹ء میں شہزادہ ہنرمی کے لئے لی گئی تھی۔

حضرات

نگرانِ نابالغ یا حضانت سے مراد جاگیردار کا حق ولایت ہے جس کے سبب سے وہ کاشتکار متوفی کے وارث اور اس کی زمینوں کو اپنی حفاظت میں لیتا تھا۔ جب ہم اس حق کی اصلیت پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس حق کا بھی مثل نذرانے کے قدیم زمانے میں وجود ہوا ہے۔ جبکہ معطلی کے قبضے کی مدت زمین عطا پر معین نہیں ہوتی تھی اور اس کی موت پر اسکے نابالغ وارث سے زمین انعام لے لی جاتی اور اس کی تحصیل معطلی کرتا تھا۔ جب نابالغ عمر قانونی کو پہنچتا تو زمین انعام اس کو واپس ملتی مگر واصلات کا حساب نہیں بتلایا جاتا جس کے معاوضے میں نابالغ بھی نذرانہ ادا نہیں کرتا تھا۔ سند اعظم نے طے کر دیا کہ نابالغوں کی زمینوں کو ان کے اولیا خراب نہونے دیں ایسا ہی قوانین موضوعہ صدرۃ ولیست منسٹر (Provisions of Westminster)

کی رو سے اگر زراعتی زمینات اور ان کے نابالغ ورثہ امرا کی زیر نگرانی ہوتے تو امر لوکا فرض تھا کہ نابالغوں کو زمانہ نگرانی کی واصلات کی نسبت حساب سمجھائیں۔ اگر متوفی کسان کو متعدد درمیانی امرا سے اراضی ملتی تو ہر ایک امیر زمین انعام کا نگران ہوتا مگر صرف وہی امیر نابالغ وارث کا ولی بن سکتا جس نے سب سے قدیم جاگیر فوجی متوفی کو عطا کی ہو۔ لیکن اگر وارث کے امرا میں بادشاہ کا بھی شمار ہوتا تو شاہی حق کی بنا پر دوسرے امرا حق حضانت سے محروم کر دئے جاتے اور وارث اور اس کی منین یہ دونوں بادشاہ کی نگرانی میں لے لئے جاتے۔ سند اعظم نے شاہی حق حضانت کو گرانڈ سار جلفی اور خدمت مبارک کی عطیات تک محدود کر دیا۔ زرعی عطایا کی صورت میں ولی صرف وہی شخص ہو سکتا تھا جو نابالغ کا عزیز قریب ہو اور بہت متوفی اس کو ارتقا پہنچتی ہوں ایسی حالت میں اکثر متوفیوں پر وارث نابالغ کی مابین ہو سکتی تھی۔ جب عود شاہی کے بعد عطیات خدمت فوجی کی منسوخی عمل میں آئی ہر ایک قسم کے عطیہ ارضی کے لئے وارث کے مقابل ولی جائیداد زیر نگرانی کے نظام کے واسطے ذمہ دار قرار پایا اور ایک قانون موضوعہ کی رو سے ولی مقرر کرنے کا اختیار وارث کے باپ کو مل گیا۔

جو نابالغ کہ امیر معطی کی حضانت میں ہوتا اُس کی شادی کر دینے کا اُس کے حق تزویج امیر کو حق تھا۔ ابتدا میں تزویج اثاث کا مسئلہ نہایت اہم سمجھا جاتا تھا اس واسطے کہ وارثہ کے شوہر کا فرض تھا کہ اپنی زوجہ کی جاگیر اور اس کی خدمات متعلقہ کا انتظام کرے۔ سند اعظم نے اس حق کو وسیع کر کے اُس میں وارثان ذکور کو بھی شامل کر دیا اور امیر کو ہدایت کی کہ نابالغوں کی تزویج عموماً اُن کے کفو کے ساتھ ہو کرے۔ مگر اس کے خلاف اگر امیر کو معقول نذرانہ مل جاتا تو وہ اپنے حق تزویج سے درگزر کرتا۔ بہر طور جاگیر دار اُمرا کے واسطے حقوق حضانت و تزویج نہایت نفع رساں تھے اس لئے امرا نے فوج جاگیری کے نابود ہونے کے برسوں بعد تک ان رسوم کا ادا کیا اور اُن کے وصول کرنے کے لئے انہیں کسی نہ کسی حیلہ جائز کی تلاش رہی۔

ضبطی انتقال

واہب کے لئے ضبطی اور انتقال کے ذریعے سے ہر وقت اپنی زمینوں کو واپس لینا ممکن تھا۔ امیر کی ہر وقت خواہش رہتی کہ اپنے حق صدارت کو بلک

کامل بنائے۔ زمین عطیہ کے معاوضے میں امیر کے خدمات بجالانا کسان کا فرض منصبی تھا اس بنا پر جاگیرى تعلق یا رشتہ قائم ہوا تھا۔ اگر کسان اپنے معاہدے کی تعمیل میں قصور کرتا تو اصولاً اس کا انعام ضبط ہو جاتا لیکن عدم تعمیل شرائط کے سبب سے کسان کو اس کی زمین سے بیدخل کرنے کا اختیار بہت جلد امیر سے لے لیا گیا اس اختیار کے جانے سے کسان کو بھی ایک حد تک نقصان پہنچا اس لئے کہ ایسی حالت میں کسان کسی کو اپنا وارث نہیں بنا سکتا تھا اور اگر وہ ورثہ قانونی کے بغیر فوت ہو جاتا تو زمین امیر کو مسترد ہو جاتی۔ بڑے مجرم یا اُس شخص کی زمینات کو جو حمایت قانون کے باہر ہو بادشاہ اپنے قدیم حق کی بنا پر ایک سال اور ایک دن تک اقتادہ رکھتا اس کے بعد ان کو ان کا اصلی امیر ضبط کر لیتا تھا۔ بادشاہ کے خلاف بغاوت کرنے والے کی اراضی کو خواہ وہ کسی دوسرے امیر کا معطی لے کیوں نہ ہو بادشاہ ہی ضبط کر سکتا تھا۔

چونکہ جاگیرى رسوم کو بادشاہ نہایت مطلق العنانی کے ساتھ وصول کرتا تھا اس لئے لے دے تاج کی دست درازیوں اور بیباکیوں کو روکنے کیلئے امر انزویے دستور اس کے مخالف بن گئے اور اسی واسطے تاریخ میں رسوم جاگیرى کی اہمیت دکھلائی جاتی ہے یہ چند امر ان رسوم کو وصول کرنا ترک کر دیا تھا مگر بادشاہ اس کے عرصے بعد تاج بلا لحاظ موقع و مصلحت انکو وصول کرتا رہا عودشاہی کے بعد جب عطیات خدمت فوجی منسوخ ہو گئے تاج کے لئے موروثی محصول کو ڈگری کی شکل میں اٹکا معاوضہ کر دیا گیا۔

وراثت و انتقال

نظام جاگیرى کی خدمت فوجی کے سبب سے وراثت فرزند اکبر کے طریقے کو استحکام ہوا۔ سیکسن انگریزوں کے ہاں عام احزاب کی زمینات ان کے لوگوں میں تقسیم ہوتی تھیں مگر تھیں کو اپنی زمین کے اپنے لڑکوں پر بانٹ دینے میں اس بات کا اندیشہ تھا کہ اس کے درنا فرايض فوجی کے مصارف کا بار فرداً فرداً نہ اٹھا سکیں گے اس لئے جیسے کہ کتاب بندوبست کے اندراجات سے پایا جاتا ہے تھیں کے لڑکے کبھی کبھی اپنی زمینوں کو غیر منقسم رکھتے تھے تاکہ اس سے وہ مستفیض تو ہوں لیکن

وراثت فرزند اکبر

بادشاہ کی خدمت فوجی صرف انکا سب سے بڑا بہائی انجام دے اور اس کے مصارف کے واسطے یہ نسبت دوسرے بہائیوں کے اس کو کسی قدر زیادہ روپیہ خدمت ہو جائداد سے متعلقہ خدمت فوجی کا وہی ذمے دار تھا۔ اس بات کو ہم یقین سے نہیں بتا سکتے کہ فتح کے زمانے تک بھی برطانیہ میں شخصین کی جاگیر کا وارث فرزند اکبر قرار پا گیا تھا کہ نہیں۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ نارمن امریکا برطانوی جاگیرات کی نسبت تو ریٹ فرزند اکبر کو فرض کر لینے سے وہ لوگ اس ملک میں ایک بالکل جدید طریقہ وراثت کو رائج کر رہے تھے جو نارمنڈی میں ساہا سال پہلے سے موجود تھا۔ فتح کے سبب سے جب عطیات فوجی کے ساتھ خدمت فوجی لازم کر دی گئی جاگیرات کے حصے بخرے ہونا ناممکن ہو گیا اس واسطے کہ ان کی تقسیم ہو جانے سے ہر ایک جاگیر کی خدمت فوجی کے لئے متعدد ورثا کو ذمے دار بنانا غیر مفید اور ناممکن العمل تھا اور رسوم جاگیری کی ادائی جو فوجی جاگیرات کے لئے لازم تھی غیر معین اور وقت طلب ہو جاتی۔ اگر امر اس کی وصولیابی کا دعویٰ کرتے تو ادائی خدمت و رسوم کے واسطے شاہی عدالتیں صرف اصل وارث کو ذمہ دار ٹھہراتی تھیں اس لئے سب میں آسان اور ممکن العمل طریقہ اختیار کیا گیا کہ فرزند اکبر کو ان امور کا ذمہ دار قرار دیا جائے اور معلوم ہوتا ہے کہ ابرتدا میں وراثت فرزند اکبر کو امر اور بادشاہ نے رواج دیا۔ جبکہ وراثت فرزند اکبر ایک اعلیٰ طبقہ قوم یعنی فوجی معطی لہم میں مروج ہو گئی تو ملک کے دوسرے فرقوں نے بھی اس کو اختیار کر لیا۔ اس طریقے پر کاربند ہونے میں بہت فائدے تھے حتیٰ کہ ادنیٰ درجے کے مزارعین بھی اس پر عمل کرنے لگے اور اسکا اثر ارضی تک محدود نہیں رہا بلکہ مویشی کی تقسیم بھی موقوف ہو گئی چنانچہ جس صورت میں قطعہ ارضی مختصر ہوتا اور ہل کے سیلوں کے گل ورثا پر تقسیم ہونے میں زمین موروثی کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہوتا تو سوا سے زمین کے تمام مویشی بھی فرزند اکبر کو مل جاتے۔ اسکے سوائے ادنیٰ درجے کے احزار میں اس قسم کی غیر منقسمہ جائداد کی ترویج کا ایک دوسرا سبب بھی تھا غلامان زرعی کی اراضی کی وراثت اس طریقے کے برطانیہ میں مروج ہونے کے پہلے سے اکثر فرزند اکبر کو پہنچتی تھی اور کبھی زمین بعض مقامی رواج کے سبب سے سب سے چھوٹے لڑکے کو ملتی تھی۔ اس دوسرے قسم کے عطیے کا نام بروانگلش ہے۔ زراعتی غلاموں کی زمینات کے دعووں میں وراثت فرزند اکبر و اصغر کی تائید

و حفاظت جاگیری عداوتوں سے ہوتی تھی لیکن اگر دعویٰ دار کوئی امیر ہوتا تو عدالتیں پھر اس اصول پر پابند نہ ہوتی تھیں۔

دراشتہ انتقال
(جائداد)

بیٹا اپنے باپ کی زمینات کا سند سابق کے شرائط مندرجہ کے مطابق وارث قرار دیا جاتا تھا۔ مثلاً سند میں درج ہوتا کہ فلاں جاگیر ب کو عطا ہوئی اور اس کے بعد اسکے ورثا اس کے پائے کے مستحق ہونگے۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں ب کو اپنی وفات کے بعد جاگیر کو منتقل کرنے کا کچھ اختیار نہیں تھا اس لئے وہ وصیت کے ذریعے سے اپنے مرنے کے بعد اس کو منتقل نہیں کر سکتا تھا مگر اس کو اپنی زندگی میں زمین کو ہبہ و بیع کرنے کا چند قیود کے ساتھ اختیار تھا اور معطلی کے اختیار کو محدود کرنے کی اس لئے ضرورت تھی کہ ان دونوں میں سے کسی ایک طریقے سے زمینات کو منتقل کر دینے سے معطلی سابق کے حق کو ضرر پہنچتا تھا مگر کسان اپنے عوض کسی دوسرے کو معطلی نہ بنا سکتا

انتقال جائداد
پذیرتہ تبدیل
شخصی

اور اس طرح سے وہ زمین عطا شدہ کو منتقل کر سکتا تھا اور جدید کسان مجاز تھا کہ پوری زمین منتقل شدہ یا اس کے کسی جزو کے لئے امیر سابق کا معطلی نہ بنے مگر مزارعین کو بدلنے میں امیر کو ناموزوں اور ناقابل معطلی ہم کے ملنے کا ضرور اندیشہ تھا نیز اس کو اس بات کا خدشہ لگا رہتا تھا کہ اگر زمین عطیہ کے ٹکڑے کر دئے جائیں تو ان خدمتوں کی بھی تقسیم ہو جائیگی اور ان کی ادائی میں بھی حرج واقع ہو گا جن کا غیر منقسمہ زمین سے

انتقال بذریعہ
عطائے تثنائی

تعلق ہو اس لئے معطلی ہم نے ایک دوسرا طریقہ انتقال زمین کا نکال لیا جو انتقال پذیریتہ عطائے تثنائی کہلاتا تھا معطلی نے اپنی زمین سے کسی قدر زمین ایک دوسرے شخص کو بطور خود عطا کر تاکہ وہ اس کا ماتحت بنا رہے۔ عطا کی اس شکل میں معطلی اصل کو کاشتکار متوفی کی جائداد کی نسبت حضانت اور ضبطی کا اختیار نہیں تھا لیکن اگر ب کو الف سے بعوض خدمت مبارز بلیک ایکر (نام جاگیر) عطا ہوتی اور وہ اس کو برائے نام مالگزار کی بدلیے میں ج کو عطا کرتا اور جب ب فوت ہوتا یا کسی سبب سے اس کی زمین ضبط ہو جاتی تو ب کے وارث کو اپنی حضانت میں لیکر اس کی زمین سے الف کو نفع اٹھانے اور ضبطی کی صورت میں زمین پر قابض ہونے کا موقع نہ ملتا بلکہ اس بدلے نہایت قلیل مالگزاری پر قناعت کرنی پڑتی جس کے ادا کرنے کا ج نے ب سے معاہدہ کیا ہوتا۔

چونکہ تبدیل شخصی اور عطاء تختانی کے سبب سے امر کا نقصان تھا اس لئے انتقال کے خلاف انہوں نے جائداد کو ان دونوں طبقوں سے منتقل ہونے سے روکنا چاہا اور مختلف قسم کی دشواریاں پیدا کر دیں چنانچہ کسان کو انتقال زمین کی منظوری حاصل کرنے کے لئے اپنے امیر کو بعض وقت بہت بڑی رقم ادا کرنی پڑتی تھی۔ اس لئے سند اعظم کی سلسلہ کی اشاعت میں طے کر دینا پڑا کہ امرا اپنی اراضی میں سے صرف اس قدر زمینات دوسروں کے ہاتھ بیع یا ہبہ کر سکتے ہیں کہ بقیہ اراضی سے وہ امیر معطی کی معینہ خدمتیں بخوبی انجام دے سکیں اور ۱۲۹۷ء میں اسٹاچیوٹ آف گساویا (Statute of Quia Emptores) کی رو سے طے ہو گیا کہ اگرچہ کسان اپنی زمین کسی دوسرے کو منتقل ہی کیوں نہ کر دے لیکن عطاءے جدید کے سبب سے سابق کے عطا کرنے والے اور زمین عطا شدہ کے تعلق میں کوئی فرق نہیں آسکتا اور معطی لہ جدید اُمئی امیر سابق کاسان سمجھا جائے گا جس نے کاشتمار منتقل کنندہ کو زمین نہ کو عطا کی تھی۔ دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس زمانے سے انتقال (جائداد) کے معنی تبدیل شخصی ہو گئے۔ ہر چند قانون نافذ تو ہو گیا لیکن اس نے دو دہائی چھری کا کام کیا اس سے نہ تو امرا کی کل امیہیں بر آئیں اور نہ ان کے اغراض کی ہی پوری حفاظت ہوئی اس لئے کہ معطی لہ کو اختیار تھا کہ وہ جس قدر کسانوں کو چاہتا اپنے عوض مقرر کر سکتا تھا اور اس طرح سے جاگیر کے متعدد حصے ہو جاتے تھے جس کے سبب سے امرا کو رسوم جاگیری وصول کرنے میں پیچیدگیاں پیش آتی تھیں۔ اسی طرح یہ قانون معطی لہم کے لئے بھی چنداں مفید نہ تھا اگر سلسلہ عطا کو ایک سیڑھی سے تشبیہ دیجائے تو ان کسانوں کے لئے اُس میں زمینوں کا اضافہ کرنا ممکن نہیں تھا اور ضبطی کے عمل سے زمینیں بہت جلد بڑے جاگیرداروں کے ہینچنے لگی تھیں اور پیران کے پاس سے نکل کر بالآخر بادشاہ کی ملک ہو جاتی تھیں۔ عقیات سلطان کے ۱۳۷۷ء کے کسی قدر پہلے بادشاہ نے تحفظ حقوق شاہی کی غرض سے اعلان دیا کہ آئندہ سے انتقال کی مالوت شاہی منظوری حاصل کرنے کے بغیر جاگیر ات بیرن اور دوسری جاگیروں کو جن کا تعلق راست بادشاہ سے ہو کوئی شخص نہ خریدے اور اگر کوئی شخص بادشاہ کے بلا اطلاع ان علاقوں کی بیع و شری کرے تو وہ ضبط ہو کر شریک خالصہ کر لیے جائیں۔ اس زور و شور کے ساتھ

بادشاہ نے دہلی تو دی لیکن اس پر عمل کبھی نہیں ہوا اور تیرھویں صدی کے آخر سے انتقال اراضی کی اجازت ناموں کو بڑے جاگیرداروں کے ہاتھ فروخت کر کے وہ منتقلی خوب وصول کرنے لگا اور اگر ان کے حاصل کرنے میں یہ لوگ غفلت کرتے تو نہایت سنگین جرمانے ان پر عائد کئے جاتے تھے۔

انتقال اراضی
بکلیا

چونکہ کلیسا ایک ایسا شخصیت (کارپوریشن) ہے جو کبھی ختم ہی نہیں ہوتا اس لئے اس کے حق میں زمین منتقل ہونے سے اس کے امیر کے حق کو سخت حد تک پختا تھا کلیسا کی زمینوں کی کبھی کسی نئے معطلی نہ کوٹنے کی نوبت ہی نہ آتی جس سے ان کا امیر نہ رانہ لے سکتا اور نہ اس کی معاش کے ورژن نابالغ ہوتے جن کو امیر مذکور اپنی حفاظت میں رکھتا اور نہ انکی ترویج کا انتظام کر کے اپنی جیب بھرتا تھا۔ ایک لحاظ سے تو کلیسا کی زمینوں کی یہ حالت تھی اور دوسرے پہلو پر غور کیجئے تو ان کے ورژن کا سلسلہ کبھی منقطع ہی نہیں ہوتا تھا اس لئے یہ زمینات ان کے اصلی عطا کرنے والوں کو کبھی واپس نہ ہوتی تھیں اور نہ ان سے کسی قسم کا سنگین جرم ہی سرزد ہوتا تھا اور نہ یہ اپنے معطلی سے بغاوت کرتی تھیں کہ اس کی پاداش میں وہ ان کو ضبط کر لے۔ کلیسا کی زمین ان کی اصطلاح میں دست میت تھی جس کے قبضے سے کسی چیز کے نکلنے کی امید نہ ہو سکتی تھی۔ لہذا اس افام کو روکنے کی نسبت تاریخ میں قوانین مارٹ مین (دست مردہ - Martmain) کا ایک

قانون دست مردہ
بابت

سلسلہ پایا جاتا ہے۔ مثلاً کا قانون دست مردہ کوئی نیا قانون نہ تھا اصل میں آئین کلا رٹنڈن اور مثلاً علی اشاعت سند اعظم اور قانون مصدرہ ویسٹ منسٹر کے بعض بہم اور کم صریح فقروں کی فرمان شاہی کی شکل میں اس نام سے صراحت کر دی گئی تاکہ لوگ معابد کو زمین انعام نہ کریں۔ اس قانون کی رو سے کسی بچی آدمی کو زمین حاصل کرنے کی اجازت نہ تھی اور بالفرض اس کو زمین مل بھی جاتی تو امیر بالا دست اس کو ضبط کر لیتا اور اگر وہ ضبط نہ کرتا تو بالآخر بادشاہ کی جانب سے وہ ضبط ہو جاتی تھی۔ اس پر بھی بعض امر لے آئیں ہیں عہد کر لیا تھا کہ اس قانون کی پابندی نہ کریں گے اور اسلئے وہ اب بھی مذہبی لوگوں کو زمینات دیا کرتے تھے اسکے سوائے ایک دوسرے طریقے سے بھی گرجے کو زمین ملتی تھی مثلاً اگر بلیک ایکمر نام زمین کے قابض کو زمین منتقل کرنا منظور ہوتا تو وہ کسی ایک پادری سے سازش کر لیتا کہ بلیک ایکمر کے قبضہ دینے کی اس کے مقابل میں نالاش کرے اور جب پادری مذکور کے دعوے کی بنیاد عدالت سے بلیک ایکمر کا قابض باز پرس کے لئے طلب کیا جاتا تو وہ علما وغیرہ حاضر ہوتا اور

دعوے ایک طرف فیصل ہو کر مدعی کے حق میں قبضے کی ڈگری صادر ہوتی تھی اس طرح سے کلیسا کے ہاتھ مفت میں جاگیر چلی جاتی اور مدنی علیہ کی غیر جاضری کے وجہ دریافت کوئے اور فریقین کی سازش پر غور کرنے کی زحمت عدالتیں گوارا نہ کرتی تھیں۔

از بسکہ اس طریقے سے قانون مذکورہ کی غرض فوت ہوتی تھی اس لئے قانون ۱۲۸۵ء صدرہ ویسٹ منسٹر دفعہ دوم کے نفاذ کی ضرورت پیش آئی جس کی رو سے قرار پایا کہ قبضہ دلانے کے دعاوی کی سماعت جوری کیا کرے اور اگر دعوے کی اصلیت ثابت نہ ہو تو زمین متنازعہ کا امیر بالادست یعنی قابض حال کا معطی جس کے حق کو اس منصوبہ دعوے سے ضرر پہنچنے والا تھا اس کو ضبط کرے۔ لیکن یہ بندوبست بھی کارگر نہ ہوا جب قابضین کو انتقال جائداد کے ان طریقوں میں ناکامی ہوئی تو انہوں نے امانت کی شکل میں ایک جدید طریقہ انتقال نکال لیا انعام دار قابض کسی دنیوی (معمولی) آدمی کو اپنی زمین کلیسا کے "فائدہ و نفع" کے واسطے منتقل کر سکتا تھا۔ یہ ایک شکل امانت کی تھی منتقل الیقانون کی نظر میں اس کا اصل مالک سمجھا جاتا لیکن ایکویٹی (نصفت) کی عدالت اس کو مجبور کرتی کہ بحیثیت امین وہ زمین منتقل شدہ امانت کا داخل کلیسا کو ادا کرے اس لئے قانون دست مردہ بابت ۱۲۹۱ء کی رو سے شخصیات کو خواہ وہ دنیوی ہوں کہ دینی بادشاہ یا کسی درمیانی امیر کی اجازت کے بغیر زمین حاصل کرنے کی قطعاً ممانعت کر دی گئی۔ مگر قانون بابت ۱۲۹۵ء کے ذریعے سے درمیانی امیر سے اجازت لینے کی شرط اٹھادی گئی اور ایک قانون موضوعہ نے تو بعض ایسے شخصیات کو جیسا کہ اکسفورڈ اور کیلمبرج کے یونیورسٹیاں اور برٹش میوزیم (برطانوی عجائب خانہ) اور متعدد معاہدہ تعلیم کا ہوں کو اس کے اثر سے مستثنیٰ کر دیا۔ سب سے اخیر انیسویں صدی کے خاتمے پر قوانین دست مردہ کا ایک سلسلہ قائم ہو کر خیراتی کاموں کے لئے زمین کو بطور امانت دینا جائز کر دیا گیا ہے بشرطیکہ زمین امانتی کو اس کا امین موصی نہ کے وفات سے ایک سال ختم ہونے کے پیشتر ہی فروخت کر دیا کرے۔ منجملہ اور اسباب کے جن کے سبب سے حکومت کے نزدیک زمین کو ہمیشہ کے لئے دست مردہ میں دینا نامناسب ہے ایک سبب ممانعت رسوم متونی کی ادائی ہے جو مالک کے فوت ہونے کے بعد کسی دوسرے پر منتقل ہونے کی صورت میں زمین سے وصول کیا جاتا ہے کو

انتقال (جائداد)
کی شکایات

ان قیود کا اثر مخصوص جاگیرات تک ہی محدود رہا اور ان سے صرف ایک فائدہ یہ ہوا کہ لوگ انتقال کے طریقے سے واقف ہو گئے۔ اس کے علاوہ معطلی لہ کا سبب دبیع کرینکا اختیار اسی طرح باقی رہا اور صرف مخصوص صورتوں میں واپس زمین کے مزارعین کو مالک جدید کے قبول کرنے میں انکار ہو سکتا تھا مستقل کنندہ آئندہ وراثت کی نسبت جس طرح چاہتا دست ویرا انتقال میں اپنے مفید مطلب شرائط درج کر لیتا تھا۔ جاگیر ملک معطلی

جاگیر جو عطا ہوتی عموماً ملک مطلق ہوتی تھی۔ جاگیر ملک مطلق عطا کرے کا طریقہ اس طرح تھا کہ زمینات کسی ایک شخص اور اس کے ورثا کو دی جاتی تھیں۔ ابتدا میں عدالتوں نے طے کر دیا تھا کہ جاگیر مطلق کا معطلی لہ معطلی کی اجازت کے بغیر زمین کو منتقل کرنے کا قانوناً مجاز نہیں ہے مگر تیرہویں صدی کے اوائل میں عدالتوں نے اس کے برعکس فیصلہ کیا کہ معطلی کی اجازت کی ضرورت نہیں اور معطلی لہ کے ورثا میں جس کسی نے زمین عطا کو خرید یا بطور انعام حاصل کیا شامل ہو سکتا ہے۔ ان متفاد فیصلوں کے سبب سے عطا کی ایک دوسری شکل تجویز پائی اب زمینات کسی ایک شخص اور اس کے مصلی ورثا کو عطا ہونے لگیں۔ مگر قانون پیشہ حضرات نے اس عطا کی نسبت بھی اس کی سند کے الفاظ کی اپنے مطلب کے موافق تاویل کر کے حجت قائم کر دی کہ اگر معطلی لہ کا وارث پیدا ہوا ہو تو زمین معطلی لہ اور اس کے ورثا کی ملک ہوگی۔ اور جب کبھی یہ شرط پوری ہوتی زمین عطا جاگیر مطلق ہو جاتی تھی اور معطلی لہ جس طرح چاہتا اس کو منتقل کر سکتا تھا۔ چونکہ معطلی لہ کے لاوارث فوت ہونے کی صورت میں زمینات عطا ان کے عطا کرنے والوں کو واپس ہوتے تھے اور اس قسم کی نئی تاویلات سے ان کو نقصان پہنچتا تھا اس لیے عطا کرنے والے عموماً اور برے امر خصوصاً ناراض ہو گئے اور مشعلہ میں انھوں نے اس عمل کی نسبت شکایت کی لہذا مشعلہ میں قانون مصدہ ویسٹ فیسٹرفہ دوم میں ایک حصہ زیادہ کیا گیا جس کا نام ڈونسن کنڈیشنل لیس (Dedonis Conditionalibus) ہے۔

جاگیر ملک مطلق

جاگیر مشروط

اس کی رد سے قرار پایا کہ اگر جاگیر مشروط کو اس کا معطلی لہ منتقل کر دے اور جب اس کا وارث اپنے باپ کی جائیداد پر قبضہ پائے تو وہ منتقل ایہ سے جاگیر مذکور کو واپس لے سکتا ہے اور اگر معطلی لہ کی وفات پر اس کا کوئی وارث باقی نہ ہو تو جاگیر مشروط کا اصلی معطلی قابض جاگیر

واپس لے سکتا ہے گویا کہ معطلی لہ کا وارث ہی نہیں پیدا ہوا ہے
 جو جاگیر کہ اس طرح عطا کی جائے اس لئے جاگیر منقطع کہلاتی ہے کہ جاگیر مطلق سے اس کو قطع کیا جاتا ہے جاگیر (ملک)
 اور ایسا ہی اُس کی منتقل ہونے کی آزادی سلب کر لی جاتی ہے۔ اور اسی ایک خاصیت منقطع
 کے سبب سے اس قسم کی معاش اور جاگیر ملک مطلق میں اختیار ہوتا تھا۔ اصل معطلی لہ کی
 داد اولاً اصل ہی کی شرط کے سبب سے کوئی شے ان کی وارثت کی مانع نہیں ہو سکتی تھی۔
 اس لئے جاگیر مشروط کے قابض کی ملکیت تاجین حیات ہوتی تھی۔ جو کچھ ترقی و رفیع
 وہ اپنی جاگیر کو دیتا اس کی وفات کے بعد جاگیر مذکور معطلی لہ کے وارث حقیقی کے قبضے میں
 اس طرح آئی گویا کہ اس کو معطلی سے راست ملی ہے کہ

پہر چند بڑے امر تو قانون عطیات مشروط کے جاری ہونے سے پھولنا نہیں
 سمائے لیکن چھوٹے جاگیر داروں کے حق میں یہ قانون زیادہ سودمند نہ تھا۔ اس کے
 سبب سے معطلی لہم کی حقیقت غیر مستقل ہو گئی۔ ہر ایک جاگیر ایک قدیم عطاۃ منقطع
 ثابت ہو جاتی اور اس پر مدت عارض نہیں ہو سکتی تھی جس کی وجہ سے معطلی لہ اس
 عند قانون کی بنا پر اپنی زمین کو ملک مطلق نہیں بنا سکتا تھا۔ نہ بادشاہ بغادت کر نیکی مزا میں
 اس طرح کی زمین ضبط کر سکتا تھا اور چھوٹے زمیندار چونکہ وہ زمینت عطا کو منتقل کرنے سے
 روک دیئے گئے تھے اراضی کی کثرت سے عاجز و زیر بار ہو رہے تھے۔ کسان اپنی نلوائی
 کے سبب سے نہ تو پوری زمین پر زراعت کر سکتا تھا اور نہ اُس کو اجازت تھی کہ
 زمین کا ایک حصہ فروخت کر کے باقی زمین پر کاشت کرنیکا سامان چھپا کرے۔ اس لئے
 دوبارہ وکالت پیشہ لوگوں کی عقل نے یاد دہانی کی اور عطیات مشروط کے قابضین کو
 گرواب فحاکت سے بچالیا۔ اس مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے انھوں نے

انتقال جائیداد کے قیود

کو پانچ اثربانے کے طریقے

اور طمانیت

رسم و رواج موجودہ سے کام لیا۔ ملک میں قدیم سے عادت تھی کہ اگر شے بیع کی نسبت
 بائع کا قبضہ معرض بحث میں ہو تو بیع نامے میں اس کی نسبت ایک شرط طمانیت درج
 ہوتی تھی جس کے سبب سے بائع کا فرض تھا کہ وہ بصورت نزاع یا تو مشتری کی حقیقت کو
 مستقل بنا دے یا اگر شے بیعہ اُس سے لے لی جائے تو اُس کے نقصان کی تلافی کرے۔
 اس طرح سے زمین کے عطا کرنے والے پر لازم تھا کہ معطلی لہ اور اس کے وراثت حقیقت
 کی شخص ثالث کے مقابل میں حفاظت کرے۔ اچھا تو اب جاگیر منقطع کا معطلی لہ اس کا

مالک تاحین حیات بن گیا تھا اس لئے اگر وہ اپنی زندگی میں اس کو منتقل کرنا چاہتا تو اسکو کوئی روک نہیں سکتا تھا مگر اس کی وفات پر اس کا وارث منتقل الیہ سے ان زمینات کو واپس لے سکتا تھا علاوہ بریں وارث کو بھی اپنا حق از روئے قانون ثابت کرنا لازم تھا اس لئے اگر منتقل کنندہ دستاویز انتقال میں اس قسم کی کوئی شرط قبول کریتا کہ میں ادیرے ورنہ معطل رہ جدید کے حق حفاظت کریں گے تو پھر اس کی موت پر وہی شخص جو اپنے مورث کی عطا کو ناجائز ثابت کرنے والا ہوتا منتقل الیہ کے حق کی حیانت کرنے کے لئے مجبور ہو جاتا تھا اور اگر وہ کسی طرح جائداد منتقل شدہ سے بیدخل ہو جاتا تو اس کا فرض تھا کہ اس کا معاوضہ بصورت زمین یا روپیہ ادا کرے۔ ان حالات کے نظر کرتے منتقل کنندہ کے وارث کے لئے مناسب تھا کہ دعویٰ سے دست بردار ہو جائے اس لئے اصل معطلہ کو موقع حاصل تھا کہ دوسرے کی زمین کو اپنی زمین سے بہتر حقیقت کی زمین بنا دے اور پندرہویں صدی میں عطائے منقطع کو توڑنے یعنی انتقال ارضی کو قانون کی سختیوں سے بچانے کی تدبیر نکل آئی۔ یہ طریقہ جو "افرضی دعویٰ و غلیابی" کے نام سے مشہور ہے نہایت پُرینچ و دقیق تھا لہذا اس کو اختصاراً بیان کیا جاتا ہے عطائے منقطع کا مالک تاحین حیات (الف) اپنے کسی دوست (ب) کو آمادہ کرتا کہ وہ (ج) کے مقابل میں اصل مالک ہونے کا دعویٰ کرے۔ ج بذریعہ عدالت الف کو شہادت ادا کرنے کے لئے طلب کرتا کہ اس نے الف سے زمین تنازعہ خریدی اور الف بھی اسی طرح د کو عدالت میں بلواتا کہ وہ اس کے حق کی حفاظت کرے کیونکہ اس نے د سے زمین مذکور خریدی تھی (مگر یہ بات سچ نہوتی) د عدالت میں اس بات کی تصدیق تو کرتا لیکن اس کے ساتھ ہی عدالت سے درخواست کرتا کہ اس کو الف سے بیرون عدالت مشورہ کرنے کی اجازت دیجائے اجازت پانے کے بعد دونوں باہر چلے جاتے لیکن وغائب ہو جاتا اور از بسکہ اس کی حیثیت اصل مدعی الیہ کی ہوتی اسلئے اس کی عدم پیروی میں مقدمہ اس کے خلاف فیصل ہو کر ب کو استقرار حق اور قبضے کی ڈگری مل جاتی اور عطائے منقطع اس کی ملک مطلق یعنی دائمی ہو جاتی۔ اس کا ردائی کے بعد عطائے منقطع اور اس رقم کا جمعہ عدالت نے بطور اوصالت الف سے ب کو دلائی ہو الف یعنی مالک حیات کو واپس کرنا نہ کرنا ب کا فعل اختیار ہی تھا اور ان دونوں کے معاملے

فرضی دعویٰ
غلیابی

کوئی تیسرا شخص دخل دے نہیں سکتا تھا۔ اوپر بیان ہوا ہے کہ رسم قدیمہ کی بنا پر معطلی کا فرض تھا کہ بیدخل شدہ معطلی لہ کو زمین کا معاوضہ ادا کرے اس بنا پر مالک حین حیات کے ورثاء (فرضی معطلی) سے معاوضہ زمین پانے کے مستحق تھے اور وہ معاوضہ دینے کے لئے پابند بھی کرایا جاسکتا تھا اسی واسطے اس سنگین ذمہ داری سے بچنے کے لئے فرضی معطلی کا کام تھیں۔ اس تماشے میں نقیب عدالت جو عموماً مفلس آدمی ہوتا تھا اور جس کے ہاں زمین نہیں رہتی تھی انجام دینے لگا اور اسی سبب سے اس کے مقابل میں کسی کو معاوضہ زمین پانیکا دعویٰ کرنے کی جرأت نہیں تھی بلکہ اسکو فرضی شہادت کے ادا کرنے اور مصنوعی طور پر تصدیق کرنے کے صلے میں اہل مقدمات سے مفت روپیہ ملتا تھا چنانچہ بلیک اسٹون (Black stone) کے زمانے میں ہر ایک فرضی دعویٰ و خلیابی کے مقدمے میں اس کو چار نیس (جو اندون چار آٹون کے مساوی ہوتے ہیں) ملا کرتے تھے اور یہ باوجود اس پر کورٹ آف کامن پلینر (عدالت دیوانی (Court of Common please) کے حقارت آمیز عتاب اور بادشاہ کے من مانے جرمائے عائد کرنے کے نہایت خوشحالی اور مسرت میں بسر کرتا تھا۔ ہر چند بتدلیس ب کو جائداد منتقلہ کی نسبت باایمان متدین بتنے کی از روئے قانون کوئی ضرورت نہ تھی لیکن پندرھویں صدی کے نصف آخر میں چالشلر یعنی عدالت ایکویٹی (نصفت) کے میر مجلس کے حکم کی بنا پر اس کو ان شرائط کی پابندی کرنا لازم ہو گیا جو مالک حین حیات اور اس کے مابین قبل ادخال نالش در پردہ طے پایا کرتے تھے۔

اگرچہ ۱۸۳۳ء کے ایک قانون کی رو سے وہ خلیابی فرضی، کا طریقہ منسوخ ہو گیا اور عطائے منقطع کا معطلی لہ عدالت چانسلری میں اپنی دستاویز کو رجسٹری کرانے سے وہ خود آپ کو یا کسی دوسرے کو جائداد مذکور کا مالک مطلق بنا سکتا ہے لیکن انتقال جائداد کے ایک پیچیدہ اور گنجلک کارروائی کے ذریعے سے جو تملیک از وادی (تملیک از وادی) (Marriage Settlement) کہلاتی ہے اور جس کی تکمیل سترھویں صدی کے آخر نصف حصے میں ہوئی معطلی اور واہب کے لئے ابھی تک ممکن ہے کہ وہ عطیہ یا جائداد موہوبہ کو سب سے اخیر مالک حین حیات کے وارث کے بلوغ کو پہنچنے تک ناقابل انتقال بنائے۔

(۳) منفعت

بڑے زمینداروں نے اپنے علاقوں کو محفوظ رکھنے اور قانون کی ذمہ داریوں سے بچانے کی غرض سے ایک تیسری ترکیب مسمیٰ بمنفعت نکالی اور اس طریقے کو استحکام ہو جانے سے جائداد کے لئے دوسری ملکیت کا رواج ہو گیا۔ موصی اپنی زمین کو بذریعہ وصیت کسی ایک شخص کو بخشا اور اس سے درخواست کرتا کہ اسکی تحصیل سے ایک تیسرے شخص (مالک منفعتی) یا موصی (دار) اور اس کے ورثا کو منتفع ہونے سے اوائل میں تو مالک منفعتی کا حق بالکل مالک جائداد قانونی دامت دار کی ایمانداری و راست بازی کا محتاج تھا اور اس قسم کی حفاظت اس کے لئے ہرگز تشفی بخش نہیں تھی لیکن اختیارات نصفی کی ترقی کے ساتھ عدالت چانسرری نے اس کو قانونی مدد دینی شروع کی اور مالک جائداد قانونی دامت دار مجبور کیا جانے لگا کہ مالک منفعتی کے جائز خواہشوں کی تعمیل کرے۔ انیسویں صدی کے قانوں کو قائم کر کے لوگ قانون دست مردہ کے اثر سے زمینات عطا کو بچاتے تھے اسلئے قانون مصدّرہ ۱۸۳۳ء کے ذریعے سے دمنفعتوں کا قائم کرنا روک دیا گیا حالانکہ ۱۸۳۳ء کے ایک قانون نافذہ کے سبب سے داین یا معطی کو قریب دینے کی غرض سے زمین کا منتقل کرنا ممنوع قرار پایا گیا تھا۔ برائیں ہم مالکوں میں انزورے قانون و نصفت امتیاز ہو جانے سے امیر معطی کے رسوم وصول کرنے میں سخت ہرج واقع ہوتا تھا اور مالک منفعتی کی شان نہایت مشتبہ اور ناقابل تشفی سمجھی جاتی تھی اور مالک جائداد قانونی ہی کو تنہا زمین مذکورہ کے متعلق سب خدمات بجالانا پڑتا تھا۔ اس بد قسمت بیچارے کو عیش کرنے اور مزہ اڑانے کا اس طرح موقع ہی نہ ملتا تھا جس طرح کہ مالکان اراضی کی بسر ہوتی تھی۔ اس خرابی کی اصلاح صرف اس طرح ہو سکتی تھی کہ مثل امانت دار کے مالک منفعتی کی بھی حیثیت کو قانون کی نظروں میں قائم کر دیا جاتا۔ چنانچہ ۱۸۳۳ء کے ایک قانون کی رو سے پہلے شخص کو دوسرے شخص کی رضامندی حاصل کر کے بغیر انتقال ارض کی اجازت مل گئی اور اس کے پانچ سال کے بعد سے امیر معطی کا مالک منفعتی کے وارث پر حق ولایت قائم ہو گیا۔ اور قانون منفعت و وصیت ۱۸۳۳ء نے تو صاف لفظوں میں مالک منفعتی کو مالک جائداد قانونی میں تبدیل کر دیا اور اسکو جملہ جاگیر کی خدمات و رسوم کی ادائیگی کے لئے امیر کے نزدیک ذمہ دار بنا دیا۔ اب نزاعات ارضی میں فریق کو کامیاب ہونے کے لئے آپ کو مالک جائداد قانونی

ثابت کرنے کی ضرورت نہیں رہی حالانکہ اس کے پہلے قانون غیر موضوعہ کی عدالتیں اُس کے سوائے کسی دوسرے کی حقیقت کو تسلیم ہی نہیں کرتی تھیں۔ اس قانون کے نفاذ سے ایک فائدہ صریح تو یہ ہوا کہ لوگوں نے زمین اور حقوق متعلقہ زمین کو بذریعہ وصیت منتقل کرنا ترک کر دیا اور مورث کی وفات کے بعد زمین کا منتقل ہونا متروک ہو گیا۔ اس مقام پر بھی قانون دان حضرات کی امداد کے بغیر کام نہ چل سکا اور انہی کی بدولت ان لوگوں کی گلو خلاصی کی سبیل نکل آئی جو وصیت کرنے سے مجبور کر دیے گئے تھے۔ جو «امانت» کہ قانون جدید میں رائج ہے اس میں ادب پرانی طرز کی منفعت میں کوئی فرق نہیں ہے گویا کہ صرف نام کی تبدیلی ہوئی ہے پھر بھی ۱۷۳۵ء کے قانون سے مالکان ارضی کے اختیارات وصیت کو جو روکا گیا تھا تمام ملک ناراض ہو گیا تھا اس لیے ۱۷۳۵ء میں قانون وصایا جاری ہو کر ان مالکان مطلق کو جن کی معاش فوجی خدمت کے لیے دی گئی تھی اجازت مل گئی کہ انعام خدمت فوجی سے دولت مند بذریعہ وصیت منتقل کریں اور جن کی زمینات بغرض زراعت عطا ہوئی تھیں وہ پورے انعام کی وصیت کرنے کے مجاز تھے لیکن عطیہ خدمت فوجی کی منسوخی کے وقت سے ہر ایک قسم کی جائداد کو اُس کا مالک مطلق بذریعہ وصیت منتقل کرنے کا مختار ہو گیا اور

جاگیرِ عدالت

ہر ایک مینسٹر میں امیر کے مکان سے متصل ایک دالان (بڑا کمرہ) رہتا جس میں امیر کی عدالت کا اجلاس ہوتا تھا فتح کے پہلے صرف مخصوص امرا کو علالت کے ساتھ اختیارات عدالت بھی عطا ہوتے تھے اور جو امرا ان اختیارات سے محروم تھے وہ اپنے جاگیر کی حویلی کے ٹال میں علالت کے انتظام زراعتی کی نسبت قواعد و ضوابط مرتب کرنے کی غرض سے مزارعین کی مجالس منعقد کیا کرتے تھے۔ چودھویں صدی تک تو ہر ایک جاگیر کو ممتاز بنانے والی اس کی عدالت سمجھی جانے لگی لیکن بعض جاگیردار اس قدر چھوٹے اور ان کے مزارعین صرف غلامان زراعتی تھے کہ ان کے امرا کو عدالت کے قائم کرنے میں بہت دشواری ہوتی تھی۔ بعض جاگیردار اس قدر

بڑے تھے کہ ہر ایک امیر کے نہایت وسیع عدالتی اختیارات تھے اور ان کے حدود راضی بھی اس سے قدر وسیع رقبے پر مشتمل تھے۔ جاگیرداروں کی بنائے کے دو سبب ہیں۔ (۱) تعلق جاگیرداروں کو سان اور (۲) عقیات سلطانی کے ساتھ وسیع اختیارات عدالت کا بادشاہ کی جانب سے دیا جانا۔ ان دونوں قسموں کی عدالتوں کا بعد میں ذکر آئیگا تاہم اس مقام پر اس امر کی طرف اشارہ کر دینا ضروری ہے کہ اعلیٰ جاگیرداروں کی عدالتوں کو مذہبی حکومت کا ساعظمت و وقار حاصل نہ رہنے سے برطانیہ میں ادنیٰ جاگیرداروں کی خانگی عدالتوں کا وجود ہوا۔ پہنری دوم اور اس کے ورثانے بارہا امر کر کے عام جاگیری فیصلوں کی ناراضی سے قومی یا شاہی عدالتوں میں راست مراجعہ داخل کرنے کا طریقہ قائم کیا اور امیر بالادست کی عدالت میں رجوع ہونے کی ممانعت کر دی۔

جاگیر

مینر (Manor) کے نام سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لفظ اصلاً تدریس ہے مگر جس علاقے یا جائیداد پر اطلاق ہوتا ہے اُس کا برطانیہ میں فتح کے بہت پہلے سے رواج تھا اور کتاب بند و بست کے نام میں مولفین کو خود کے بنا کردہ سابق کے خیالات اور جاگیردارانہ طرز کی معاشرت کے سبب سے مغالطہ ہوا اس لئے انھوں نے فرض کر لیا کہ فتح نام میں ہی انگلستان کے ہر ایک حصے میں مینر کی بنیاد ملی۔ یہی سبب ہے کہ علامہ میٹ لینڈ مینر مندرجہ کتاب بند و بست کی اس طرح تعریف کرتا ہے کہ وہ ایک ایسا مقام سکونت تھا جس سے شاہی محصول وصول کیا جاتا تھا۔ اور اس مقام کے بڑے یا چھوٹے ہونے کا کوئی لحاظ نہیں تھا مگر روٹ صاحب کا دعوے ہے کہ یہ محصول درحقیقت ہر ایک تعلقہ (ہینڈریڈ - Hundred) سے وصول ہوتا تھا اور ایک مصنوعی پیمانہ راضی (ہائیڈ - Hide) کے لحاظ سے جس کا ذکر سابق میں ہو چکا ہے تعلقے کے سبب قریوں پر حصہ رسد ہی تقسیم ہوتا تھا۔ ہر ایک موضع بلا لحاظ قریہ محصول مذکور ادا کرنے والا منفرد جزو تھا اور مالی حیثیت کے لحاظ سے اُس کی زمین پانچ ہائیڈ فرض کر لی جاتی تھی۔ اس خیال کی تائید کرتے ہوئے علامہ ولوکر آف مینر مندرجہ کتاب بند و بست کی ان الفاظ میں تعریف کرتا ہے۔ «ایسی جائیداد یا علاقہ»

جس کو بلحاظ قبضہ اور نظم و نسق ملک کا ایک ناقابل تقسیم حصہ ملک سمجھنا چاہئے، "نظم و نسق" بھی اسی قدر کثیر معنوں پر حاوی ہے جس طرح "لاٹیرا" (Terra) ("زمین") کے متعدد مفہوم ہیں۔ علامہ موصوف نے ان علاقوں کی ان کے مختصات کی بنا پر پانچ قسمیں مقرر کی ہیں:-

پہلی قسم کے وہ جاگیرات تھے جن سے ملک کی تمدنی حالت کا پتہ ملتا ہے۔ ان جاگیرات مندرجہ ایسے جاگیروں میں امیر کے مکان کے اطراف مزارعین (اسامیوں) کے زمینات کتاب بند و بست ہوتے تھے زرنگان کی ادائی اور اپنے کھیتوں کا کام کر کے اسامی اپنے امیر کی امداد کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کی جاگیر رومی و قلدی گاؤں کی اصل یادگار تھی۔ دوسری قسم کی جاگیر وہ تھی جو نظم و نسق کی ضرورت سے قائم ہوتی تھی اور اُس کی آبادی زیادہ ہو کہ کم احرار پر مبنی تھی۔ جاگیردار اور اس کی رعیت کے رشتہ اتحاد کا باعث زیادہ تر رسم جواری تھی یعنی جاگیردار رعایا کی حفاظت کرتا اور رعایا اس کو خراج ادا کرتی اور خدمت بجا لاتی تھی۔ جاگیردار کا خانگی کھیت اکثر اس طرح کا ہوتا تھا جیسے کسی تاجر یا صنعت کے حساب و کتاب اور لین دین کا کمرہ یا مکان ہوتا ہے۔ تیسری قسم جاگیر کی وہ تھی جس کو وسیع زراعت کا مرکز کہنا مناسب ہے حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے علاقے اصل میں ایسے تعلقے تھے جن کے اکثر حصوں پر ارقاب قبض ہو گئے تھے اور انکی خانگی عدالتیں تھیں۔ ایسی جاگیر میں جاگیردار کھیت بھی ہوتا لیکن اس کی بے زیادہ ممتاز شان کے دو سبب تھے ایک تو بادشاہ سے بذریعہ سند خاص عدالتی اختیارات کا عطا ہونا اور دوسرا محصول فیورم کو بادشاہ کو ادا کرنے کے بجائے خود وصول کرنا۔ چوتھی قسم شاہی جاگیرات کی تھی۔ ان جاگیروں میں ان سب خصوصیات کے سواے جن کا ابھی ذکر ہوا ہے بعض مخصوص باتیں تھیں اس قسم کے میٹروں میں شاذ و نادر ہی خانگی کھیت ہوتے تھے اور عموماً مزارعین کے متعلقہ مطلب شراط پر ان کو زمینات دئے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ جو میٹروں کہ ایڈورڈ تیسرے کے زمانے سے قدیم سیریات شاہی کے طور پر چلے آ رہے تھے ان کے مزارعین کو معمولی محصول کی ادائی سے معافی تھی اور از بسکہ ان مزارعین سے کثیر مقدار میں غلہ پادشاہ کی سربراہی کی غرض سے بطور زرنگان وصول کیا جاتا تھا اس لئے یہ لوگ

محصول راہداری کی ادائی اور عدالت ضلع و قلعہ کی حاضری سے مستثنیٰ تھے اور انہی رعایتوں کے سبب سے دوسروں کو ان کے زراعتی امور میں مداخلت کرنے کی جرأت نہیں تھی۔ سب سے اخیر اور پانچویں قسم کے چھوٹے علاقے جن کا کتاب بند دبست میں نوکر ہے احرار اور مزارعین کے مینز جاگیر (تھے ان کی کاشت ان کے مالک کرتے یا ایک دوزری غلاموں کو اپنے ساتھ شریک کر کے اور اس کے عوض زمین کا کچھ حصہ انہی ذاتی اغراض کے لئے ان کو دیتے تھے ۶

فتح کے بعد ان چھوٹے زمینداروں کے علاقے جن کا شمار اس کے پہلے صرف معدلت و انتظام کی غرض سے اور سرکاری تقسیم ملک کے لحاظ سے ضلع اور قلعہ میں ہوتا تھا اکثر بڑے جاگیرداروں میں شامل کر دیئے گئے اور جب یہ چھوٹے زمیندار کسی بڑے امیر کے عدالتی اختیارات کے ماتحت ہو گئے تو امور تمدن میں بھی لازماً وہ اس کے زیر دست بن گئے۔ اس لئے متقدمین کو اس بات کے باور کرنے میں غلطی ہوئی کہ جو زمینات رسم کی بنا پر انعام و بجاتی تھیں اور ان کے ذمے زراعتی خدمات کا بجالانا قرار پاتا تھا وہ یقیناً غلامان زرعی کو عطا ہوئی تھیں اور سیکسن قوم کے بڑے مالکان اراضی نے تو اپنی زمینوں کو اس قسم کے بار سے رہا کر لیا لیکن ادنیٰ درجے کے زمیندار تو بالکل اپنے امرا کے چنگل میں تھے۔ کسچیکر دھکڑہ مال کی رپورٹ سے واضح ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ حق تو ریٹ سے محروم کر دیئے گئے تھے جس کے سبب سے متوفی کسان کی زمین کی اس کی اولاد وارث نہیں ہو سکتی تھی اور اس لئے ان پر غلامی کی ٹہر لگا دی گئی تھی۔ کتاب بند دبست سے بھی احرار کے جماعتوں کی سرعت سے شے کی تصلیق ہوتی ہے اور اسی باعث قرون وسطیٰ کی جاگیر مملوٹ کا وجود ہوا اس زمانے کی اکثر جاگیریں اصل میں سیکسن موامعات تھے جن کا طرز انتظام جدید تھا یعنی قییم پائے پر نظام جاگیر کی طرز کی جدید عمارت بنائی گئی تھی اور ذرا سے غور سے ان امور کا پتہ چل سکتا ہے ابھی تک اس نئی طرز کی جاگیر سے امیر کی غیر موجودگی میں اس کے نائبین کی حیثیت سے عدالت ضلع اور قلعہ کو جیسا کہ سیکسن قبضے سے روانہ کرنیکا دستور تھا منتظم قصبہ (Reeve) اور چار دوسرے آدمیوں کو شریک ہونے کے لئے بھیجنے کا طریقہ تھا ۷

اوسط درجے کی جاگیر کی رعیت کچھ تو آزاد مالکان زمین اور کچھ غلامان زراعتی پر مبنی تھی مگر بہ اکثر جاگیروں کی رعایا کی بھی دو قسمیں تھیں لیکن ہر ایک جاگیر میں ایسا ہی ہونا لازم نہ تھا۔ بعض جاگیروں میں ان دونوں میں سے صرف ایک قسم کی رعیت پائی جاتی تھی کبھی آزاد مالکان باراضی کا جاگیر دار حکومت پسند امیر ہوتا تھا مگر اس طرح کے امرا نمودہ جاگیر سیکسنوں کے زمانے میں زیادہ تھے ان کے بعد یہ طریقہ مسدود ہو گیا۔ معمولی جاگیروں کے لیے زرعی غلاموں کا ہونا لازم تھا اس لیے کہ وہ جاگیر دار کے ذاتی کھیت اور سیری کی کاشت کرتے تھے سیریات کی مزارعین کے اراضی کے مانند غیر محصور پٹیاں ہوتی تھیں (۱) سیری جو کل موضع میں منتشر طور پر واقع ہوتی۔ سیری (ڈیمین) کا وسیع تر مفہوم میں یعنی جن محلوں میں کہ اس لفظ کو عہدہ دار ان شاہی استعمال کرتے تھے زرعی غلاموں کے اراضی (کھیت) زرعی بھی شامل ہیں مگر آزاد مزارعین کے زمینات اس سے خارج ہیں (۲) زمین سیری اور کل علاقہ جاگیر کا انتظام ایسے عہدہ داروں سے متعلق تھا جن کے فرائض (عہدہ داروں) معین ہوتے تھے۔ ریف (منتظم) (Reeve) جس کو پریمی پائٹیس Prepositus ملا زمان جاگیر بھی کہتے تھے عموماً طبقہ مزارعین سے مقرر کیا جاتا تھا اور اس کو رعایا منتخب کرتی تھی۔ ریف (منتظم) اس کا کام تھا کہ کسانوں کو زراعت کے متعلق تفصیلی ہدایات دے اور زرعی غلاموں کے کام کی نگرانی کرے اور ان کو مستعد بنائے۔ ہر چند کہ ریف جاگیر دار کی اغراض کی حفاظت کرتا لیکن اصل میں وہ ان غلاموں اور جاگیر دار کے درمیان ایک واسطہ تھا اور رواج مقامی سے واقف ہوتا اس لیے کہ رسم و رواج کے ذریعے سے ہی عموماً ان غلاموں سے محنت لینے کی حد و مقدار کا صحیح اندازہ ہو سکتا تھا چونکہ اس زمانے میں رسوم تحریر میں تولائے نہیں گئے تھے اس لیے ان کا علم سینہ بسینہ چلا آتا تھا جس کو ہر ایک جاگیر کے پرانے کسانوں کی زبان سے چال کرنا پڑتا تھا۔ ریف کے سوا کے بلیف دوسرے عہدہ دار بلیف یا بیڈل ناظر (Beadle or Bailiff) تھا اور یہ (۳) زمانہ تحصیلدار جاگیر کا متوطن نہیں بلکہ کسی دوسرے مقام سے بلایا جاتا تھا اور اس کو جاگیر دار خود مقرر کرتا تھا اس کا کام تھا کہ مختلف قسم کے رقوم اور زر تحصیل وصول کرے اور پیداوار جاگیر کو اس کے قریب کے بازار میں فروخت کرتے اور زمین سیر کے لیے بولشی خریدنے کا بھی یہی شخص ذمہ دار تھا۔ کسی بڑے امیر کے جملہ جاگیرات کی نگرانی

اسٹورڈ ایک مخصوص عہدہ دار اسٹورڈ (مہتمم) - (Steward) کرتا تھا۔ جاگیرت کی عام نگرانی اور انتظام اور جاگیر کی عدالتوں کی خدمت قضا کی انجام دہی اس کے فرائض تھے یہی نہیں بلکہ اعزازی علاقوں کی عدالتوں کا قاضی بھی اسٹورڈ ہوتا تھا۔

زرعی غلامی

جاگیر کی نظم حکومت کی تاریخ میں غیر آزاد کسانوں کی اصلیت کا مسئلہ نہایت پیچیدہ ہے۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ سیکسن دور کے کی آرل رسمی حق کی بنا پر آزاد آدمی اور اپنی زمین کا آزاد مالک سمجھا جاتا تھا یا یوں سمجھنا چاہیے کہ رواج کے سبب سے اس کو زمین عطا ہوتی تھی اور وہ آزاد زمیندار تھا۔ مگر اسی دور میں ہم کو معلوم ہے کہ تھیبو کو اس کا مالک اپنا مال منقولہ تصور کرتا تھا اور فتح کے بعد مزارعین قسم دوم موقوف ہو گئے اور پہلی قسم کے معطلی لہم کی کثیر تعداد غیر آزاد کسان یعنی غلامان زرعی بنائی گئی۔ کتاب بند و بست میں اس بات کا آسانی سے پتہ نہیں ملتا کہ غلامان زرعی اور اہل دیہات کو کیوں کر غیر آزاد مزارعین میں تبدیل کیا گیا اور نہ نارمنوں کے سرکاری تحریرات سے ان کی حقیقت حال معلوم ہو سکتی ہے۔ بریں ہم کتاب مذکور کی تالیف کے سوبرس بعد جبکہ ادب قانونی اور شاہی طلب ناموں کی ترقی و ترویج ہوئی تو اس وقت زرعی غلاموں کی نسبت معلومات کے ذخیرے میں اضافہ ہوا اگر قانون دان اصحاب کے عجیب و غریب نظریات قانونی اور ان اصلی واقعات کے اختلاف سے جو جاگیر پر مسئلہ میں پائے جاتے ہیں مورخ کی پریشانی اور بھی زیادہ ہوتی ہے۔

پہلے تو قانون دان لوگوں نے زرعی غلاموں کی دو قسمیں مقرر کیں پہلی نوعیت کے غلام ولیننس ریکارڈینٹ (Villains regardant) زمین سے جکڑے ہوئے یعنی زمین کے لمحات متصور ہوتے تھے اور دوسری قسم کے غلاموں کا تعلق امیر (جاگیردار) کی ذات سے تھا۔ بالفاظ دیگر پہلا غلام ایسا آزاد شخص تھا جسکی زمین اس سے چھین لی گئی تھی اور دوسرا غلام گویا کہ قدیم تھیبوز (غلامان ملوک) کی یادگار یعنی ان کی اولاد سے تھا۔ محققین کے نزدیک یہ فرق بے بنیاد اور خلاف واقع ثابت ہو چکا ہے۔ بلکہ اصل میں ان دونوں اصطلاحوں کا ایک ہی غلام پر

زرعی غلاموں کی
نسبت نظرئے
قانونی

دو مختلف صورتوں میں اطلاق ہوتا تھا مثلاً اگر کسی جاگیر دار کو اپنے کھیت موسومہ بلیک ایگر کی ب سے زرعی خدمت لینا منظور ہوتی تو وہ ب کے مقابل ثابت کرتا کہ اس کا تعلق بلیک ایگر کی کاشت کے ساتھ ہے یعنی وہ غلام زرعی بطور ملحق بلیک ایگر ہے اور کبھی یہی جاگیر دار اپنے حق مالکانہ یا آقاانہ کو بمقابل ب ثابت کرنا چاہتا تو اس وقت اس امر کا ثبوت پیش کرتا کہ ب کا اس کے کسی ایک جاگیر سے تعلق ہے بہر حال جاگیر کو اس لیے ثبوت کا ذریعہ یا وثیقہ بنایا جاتا تھا کہ امیر کا حق غلام پر قائم ہو جائے مگر مطلق غلام زرعی کے خلاف ان امور کے ثابت کرنے کی ضرورت نہ تھی اور نہ اس کے ایسے شرائط اہلیت تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ چودھویں صدی کے طرز و عوئے و جواب دعوئے کے لحاظ سے ان اصطلاحات کا وجود ہوا اور مختصر یہ کہ ان سے غلامان زرعی کی نوعیت پر کسی قسم کی روشنی نہیں پڑتی؛

ازبکہ قانون کی نظر میں غلام زرعی اپنے امیر کا مال منقولہ تھا اس لیے اگر وہ ہاتھ پیر کا درست ہوتا تو اس کا آقا اس کو کسی دوسرے امیر کے ہاتھ فروخت یا اپنے کسی ایک جاگیر سے دوسری جاگیر میں منتقل کر سکتا تھا ایسا ہی اس کو اختیار تھا کہ غلام زرعی کو اس کے پورے کھیت یا اس کے کسی حصے سے محروم و بیدخل کر دے۔ اپنی محنت سے غلام زرعی جو کچھ مال و منال پیدا کرتا وہ اس کے مالک کی ملک سمجھا جاتا تھا کیونکہ قانون میں اس کی کچھ شان نہ تھی پھر وہ کیونکر ان چیزوں کا مالک ہو سکتا تھا اسی طرح اس کی موت پر امیر اس کا وارث ہوتا۔ ان کسانوں کی اس قدر بیکی اور بے بسی میں بسبر ہوتی کہ شاہی عدالت کا دروازہ بھی ان کے لیے نہ کھل سکتا تھا۔ اگر کبھی بہ نظر عدالت امیر سے اس کے مظالم کی پریشانی ہوتی تو امیر کا اتنا جواب کہ مستغنیات میرا غلام زرعی ہے عدالت کو ساکت کر دیتا تھا اگر امیر اپنے غلام زرعی کی زمین یا اس کا سامان یعنی آلات زراعت ضبط کر لیتا یا اس کی محنت و مشقت میں ناجائز اور غیر ضروری اضافہ کرتا تو غلام کا کوئی فریاد رس نہیں تھا اس لیے کہ ہر ایک شخص اپنی چیز کو جس طرح چاہے استعمال کرنے کا مجاز ہے دوسرے کو دخل دینے کی گنجائش ہی نہیں۔ غلام زرعی تو جاگیر دار کی گویا ملک تھا عدالت کیونکر دست اندازی کر سکتی تھی۔ کسی طرح سے بھی زرعی غلام اپنی آزادی نہیں چاہتا تھا؛

جبکہ کوئی شے اس کی ملک ہی نہیں ہو سکتی تھی پھر کس شے کے عوض وہ حریت خرید سکتا تھا۔ وہ تو زمین سے ملحق و ملصق کر دیا گیا تھا اور اسی لئے زمین محققہ سے بغیر امیر کی اجازت کے ہٹ نہیں سکتا تھا۔

کن فریموں سے
غلام زرعی آزاد
ہو سکتا تھا

فقہہ بالا میں غلام زرعی کے ظاہری حالات بیان کیے گئے ہیں لیکن حقیقت حال اس کے برعکس تھی سچ تو یہ ہے کہ زرعی غلام کی مختلف حیثیتیں تھیں۔ خود حضرت وکلاکو اعتراف ہے کہ غلام زرعی کے لئے آزادی حاصل کرنے کے چند غیر صریح اور پیچیدہ ذریعے تھے۔ صریح طریقہ آزادی یہ تھا کہ مالک خط آزادی لکھ دیتا اور علانیہ حقکار کے سامنے اجازت دیتا تھا کہ غلام زرعی مثل شخص آزاد کے نیزہ و شمشیر باندھے لیکن غلام کو آزاد کر نیچے چند معنوی اور غیر صریح طریقے بھی تھے مثلاً ایک سال اور ایک دن تک اگر غلام کسی سند یافتہ شہر یا کسی جاگیر سلطانی میں رہتا تو آزاد ہو جاتا تھا۔ اس کے سوائے بریکٹن (Brackton) کے زمانے میں اگر مالک اپنے غلام فراری کو اس کی فرار کے چار روز کے اندر دوبارہ گرفتار نہ کرتا تو غلام کو آزادی مل جاتی تھی اور اگر یہ مفروضہ غلام ایک سال اور ایک دن گزرنے کے پہلے اپنی خوشی سے اپنے کاشتائے کو واپس آ جاتا اور مالک اسکو گرفتار نہ کرتا تو پھر مالک کا حق گرفتاری باقی نہ رہتا تھا۔ اور اگر ایسی حالت میں غلام گرفتار بھی ہو جاتا تو جب تک اسکی غلامی ثابت نہ کی جاتی وہ آزاد متصور ہوتا تھا۔ اب ایسے غلام کو حق تھا کہ اپنی حریت کے لئے شاہی عدالتوں میں رجوع ہو اس چارہ کار قانونی کا سبب عدالتوں میں زیادہ تر وکلا کی موجودگی کو جو زرعی غلاموں کی حالت سے بہت متاسف و افسردہ تھے سمجھنا چاہیئے۔

علاوہ بریں اگر کسی غلام زرعی کو اسکے مالک سے زمین نسلاً بعد نسل عطا ہوتی تو وہ فوراً آزاد ہو جاتا تھا۔ ایسا ہی اگر زرعی غلام کسی کلیسیا میں پناہ گزین ہوتا یا اس سے شجاعت و بہادری ظاہر ہوتی یا اس کو لوگ صادق اور امین سمجھ کر اس سے شہادت طلب کرتے تو اس کو آزادی مل جاتی تھی۔ ہر چند غلام زرعی اپنی حریت آپ خرید نہ سکتا لیکن کوئی تیسرا شخص اس کے مالک کو اسی کا کھایا ہوا روپیہ دیکر اس کو آزاد کر سکتا تھا اور اسی بات سے ثابت ہوتا ہے کہ باوجود قانون اس کے خلاف ہونے کے زرعی غلام مال منتواہ رکھ سکتا تھا جب ہی تو وہ اس مال کو کسی غیر کو دیکر

زرعی غلام کے قیاس
قانونی کے مستحق

اور اس سے اپنے مالک کو اپنی قیمت دلا کر آزاد ہوتا تھا۔ کسی دوسرے امیر سے بطور شخص آزاد زرعی غلام زمین حاصل کر سکتا تھا مگر اس کا مالک اُسکی اس زمین کو ضبط کر لینے کا مجاز تھا اور اس ظلم و زیادتی کے سبب سے اس پر کوئی حرف نہ آتا تھا اور جب تک کہ زمین جدید اس طرح ضبط نہ ہوتی غلام مذکور اس زمین کا آزاد کسان و معطی نہ سمجھا جاتا تھا اور ہر ایک شخص کا بجز اس کے مالک کے فرض تھا کہ اس کے ساتھ مثل احوال مسلوک ہو۔ اگرچہ امیر اپنے غلام زرعی کا اصولاً وارث تو تھا لیکن عمل اس کے خلاف ہوتا تھا یعنی اُس کی فوتی پر اگر اس کا فرزند زمین کے معاوضے میں کوئی قابل قدر شے امیر کو دیتا تو وہ خاموش ہو جاتا اور زمین زرعی غلام کے حقیقی وارث پر بحال ہوتی تھی۔ غلام متوفی کے متروکے سے امیر عموماً سب سے اچھا گھوڑا یا گائے لیتا تھا اور باقی چیزیں اُس کی اولاد کو ملتی تھیں۔ اسی طرح ہر چند غلامان زرعی کو اپنی شے اپنے حسب خواہش بیچنے کی اجازت تو قانون سے تھی لیکن اس پر بہت کم عمل ہوتا تھا۔ تمدنی حیثیت سے دیکھا جائے تو بھی ہر ایک امیر کو غلامان زرعی کے پرداخت کی ضرورت تھی اس لیے کہ جاگیر کی ترقی اور زمین کی شادابی کا دار و مدار انہی کی ذات سے وابستہ تھا آزاد کسانوں یعنی زمینداروں سے امیر اس طرح کی توقع نہیں رکھ سکتا تھا۔ جاگیر دار کے لیے یہ غلام گویا سونے کی چڑیا تھے ان کو ناراض کرنا اور جاگیر سے علیحدہ کرنا ان کے حق میں سم قاتل تھا۔ یہ صبح ہے کہ قانون مطلق ان کی تائید میں نہ تھا اور نہ اس سے ان کی حمایت ہوتی تھی تاہم رسم جاگیر کے ہاتھوں امرامجور تھے اور ان کو رواج کی پابندی ضروری تھی۔ رسم زمانہ کے موافق جس قدر محنت مشقت لینے اور اس کے معاوضے میں ان غلاموں کو زینت دینے کے معاہدے امرامے طے پایا کرتے اور ان کے دلوں پر اپنے قول کا خواہ کتنا ہی کم اثر ہوتا لیکن رواج ملکی کی پابندی کرنا ان کو لازم تھا۔ اس پر کچھ موقوف نہ تھا اگر امیر چاہتا تو خلاف وعدگی بھی کر سکتا اور ایسا کرنے سے اُسے کوئی منع بھی نہ کر سکتا تھا لیکن زرعی غلامی اُس زمانے میں ہوا کرتی تھی جبکہ رسم اور قانون میں کوئی فرق نہ تھا بلکہ دونوں ایک سمجھے جاتے تھے۔ ان غلاموں کے متعلق اس خیال کا ظاہر کر دینا بھی ضرور ہے کہ زرعی غلامی سے رشتہ اتحاد قائم تھا مالک اور غلام نسبتی نظیں ہیں ان سے امیر (جاگیردار) اور اس کے غلام زرعی کا تعلق ورشتہ

ثابت ہوتا ہے۔ زرعی غلام صرف اپنے امیر کے مقابل میں غلام اور دوسروں کے مقابلے میں آزاد تھا اور اگرچہ اس کے مقدمات دیوانی کی سماعت امیر کی عدالت میں ہوتی تھی لیکن فوجداری ناشنوں کے لحاظ سے آزاد اور غلام میں کوئی امتیاز نہیں تھا حتیٰ کہ تیرھویں صدی کے اوائل میں قانون نے دونوں کو مساوی کر دیا۔ ارتکاب جرم کی دونوں کیلئے ایک ہی سزا تجویز ہونے لگی اور دونوں کیلئے دیوانی ناشنوں میں ایک ہی قسم کا چارہ کار قرار فرمایا گیا۔ ایک موقع پر نہیں بلکہ متعدد صورتوں میں قانون نے زرعی غلام کو حکومت جمہوری (Commonwealth) کا مفاد کارکن تسلیم کیا ہے، سند اعظم کی رو سے جس طرح بادشاہ کے لئے غلام زرعی پر نہایت سنگین جرمانہ کرنا ممنوع قرار پایا اسی طرح مالک کے واسطے بھی غلام مذکور کا مال غصب کرنا ناجائز ٹھہرا اس کے بہت پہلے سے رپورٹ محکمہ ال (Dialogs de Seacario) سے ظاہر ہے کہ غلام زرعی کا مال محکمہ مالیہ صرف اسی وقت ضبط کر سکتا تھا جبکہ پہلے اس کے جاگیردار کی زمینات عدم ادائی زر سپر کی سزا میں قرق کر لی گئی ہوں یہ سزا میں کمیونے کنسیس لم مجلس قومی۔ مجلس شورعی (Commune Concilium) کے ارکان نے آپ پر اور اپنے غلامان زراعتی پر محصول کے عائد ہونے کی منظوری دیدی اور اگرچہ ہمیری دوم کا مقصد صرف حرار کو مسلح کرنا تھا لیکن اس میں اسایز آف آرمز (Assize of Arms) کے نفاذ سے زرعی غلاموں کو بھی ہتھیار باندھنے کا حکم دیا گیا۔ ہر چند غلام زرعی بحیثیت قاضی نہ کسی آزاد آدمی کے خلاف فیصلہ صادر کر سکتا اور نہ مقدمات دیوانی کی بحیثیت جوری سماعت کر سکتا تھا تاہم مقامی عدالتوں میں وہ قصبے کی جانب سے نیابت کرتا تھا اور بحیثیت جوری کلاں مجرمین کو چالان کرتا اور محصول عائد کرنے والی یا زر لگان مقرر کرنے والی جوری میں شریک ہوتا تھا۔ اس سے ثابت ہے کہ بادشاہ جب کبھی اس کو اپنے حقوق شاہی کی نسبت ملک کی مرضی و خواہش کمیشن یعنی جوری کے ذریعے سے دریافت کرتی ہوتی وہ کبھی زرعی غلاموں کی شہادت قبول کرنے میں پس پیش نہیں کرتا تھا۔

اس طرح سے گلین ول (Glanvill) سے لیکر بلیک اسٹون (Blackstone) تک تمام ائمہ قانون کو زرعی غلام کی نسبت غلط فہمی ہوئی ہے اصل واقعات بالکل قیاس قانونی کے متضاد ہیں اس اختلاف کا سبب ایک حد تک اس زمانے کا رسم و رواج ہے جس پر زرعی غلام کا مدار تھا اور جس سے قانون غیر موضوع

بالکل نا آشنا تھا مگر اس کی اصل وجہ اس زمانے کے ایک قانون کا برطانیہ کی زرعی غلامی کو روک دینے کے
 ہاں کی غلامی کے سانچے میں ڈھالنے کا رجحان طبع ہے۔ اگر یہ لوگ اس سانچے میں سبکین غلام
 (Theow) کو ڈھالتے تو زیادہ مناسب تھا۔ ہمارے خیال میں ان لوگوں نے اس لیے
 ایسے قیاسات قانونی گھڑ لیے کہ ان کو اس غلامی میں بھی مثل روپیوں کے غلامی کی
 مناسبت، تمیز اور سادگی پیدا کرنی منظور تھی۔ اور ہم جانتے ہیں کہ انگلستان کی غلامی
 ہرگز ایک نوع کی اور سادہ نہیں تھی اور نہ اس کے متعدد اقسام کو عام الفاظ کے
 ذریعے سے بیان کرنا ممکن ہے۔ ہر ایک کٹن جیروں صدی میں گزرا ہے ول سے روپیوں کے
 اس مقولے کا قائل تھا کہ دو انسانوں کی صرف دو قسمیں ہیں احرار یا ملوک، مگر انگلستان
 میں آدمیوں کی اس سہولت کے ساتھ صرف دو فرقوں میں تقسیم نہیں ہوئی تھی اس لیے
 اہل برطانیہ کے واسطے یہ تقسیم اصل نہیں بلکہ مصنوعی تھی۔ جب ہم آگے چل کر زرعی غلام
 کی شان قانونی اور اس کی زمین زرعی سے بحث کریں گے تو معلوم ہوگا کہ غلامی کے لیے
 ان میں سے کسی ایک (شے) کو معیار نہیں قرار دیا جاسکتا۔ اس امر کا ہرگز سراغ
 نہیں ملتا کہ آیا کسان کی شان (قانونی) کے سبب سے یا عطیہ ارضی کی بنا پر وہ غلام
 متصور ہوتا تھا یا آزاد، اس لیے اس بات کا صحیح اندازہ کرنا نہایت دشوار ہے۔
 اس کے علاوہ احرار اور ملوک کے درمیان مزارعین کی ایک کثیر جماعت ایسی
 بھی تھی جس کا صحیح طور پر نہ تو احرار میں ہی اور نہ ملوک میں شمار ہوتا تھا اور اگر اس وقت
 کے حالات میں ذرا سی تبدیلی ہو تو وہ جماعت نہایت آسانی سے احرار یا ملوک کے
 زمرے میں جیسی کہ صورت ہو داخل ہو سکتی ہے۔ چونکہ مختلف قسم کے آدمیوں سے
 ان کم آنے والوں کا فرق نہایت بڑا تھا اس لیے ان کے اور ان کے امراء معطی کے
 تعلقات کے اسباب و اثرات بھی مختلف تھے۔ آزاد سیکسن کی آرل (کسان) کا
 اس کے امیر کے ساتھ کبھی تعلق شخصی ہوتا اور کبھی ان دونوں کے اتحاد و رشتے کی بنا
 عطیہ ارضی و اختیارات عدالت ہوتے تھے۔ ان تعلقات سے کسی ایک تعلق کے
 سبب سے کسان اپنے امیر کا غلام نہیں ہو سکتا تھا لیکن امراء کی جانب کی
 صدارت و حکومت کے سبب سے ان کسانوں کی طبیعت میں ضرور ایک طرح کا
 غلامانہ عجز پیدا ہو گیا تھا۔ امرا کی فکر تھی کہ جس قدر ہو سکے زیادہ تحصیل وصول کریں۔

مزارعین چونکہ مغلوب و محکوم تھے اس لیے انھوں نے امرا کی دست و رازیوں سے مخالفت کرنے میں عجز اختیار کر لیا اور اسی واسطے وہ آزاد مزارعین و زمیندار جن کی اراضی رسم کی بنا پر پشتہا پشت سے چلی آ رہی تھیں نیم آزاد کسان بن گئے ہیں۔ جس طرح امرا کی جانب سے ان کے مختلف علاقوں میں ظلم و تعدی میں کمی و زیادتی ہوتی اسی طرح کسانوں کی غیر آزادی کی مقدار بھی بڑھتی گھٹتی رہتی تھی۔ اس کے سوائے غلام کی آزادی و غیر آزادی پر روایات قدیمہ کا بھی ضرور اثر پڑتا تھا۔

مزارعین جاگیر کے تین زراعتی فرائض تھے۔ (۱) کیفیل یا ٹریبیوٹ (۲) ادائی خراج یعنی زراگان۔ ("Gafol of tribute") (۳) بون ورک

(کارمفت۔ بیگاری۔ "Boon-work") (۳) ویک ورک (ہفتے داری کام)

(Week work)۔ ان میں سے اکثر فرائض کو آزاد اور غیر آزاد دونوں قسم کے کسان

انجام دیتے تھے لیکن بعض فرائض زرعی غلاموں کے لیے مخصوص تھے۔ خراج کی ادائی

چھوٹی چھوٹی رقوم کی ادائی پر مشتمل تھی مثلاً ہر دس پنس کی آمدنی کے لیے ایک پنی امیکو

ادا کرنا اس ادائی کا ماند امیر کے اختیارات عدالت تھے اسی طرح امیر کی نہریں،

کنویں، تالاب اور دریاؤں اور افتادہ زمینوں کی ملک کی بنا پر اس کو ماہی گیری اور

چیمینہ تراشی کے معاوضے میں نقدی سکے ادا کرنا پڑتا تھا۔ غلام زرعی سے نہایت قلیل

مقدار میں کبھی نذرانے بھی لیے جاتے تھے مثلاً مرچٹ (Merchet) وہ نذرانہ تھا

جس کو کسان مذکور اپنی لڑکی کی کتدائی کے وقت ادا کرتا تھا اور دوسرے نذرانے

اس وقت لیے جاتے تھے جبکہ وہ اپنا کھوڑا یا بیل بیچتا یا اپنے کھیت کو بے زراعت

ڈال رکھتا۔ اس کے علاوہ غلام زرعی کو اپنا اناج امیر کی چکی میں پیسنا پڑتا اور روٹی امیر کے

تنویریں پکانی ہوتی تھی اور اس رعایت و اعزاز کے معاوضے میں اس کو کچھ روپیہ امیر کو ادا کرنا

لازم تھا اور زر ملکذاری کے عوض غلام زرعی اپنے خیرے سے اپنا غلہ ادا کرتا تھا۔

بیگاری کے واسطے جو کبھی کبھی لیجائی تھی سال میں بعض موسم و اوقات مقرر تھے

مثلاً بونے اور گاہنے کا زمانہ۔ ہر ایک جاگیر اور ضلع کے رواج کے موافق کام کی

مقدار مقرر ہوتی تھی اور رسم ہی کی بنا پر امیر اپنی بیگاری میں کام کرنے والے مزارعین

و عمال کے اکل و شرب کی قسم و مقدار مقرر کرتا تھا۔ ہفتے داری کام کے واسطے

رنایا سے جاگیر کے فرائض

(۱) خراج

(۲) بیگاری

(۳) ہفتے داری کام

ہفتے میں چند یوم معین تھے جن میں امیر کی زمینوں پر اس کے غلامان زرعی کام کرتے تھے اگرچہ سال کے بارہ مہینے یہ کام ہوتا رہتا لیکن موسم سرما کی بہ نسبت دوسری مہریت کے زمانے میں ہفتے کے کام کرنے کے دنوں میں اضافہ کر دیا جاتا تھا۔ ہل جوتے ناگر چلانے اور بونے پر ہفتہ داری کام مشتمل تھا اسی کام میں نالیوں کے کھودنے اور دلدل کی زمینوں سے بذریعہ بدرو کیچڑ اور پانی کے خارج کرنے اور سڑکوں اور پلوں کی تعمیر اور دفتر جاگیر اور انبار خانے کی ترمیم کا شمول تھا بہر حال جاگیر کے ہر ایک کار متعلقہ کا ہفتہ داری کام میں شمار تھا

لڑکی کی کتہائی کے ضمن میں یا گھوڑا اور بیل کے بیچنے پر امیر کو نذرانہ ادا کرنے یا بحیثیت دناسب جاگیر۔ مالی پیش ملازمت کرنے سے یقیناً کسان آزاد نہیں بلکہ غلام زرعی تصور ہوتا تھا مگر ان اوصاف کو بھی غیر آزاد مزارعین کے لیے صحیح معیار نہیں ٹھہرایا جاسکتا اس لیے کہ اس حالت کو قائم ہوئے زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ مسئلہ زمینداری وقت کی نظر سے دیکھا جائے لگا اور اس میں اور (کسانوں کی) شان (قانونی) میں فرق شروع ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی اس بات سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ جن شرائط اہلیت کے سبب سے کسان غیر آزاد سمجھا جاتا تھا انھی کے سبب سے اسکی زمینداری غلامانہ (غیر آزاد) ہو جاتی تھی اس واسطے غیر آزاد زمینداری کے لیے سب سے زیادہ باوقفت اور صحیح معیار شاہی عدالتوں کا کسان کو امداد دینا یا نہ دینا معلوم ہوتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ غیر آزاد کسان یعنی زرعی غلام کیلئے بصورت بیدخل اپنے امیر کے مقابلے میں کوئی چارہ کار قانونی نہیں تھا مگر اسکے ساتھ ہی یہ امر بھی غور طلب ہے کہ چارہ قانونی کا نہ ہونا غیر آزاد زمینداری (زرعی غلامی) کا نتیجہ تھا نہ کہ سبب اور شاہی عدالتوں کی دست اندازی یا عدم دست اندازی قضا کے اختیار و تفریق پر منحصر تھی۔ اگر قاضی کے نزدیک بیدخل کسان کے فرائض معینہ ثابت ہوتے تو وہ اسکو اس کی زمین پر دخل دلاتا تھا اور اگر وہ غیر معینہ پائے جاتے تو مداخلت کرنے سے انکار کرتا تھا۔ چنانچہ بریکٹن کا مقلد ہے کہ غیر آزاد کسان کی شناخت اس کے روزانہ کام سے اس کی ناواقفی ہے، اسکو معلوم نہیں کہ کل اُسے کیا کرنا ہو گا، مگر جاری مائے میں اس طرح کام کی غیر معینہ حالت کو زرعی غلامی کا معیار بنانا صحیح نہیں ہو سکتا۔ اس لیے

شان غلامی
اور غیر آزاد
زمینداری کی
آزادائشیں

کہ اس کے سبب سے اکثر اس قسم کی زمینداریاں جن کے متعلق غیر معین زر اعلیٰ نہیں ہوں بغیر آزاد قرار پاجاتی ہیں اور یہ اس واسطے کہ امیر اپنی مرضی کے موافق اور موسم دبرف و باراں کے لحاظ سے کام بتلایا کرتا تھا پھر کسان کے لیے کیونکر ممکن تھا کہ پہلے سے وہ کام کی نوعیت اور مقدار کا اندازہ کر سکتا۔ حقیقت حال یہ ہے کہ ہر ایک کسان خواہ وہ آزاد ہو یا غیر آزاد کار مفوضہ کا پہلے سے ہی تھوڑا بہت اندازہ کر لیتا تھا۔ اور بالفرض کسان سے اس طرح کی غلطی بھی ہو کہ اس نے خندق کھودنے کا اندازہ کیا در حالیکہ اس سے اناج بار کرنے کو کہا جائے تو اس سے کیا بچ ہو سکتا ہے اس لیے کہ تمام دن میں کس قدر خندق کھودی جائیگی اس کا اُس کو اندازہ و علم ہو سکتا ہے۔ اور اگرچہ عدالتیں بھی جانتی تھیں کہ کسان اپنے کام کا اس طرح یقین و تعین کر سکتا تھا تاہم اس قیاس کی بنا پر کہ اس کا کام اور محنت غیر معینہ ہے اکثر دخل یا بی کے مقدموں میں وہ فریق متضرر کو غیر آزاد کسان تصور کرتی تھیں تا وقتیکہ اس کے خلاف کسان اپنے کار مفوضہ کو معین و متیقن نہ ثابت کرتا۔ اسی طرح اگر امیر چاہتا کہ کار مقررہ و معینہ سے زیادہ غیر آزاد کسان سے کام لے تو بجز عدالت امیر کے کسی دوسری عدالت میں اس کے لیے چارہ کار نہ تھا بلکہ

انتقال زمین کے طریقے سے بھی آزاد اور غیر آزاد کسان میں امتیاز نہ ہوتا تھا۔ پہلی شکل میں عطا اور سند کے ذریعے سے اور دوسری صورت میں راضی نامہ و قبولیت کی معرفت زمین منتقل ہوتی تھی۔ ابتداء میں زمین کے دعوے میں غیر آزاد کسان کو اپنے حق کے اثبات کے واسطے شہادت تحریری نہیں ہمدست ہو سکتی تھی بلکہ وہ ایسے گواہوں کو پیش کرتا تھا جنہوں نے اس کو زمین پر قابض ہوتے اور امیر کو اسے قبول کرتے ہوئے دیکھا ہو یا جن کو یہ امور یاد ہوں۔ مگر جب سے جاگیر کی عدالتوں کا

نقل واری
کی ابتدا

وجود ہوا اور ان میں امثلہ (دفتر) کے تحفظ کرنے کا انتظام ہوا اس وقت سے جاگیر دار اور اس کے مزارعین کے معاملات (زمین) کو ضبط تحریر میں لانے کا طریقہ نکل آیا اور اسی زمانے سے غیر آزاد کسانوں کی حالت زیادہ محفوظ ہوئی اور جاگیر دار کے لیے کسان کے مقابلے میں معاہدے کی خلاف ورزی کرنا اس قدر آسان نہیں رہا بلکہ اپنے معاہدہ تحریری و تکمیل شدہ سے وہ انحراف ہی نہیں کر سکتا تھا اور وہ شخص جو اس کے

پہلے رسم جاگیر کی بنا پر معطل ریاکسان بنایا جاتا تھا اب دوشیقہ عدالتی کا نقل دار، ہو گیا یعنی اس کے انعام کا اخذ رسم جاگیر ہمیں بلکہ نقل و شیقہ عدالت (جاگیر) ہو گیا۔ اعداب اس کو ہر ایک کے خلاف حتیٰ کہ اس کا امیر معطل ہی کیوں نہ ہو عدالت جاگیر میں ناش کرنے کا حق پیدا ہو گیا پو

جب قدیم شاہی علاقے کی جاگیریں امرا کے ہاتھوں میں چلی گئیں تو وہاں کے غیر آزاد مزارعین کے حقوق کی حفاظت کے دو مخصوص چارہ کار تھے اگر کسی کسان کو بیدخل کرتا تو وہ عدالت شاہی میں اپنے افضل ترا اور قدیم تر حق کے ثابت کرنے کو رجوع ہوتا تھا اور اس غرض کے لیے عدالت موصوفہ سے ناظر عدالت جاگیر کے ہم ایک حکمنامہ بدیں مضمون جاری ہوتا تھا کہ مدعی کے حق کی کما بینگی رسم جاگیر کے مطابق حفاظت و تائید کی جائے۔ دوسرا چارہ کار یہ تھا کہ کسان کی درخواست ہمیشہ ہونے پر ایک حکمنامہ موسومہ مالٹرا اوپرٹ (انھوں نے دکھلایا یعنی ثابت کیا۔ Monstraverunt) جاری ہوتا تھا جس کے سبب سے قدیم شاہی مینسروں کے مزارعین پرانے امرا ان کی خدمتوں میں اضافہ نہیں کر سکتے تھے پو

غیر آزاد مزارعین میں بعض ایسے لوگ بھی تھے جو اپنے امرا کے ایک حد تک تابع فرماں نہیں تھے مثلاً تعلقہ کے ایسے مزارعین جن کے ذمے اپنے اپنے گاؤں کی سکنان تعلقہ نمائندگی تھی اور جو اس حیثیت سے تعلقہ اور ضلع کی عدالتوں میں جوری کا کام انجام دیتے تھے اکثر ان فرائض کی بجا آوری سے مستثنیٰ تھے جن کا بجا لانا زرعی غلاموں کے لئے لازم تھا۔ حالانکہ یہ لوگ بھی اصل میں اسی قسم کے غلام تھے لیکن تذکرہ عدالتوں میں دکھائے قوم کی حیثیت رکھنے سے آزاد کسان محسوب و تصور ہوتے تھے۔ اس کے سوائے زر مالگنداری ادا کرنے والے زراعتی غلام کو آزاد کسان اور آزاد آدمی سے علیحدہ سمجھنا نہایت مشکل تھا۔ اس قسم کے کسان کو مولمین (Molman) خدمت کے کہتے تھے۔ شخصی خدمت کے بجائے روپیہ لینے کے طریقے سے امیر اور کسان دونوں کے لیے سہولت و آرام ہو گیا۔ اب دوسرے شخص کو مہلت مل گئی کہ اپنا تمام وقت اپنے کھیت میں صرف کرے اور مثل سابق سال کا بہترین حصہ مالک کی یہ سہولت گزاری کی ضرورت باقی نہیں رہی اور پہلا شخص بھی زرعی غلاموں اور ادنیٰ درجہ کے آزاد کسانوں کے

فرزند اکبر کے سوا ان کے دوسرے لڑکوں سے اجرت پر محنت لینے کا مجاز نہ ہو گیا۔ علاوہ بریس امیر کو اب یہ موقع بھی مل گیا کہ اپنی سیزمی اور فائدہ زمینوں کو چھوٹے مہلات (قطعات) بنا کر دوسروں کو دے جس کے معاوضے میں وہ بحیثیت رعیت ان کو آباد کریں اور امیر کو اجرت پر مزدور بدست ہوں۔ خدمت کے عوض رقم لینے کے شروع زمانے میں جاگیر دار اکثر معاہدات الرضی میں اس بات کو مشروط کرتے تھے کہ بوقت ضرورت زر مالگذاری کے بجائے وہ خدمت لیا کریں گے۔ لیکن چند ہی روز میں زمین کے معاہدوں سے یہ شرط مفقود ہو گئی اور چونکہ ابتداء سے زر مالگذاری ادا کرنے والا کسان آزاد کسان (زمیندار) متصور ہوتا تھا اس لیے اُن زرعی غلاموں میں جو خدمت کے بجائے زر مالگذاری ادا کرتے تھے اور رسمی مزارعین یعنی نقلداروں میں تیز کرنا ہی ممکن نہ تھا۔

جاگیردارانہ نظم معاشرت کا زوال

چودھویں صدی کے اوائل تک تو برطانیوں کے قریب قریب کل غیر آزاد فرقے آزاد ہو گئے۔ اسی زمانے میں نظام جاگیر کے قوی میں بھی انحطاط آگیا اور اس کا دو بحیثیت نظام معاشرت و تمدن اپنے اقتحام کو پہنچ رہا تھا اس کا خاص سبب ملکہ الی و با تھی جس کو قہر الی بھگنا چاہیے اور جس کی ابتداء بمقام میلکوم رجس (Melcombe Regis) ضلع ڈارسیٹ سے ہوئی۔ یہاں آنے کے پہلے اس نے یورپ کے اکثر ممالک کو فٹنہ کر دیا تھا۔ میلکوم کے بعد ہی انگلستان کے مشرق اور مغربی شہروں پر چھاپا مارا اور ایک سال کے اندر ہی ملک کی نصف سے زیادہ آبادی کا صفایا کر دیا۔ اس بلا نے آسمانی اور مصیبت ناگہانی کا لازمی نتیجہ قومی زندگی کے ہر ایک صنف میں تغیر کا پیدا ہونا تھا۔ اگرچہ اس کی ابتداء بھی اسی طرح منحوس و غم افزا تھی جس طرح اس کا خاتمہ اندوہ انگیز و روح فرسا تھا تاہم یہ امر زیادہ حسرت ناک ہے کہ برطانیوں کی مسرت جوان کو فستوحات فرانس کے باعث حاصل ہوئی تھی مبدل بدغم ہو گئی۔

انگلستان کی تاریخ تمدن پر بلیک ڈیتھ (وبا) (Black death)

کا خاص اثر ہوا ہے۔ بعض مورخین کی رائے میں جیسا کہ گریسن صاحب اور ڈاکٹر اسٹرنز

بلیک ڈیتھ کے اثرات

اس وبا کے اثرات چنداں قابلِ لحاظ نہیں ہیں چنانچہ اسی بنا پر اسکے خیال میں نظام جاگیر کا خاتمہ اس کی اصلی موت کے سبب سے ہوا۔ اس وبا کا کچھ دخل نہیں۔ مگر اکثر موزمین اُن کی رائے سے اختلاف کرتے ہیں اور اگرچہ ان میں بھی وبا کے خاص خاص اثرات کی نسبت آپس میں اختلاف ہے لیکن سب کا اس پر اتفاق ہے کہ وباہی کی بدولت نظام جاگیر کا برطانیہ سے استیصال ہو معلوم ہوتا ہے کہ وبا سے زیادہ تر مرد اور وہ بھی بیچ قوموں کے مرد فوت ہوئے اور عورتیں اور بچے اس میں کم مبتلا ہوئے ہیں۔ جاگیر دفتروں سے پایا جاتا ہے کہ نصف آبادی ذکور وبا سے منحوس کی نذر ہو گئی۔ ظاہر ہے کہ بیچ قوم کے مردوں کی اکثریت ملاکت سے مزدور کمایا ہو گئے اور شرحِ اجرت بڑھ گئی۔ غیر آزاد مزارعین (زرعی غلاموں) نے بھی اپنے امرا کو ہتھی دی کہ اگر ان کی خدمتوں کی ادائیگی کی شکل میں نہ بدلی جائے اور زر مالگنداری کی شرح میں تخفیف نہ ہو تو وہ اپنی اراضی بھی مراکے حوالے کر کے اُن زمینوں سے چلے جائیں گے۔ امرا پر اس وقت دھیری آفت ٹوٹ پڑی تھی ان کو اپنی ہی اراضی مزدوروں کی عدم دستیابی سے دو بھر ہو رہی تھیں اس پر رعایا کی اراضی کی نگرانی و انتظام کاشت اور بھی دشوار ہو گیا۔ چونکہ اُن دنوں مالکان زمین کے ہاں زمین کی اس قدر افراط تھی کہ اُس کا کاشت کرانا ناممکن تھا اور مزدور اجرت بہت طلب کرتے تھے اس لیے یہ لوگ رو سا پر حاوی ہو گئے تھے ۶

اب رو سا کی کیفیت سیٹے۔ اس زمانے کی پارلیمنٹ اہل میں زمینداروں کی مجلس تھی اس لیے وہ مسلسل کوشش کر رہے تھے کہ شرحِ اجرت اور قیمتِ اشیاء کو اعتدال پر لانے اور مزدوروں کو ایک پیرس (حلقہ آبادی) سے دوسری پیرس میں منتقل ہونے سے بذریعہ قانون روکا جائے۔ مگر جیسا کہ لوگ پہلے سے سمجھے ہوئے تھے رو سا کو اُس کے متعلق قانون بنانے میں کامیابی نہیں ہوئی اور ان کی محنت رائیگاں گئی۔ اس لیے اُن لوگوں کی دوسری کوشش یہ ہوئی کہ سابق کے مانند کسانوں سے زر مالگنداری کے بجائے محنت مزدوری اور نظام جاگیر کے زمانے کی خدمتیں لیا کریں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سرمایہ داروں اور محال میں کشیدگی پیدا ہو گئی، فساد برپا ہونے لگا اور عام حیرانی و پریشانی پھیل گئی۔ کسانوں نے اتفاق باہمی پر کھربانہ دہی اور انجمنیں۔ کلب جماعتیں قائم کر دیں۔ اور سب نے ایک دل ہو کر آپس میں جہد و پیمان اور اس بات پر حلف کیا

کیونکہ اجرت کی شرح میں جس کو قانون سے روکا گیا ہے کافی اضافہ نہ ہو وہ اپنی کوشش سے باز نہ آئیں اور جب تک امرائے مذکور سے انتقام نہیں اپنی کمزریں نہ کھولیں گے۔ اس کے بعد ہی اُس فساد کا آغاز ہوا جو تاریخ میں شورش مزارعین بابت سلسلہ ام کے نام سے مشہور ہے۔ بہر حال بلیک ڈیٹھ (دبا کے اثرات قریب ایسے تھے جن کا ففسرہ بالا میں بالاجمال ذکر کیا گیا ہے لیکن اس کے اثرات بعیدہ کی نسبت موضحین میں اختلاف ہے کاربٹ صاحب (Corbett) کی رائے ہے کہ دبا کے سبب سے مزدور مل کی ترقی کچھ مدت کے واسطے رک گئی اور غیر آزاد کسان کی قسمت کا فیصلہ ملتوی ہو گیا وہ سرے گردہ کے خیال میں جس کی سرکردگی ڈاکٹر کنگنگھم (Dr. Cunningham) اور علامہ تھورلڈ راجرس (Thorold Rogers) کرتے ہیں اس وقت کے اسباب کو دبا مذکورہ نے عمل جامہ پہنایا۔ اس گردہ کے خیالات زیادہ تر منطقی دلائل پر مبنی ہیں اُن کا مقولہ ہے کہ دبا ایک دور جدید کی ہراول تھی اس کو برطانوی عمال کے حق میں زمانہ نوزائیں خیال کرنا چاہیئے۔ اس کے ساتھ ہی ان حضرات کو اسکا بھی اعتراف ہے کہ ضروریات زندگی کے گراں ترین نرخ کے باعث مزدور اپنی بہت بڑی چڑھی شرح اجرت سے زیادہ مستفید نہ ہو سکے۔ اس کے سوائے عمال کے افلاس کا ایک دوسرا سبب بھی تھا۔

پندرھویں صدی کی بد نظمی اور ضعف حکومت سے خصوصاً مزارعین کو سخت نقصان پہنچا امرائے خلاف ان کے لیے کوئی سہارا نہ تھا اور امرائے بجائے زراعت بھیڑ بکریوں کی پرورش میں مشغول تھے۔ اگرچہ گوسفندوں کے رکھنے اور پالنے میں نفع کثیر تھا لیکن اندلوں دبا کے شدید حملے کے بعد تو والد و تناسل انسانی میں کثرت ہو گئی تھی تمام اہل ملک زمیندار تو تھے نہیں کہ گوسفندوں کو اپنی زمینوں پر رکھ کر بسر اوقات کر سکتے لہذا جب زمینداروں نے اجرت پر زراعت کرنا موقوف کر دیا تو ملک کی بڑھی ہوئی آبادی کا افلاس پہلے سے بھی زیادہ ہو گیا اور جب تک آبادی کی مناسبت سے حصول معاش کے متعدد دوسرے ذرائع نہیں نکل آئے ملک کا افلاس نہیں مٹا۔

اسی طرح پندرھویں صدی کا زمیندار بھی آفتوں میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اس کے اکثر مزارعین ہلاک ہو گئے تھے اور جو باقی رہ گئے تھے وہ بہت قلیل لہذا اسی ادا کرتے تھے۔ مزدوروں کے ہاتھ سے بھی وہ نالاں تھا اس لیے کہ اجرت کی شرح بھی ناقابل برداشت ہو گئی تھی اور زمین اس کے ہاں اس قدر زیادہ ہو گئی تھی کہ وہ اس کی کاشت نہیں

کر سکتا تھا۔ رفتہ رفتہ ان مصائب سے نجات پانے کی دو صورتیں نکل آئیں زراعتی زمین کی
چراگاہ میں مہل کرنا پڑا سردست اس سے یہ فائدہ ہوا کہ کاشت کیلئے مزدوروں کی
ضرورت باقی نہیں رہی اور اراضی کو پٹے پر دینے کا طریقہ جس کی تیرہویں صدی میں
ابتدا ہوئی تھی خوب رائج ہو گیا۔ اس زمانے سے زمینداروں کی حیثیت کسانوں
کی سی نہیں رہی بلکہ وہ مالگذا ری لینے والے (جاگیردار) متصور ہونے لگے اور
جن زمینوں کو وہ پٹے پر نہیں دیتے ان کی زراعت بذریعہ عمال خود اجرت پر
کراتے تھے۔ رچرڈ سوم کے عہد سلطنت کے خاتمے پر غیر آزاد مزارعین تغیراً منفقود ہو گئے
اور جو معدودے چند زرعی غلام کہیں کہیں پائے جاتے تھے وہ عموماً ملک کے آخری
حصوں میں تھے۔ بہر حال جاگیردارانہ عظیات ارضی کے خاتمے کے ساتھ ان غلاموں کی
ہستی بھی ختم ہو گئی۔ ان غلاموں کے بجائے ملک میں اب نقل دار اور پٹے دار نظر آنے لگے
اور انہی میں وہ مزدور بھی شامل ہو گئے جن کے ہاں زمین نہ تھی۔ سلاطین ٹیوڈر کے
دور میں قوانن اونڈی درجے کے آزاد مزارعین کا بھی جن کو جاگیرداروں سے اراضی عطا ہوئی تھیں
زمینداروں کے طبقے میں شمار ہونے لگا۔ اس زمانے کے لحاظ سے ہر ایک مالک زمین
جس کو بیس پونڈ سے چالیس پونڈ تک سالانہ مالگذا ری وصول ہوتی تھی زمیندار یا آزاد کسان
متصور ہوتا تھا۔ انہی دو معدودہ قسمی کو اس کے لئے معیار ٹھہرایا گیا تھا۔ اس کے تین صدیوں
بعد تک طبقہ زمینداران ملک کی پشت و پناہ سمجھا جاتا تھا۔ سر جان فارمیسلیو
(Sir John Fortespue) جو پندرہویں صدی میں گزرا ہے انکا علاج صادق تھا
اس کی دانست میں اس وقت کی مشہور و عظیم خانہ جنگی میں پیورٹین فرقے کے حق میں
طبقہ مذکور نے سپرکام کیا ہے۔ اگرچہ یہ لوگ پیورٹین کے اس قدر حامی تھے لیکن
انھوں نے ۱۵۸۸ء کی بغاوت میں کسی طرح کی شرکت نہیں کی۔ سبب یہ تھا کہ سیاریات
میں قوم کی رہبری کرنے کا مادہ ان سے منفقود ہو گیا تھا اور اٹھارہویں صدی میں جبکہ
فلاحیت کو ترقی دینے کی صورتیں نکل آئیں تو تکبت اور جہالت کے سبب سے
ان کی حالت اس قدر سقیم ہو گئی تھی کہ ان سے فائدہ اٹھانا تو دور کنار بلکہ یہ ان کے
استعمال سے بھی واقف نہ تھے۔ اور اسی وجہ سے ان مزارعین کا بہت جلد خاتمہ
ہو گیا۔ ان کے خلاف اس زمانے کے وگ فرقے کی اقتصادی حالت تھی جس کی

زرعی غلاموں کے

قائم مقام نقل دار

پٹے دار اور مزدور ہو گئے

Yeoman

یوہین یعنی کسانوں کا

آزاد مزارعین یعنی

زمینداروں میں

شمار ہونے لگا

مرفہ الحالی کا سبب اٹھارہویں صدی کے نصف آخر کا انقلاب صنعتی تھا اسلئے قرقند کو رکے بڑے زمیندار اور متمول قبائل نے ان مزارعین کی اراضی خرید کر ان کے ملک بن گئے۔

جاگیردارانہ نظم معاشرت کے مٹ جانے سے اراضی شاملات اور غیر محصورہ کھیت جن کا اکثر جاگیرداروں میں رواج تھا مفقود ہو گئے۔ اناج کے دروازہ انبار ہونے کے بعد

جاگیرداروں کی جن افتادہ زمینات اور سبزہ زار سے آزاد اور غیر آزاد مزارعین مساوی طور پر مستفید ہونیکا حق رکھتے تھے وہ اراضی شاملات کہلاتی تھیں۔ چونکہ تہوار لیما س کے دن ان زمینوں کی

باڑا حصہ ہٹا دی جاتی تھی اس لئے ان کو لیما س زمینیں بھی کہتے تھے۔ قرون وسطی کے قیاسات قانونی کے مطابق جاگیر کی کل زمینوں کا مالک اس کا امیر سمجھا جاتا تھا اس لئے

اقدامہ زمینوں پر جاگیردار کی بلا اجازت کسان اپنے مولشی نہیں چراسکتا تھا اور جب ایک دفعہ امیر سے اجازت مل جاتی تو آزادوں کو ان اراضی شاملات کے قانون اور زرعی غلام

رسم جاگیر کی مدد سے اپنے حقوق کو دار اراضی شاملات سے امیر کے مقابل میں نافذ کرتا تھا۔ قانون صدرہ ہرٹن بابت سندسٹریکٹ کی رو سے اگر امیر جاگیر کی زمینوں سے اس قدر زمین

چھوڑ دیتا جو مزارعین کی ضرورتوں کو کافی ہو تو اس کو اراضی شاملات کو محصور کر نیکی اجازت تھی مگر قانون صدرہ ویسٹ منسٹر دفعہ دوم نے تو امیر کے اس اختیار میں اور بھی اضافہ کر دیا۔

پھر بھی خاندان ٹیوڈر کے بادشاہوں نے اراضی شاملات کو محصور کرنے کے اختیار کو کم کرنا ضروری سمجھا لیکن اٹھارہویں صدی میں اس طریقے کا اعادہ ہوا اور پھر اس کو

روکا گیا حتیٰ کہ انیسویں صدی کے اوائل میں صاحبان زمین نے اس کو اور ایک مرتبہ پوری کیا جس کے انداد کی دوبارہ فکر کی گئی۔

امرا نے جاگیرداروں کی اراضی شاملات ہی کو محصور نہیں کیا تھا بلکہ موضع کے کھلے پھنے غیر محصورہ کھیتوں کے اطراف میں باڑ لگا کے انھوں نے ان میں بھیڑوں کی

پرورش شروع کر دی۔ پھر چھوٹے چھوٹے صدیوں کی ضرورتوں کے سبب سے جبکہ امرا کی تو بدبھینس نگرانی کی پرورش پر ناکل ہوئی تھی تو وہ مجبور ہو گئے تھے۔ اور اس

غرض کے پورا کرنے کو مقصد سے قطعات کی بھی سخت ضرورت تھی۔ سابق کے غیر محصور اور منتشر کھیت اس مقصد کے لئے ہرگز مفید و مناسب نہیں ہو سکتے تھے۔ ہر حال اس مصلحت پوری کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر غیر آزاد کسان (بینڈل ہو کر) بے خان و مان ہو گئے

اراضی شاملات

مشکل

حصہ بندی

اور اُن کی زمینیں ضبط ہو گئیں۔ یہ سلوک انہی کسانوں تک محدود نہیں رہا بلکہ ان کے
 قدیم مقام نقل داروں کے ساتھ بھی کیا گیا۔ پندرہویں صدی میں نقل دار کہیں بید غلی کی
 صورت میں کوئی قانونی ہمداد نہ تھی مگر اسکے بعد کی صدی کی ابتدا میں اس قسم کے کسان کی قانون کے مقصد
 مدد کی ہے وہ یہ کہ اگر نقل دار عدالت جاگیر کے ویشے کی نقل پیش کرتا تو اس کے مقابلے میں
 اس کے دعویٰ کی شنوائی ہوتی تھی ورنہ اس کا مقدمہ خارج کر دیا جاتا تھا۔ ان نقل داروں
 کی داد دہی کی یہی حالت رہی یہاں تک کہ سولہویں صدی کا نصف حصہ ختم ہو گیا اس وقت
 قانون کی رو سے نقل داروں کے حقوق تسلیم ہونے لگے۔ موضع کے کھلے کھیتوں اور
 جاگیر کے اراضی شاملات کے محصور ہو جانے سے جاگیر کی اکثر ایسی علامتیں مٹ گئیں
 جن کا سابق کے جاگیر دارانہ طرز تمدن کے خصوصیات میں شمار ہوتا تھا۔ جاگیری بحال کے
 قدیم منفسل کھیت جن کی خشکیں پٹی دار اور باڑیں گہانسی کی ہوتی تھیں تیار پچھ گئے
 اور خصوصاً بھٹروں کی پرورش کئی عوض سے انگلستان خاردار درختوں اور پودوں کے
 حصار اور چھوٹے کھیتوں کا ملکہ بن گیا۔ باوجود اس کے ابھی تک ملک میں کہیں کہیں
 غیر محصور کھیت اور اراضی شاملات جن کے استعمال کا لوگوں کو قدیم سے حق حاصل ہے
 باقی رہ گئے ہیں۔ اسی طرح سے بعض جاگیرات میں قدیم طرز کی حکومت کے اب تک نشان
 پائے جاتے ہیں مثلاً وراثت کا طریقہ مختلف جاگیروں میں بلحاظ رسم قدیم مختلف ہے
 اور بعض مقامات میں زر مالکداری کے عوض غلہ ادا کیا جاتا ہے۔ بعض جگہ مزارعین سے
 نہ روپیہ لیا جاتا ہے نہ اناج بلکہ محنت مزدوری کرائی جاتی ہے اور بعض جاگیری عدالتیں
 سوائے جاگیری معاملات کے کسی اور امر کا تصفیہ نہیں کرتی ہیں۔

باب چہارم

بادشاہی

نوعیت اور اعلاے شاہی

جرمن قبیلوں میں تبدیل وطن سے شاہی کا آغاز ہوا۔ ٹیسی ٹیس نے جن قبیلوں کا ذکر کیا ہے ان میں سے شاذ و نادر ہی نے اپنے ہاں بادشاہوں کو مقرر کیا تھا اور جن بادشاہوں کا مصنف مذکور نے تاریخ جرمنی میں حوالہ دیا ہے وہ تو محض جہاز کے سامنے کی مورت (یعنی شطرنج کے بادشاہ) تھے۔ ہر ایک قبیلہ کسی ایسے شخص کو ووڈون (Woden) دیوتا کی نسل سے خیال کیا جاتا براے نام اپنا بادشاہ بنا لیتا تھا۔ ایسے بادشاہ کو اصل میں کسی قسم کا اختیار تو تھا نہیں لیکن اس کے مقدس و مبارک سلسلہ خاندان کے سبب سے قبیلے کا شیرازہ درجہ بدرجہ نہیں ہوتا تھا۔ بادشاہ کی شان بھی دو پہلو لیٹے ہوئے ہوتی۔ اگرچہ بادشاہ کو بوقت اجلاس مجلس قبیلہ کا صدر بنایا جاتا لیکن وہ دوسرے شہزادوں کا ہر تہہ سمجھا جاتا تھا اس لئے اس کو ضرورت تھی کہ تقریر کے وقت وہ حاضرین کو اپنی طرف متوجہ کرے اسی وجہ سے اس کو فصاحت کلام و کہن سالی شہرت ذاتی سے متصف ہونا لازم تھا۔ عدالتی امور میں بھی اس کی یہی حالت تھی۔ جبرائے عدالت کی جس قدر رقم قبیلے کو وصول ہوتی اس کا قلیل حصہ بادشاہ کو ملتا تھا لیکن بچوں کا تقرر اس کا اختیار ہی نہ تھا بلکہ اُن کا انتخاب بھی قبیلہ اسی طرح کرتا جس طرح وہ بادشاہ کو منتخب کرتا تھا اور جس ڈیوک (Dux) کی قوت و جرات میں شہرت ہوتی اُس کو لڑائی کے وقت قبیلے کی رہبری ملتی تھی۔ لڑائی کی ضرورت سے شاہی کا وجود ہوا اور وطن نوین فستجاب ڈیوک کے لئے موقع نکل آیا کہ وہ اپنی خدمت رہبری کو منتقل بنا کر اس کو بادشاہی میں منتقل کرائے اور اس طرح ان اختیارات کو جو ووڈون دیوتا کے فرزندوں کو قیاساً مل تھے اختیارات شاہی کا عملی جامہ پہنا لے۔

سیکسنوں کی مجلس عقلا (The witan) اکثر ایک ہی خاندان کے ریکان سے بادشاہ منتخب کرتی تھی۔ غور کرنے سے اس کا سبب صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے

حق شاہی کا محتاج
انتخاب ہونا

کہ اس زمانے کے چند مخصوص خاندانوں کے مورث اعلیٰ دیوتا خیال کیے جاتے تھے اس لیے مجلس مذکور بھی انہی روایات کی بنا پر مخصوص خاندانوں سے سلاطین کے منتخب مقرر کرنے کے لیے مجبور تھی۔ اگرچہ شاہ متونی کا فرزند اکبر قیسا باپ کا جانشین سمجھا جاتا اور اس کو دوسرے ارکان خاندان پر ترجیح دیجاتی لیکن عمل اس کے خلاف ہوتا تھا اور شکل سے ہی کسی بادشاہ کا بیٹا اس کا وارث بنتا تھا۔ اور باوجود اس مقتضیہ و حالت کے بادشاہی موروثی کا خیال آخر کار ان لوگوں کے دماغوں میں جم گیا۔ پھر بھی پرانے زمانے کے سلاطین کے منتخب ہونے میں کچھ شک نہیں ہو سکتا بلکہ اپنی سطوت و جبروت ثابت کرنے کے لیے قوم بد اعمال بادشاہوں کو اکثر مغرول بھی کرتی تھی چنانچہ ۵۷۰ء میں ملک ویسیکس کے بادشاہ سچ برٹ (Sigebert of wessex) کو مجلس عقلا اور سی نے ولف (Cynewulf) نے اس کی نا انصافانہ کارروائیوں کے سبب سے اس کو تخت سے اتار کر اس کا کل ملک ہمیشا ٹر کے سوائے ضبط کر لیا اور سلاطین میں ناعاقبت اندیش ایٹھل ریڈ (Ethelred the unready) کو انہی بد اعمالیوں کے سبب سے شاہی سے دست بردار ہونا پڑا۔ آفت رسیدہ ملک نار تھیمبر یا کی تاریخ سے بھی متعدد بادشاہوں کا مغرول ہونا پایا جاتا ہے اور ان کی علیحدگی بھی مجلس عقلا کے ہاتھوں ہوئی ہے جس کو سلطنت کے دعویداروں نے اغوا کیا تھا۔

خاندان نارمن کے آخری سلاطین کو بھی اپنے انتخاب کرانے کے لیے مجلس قومی کو آمادہ کرنے کی ضرورت تھی قوم کی اٹھار خوشنودی سے ان بادشاہوں کی شاہی کا استقلال ہوتا تھا چنانچہ رسم تاج پوشی کے وقت اگر عوام نعرہ خوشی نہ بلند کرتے تو سمجھا جاتا کہ وہ بادشاہ کے انتخاب سے رضامند نہیں ہیں۔ ان کے نعرہ خوشی کے بعد عہدین سلطنت باری باری سے رسم وابستگی ادا کرتے اور بادشاہ کی اطاعت و وفا شعار کا حلف کرتے تھے بادشاہ بھی اس کے بدلے میں (اہل) کنفیہ اور (اہل) ملک پر عدل و انصاف کے ساتھ حکمرانی کرنے اور اسن قائم رکھنے کا وعدہ کرتا تھا۔ رچرڈ اول کی تخت نشینی کے پہلے تک قاعدہ تھا کہ اس اقرار کے سوائے بادشاہ کی جانب سے عوام کو سند حریت عطا ہوتی تھی۔ گویا کہ تخت نشینی سے مراد ایک ایسا مقدس نامکن الا نصلح عہد نامہ تھا جس کے دو فریق بادشاہ اور رعایا تھے۔

جاگیر کی تدبیر کی اشاعت، لوگوں کا جحان کہ ہر ایک شے اور خدمت کی بنیاد و مقامی ہونا چاہئے نہ کہ شخصی اور ان کا سلطنت کو ایک معمولی جاگیر کے مشابہ تصور کرنا، وراثت فرزند اکبر کے طریقے کو متفق ہونا اور چند اسی قسم کے اسباب سے جن کی بدولت حق شاہی جو محتاج انتخاب تھا موروثی ہو گیا، اہل کنیسا اور ان کے قانون نے بھی مسئلہ شاہی کو بہت فضیلت و اہمیت دی جس کے سبب سے قوم کے قلوب اس کو موروثی و مستقل بنائیکی طرف اور بھی مائل ہو گئے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ رچرڈ اول اور جان نے رسمی سادات عزت نہیں اجرا کیے بلکہ جان نے تو انگریزوں کے بادشاہ

حق بادشاہی کے
موروثی بنائیکے
مؤید است

کا قدیم لقب چھوڑ کر بادشاہ انگلستان کا جدید نام اختیار کیا۔ اسی طرح سے ہنری سوم کی تخت نشینی میں بھی پہلے طریقے کے لحاظ سے تغیر ہوا چنانچہ بادشاہ مذکور کی ہر جگہ زمام سلطنت اس کے ہاتھ میں آئی نو سال کی تھی اور یہ چند ملک کو اس وقت یورپی حملے سے بچانے کیلئے کسی ایسے قہر بہ کار اور جنگ آزمایا بادشاہ کی ضرورت تھی جو قوم کی رہبری کرتا تاہم وراثت کا خیل اس قدر قوم کے ذہن نشین ہو گیا تھا کہ ہنری کی کمسنی کا کسی کو بھی احساس نہوا۔ یہی حالت ایڈورڈ اول کے وراثت تاج کی ہے۔ شاہ مذکور بحیثیت ولیعہد جنگ صلیب کی محکمہ آرمیوں میں بیت المقدس کے گرد و نواح میں مصروف تھا کہ اس کے باپ یعنی بادشاہ وقت نے رحلت کی۔ عمائدین ملک نے اعلان کر دیا کہ ایڈورڈ کو اس کے موروثی حق اور اپنی رضامندی سے بنے بادشاہ مقرر کیا ہے۔ باپ کے دفن کے تین روز بعد ملک میں ایڈورڈ کے نام سے امن کا اعلان ہوا اور باپ کی وفات کے دو سال بعد رچرڈ ہنری (Arthur of Brittany) مع اسم انتخاب و قبولیت اور کیمنی طرح آرتھر آف بریٹانی

حق مذکور کی
عمل تصدیق

کا چچا جان لیک لینڈ (JOHN LACK LAND) تھا اور عرصہ تھا اسی طرح کا موروثی سلطنت رچرڈ دوم کا چچا جان آف گائٹ (JOHN OF GAUNT) تھا اور اگر رچرڈ دوم کے زمانہ کے ملک قوم کے نزدیک حق شاہی موروثی نہ قرار پاتا تو جان آف گائٹ

لے (LACK LAND) زمین کا تلف کرنے والا۔ جان کی بیوتنی سے آئر لینڈ کا جو حصہ انگریزوں کے ہاتھ آیا تھا محل گیا اس کے بعد جان کو لیک لینڈ کا فخر القاب دیا گیا تھا

اورنگ حکومت کا مدعی بن کر چرچہ کا خاتمہ اُسی طرح کرتا جس طرح جان نے آر تھر کو قتل کیا تھا۔ اس کے بعد کی دو صدیوں میں ادعاے شاہی کا اخذ کبھی انتخاب قوم اور کبھی حقیقی شاہی کی طاقت متصور ہوتی رہی۔ اگرچہ ملت کے دلوں پر حق موروثی کا سکہ بیٹھا ہوا تھا لیکن واقعات بنا کبھی انتخاب اور اسباب کی بنا حق انتخاب کو فتح حاصل ہوتی رہی اور اب اسی حق کا اخذ پارلیمنٹ کو اور کبھی مدعاے خیال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ صدر استقف سڈبری (Archbishop of Sudbury) نے اعلان کر دیا تھا کہ چرچہ دوم موروثی حق کے سبب سے نہ کہ حق انتخاب کی بنا پر اورنگ حکومت پر متکون ہوا ہے۔ اس کے بعد لینکیسٹرین (Lancastrian) خاندان کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور خصوصاً ان سلاطین کے ادعاے شہریابی بنا صرف پارلیمنٹ کی ذات ہے۔ اگر پارلیمنٹ انکو نافرمان نہ تو انکی اس کہانی کو کہہ پائیں گے کہ روچ بیک (Edmund Crouchback) کی نسل سے ہیں جو ایڈورڈ اول کا بڑا بیٹا تھا کوئی شخص بھی نہ مانتا۔ بہر حال اس خاندان کے بعد خاندان یارکسٹ (Yorkist) کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جو سلاطین قدیم کی صحیح نسل سے ہیں اور ایڈورڈ چہارم ششم کے ساتھ اس متونے کا کہ وہ بادشاہ انگلستان بھی نہ تھے نیز انکا باپ جو اور قوم کے دلوں میں عقیدہ جاگزیں ہو گیا کہ شاہی کی نسبت حق موروثی ناقابل انفساخ ہے مگر لوگ اس قاعدے کے زیادہ دن پا بند نہ رہ سکے اس لئے ہنری چہتم کو شاہی کی نسبت حق وراثت حاصل ہونے کے باوصف اپنے ادعاے حکومت کی بنا فتح (بلکہ) اور پارلیمنٹ کی قبولیت کو قرار دینی پڑی بلکہ اس کے خیال میں یہ تدبیریں بھی کارگر نہ ہوئیں اور مضدین کی آتش حد کو بجھانے کی غرض سے اس نے خاندان یارک کی شہزادی سے جو جائزہ عویار سلطنت تھی شادی کر لی اور ان لوگوں کو جنھوں نے بادشاہ مسلط نہ کہ بادشاہ معتدل کو مان لیا تھا جرم بغاوت کی منرا سے معافی دیکر اپنی حکومت کو فتنہ و سارش کے ہاتھوں تباہ ہونے سے بچالیا۔ ہنری چہتم نے تو حق موروثی کو حق انتخابی میں ضم کر دیا تھا بلکہ پارلیمنٹ کی کمزوری کے سبب سے اس کو از روئے قانون اس سے اختیارات حاصل ہو گئے تھے کہ وہ اپنی معتد شاہیوں کے محاذ سے جس طرح چاہتا ان بی بیوں کی اولاد کو مستفید کر نیکی غرض سے وراثت تاج کو ترمیم و تبدیل کرے اور اگر اس تدبیر سے بھی اسکی غرض پوری نہ ہو تو وہ مجاہد تھا کہ اپنی حیات میں اپنا جانشین مقرر کرے۔ اس اقتدار کے بعد بھی ہنری مذکور کو اطہینان ہوا بلکہ اس نے بغیر احتیاط سلاطین اسکاٹ لینڈ کے سلسلے کو

حکومت انگلستان کے لئے اپنی وصیت میں ممنوع قرار دیدیا اور پارلیمنٹ نے بھی اس کی غلامانہ تنقیح میں شہداء میں اس بات کا اعلان کر دیا کہ پارلیمنٹ از روئے قانون دراشت تاج کو مخصوص کر سکتی ہے اور جسکو اقتدار قانون کے خلاف اقرارض ہو وہ باغی متصور ہوگا۔ باوجود ان تمام پیش بینیوں کے آخر حق موروثی کو ہی کامیابی ہوئی اور سن ۱۷۰۲ء میں جیمس اسٹورٹ تخت انگلستان پر ٹھکان ہو گیا پڑا

حق موروثی کا
بول بالا

انقلاب عظیم کے بعد بھی حق موروثی پر عمل ہوتا رہا لیکن جیمس دوم کے معاملے میں دونوں متضاد مسائل (حق انتخابی اور حق موروثی) میں آخری مرتبہ جنگ چھڑ گئی۔ جب ولیم سوم ساحل انگلستان پر وارد ہوا جیمس ملک سے فرار ہو گیا اور کنوینشن پارلیمنٹ (Convention) ایسا جلسہ پارلیمنٹ جو بے شک شاہی منعقد ہوئے نے اعلان کر دیا کہ جیمس کے ترک سلطنت کے سبب سے تخت انگلستان خالی ہو گیا ہے اور ہم نے اس کو ولیم اور میری کو بخشا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ شاہی کے فاعل حق موروثی کو اس کارروائی سے ہلکا صدیہ پنچاں اس لئے کہ جیمس دوم کے ایک لڑکا تھا اور اگر اس کے فرزند ہوئے تو ترک سلطنت سے تعبیر کیا گیا تھا تو تخت نشینی کے لئے اس کا فرزند کیوں نا اہل سمجھا گیا پڑا

مسودہ قانون حقوق کی رو سے تاج کا سلسلہ اس طرح قائم کیا گیا کہ ولیم اور میری کے بعد تاج برطانیہ کے پاسنے کے میری کے ورثا اہل ہو گئے اور ان کے بعد ان (Anne) کے ورثا اور ان کے بعد ولیم کے ورثا سستی سمجھے جائینگے۔ شہداء میں جبکہ میری کا انتقال ہو چکا تھا اور ولیم سوم بستر مرگ پر پڑا تھا اور ملکہ این کی تمام اولاد اس کے سامنے فوت ہو گئی تھی اس کے سواے چارہ نہ تھا کہ دراشت تاج کے لئے سوفیا ایلکٹریس آف ہانوفر (SOPHIA ELECTRESS OF HANOVER) اور اس کے ورثا کو اپن کے سلسلے کے

حق قانونی
یا حق برٹا
رضامندی
پارلیمنٹ

عوض اہل بنایا جائے چنانچہ اس غرض کی تکمیل کے لئے پارلیمنٹ سے اس سہ سے قانون دراشت تحت و تاج جاری ہو کر شاہی انگلستان خاندان ہانوفر میں منتقل ہو گئی مگر قانون مذکور میں ایک اہم شرط کا اضافہ کیا گیا ہے شاہ برطانیہ کے لئے لازم ہے کہ وہ انگلستان کے مروجہ مذہب کا معتقد ہو پڑا اگرچہ اس قانون کے سبب سے پارلیمنٹ کے حق کو فتح تو نصیب ہوئی لیکن

مسائل متضاد میں جو نزاعیں ہونیں ان کی قدیم یادگاریں بعض بعض عجیب و غریب رسوم کی شکل میں اب بھی موجود ہیں۔ حلف تاج پوشی تو بعینہ وہی ہے جو ایدگر کے زمانے میں تھا۔ امرائے دینی اور نیوی کا جدید بادشاہ کی تخت نشینی کا اعلان کرنا اسی طرح ہے جس طرح مجلس عتلا اور مجلس قومی کے ارکان اگلے زمانے کے مسلاطین کو انتخاب کیا کرتے تھے اور اس زمانے میں خانقاہ ولیسٹ منسٹر کے طلبہ کا لغو لازمہ بادشاہ انگلستان (قدیم زمانے کے منتخب بادشاہ کو قوم کا تصدیق کرنا یا دلاتا ہے۔ اس سے یہ سمجھنا چاہیئے کہ حق شاہی کو مسئلہ انتخاب سے کچھ لگاؤ ہے بلکہ مخصوص شرائط کے سوائے جو موجودہ قانون وراثت تحت و تاج کے ذریعے سے عائد کیئے گئے ہیں برطانیہ کی بادشاہی بالکل موروثی ہے۔ چنانچہ یہاں کا تخت شاہی کبھی خالی نہیں رہتا اگر بادشاہ کا انتخاب ہوا کرتا تو کچھ مدت کے واسطے اس کا خالی رہنا ضرور تھا دوسرے یہ کہ خاندان برنزوک (Brunswick) کا سلندنزوک (Cardick) سے ملا رہا ہے۔

اقتدارات شاہی

اقتدارات (تاج) کی تاریخ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک طویل و فتر شکایات ہے۔ قوم اور پارلیمنٹ نے بادشاہ کی مطلق العنانی کو روکنے کے لئے قوانین اقناعی وضع کیئے ہیں۔ اصولاً بادشاہ کو ہر ایک قسم کا اختیار حاصل ہے بجز ان امور کے جن کے نہ کرنے کا اس نے وعدہ کیا ہو یعنی قوانین کے ذریعے سے اس کے اختیار قیصری اور حقوق شاہی کو محدود کیا گیا ہے اور ایسے قانون کو اس نے خود منظور کر لیا ہے لیکن اس کے سوائے ایک دوسرے طریقے سے بھی جو امتناع قانونی کی بہ نسبت زیادہ موثر اور سخت ہے اختیارات شاہی کی روک تھام کی گئی ہے۔ یہ رسوم اور مفروضات دستور ہیں (جن کا تفصیل سے باب اول کی ابتدا میں ذکر آچکا ہے)۔ انہی مفروضات و دستوری کے سبب سے انگلستان کی حکومت مطلق العنانی اور دستوری اصول کامرکب بن گئی ہے۔

اگلے زمانے میں جبکہ بادشاہ نائب قوم سمجھا جاتا تھا اس کے اختیارات محدود کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اس کا کام تھا کہ جنگ کے وقت قوم کا ہر مرد و سپہ سالار بنے اور جب ماتحت عدالتوں سے خلیق متضرر کی کافی دادیسی نہ ہو تو آپ اس قضیہ کا تصفیہ کرے

اور ملک میں امن قائم رکھے اگر ضرورت ہو تو رسم ملک کی اس لیے کہ اس زمانے میں قانون نہیں بنا تھا تفریح و تہلیل کر دے۔ اس قسم کی بادشاہی سیکڑوں میں ہی چنانچہ خاندان لینکسٹر کے منصب شاہی کا بیان جو فارٹسکیو (Fortescue) کی تاریخ میں موجود ہے اسکا اطلاق سیکسنوں کی بادشاہی پر بخوبی ہو سکتا ہے۔ مورخ مذکور کہتا ہے کہ بادشاہ کے دو مخصوص فریضے ہیں۔ پہلا فریضہ یہ ہے کہ اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے وہ اپنی ریاست کی بڑو و شیر محافظت کرے اور اس کا دوسرا فرض ہے کہ وہ اپنی قوم کو بحرین کے ضرر سے بذریعہ عدل و انصاف مامون رکھے؟

چھٹی صدی کے خاتمے تک اختیارات شاہی کا عمل انھی فرائض تک محدود تھا جن کا فقرہ بالا میں بیان ہوا اگر ساتویں صدی سے جوں جوں منصب شاہی کے فرائض میں اضافہ ہوتا گیا اختیارات شاہی میں بھی ترقی ہوئی۔ اس دور سے بادشاہ ہر ایک ادارہ کا صدر نشین تصور ہونے لگا۔ اگرچہ بادشاہ کے القاب ”پدر و مالک“ سے خود ریاست و لیسکینر (Wessesc) میں بادشاہ کی برائے نام لامدارت، مراد لیجاتی تھی لیکن اس مجازی صدارت کے سوائے ہادیوں کا اثر اور (قوم) ڈین کے حملے اور بادشاہ کے مقابلے کے انتظام و فردت نے شاہی کے مسئلے کو زیادہ اہم بنایا اور جو اختیارات کہ اصول کے پردے میں مخفی تھے انکو عملی جامہ پہنا دیا۔ الفرید کے زمانے سے قانون نجات کی ابتدا ہوئی اور ایڈمنڈ کے عہد حکومت میں پہلے پہل حلف و فاشکاری لازم قرار دیا گیا۔ قوم کے ہر ایک فرد پر واجب تھا کہ بغیر کسی چوں دچرا کے اس طرح حلف کرے (جسے بادشاہ چاہے میں بھی چاہتا ہوں اور جس سے بادشاہ کو نفرت ہو میں بھی اس سے متنفر ہوں)۔ انی (Ini) کے زمانے میں بادشاہ کا خون بہا اسقف کے خون بہا کے سادی تھا لیکن اب اس کی مالیت بہت زیادہ ہو گئی تھی بلکہ قاتل دہشت کے علاوہ قوم کو بھی معاوضہ نقصان ادا کرتا تھا۔ ایٹہلسٹن کے زمانے تک تو کسی مجلس قومی کی عدم شرکت کے سبب سے قاصر کو عدول حکم شاہی کی سزا میں جبراً ادا کرنا ہوتا تھا اور ایٹہلسٹن کے دور میں اگر کوئی شخص اس لشکر سے فرار یا علیحدہ ہوتا جس میں بادشاہ موجود ہو تو اسکی جان و مال و زمین ضبط کر لیجاتی تھی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قوم بادشاہ کو مصدر انصاف اور مالک زمین ماننے لگی تھی اس کے ساتھ ہی بادشاہ نے بھی اپنی کار فرمائی کے دائرے کو وسیع کرنا

اختیارات
شاہی کا
کیوں کر
نشوونما ہوا

شروع کر دیا تھا چنانچہ الفریڈ نے ویسیکٹر کینٹ اور ریشیا کی ریاستوں کے وہ قوانین جمع کرائے جو اس کے مفید مطلب تھے اور ان قواعد کو منسوخ کیا جو اس کو اور اس کی مجلس عقلا کو پسند نہ آئے۔ ایڈورڈ نے اپنی مجلس عقلا پر اصرار کیا کہ وہ تلاش کر کے ایسے قواعد بنائے جس سے ملک میں امن زیادہ موثر طریقے سے قائم رہے۔ اس زمانے تک امن بادشاہ کے نام سے موسوم نہیں ہوا تھا یعنی امن شاہ نہیں بلکہ امن مجلس عقلا کہلاتا تھا۔ انگلستان کے قانون تعزیری کی بنیاد پر انکاب جرم کرنا یعنی قانون مذکور کی خلاف ورزی کرنا گویا بادشاہ کے امن میں خلل انداز ہونا ہے اس لیے فوجداری مقدمات میں بادشاہ وقت کو مستغیث اور ملزم کو مدعی علیہ قرار دیا جاتا ہے۔ ایڈگر نے غرائض دعوے کی تعداد کو جو راست اس کے فیصلے کیلئے گزرانی جاتی تھیں محدود کر دیا اور ایٹہلریڈ نے حکم دیدیا کہ افواج بری و بحری کے معاملات پر جو بطور ریخت بھرتی ہوسے ہوں عہدہ داران سرکاری فوری توجہ کیا کریں پڑ۔

ایڈگر کی وفات کے بعد اختیارات تاج میں اگر اصولاً نہیں تو عملی طور پر ضرور کسی واقع ہوئی۔ اس اخطاط کا سبب ایک حد تک بادشاہ کے اوصاف ذاتی کو سمجھنا چاہیے۔ اگر بادشاہ صاحب سطوت و لیاقت ہوتا تو امراء اور قوم کو اختیارات مذکور میں دست اندازی کرنے کی جرأت نہ ہوتی چنانچہ ایٹہلریڈ نا عاقبت اندیش اور ایڈورڈ ٹائلب کی نااہلی نے انکو ان مقتدر امراء کے مقابلے میں جن کی قوت کو ایڈگر حتیٰ کہ گنیوٹ (Gnut) کو ماننا پڑا نیچا دکھلایا۔ اس کے علاوہ ایک اور خرابی تھی۔ ازبیکہ اس زمانے میں عہدہ داروں اور عاملین کی کوئی ایسی مستقل اور لایق جماعت تو تھی نہیں کہ بادشاہ وقت کی حکومت کے لئے ناموزوں ثابت ہونے پر عہدہ داران مذکور حکومت کی مشین کو باقاعدہ طور پر چلا سکتے اس لئے نااہل بادشاہ کی کمزوریوں کی تلافی سوائے کسی دوسرے زیادہ قوی بادشاہ کے نہیں ہوسکتی تھی۔ ہر ایک ادارہ قومی اور طرز معاشرت میں نظام جاگیر کے سرایت کر جانے سے اس دور کے آخر میں تو بادشاہ اور قوم کے تعلقات میں بالکل بیگانگی اور منافرت پیدا ہو گئی تھی پڑ۔

ولیم نارمنڈی کو اس طرز کے نظام جاگیری کا جس کی رو سے فرماں روائی ملک نامحدود سلسلے (حصوں) میں منقسم ہوتی ہے نہایت تلخ تجربہ ہو چکا تھا۔ معطی اور

مصلیٰ کے تعلق کی حد تک تو اس کے ملک میں ولیم کو اس کے ہم پایہ امرا میں سب سے اعلیٰ سمجھا جاتا تھا لیکن جب مقابلے کی شکل پیدا ہوتی تو قوم اس کو سب سے ادنیٰ خیال کرتی تھی اور باقی امرا اس کی مخالفت پر آپس میں متفق ہو جاتے تھے اس کی عمر کا ابتدائی حصہ اس قسم کے اتفاقات کے مٹانے میں نہایت پریشانی و اضطراب سے بسر ہوا تھا۔ اسلئے جب اس کے قبضے میں انگلستان کی زمام حکومت آئی تو اس نے اور اس کے لڑکوں نے اس طرز کے نظام جاگیر کی حکومت میں کبھی رائج نہیں ہونے دیا۔ حلف سیرم (Sarum) نام مقام، بابت ستمہ عمر کی رو سے قرار پایا کہ وہ جملہ اشخاص جو عیادت خدمت فوجی کے مالک ہوں اگرچہ ان کو یہ زمینات دوسروں سے ہی کیوں نہ ملی ہوں بادشاہ کی وفا شکاری کا حلف کریں۔ اسی طرح دو رسیکسن کی قومی عدالتیں اور فوج قومی کو نظام مذکور کے تعلق بادشاہ و قوم کو بر باد کرنے والے اثر سے بچنے کی غرض سے جاگیری عدالتوں اور فوج جاگیری کے ساتھ ساتھ بحال رکھا گیا۔ اور جب وقت آیا کہ بادشاہ اپنے اختیارات دوسروں کے تفویض کرے تو اس نے ان کو صدر اعظم خزانہ دار اور چانسلر میر مجلس عدالت العالیہ اور شیرو (مظہم ضلع) پر تقسیم کر دیئے۔ چونکہ ان کا تقرر بادشاہ کرتا تھا اسلئے یہ لوگ اس کے محکوم اور فرمانبردار رہتے۔ اس وقت کو بھی بعض اختیارات سپرد ہوئے اور ان کو بھی بادشاہ کا مطیع و منقاد بنانے کے لئے ان اسقفی خدمات کو غیبِ موریٰ قرار دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی حکومت مرکزی اور مقامی حکومتوں میں مضبوط تعلقات کا سلسلہ قائم کر دیا گیا۔

خاندان
نارمن کی
مطلق العنانی

نارمن سلاطین کی فرماں روائی تو خود مختاری کی حد تک پہنچ گئی تھی۔ اگرچہ ان کی فیرومنہ داریوں کو روکنے کے بظاہر چند اشکال تھے۔ مثلاً حلف تاج پوشی اور فرائض کا اپنی بد اعمالی کے لئے بعد تحقیقات مجلس جاگیر داران سے سزایاب ہونا لیکن فرزند ان فوجیوں نے اس کے بعد حکومت کی ہے حلف کی بہت کم پابندی کرتے تھے اور جب انھیں اپنے پرانے ملازمین کو قانون کی زد سے بچانا منظور نہ ہوتا تو مجلس مذکور کے اختیارات میں دست اندازی نہ کرتے تاہم یہ سزایاب ہو کر معزول ہو جاتے اور بعد از مدد و زور ان کے ہاں بھرتی ہو جاتی۔ از بسکہ مجلس جاگیر داران کا اجلاس سال میں بہت ہی کم ہوا کرتا اس لئے اس کے اراکین نفہم و نسق (ملک) کے تفصیلی حالات سے کم واقف ہوتے

اور اُس کی خرابیوں کی اصلاح کی اُن کو پروا نہ ہوئی۔ اگر محض املاک بادشاہ کی دست اندازی سے ناراض ہوتے تو ہر ایک کی فرداً فرداً باقاعدہ طور پر سرکوبی کروبیاتی اور اگر بادشاہ ملک میں امن قائم رکھتا تو قوم اس کے ظلم و زیادتی کے باوجود امرا کا ساتھ نہ دیتی بلکہ بادشاہ کی طرفدار و ہمدرد بن جاتی۔

امرا حقیقت کے صحیح مفہوم سے واقف نہ تھے اسی سے انھوں نے اپنے ہاتھوں اپنی خرابیوں کا جاگیرداروں کا اسٹیٹس کے عہد حکومت میں ملک میں بد نظمی و بد امنی کا دور شروع ہو گیا تھا لیکن بادشاہ کے مقابلے ہنری دوم نے جو اسٹیٹس کی بہ نسبت بدرجہا زیادہ مستعد و قابل تھا اپنے اسلاف کے طریقہ نظم و نسق کو وسعت و یکسوئی کا بارہ ملک میں انتظام و امن قائم کیا جاگیرداروں کی سب سے آخری اور عظیم شورش سال ۱۱۷۱ء میں برپا ہوئی اور فتح کے ایک سو برس کے بعد امرا کی حصول حقیقت کی کوششوں کا ہمیشہ کے لئے سد باب ہو گیا بلکہ انکو اس قدر بھی کامیابی نہ ہوئی کہ کم سے کم وہ اپنے فائدہ کے لئے بادشاہ کے اختیارات کو محدود کر سکتے۔ تاج برطانیہ کے قبضے سے نارمنڈی کا نکل جانا تھا کہ جاگیردار امرا کی حالت میں جو قوم کے بہترین رہتے تھے اور بھی ترقی ہوئی۔ تیرہویں صدی میں تو امرا نے تاج کی مطلق العنانی کو روکنے کی غرض سے قوم کے ساتھ اتفاق کر لیا۔ اور جبکہ سال ۱۲۱۵ء میں اساتذہ امراء اور سائینس لٹن جان کی سرکردگی میں متفق ہو کر ولیم لانگ چیمپ کو (Long Champ اصل میں Long shanks بمعنی دراز پا) جو چہرہ اول کے وزیر اہل میں سب سے پہلا صدر اعظم تھا معزول کیا ہے تو بادشاہ کے خلاف عناد قوم کا طوفان اٹھ رہا تھا بالآخر جب اس کے بعد کے عہد حکومت میں شاہ جان کے مظالم کے خلاف سب طبقات سلطنت اکٹھا ہو گئے تو وہی جذبات قومی کا طوفان اٹھایا اور سند اعظم کے حصول کے لئے بادشاہ سے جنگ چھڑ گئی۔ اس دور کے بعد کے مبصرین سیاسیات اور شایعین حقیقت کے بیان کے مطابق اور سند مذکور کے مطالعے سے بھی یہی پایا جاتا ہے کہ سند اعظم کی بدولت اختیارات تاج میں کمی ضرور واقع ہوئی اور ان کی وسعت محدود کر دی گئی۔ جن محصولات کی نسبت سند اعظم کی رو سے مجلس قومی کی رضامندی لازم قرار دی گئی ہے وہ محض محصولات جاگیری ہیں اور خود مختارانہ حکم شاہی کی بنا پر لوگوں سے ناجائز گرفتاری و قید سے آزاد کر دینے کا جو وعدہ تھا اُس کا تو اُس وقت تک عملی طور پر

ایفانہ ہوا جب تک کہ محکمہ عدالت کی مجلس انتظامی کے ہاتھ سے مخلوق خلاصی نہ ہوئی اور قانون کی رو سے عام حکمرانجات گرفتاری ناجائز قرار نہ پائیے (انگلستان میں بادشاہ کے اختیارات و خود مختاری میں تبدیلی کی ہوئی ہے اور اسی طرح حکومت دستوری جمہوری بنتی گئی۔ جان اور اس کے صدیوں بعد بادشاہ اور پریلوئی کو لنسل کے اراکین کے ہاتھ میں اصل میں زمام حکومت رہی ہے اور قضاۃ ان کی عبیدانہ و عامیانہ اطاعت کرتے تھے لہذا حامیان حریت اور ہی خواہان قوم کو ان کے نیک مشوروں اور مفید کوششوں سے باز رکھنے کی غرض سے حسب ہدایت مجلس انتظامی عدالت سے ایسے لوگوں کی گرفتاری کے لیے عام حکمرانہ گرفتاری جاری ہوتا تھا جس میں ملزم کا نام و نشان اور نوعیت الزام کچھ بھی درج نہ ہوتی تھی بلکہ صرف اُس قدر حکم ہوتا تھا کہ جملہ مشتبہ اشخاص کو گرفتار کر لیا جائے از بسکہ ایسے عام حکمرانے کے ذریعے سے نہ تو ملزم اور نہ کسی اور امر کا تین ہو سکتا تھا اس لیے جب پارلیمنٹ کو کافی اقتدار حاصل ہوا تو اُس نے اس کو قانوناً ناجائز و کالعدم قرار دیدیا۔) سند اعظم کے سب فقرہوں میں ایک فقرہ دینے فقرہ ۶۱) حریت کی روح اور آب زر سے تحریر ہونے کے قابل ہے جس کا نفس مطلب یہ ہے کہ اگر بادشاہ (جان) شرائط مندرجہ کی خلاف ورزی کرے تو قوم کا اسکے خلاف شورش کرنا جائز ہے۔

تینوں طبقات قوم بادشاہ کی مطلق العنانی اور ملک کی بد نظمی کے خلاف اس ترقی کے ساتھ آپس میں متفق ہوئے تھے کہ ایک طبقہ دوسرے کے ساتھ راست بازی و دیانت سے پیش آئیگا لیکن جب طبقہ عوام پر ظاہر ہو گیا کہ امراء (بیرن) اختیارات کو اپنا اجارہ بنانا چاہتے ہیں اور جن قوت و حقوق کی ان کو امیدیں دلائی گئی تھیں وہ حاصل نہیں ہو سکتے تو وہ امراء کی رفاقتہ ترک کر کے بادشاہ کے طرفدار بن گئے اسی سبب سے اُس کا پلہ بھاری ہو گیا۔ بہر حال جب امراء کو شاہی اختیارات پر تفوق حاصل ہوا یعنی وہ بہ نسبت بادشاہ کے زیادہ مقتدر ہوئے تو ان کو بجائے فتح کے شکست نصیب ہوئی اس لیے کہ بادشاہ کے اختیارات و احکام کو چکا پریلوئی کو لنسل کے توسط سے نفاذ ہوتا تھا یہ عمدہ و دہ نہ کر سکے اور بڑے عمدہ داران سلطنت کو نہ تو یہ انتخاب کر سکتے تھے اور نہ بادشاہ۔ ہنری سوم تو سلطنت کی سب ہیرس اپنے

ہرملکی بحیثیت
برہبران قوم
نکامی

قبضے میں رکھتا تھا۔ مختصر یہ کہ ان امراء کی حکمرانی کے منصوبے بہت زیادہ حکومت امراء کے اصول پر مبنی تھے اور ابھی تک لوگوں کو سیمینٹ ڈی مانت فرسٹ کی ۱۲۷ء کی بنا کردہ پارلیمنٹ کی نسبت بھی شبہ ہے کہ اس نے نیک نیتی سے پارلیمنٹ کا ایک ایسا نمونہ تیار کیا تھا جو دستوری حکومت میں ہمیشہ کے لیے نمونوں و مفید ثابت ہوتا۔ باوصف ہنری سوم کی عہد شکنی اور نا اہلی اور اہل سیمینٹ کی دیانت و مستعدی اور حسن انتظام کے امراء اور تاج یعنی جاگیر دارانہ طرز حکومت اور خود مختاری کی جنگ میں بادشاہ کا بول بالا رہا۔

اسی طرح امراء کی حکومتوں میں بھی شاہی مظالم کے خلاف قوم کی سپر اور نازک وقت میں اس کے پشت پناہ بنے رہے لیکن جوں جوں زمانہ آگے بڑھتا گیا ان کی ہمدردی اور وطن پرستی خود غرضی اور نفس پرستی سے بدل گئی چنانچہ ہنری بوہن (جو ضلع ہر فرڈ کا اہل اور قلعہ دار انگلستان سے ملقب تھا) اور روجر بیکنگھم نے (جو ضلع نارتھک کا اہل اور خطاب سپہ سالار سے سرفراز تھا) اپنی دور دراز اول کے ناجائز مطالبات کا خوب ہی مقابلہ کیا اور اگرچہ ملک کو ان کی سرکشی سے نقصان عظیم پہنچنے کا اندیشہ تھا لیکن ان دونوں نے جاگیر داروں کے حقوق و اختیارات پر کسی طرح کی آنچ نہ آنے دی۔ ایسا ہی اپڈورڈ دوم کی مطلق العنانی کو محدود کرنے کی غرض سے ہارونے پارلیمنٹ میں اس مسئلہ کو طے کر لیا کہ ایک سال کے واسطے ۱۲۱۱ء کی جو اساقفہ - اہل اور بیرونوں پر مشتمل تھی ایک مجلس انتظامی مقرر ہو کہ حکومت علانہ اس کے تفویض کی جائے۔ ان امراء کا لقب لارڈز آرڈینرز (Lords Ordainers) یعنی امراءے مقنن قرار پایا۔ اس کمیٹی نے ایک فہرست اصلاحات پیش کی سب سے زیادہ اہم امور ذیل تھے:-

(۱) کمیٹی مذکور کا فرض ہے کہ سندات مابقی کا بادشاہ کو پابند کرے۔
(۲) امراءے مصلح و مخیران کار کی منظوری کے بغیر بادشاہ کسی قسم کی زمین کسی کو انعام نہ دیا کرے۔

(۳) آؤن - شراب اور پاپے پر جو نئے محصولات لگائے گئے تھے اٹھائیے جائیں۔
(۴) بادشاہ بلا اجازت پارلیمنٹ نہ تو ملک کے باہر جائے اور نہ اعلان صلح و جنگ کرے۔

(۵) انگلستان۔ آرلینڈ اور گیسکنی کی ذمہ دار اور بڑی خدمتوں کو بادشاہ پارلیمنٹ کی اجازت کے بغیر مامور نہ کرے۔

(۶) گیوسٹن (Gaveston)۔ ایڈورڈ دوم کا خاص مصاحب و دوست (ہمیشہ کیلئے خارج الوطن کیا جائے۔

(۷) پارلیمنٹ کا سال میں ایک مرتبہ اور اگر ضرورت ہو تو دوسرے مرتبہ اجلاس ہوا کرے۔

اگرچہ امرائے مقنن نے وزراء شاہی کے انتخاب و تقرر اور ان پر نگرانی رکھنے کا دعویٰ کیا لیکن انھوں نے اس دستوری ترقی کا جو ۱۲۹۵ء میں حاصل ہو چکی تھی لحاظ

نہیں کیا یعنی ارکان عوام کو اپنی حکومت میں شریک کرنے سے بے اعتنائی کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام منحرف ہو گئے اور بادشاہ کے اشارے پر امرائے مقنن کی موافقت کی تحریک

پارلیمنٹ میں پیش کر دی جس کی بنا پر خاندان ڈسپنسرز (Despensers) بادشاہ کا مقرب و منظور نظر ہو گیا۔ مختصر یہ کہ جب قوم کو یقین ہو گیا کہ ایڈورڈ دوم کی اخلاقی اور

علمی کمزوریاں ناقابل اصلاح ہیں اور یہودی قوم کی اس کو مطلق حق نہیں ہے تو اس کو قوم نے تخت سے اتار دیا۔ اگرچہ ان امرائے مقنن میں مستعدی و جاں نشانی اور بسوزی

کے اوصاف تھے لیکن ان صفات سے وہ زیادہ تر اپنے ہی طبقے کو مستفید کرنا چاہتے تھے۔ تاج پر نگرانی رکھنے کے لئے ایک ایسی قوت کی ضرورت تھی جسکو مجلس انتظامی

سے کوئی تعلق نہ ہو اور جو قوم کے کل طبقات کی نیابت کر سکے اور بصورت ثانی اپنی خواہشوں کو بحال خوبی بادشاہ سے پورا کر سکے۔ اختیارات شاہی کی تعریف کرنا اور اس کیلئے

حدود کا قائم کرنا اسی وقت ممکن ہوا جبکہ پارلیمنٹ ترقی کر کے اس قابل ہوئی کہ (موازنہ کے رقی مطالبات شاہی کی منظور یوں کو بطور اپنے حق اور اختیار کے روک سکے چودھویں صدی

کے نصف اول میں تو پارلیمنٹ اپنے لئے دستور بناتی رہی مگر اسی (صدی) کے نصف آخر میں وہ اس قدر قوی ہو گئی تھی کہ وضع قوانین اور محمولوں کے عائد کرنے میں اپنے ادعائے شرکت

کو منوائے کی غرض سے تاج سے مقابلہ کر کے کو آما دہ ہو گئی۔ چہ چند پارلیمنٹ کو ذرا شاہی

پریکٹس جینی کیکا حق سے ملے ہو میں جبکہ اس نے یٹیمز اور لانیمز (Latimer & Lyons) پر مواخذہ کیا تھا۔ پیدا ہو چکا تھا لیکن ان کارناموں کے سبب سے اس پارلیمنٹ کا لقب گڈ پارلیمنٹ

یعنی نیک پارلیمنٹ ہو گیا اور اس نے اس صدی کی تمام دستوری ترقیوں کو جمع کر کے ان کا قانون کا جامہ پہنایا۔

پارلیمنٹ اختیار
تاج کی نگرانی
قرار پاتی ہے

رچرڈ دوم نے ۱۳۹۸ء میں مطلق العنان ہو جانے کی ایک انتہائی کوشش کی۔
 جس کی غرض تھی برا اختیار شاہی کے وہ سب قیود اور حدود جو گزشتہ دو صدیوں میں رچرڈ دوم کا
 قائم کیے گئے تھے اٹھ جائیں۔ اس وقت کی جنگ سے جو قوم اور بادشاہ میں ہو رہی تھی خود بخود کیلئے
 تاج نے بہت کچھ نصیحت حاصل کی اور اس کی تمام خود مختار کارروائیوں سے ثابت ہوتا ہے کوشش کرنا
 کہ وہ محض ظاہر میں دستور کا پابند تھا اور باطن میں اس نے مجلس ادنیٰ کو اپنے ہوا خواہوں
 سے بھر دیا تھا تاہم جب اس کو امراسے مرافعہ (یعنی ڈیوک آف گلوسٹر اراؤنڈ وارک
 اور ارنڈل) کو سزا دلوانی منظور ہوئی تو اس نے سابق کی عام و خاص معافیوں کی شہوت کی
 باضابطہ تحریک دارالامراء جنہیں امراسے دینی و دنیوی دونوں شریک تھے اسے منظور کر لیا
 اور درخواست تسبیح کی ابتدا دارالعلوم سے کرائی گئی تھی۔ اس نے پارلیمنٹ کو اس وقت تک
 برخواست نہیں کیا جب تک کہ اس کے ارکان نے اس بات کا حلف نہ کر لیا کہ وہ
 گزشتہ دور پارلیمنٹ کے تمام قوانین موضوعہ پر کاربند ہوا کرینگے اور آئندہ سے
 اسی مضمون کا حلف اساقفہ اور بیرونوں سے بھی لیا جائے لگا اور جب تک یہ امر
 اس حلف کو نہ لیتے ان کے علاقے جاگیر پر ان کو قبضہ نہیں ملتا تھا۔ جب دوبارہ
 ۱۳۹۸ء میں پارلیمنٹ کا اجلاس بمقام شروبریری (Shrewsbury) منعقد ہوا تو
 اس نے رچرڈ کو اس کے حین حیات سالانہ مالگذاری مقرر کردی اور اپنے اختیارات
 ایک مستقل مجلس کے جس کے اٹھارہ ارکان تھے تفویض کر دیئے ۱۳۹۸ء میں تو
 تاج کی خود مختاری کی بیڑیاں بالکل کٹ گئیں اور بادشاہ کو یہ مطلق العنانی سلطنت کے
 تیغوں طبقات کی رضامندی کی بدولت حاصل ہوئی۔ رچرڈ کو جس عظمت و شوکت
 کے ساتھ خود مختاری حاصل ہوئی اسی طرح نہایت ذلت و خواری سے اس کا
 زوال بھی ہوا۔ اسکے ہاتھوں جو نقصانات کہ ڈیوک آف ہیرفرڈ (Duke of Hereford)
 کو پہنچے تھے ان سے قوم کی آتش منافرت اور بھی مشتعل ہوئی اور اس کو اس کے معزول
 کرنے کے لئے ایک جیل مل گیا اس لئے ۱۳۹۹ء میں رچرڈ مستعفی ہونے کے لئے
 مجبور کیا گیا۔ فرد قرار داجرم میں حسب ذیل الزامات اس پر لگائے گئے تھے۔ ۱۱۔ یہ کہ
 اس نے دستور کے مٹانے میں ہمدشکنی کی اور اختیارات شاہی کا بیجا استعمال کیا۔
 یہ کہ اس کا ادعا ہے کہ جو بات اس کے دل میں سمائے اور جو قول اسکے منہ سے نکلے

دہی قانون ہے اور قانون کو بدلتے اور بنانے کا صرف وہی مجاز ہے۔ یہ کہ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ اپنی رعایا کی جان و مال کا مالک و مختار ہے۔ یہ کہ وہ یکما نا اہل اور بالکل حکمرانی کے قابل نہیں ہے۔

ملک نے خاندان
لینکسٹر سے بھی
بجریہ حاصل کیا

ہنری چہارم نے معاہدہ کیا کہ میں بادشاہ دستوری کی حیثیت سے حکومت کروں گا۔ بالفاظ دیگر یہ کہ وہ اپنی منفرد رائے سے نہیں بلکہ مصالح مشترکہ یعنی پارلیمنٹ (جو خیالات ملک کا اظہار کرتی ہے) اور پیرلوی کو تسلیم و مستشار کی رضامندی و ہدایت کے بموجب سلطنت کریگا۔ یہ بھی لھے ہو گیا تھا کہ اس کی کونسل علمی کا جو مستقل و پائیدہ ہوگی پارلیمنٹ انتخاب و تقرر کرے پارلیمنٹ کے منظور کردہ قوم کا صحیح و مناسب مصرف ہونے کے لئے تخصیص رقوم اور تنقیح حسابات کی بھی شرط لگا دی گئی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ اس عہد سے پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے فرماں روا کی حکومت شروع ہوتی ہے۔ سیر جان فورتسکیو (Sir John Fortesque) نے جو سلاطین خاندان لینکسٹر کے عہد کا مشہور ماہر قانون ہے اس وقت کے دستور برطانیہ کی نسبت حسب ذیل نظریہ بنایا ہے وہ کہتا ہے کہ اس مقولہ کی زد کہ بادشاہ جس بات کو پسند کرے وہی قانون ہے، قانون انگلستان میں گنجائش نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام قوم کی رضامندی کے بغیر جس کا اظہار پارلیمنٹ کے ذریعے سے کیا جاتا ہے بادشاہ نہ تو قانون کو بدل سکتا اور نہ رعایا پر محصول لگا سکتا ہے۔ ان قیود کے عائد ہونے سے بادشاہ کو ملول و غفل نہ ہونا چاہیئے بلکہ اُس کو اپنے لئے باعث افتخار سمجھنا چاہیئے اس لئے کہ (ملک کی خدمت) کے واسطے بادشاہ ہوا کرتا ہے نہ کہ ملک بادشاہ کے واسطے۔

اس نظریہ کی
نکاحی

پھر بھی تاریخ کے صفحہ ہنری ششم کے اوپر آشوب زمانے کی بد تعلیموں سے ملو ہیں۔ اب بادشاہ کو روزانہ عرضیاں وصول ہوتی ہیں کہ وہ اچھے طریقے اور نیکی سے حکومت کرے۔ سائل اور سرحدات کی بخوبی حفاظت کی جائے۔ لولارڈز ایک نہیں تھے، کئی دست برد سے ملک کے امن کو برہم نہ ہونے دیا جائے اور قزاق کی جماعتوں کو جو ملک کو خارت کر رہے ہیں منتشر کیا جائے۔ چنانچہ کیڈ (Cade) (غالباً مولفہ کی ملا جیک کیڈ (Jack Cade) سے ہوگی جس نے کینٹ کے باشندوں کے سرغننے کی

حیثیت سے یہ عیسائی حکومت کے خلاف شورش کی تھی اور شاہی کونسل میں ایک درخواستِ معروفہ شکایات کے نام سے، روانہ کی تھی، کو اسس بات کی شکایت تھی کہ ان دنوں قانون کی غرض صرف اس قدر ہے کہ رعایا کو ہر قسم کا گزند پہنچے۔ پارلیمنٹ کا کوئی کام بے غرضانہ نہیں ہے بلکہ ہر ایک قانونی حرکت اور بحث اس خیال سے پیش ہوتی ہے کہ محکمہ بادشاہ کے لطف و عنایت کا مورد بنے، ملک کے عرض و طول میں بد نظمی اور غداری کا دور نہ تھا۔ قانون و ضابطہ کا کسی کو لحاظ نہیں تھا۔ ملک میں بے امنی تھی اور عدل و انصاف مفقود ہو گیا تھا۔ بلکہ دادرسی میں شاہی خطوط کے ذریعے سے دست اندازی کی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ دورانِ کارروائی میں اوزیرِ تصفیہ مقدموں کو ہنری چہارم عدالتوں سے اٹھوا کر کونسل کے سپرد کرتا تھا بعض وقت تو عدالتوں کے فیصلے طلب ہوتے اور ذریعہ کونسل از سر نو سماعت و تحقیقات عمل میں آتی تھی ہنری ششم کی مطلق العنانی کی یہ کیفیت تھی کہ اس کے اشارے پر نارفک کے شیرف نے ایسی جبری منتخب کی جس نے لارڈ مولینز (Lord Molins) کو بری کر دیا۔

بد نظمی و غداری کی انتہا نہ تھی مگر خرابی انتہا کو اس وقت پہنچی جبکہ ملک میں سرخ و سفید پھولوں کی لڑائیوں سے تلاطم مچ گیا۔ منجملہ بد نظمی و بدمعاشی کے ان لڑائیوں کے اور بھی اسباب تھے مثلاً ہنری ششم کی کمزوری اخلاق، کہ بے سوچے سمجھے ہر ایک سے محبت پیدا کر لینا اور مارگریٹ (Margaret) شہزادی آنجو (Anju) کو اہلِ برطانیہ سے قومی نفرت ہونا اور اُس کے وزراء سے ملک کا ناراض ہونا اور ملکہ مذکورہ کا پارلیمنٹ کو اس لیے نظرِ حشرات سے دیکھنا کہ وہ آپ کو آزاد کر کے اغراضِ قومی کو محفوظ رکھنا چاہتی تھی۔ اس کا ایک اور اہم سبب بھی تھا۔ اُس غیر معمولی طولانی جنگ کے سبب سے جو فرانس میں ہو رہی تھی انگریز تنگ آ گئے تھے۔ خاندانِ یارک (York) کے ارکان کو اپنی آتشِ حرص و حسد بجھانے کے لیے یہ موقع بہت ہی غنیمت معلوم ہوا۔ ملک میں فحوظ اور امراض و بوائے کا تسلط تھا اور بادشاہ کی جیب خالی تھی۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ بسا اوقات شاہی جواہرات گرورکھ کر رقم قرض پر نکالی جاتی اور بادشاہ کو ہر وقت فکر رہتی کہ کسی صورت سے اخراجاتِ سلطنت کے لیے

روپیہ مہیا ہو۔ ان امور پر غور کرنے سے اس بات کی تحقیق ہوتی ہے کہ ترقی و دستوری کی رفتار انتظامات ملک لینے طریقہ حکمرانی سے بڑھی ہوئی تھی جس قدر ملک میں انتظامات تھے اس سے زیادہ قوم نے خیالات و دستوری میں ترقی کی تھی۔ نظم مملکت کے خیال میں تو ترقی ہو گئی تھی لیکن مستعد اور بے نفس حکام کے ہاتوں میں ممان حکومت نہ تھی۔ ملک کی معاشرتی حالت ابھی اس قابل نہیں ہوئی تھی کہ وہ پارلیمنٹ کی صدارت قبول کرنے کے لیے آمادہ ہو جاتا۔ اس لیے ایسے امرا کے ہاتوں میں حکومت چلی گئی جو نہایت جفاکار اور قانون لینے حکومت نظم و شائستہ کے سخت دشمن تھے اور اخصی کے سبب سے برسوں سنج و سفید پھولوں کی لڑائیاں ہوتی رہیں۔

سلاطین
ٹیوڈر کی
حکومت مطلقہ

ان لڑائیوں کے نتائج میں خاندان ٹیوڈر کی حکومت مطلقہ اور اعلیٰ درجے کی خود مختاری اور ان فوق العادہ اختیارات کو جو قانون (موضوعہ) کی رو سے بادشاہ کو ملے ہیں شمار کرنا چاہئے۔ امرا کی عذاری اور ظلم سے ملک بتنگ ہو گیا تھا اس طرح کی آفتیں ان کے تابعین اور علاقہ دار بھی قوم پر برپا کر رہے تھے۔ شہروں اور جاگیرات پر ان کی حکومت تھی اور سلطنت کی مقامی عدالتوں میں انکی دست اندازی ہوتی تھی، لہذا ان مظالم سے نجات پانے کے لیے قوم نے سلاطین مذکور کی خود مختاری بالارادہ نہیں بلکہ بمجبوری منظور کر لی۔ انبیکہ پارلیمنٹ بھی حکومت امرا سے عاجز و نالال تھی اور بادشاہ پر اس کو اعتماد کلی تھا اس لیے اس نے ۱۵۳۷ء اور ۱۵۴۳ء میں بادشاہ کو اپنے کسی ایک فرزند کے نام تخت برطانیہ بذریعہ وصیت ہمہ کریں کی اجازت دیدی۔ بادشاہ کی صغر سنی کے سبب سے جس زمانے میں شاہی کاکام مجلس نائبین کے سپرد تھا اور جس کے ارکان امراء تھے غالباً اسی مجلس کے اشارے پر یا ایسے چند مقتدر امراء کی تحریک کے سبب سے جو ایک کسن نا تجربہ کار بادشاہ کے مزاج میں دخل پا گئے تھے پارلیمنٹ نے ۱۵۳۷ء میں ایک ایسے بادشاہ کو جو ۲۲ سال کا بھی نہ ہوا تھا بذریعہ قانون اجازت دیدی کہ بادشاہ ان کل قوانین کو جو اس کے تخت نشینی کے بعد وضع ہوئے، ہوں منسوخ کر سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ شاہان ٹیوڈر کی خود مختاری کے لیے اس قسم کے اسباب ہوئے ہوں جن کی بنیاد پر

۱۵۳۹ء میں پارلیمنٹ نے قانون وضع کر کے بادشاہ کے اعلانوں کو قانون کا اثر بخشا تھا۔ عہد شیوڈر کے پارلیمنٹوں کی کمزوری کس وجہ سے تھی یہ بات تحقیق نہ ہو سکی اس لیے ہم کو اُن کے متعلق اس قسم کے احتمالات کرنے کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ صحیح طور پر اس بات کا ثبوت مشکل ہے کہ اس عہد کی پارلیمنٹیں ہی خوشامد پسند و ذلیل تھیں یا خراب و متشی۔ بہر حال اس دور میں قوم کو کچھ ایسی دشواریاں اور مجبوریات درپیش تھیں کہ اس نے طرح طرح کے قوانین بغاوت کے وضع ہوئے کو جائز رکھا بلکہ پریوی کونسل کی خود مختار حکومت اور اُس کا وزیر اعلیٰ کے ساتھ یہ مواخذہ کرنے کے باوجود قوم خاموش رہی۔

لیکن اس عہد میں پارلیمنٹ کی استعدادی و کارگزاری میں خوب ترقی ہوئی اور کثرت سے مفید قانون وضع ہوئے چنانچہ رومنہ الکبریٰ یعنی پوپ کے ساتھ تعلقات مذہبی کے منقطع ہو جاتے سے بادشاہ کی مذہبی صدارت، اصلاحات تمدنی اور امداد مفلسین کا قانون انھیں پارلیمنٹوں میں بنا ہے۔ ایسا ہی اس دور میں حکومت علما کے اقتدار میں بھی ترقی ہوئی اور یہ اقتدار ملک کے حق میں نفع بخش ثابت ہوا۔ حکام مقتدر کا طرز عمل ظالمانہ نہیں بلکہ منصفانہ ہو گیا اور وہ اپنے کو اپنے افعال کا ذمہ دار سمجھنے لگے۔ اس پر بھی حکومت علما کی بعض امور میں دست اندازی پائی جاتی ہے چنانچہ انتخابات ناہین میں شاہی ہدایت کا پاس کیا جاتا اور اپنی مرضی سے شاہان وقت نئے نئے حلقہ جات نیابت مقرر کرتے تھے یعنی جدید شہروں کو حق نیابت دیا جاتا جس کے سبب سے اُن کے مفید مطلب ناہین کا انتخاب ہو کر بادشاہ کے بھینال ارکان کی پارلیمنٹ میں بھرتی ہوتی تھی۔ گویا ایلیزبتھ (Elizabeth) ارکان عوام کے اعتراض قانون (اس زمانے میں مسودہ قانون عرضی کی شکل میں پیش ہوتا تھا) کچھ بھی نا قابل جواب، کی شرح کر دیتی اور بعض وقت اُن کو ہدایت کرتی تھی کہ اُن کو امور سلطنت میں مداخلت نہ کرنی چاہیے بلکہ جو معاملات اُن کے سپرد کئے جائیں انھی کو وہ انجام دیا کریں تاہم اُس زمانے کے بیت العوام کے مباحثوں کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ اُس کے ارکان کو مباحثے کی پوری آزادی حاصل تھی جہی تو وہ لوگ اختیارات شاہی کے کم کرنے کی نسبت اور اپنے اعزاز و اختیار کے بڑھانے کے متعلق دل کھول کر بحث کرتے تھے اور ان کو اطمینان تھا کہ ان کی کہی ہوئی باتوں پر بیرون دار العوام سخت توجہ دیتی

نہیں ہو سکتی۔ باوجود اس کے پارلیمنٹ کے امتیازات و استحقاق سولہویں صدی میں جا کر مستحکم ہوئے ہیں اور اسی زمانے سے اُن عرصیوں کا جن میں ان کا لحاظ نہ کیے جانے کی شکایت مرقوم رہتی تھی بادشاہ کی جانب سے جلد اور شافی جواب ملنے لگا۔

اس دور میں پارلیمنٹ موازنے کی رقوم کو نامنظور کرنے سے ناواقف نہ تھی اور اس کے کاغذات سے پتہ چلتا ہے کہ قانون مالیہ کے مسودات بعض وقت بیت العوام میں نامنظور ہوئے ہیں اور کبھی ان میں کچھ ترمیم ہوئی ہے۔ ایلینر بیٹھ کے عہد میں تو اس امر کا رواج ہوا کہ صرف بادشاہ کے فرمان کی بنا پر خزانہ شاہی سے رقم ایصال نہ ہونی چاہیے۔ لہذا شاہان ٹیوڈر کے لئے خود مختاری کے ساتھ ذمہ داری کے ہونے میں

بھی اجتماع ضمین کی شکل نہیں پیدا ہوتی۔ از بسکہ تاج نے اپنی ذمہ داری کو تسلیم کر لیا تھا اس لئے قوم نے بھی اس کی خود مختاری کو گوارا کر لیا تھا۔ ٹیوڈر بادشاہوں کی خود مختاری کی بنیاد قوم کا حسن ظن اور بخوبی عقیدت ہے۔ ملکہ ایلینر بیٹھ اور خود پیر پیٹر ویٹ ورتھ (Peter Went Worth) اس بات کو بخوبی سمجھ گئے تھے کہ امر اور عوام کی خواہشوں کے خلاف اثرنا بادشاہ کے لئے مہلک ہے؛

جن اختیارات کے ساتھ ٹیوڈر بادشاہوں نے حکمرانی کی ان کو اسٹورٹ سلاطین نے قانون کی شکل میں لائیکو کوشش کی ہے۔ انگریز بادشاہوں میں صرف جیمس (James) پہلا بادشاہ نہیں ہے جس کو اپنی نیابت الہی میں پکا عقیدہ تھا۔ اس کے پہلے رچرڈ دوم نے بھی اس مسئلہ پر بہت زور دیا ہے مگر بات یہ ہے کہ جیمس نے نہایت کروفر سے اُس کا لوگوں میں اظہار کیا۔ اس کے سوائے عہد ٹیوڈر کے ساتھ قوم کے دلوں سے حکومت پر فطرتاً فوق پائیکو خواہش بھی باقی نہ رہی تھی اس لئے اب وقت آگیا تھا کہ ملک سیاسیات کے اخذ کرنے کی جانب مائل ہو جائے۔ بہر حال ٹیوڈر بادشاہوں کی مطلق العنانی کے سبب سے قوم میں حکومت دستوری کے مطالبہ کرنے کا خیال پیدا ہوا مگر اسٹورٹ بادشاہوں کی چیرہ دستی کے سبب سے حکومت دستوری تدریجی اخیر کے ساتھ نہیں بلکہ ہنگامہ و تباہی کے ذریعے سے قائم ہوئی ہے۔ اسٹورٹ سلاطین کے دعووں اور مطالبات کے رد کر نیے لئے چودھویں اور پندرہویں صدیوں کے مسائل و اصول دستوری زندہ کیئے گئے اور

تاج اور پارلیمنٹ کے درمیان جھگڑا

ذمہ داری وزراء بلا منظور ری پارلیمنٹ محصول عائد کئے جانے اور بلا شرکت پارلیمنٹ قانون بنائے جانے پر دوبارہ بادشاہ اور قوم میں جنگ چھڑ گئی جو بادشاہ کی قوت توڑنے کی غرض سے ۱۲۱۵ء میں سیت العوام نے ذرا دیکھے خلاف مواخذہ کے طریقے کو پھر سے جاری کیا لیکن بادشاہ نے اپنے منظور نظر ملازمین کو اس کی زد سے بچانے کے لیے پارلیمنٹ کو اپنے حکم سے ملتوی کرو یا جس کے سبب سے وضع قوانین کا کام بند ہو گیا مگر اس سے اس کی حکمرانی میں زیادہ دشواری و زحمت نہیں پیدا ہو سکی اس واسطے کہ عدالت ایوان انجمن لوگوں کو جرمانہ اور قید کی سزا دیکر ان سے اعلانات شاہی کی تعمیل کراتی تھی اس طرح عدالت مذکورہ خلاف اصول یعنی پارلیمنٹ کی شرکت کے بغیر واضح قانون بن بیٹھی تھی۔ اس سے بڑھ کر عدالت کے ججوں نے بادشاہ کی طرفداری کی ہے۔ یہی لوگ اصل میں قانون نافذ کرنے کی تعبیر و تفسیر کرنے کے مجاز تھے۔ جس طرح وہ چاہتے قانون موضوعہ کی صراحت کر کے بادشاہ کی تائید میں فیصلے صادر کرتے تھے۔ چنانچہ بیکن (Bacon) لکھتا ہے کہ داد قضاۃ ملک میں شیر برہنگے ہیں مگر وہ تخت شاہی کے تینتہ ذینے والے شیر شررہ ہیں اس لئے کہ یہ لوگ بادشاہ کی خود مختاری کی نسبت کسی امر میں نہ اس کی مخالفت کرتے اور نہ اس کو اس سے باز رکھ سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ قضاۃ نے معاملات شاہی میں دست اندازی کرنی ترک کر دی تھی اور قانون پر عمل کرنا نہ کرنا بالکل بادشاہ کی مرضی پر چھوڑ رکھا تھا۔ عہد اسٹوارٹ کے ماہران قانون کی رائے کے مطابق اختیارات شاہی کی دو قسمیں تھیں۔ ایک اختیارات معمولی اور دوسرے اختیارات غیر معمولی۔ پہلے قسم کے اختیارات کو بادشاہ پارلیمنٹ کی مرضی اور رائے سے استعمال کرتا ہے اور دوسرے نوع کے اختیارات تو تاج برطانیہ کے لیے مخصوص ہیں۔ ان میں کسی طرح کی کمی نہیں ہو سکتی اور بادشاہ اپنے صواب و دید پر رفاہ عام کی غرض سے ان میں تبدیلی کر سکتا ہے۔ چنانچہ ۱۲۲۷ء میں عدالت کنگز بینچ نے اس امر کا

(The court of king's Bench)

فیصلہ کیا کہ بادشاہ اور پریوی کونسل ملک کے سود و مہبود کے لیے بغیر ہر سبب و الزام جس کو چاہیں قید کر سکتے ہیں۔ اس اختیار کی تائید میں بحث کرتے ہوئے

اُس وقت کے صدر وکیل سرکار نے یہاں تک پیہا کا نہ کہہ دیا کہ یہ حق تو بادشاہ کو اس وقت سے ملا ہے جبکہ بادشاہی کا برطانیہ میں سنگ بنیا ور کھا گیا تھا۔ عجب نہیں کہ یہودی ملک کے خیال سے بادشاہ نے بیٹ کے مقدمہ (Bate's Case) کے فیصلہ عدالت کو محصولات بلا واسطہ کے عائد کرنے میں اپنا نصب العین بنایا تھا اور اسی طرح مسئلہ زہراز کے ذریعے سے اس نے محصول بلا واسطہ پر قدرت حاصل کی تھی۔ اس کی نسبت ججوں نے الفاظ ذیل میں بادشاہ کو اطمینان دلایا تھا۔ ”جبکہ رعایا کی یہودی علیحدت کے مد نظر ہو یا ملک میں فساد برپا ہونے کا اندیشہ یا دشمن کے حملہ کر نیکا خطرہ درپیش ہو تو اعلیٰ حضرت ایسے فطرن کے ذریعے سے جس پر انگلستان کی بڑی مہربنت ہو اپنی کل رعایا کو جنگی جہازوں کی فراہمی کے لیے محصول ادا کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ جہازوں کی تعداد اور زر جہاز کو وصول کرتے رہنے کی مدت کا تعین کرنا اعلیٰ حضرت کی مرضی اور وائسٹ پر منحصر ہوگا۔ بہر حال اعلیٰ حضرت بر نفس نفیس اس بات کا تصفیہ فرما سکتے ہیں کہ ملک خطر کی حالت میں ہے یا نہیں اور جنگی بیڑے سے کب تک کام لیا جائیگا اور خطرہ کس طرح دفع ہو سکتا ہے“۔

اس زمانے میں اُن خوشامدی قضاۃ کو جنکا صدر بیکن تھا ایک سخت خراب کہہ دینا آسان ہے لیکن اگر ہم اُس وقت کے حالات پر غور کریں تو ان پر اعتراض کرنے کے بجائے ہکو اُن کی تائید کرنی پڑتی ہے۔ گو ہکو وہ لوگ جیمس اور چارلس کے ہاتھوں میں کٹ پتلی سے نظر آتے ہیں لیکن ہم اس بات کو بھولے ہوئے ہیں کہ اُس زمانے کے حکام عدالت پرانی طرز کے خیالات میں رنگے ہوئے تھے صدیوں سے ان کی عمر بادشاہ کی بیجا اطاعت و چا پلوسی میں بسر ہوئی تھی اور قانون روما کے شہنشاہان وایات کی ہوا ان کے دماغوں میں بھری ہوئی تھی۔ جب تک کہ وہ بادشاہ کی اطاعت کا دم بھرتے اور قوم کو اُس کا مطیع بنانے کی کوشش کرتے وہ اپنے عہدوں پر کمال رہتے تھے اور اگر بادشاہ کی نظر اُن سے ذرا پھر جاتی تو پھر اُن کی خیر نہ ہوتی تھی

قانون حقوق بابت ۱۷۰۱ء اور عرضی شکایت عظیم بابت ۱۷۰۳ء میں

لانگ پارلیمنٹ کی تاج کے حملہ غیر دستوری افعال کو بالاختصاص قلعہ بند کیا گیا ہے۔ لانگ پارلیمنٹ نے عدالت ایوانِ مجسمہ

عدالت الائی کمیشن (Court of High Commission) اور مجلس شمالی (Council of the North) کو موقوف کر کے ملک پر ناجائز محصول لگانے اور لوگوں کو خود مختار نہ طور پر گرفتار کرنے اور اپنے اختیارات عدالت کو ناجائز طریقے پر بڑھانے سے تاج کو روک دیا۔ اسی طرح سے اس پارلیمنٹ نے زر جہاز۔ قرقی جائداد مہاراز اور ناجائز محصولات کٹ ڈاگیری کے خلاف قوانین نافذ کر کے ان امور سے بادشاہ کو باز رکھا اور قانون سہ سالہ جاری کر کے پارلیمنٹ کے لئے لازم کر دیا کہ ہر تیسرے سال اس کا نیا اجلاس منعقد ہو کرے۔ عود شاہی کے بعد بھی ان قیود پر عمل ہوتا رہا اس لئے کہ چارلس اول اختیارات نے ان کے مسودات قانونی کی جنوری ۱۶۲۸ء میں لنڈن سے روانہ ہونے کے پہلے شاہی منظوری دیدی تھی جس کے سبب سے ان کی قانون کی حیثیت ہو گئی تھی اور قانون منوعہ عود شاہی کے بعد کو بادشاہ بلارضا مندی پارلیمنٹ منسوخ نہیں کر سکتا اس واسطے قانون نافذہ کی پابندی کرنی بادشاہ پر لازم تھی۔ لیکن ان کی تشیخ کے لئے چارلس دوم نے وہی پرانی توبیر اختیار کی بیت العوام کے ارکان کو رشوت دینا شروع کر دیا اور حکام عدالت کو ہدایت کر دی کہ پارلیمنٹی شہروں کے بلدیات کی دوبارہ اس طرح ترتیب و تنظیم کی جائے جس سے اغراض شاہی کی تکمیل بخوبی ہو سکے۔ اس پر بھی بیت العوام نے اس کی ایک کمزوری سے فائدہ اٹھایا۔ دوبارہ سفر کرنے یعنی اپنی فراری کی نیت نہ آنے دینے کی غرض سے بادشاہ چاہتا تھا کہ پارلیمنٹ ملک کو اسکے خلاف برا بیگنہ نہ کرنے پائے جس سبب سے منظوری رسوم پر سخت نگہداشت کرنے کا موقع ارکان عوام کو ملتا تھا اور اسی سبب سے ڈینی (Danby) کے مواخذے کے مقدمے میں جبکہ اس نے ۱۶۲۸ء میں بادشاہ کے حکم معافی کو اپنی صفائی میں پیش کیا تو بیت العوام نے فیصلہ کیا کہ بادشاہ کا کسی کو جرم سے بری کرنا اس کو تحقیقات مواخذہ سے بچا نہیں سکتا۔ بیت العوام کی ان سینہ زیدیوں کے خلاف اس نے کوئی چار دہم (Louis XIV) کی رشوت قبول کر کے اپنی دجائی کی اور پارلیمنٹ کے ایک فرقے کو دوسرے سے لڑا کر وہ اپنی آتش

۱۱۳ تاریخ دستور انگلستان برائے انٹرمیڈیٹ میں اس کی تشریح کر دی گئی ہے ۱۲ ص ۱۱۳

غیظ و غضب کو بچھایا کرتا تھا۔

جیمس دوم کو جو اپنے بھائی کی بہ نسبت زیادہ متدین اور حصول مطلب میں اس سے کم چالاک و عیار تھا جب اپنے ہم مذہبوں کو اختیارات و حقوق سیاسی دلانے کی طرف توجہ ہوئی تو اس نے قانون امتناعی کو ایک وقت خاص کے لیے معطل کرنے اور اس کے اثر سے لوگوں کو مستثنیٰ کرنے کے اختیار شاہی کی نسبت حکام عدالت سے اپنی تائید میں فیصلہ صادر کر لیا کہ گویا خلاق عالم سے مقابلہ کیا۔ اور جب اس نے پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر محصول وصول کرنا شروع کیا اور اہل لندن کو خوف دلانے کی غرض سے میدان ہونسلو (Hounslow Heath) میں فوجیں جمع کیں اور جب اس نے عایا کا اپنی شکایت کی نسبت بادشاہ کو عرضی دینے کے حق سے انکار کر دیا اور سات اساتذہ پر جنگی دستخطیں اس عرضی شکایات پر درج تھیں تو بہین باغیانہ کا الزام لگایا اور ان کو جھوٹے دغا باز کہنے لگا اور بدخواہ سلطنت قرار دیا تو قوم کی مخالفت بادشاہ کی دشمنی میں تبدیل ہو گئی اور فریقین میں جنگ چھڑنے لگی۔ اب کوئی امر مانع نہ رہا۔

جن امور کے چل کرنے کے لیے قوم نے اس شورش عظیم کو برپا کیا تھا انکی تکمیل ۱۷۰۱ء کے انقلاب کے ذریعے سے ہوئی۔ مسودہ قانون حقوق کی رو سے طے پایا کہ بادشاہ کا قوانین کو معطل بنانے کی نسبت اپنے اختیار کا ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ کہ تلج کو عرضی دینے کا حق رعایا کو حاصل ہے۔ یہ کہ پارلیمنٹ کی بلا رضا مندی رعایا پر محصول عائد کرنا اور زمانہ اس میں مستقل فوج کا رکھنا خلاف قانون ہے۔ وادرسی میں بادشاہ کا خلل انداز ہونا اور پارلیمنٹ کے اختیارات و مراعات میں دست اندازی کرنا ناجائز ہے بلکہ قوم سے اس کی حریت و حقوق قدیمہ کا سلب کرنا ہے۔ اسی مضمون کی قانون تلیک (تحت و تلج) میں جس کی رو سے حکام عدالت کو انکے عہدوں کی نسبت اطمینان دلایا گیا ہے اس طرح مراحت کر دی گئی ہے۔ دنگھامے عدالت کی مدت ملازمت ان کی خوش رویگی (نہ کہ مثل سابق بادشاہ کی خوشنودی) پر منحصر ہوگی، اور دونوں بیوت پارلیمنٹ کی متفقہ عرضی کے گزرنے پر بادشاہ ان کو برطرف کر سکے گا۔ جب اختیارات شاہی کے لیے حد و قیام ہو کر ان کی تعریف کر دی گئی

۱۷۰۱ء انقلاب کے بعد

اختیارات تلج

کی حد بندی

۱۷۰۱ء

۱۷۰۱ء

اور نظائے عدالت کو عتاب شاہی کے اثرات سے آزادی نصیب ہوئی تو ملازمان شاہی (عہدہ داران سلطنت) اپنے افعال و کردار کے لئے آپ کو معمولی عدالتوں کا (نہ کہ کسی اور قوت کا) ذمہ دار سمجھنے لگے بہر حال اب وقت آگیا تھا کہ بادشاہ کے وسیع اختیارات تیزی کو روکا جائے خوشی کا مقام ہے کہ قوم کی کوششیں بار آور ہوئی ہو

ولیم سوم کے زمانے سے تاج کے اختیارات میں کسی قسم کا قانونی تغیر نہیں واقع ہوا ہے۔ جارج اول اور جارج دوم کے عہد میں فرقہ بند اور کینٹ کی حکومتوں کو ترقی ہوئی اور تاج کے افعال کے لئے وزیر آپ کو مجلس وضع قوانین یعنی پارلیمنٹ کی باز پرس کا مورد سمجھنے لگے اور ان کی مجازی ذمہ داری حقیقت سے تبدیل ہو گئی۔ لیکن جارج سوم کا میلان پُرانے طرز کی بادشاہی کا تھا۔ از بسکپچس میں اس نے بلیک اسٹن کی تفاسیر قانونی اور بالنگ بروک کی کتاب "دعویٰ و محب وطن بادشاہ" کا مطالعہ کیا تھا اور اس کے کانوں میں اُس کی ماں کی صدا کہ "جارج بادشاہ بن کر دکھنا" ہمیشہ گونج کرتی تھی اس لئے اس نے خود مختار بننے کی از سر نو کوشش کی۔ حصول مدعا کے لئے وہ مختلف طریقے اختیار کرتا۔ پارلیمنٹ کے دو سیاسی فرقوں میں سے کسی ایک کی سرپرستی کر کے اور ارکان پارلیمنٹ کو رشوت دیکر اس فرقے کو ہموار کر لیتا اور ایک فرقے کو دوسرے سے لڑو ادیتا تھا تاکہ دونوں کمزور ہو جائیں اور آپ قوی بن جائیں اور کینٹ کی حکمرانی کا طریقہ مٹ جائے۔ برک (Burke) نے اپنی تقریر میں علانیہ کہہ دیا تھا کہ "بادشاہ کی خواہش ہے کہ ہر ایک فرقے میں اور اُس کے ہر ایک ذیلی جماعت میں بھوٹ پڑ جائے تاکہ جب یہ فرقہ بادشاہ کے کسی فعل سے ناراض ہو کر اُس کی مخالفت پر کھڑا ہو جائے تو وہ اپنی متفقہ قوت سے اس کا مقابلہ کرنے نہ پائے اور یہ ملامت بے اثر ہو اور حضرت کی متعدد حکمت عملیوں کا منشا صرف اس قدر ہے کہ پارلیمنٹ کے ارکان اور وزیر اپراپنے لطافت و مرام کی بوجھا کر کے ان کو اپنے زیر اثر کریں اور خود جس طرح چاہیں بے روک ٹوک حکومت کی مشین چلاتے رہیں"۔

باوجود ان تدبیریں کی مخالفت اور پیش بندیوں کے بادشاہ مذکور نے ملک کی عام حکمت عملی کو اپنی خواہشوں کے مطابق چلانے میں ان ارکان پارلیمنٹ کی بدولت جو "رفقائے شاہی" کہلاتے تھے کامیاب ہو گیا۔ جارج سوم کو امریکہ کی نوآبادیوں

سے جنگ کرنے پر اصرار تھا۔ غلاموں کی آزادی پر پارلیمنٹ اڑی ہوئی تھی مگر بادشاہ اس کے مخالف تھا آخر میں اسی کو کامیابی ہوئی بیت العوام سے وِلیکس (Wilkes) کے اخراج اور عام حکمرانہ ہائے گرفتاری کے مسائل کو اس نے اپنے ذاتی معاملات قرار دیدیئے۔ ازبیک وِلیکس نے اہل اسکاٹ لینڈ اہل ہانور اور ہاٹن ٹاٹ لوگوں کی مخالفت پر کمر باندھ لی تھی اور یہ سب فرقے بادشاہ کے طرفدار تھے اس لئے بادشاہ نے اسکو اپنا دشمن قرار دیدیا اور جب جنرل کانوے (General Conway) نے بیت العوام میں عام حکمرانوں کے خلاف رائے دی تو اسکو بادشاہ نے فوجی خدمت سے برطرف کر دیا۔ بادشاہ کے عناد کی حد یہی نہ تھی بڑے سے بڑے عہدہ دار تک اس کے خلاف مرضی کوئی کام نہیں کر سکتے تھے چنانچہ رومن کیتھولک کی آزادی حقوق و اختیارات سیاسی سے بادشاہ کو سخت نفرت تھی مگر پیٹ (جو وزیر اعظم تھا) ان کے خلاف شریط منسوخ کرانے کا ذمہ لے چکا تھا اس لئے جب پیٹ نے اس مسئلہ آزادی کی پارلیمنٹ میں تحریک پیش کی تو بادشاہ نے پولیس کی جنگ کے سبب سے ملک کے نہایت خطرہ کی حالت میں ہونے کے باوجود پیٹ جیسے لائق و مفید مدبر کی پروا نہ کی بلکہ اس کو مجبور کر کے مستعفی کر دیا۔ اس سے بڑھ کر اس نے بعض موقعوں پر اپنے ذاتی اثر سے کام لیا ہے چنانچہ لارڈ ٹمپل (Lord Temple) کو جو بیت الامرا کا صدر تھا بادشاہ نے ۱۷۸۳ء میں حکم دیدیا تھا کہ وہ بیت مذکور میں اس بات کو علی الاعلان کہہ دے کہ جو شخص فاکس کے مسودہ قانون ہند کی تائید میں رائے دیگا بادشاہ کا ذاتی دشمن تصور ہوگا۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ امرائے اس تجویز کو نا منظور کر دیا اور جب وزارت کو بیت اعلیٰ میں اس طرح شکست ہوئی تو جارج نے اس سے استعفا طلب کیا۔

باوصف ان امور کے جارج سوم قابل الزام نہیں ہے اسلئے کہ رومن کیتھولک کی آزادی اور امیکہ کی نوآبادیوں کے ساتھ جنگ کرنے کے مسئلوں میں قوم اس کی طرفدار و ہمنیال تھی۔ اس کے سوائے بادشاہ کے حصول اختیارات کی کوششوں سے قوم کو ہمدردی تھی۔ لوگوں کو اس کے اوصاف حمیدہ کی قدر تھی اور اس کی سیاسی تنگ نظریوں سے قوم کو اتفاق تھا۔ تنقیر یہ کہ قوم کے مذاق کے موافق جارج بادشاہ بن گیا تھا اسلئے قوم کو اس کے غیر دستوری افعال ناگوار نہیں ہوتے تھے جب جارج سوم بوڑھا ہو گیا تو

مقتضائے بشریت سے وہ بھی مجبور ہوا اور امور سلطنت میں اُس شد و مد سے مداخلت کرنی چھوڑ دی اور اس کے بعد کسی دوسرے بادشاہ کو حصول اختیارات کا پھر خیال نہ آیا۔ اس کے سوائے پارلیمنٹ کی اصلاح ہو جانے سے اس قسم کی شاہی دست اندازیوں کا ہمیشہ کے لئے سد باب ہو گیا۔

جس تغیر کے سبب سے تاج کی شان و حیثیت میں گذشتہ صدی کے دوران انیسویں صدی میں کمی واقع ہوئی ہے اُس کی تصویر کلیڈ اسٹن صاحب اس طرح کھینچتے ہیں۔ بادشاہ کو میں تاج کی شان اپنے اختیار و اقتدار کے بجائے اثر سے کام لینا پڑتا ہے۔ ہر ایک حکمران کی ذاتی قابلیت اور محنت سبھی پر اس اثر کی قوت کا مدار ہے ملکہ و کٹوریہ کا جو اپنے شوہر شہزادہ البرٹ کے مشورے سے حکومت کرتی تھی قومی حکمت عملی پر خوب اثر تھا۔ اسی سبب سے لارڈ پالمرسٹن (Lord Palmerston) جیسے من چلے کی وزارت خارجہ کے زمانے میں برطانیہ کے تعلقات دول غیر کے ساتھ بگڑنے نہیں پائے۔ چنانچہ ملکہ موصوفہ نے اپنی مشہور یادداشت مورخہ ۱۸۷۱ء عموماً لارڈ پالمرسٹن کے ذریعے سے اس امر پر زور دیا ہے کہ لامر اسلات خارجہ کے مسودے مابعد دولت کے لحاظ سے کیے گئے کافی فہمت کے ساتھ روانہ کیے جائیں تاکہ مابعد دولت انھیں بغور پڑھ کر منظوری بخشیں اور جب وہ منظور ہو جائیں تو پھر ان میں کسی قسم کی تبدیلی نہ ہونی چاہیے۔ ہم ملکہ معدودہ کی دانائی پر تحسین و آفریں کہتے ہیں کہ انھوں نے کس خوبی سے یادداشت مذکورہ میں تاج کی شان کو جو یہودی قوم کی محافظ ہے کس طرح بالا جلال بیان فرمایا ہے۔

لیکن ابھی تک بادشاہ اپنے اختیارات کی بنا پر پارلیمنٹوں کا انعقاد و التوا و رخاست جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ وزارت یعنی کابینہ کو وہی مقرر و موقوف کرتا ہے۔ وہی کلیسا اور حکومت کے سب اعلیٰ عہدہ داروں کا تقرر کرتا ہے۔ اسی کی اجازت سے قومی روپیہ یعنی موازنہ منظور شدہ کی رقم صرف ہوتی ہے اور وہی نظائے عدالت کے دورے کے حدود مقرر کرتا اور ان کو ان کے دوروں پر روانہ کرتا ہے۔ اسناد و خطابات بھی اسی کی جانب سے عطا ہوتے ہیں وہی جنگ و صلح کا اعلان کرتا اور وہی شرائط صلح پر دستخط کرتا ہے۔ گو بادشاہ ایسے اہم امور کی انجام دہی کا محتار ہے لیکن اندر وے قانون کسی ایسے ضابطے کا پتہ نہیں چلتا جس کی بنا پر قوم اُس کو اس کے کسی فعل کے لئے ذمہ دار ٹھہرائے

اس لیے قدیم سے یعنی ہنری سوم کے عہد سے اس مقولے پر کہ «بادشاہ سے جرم سرزد نہیں ہو سکتا» عمل ہوتا چلا آ رہا ہے جس کے سبب سے قانون کی خلاف ورزی کی صورت میں بادشاہ کے عوض اس کے وزراء ذمہ دار سمجھے جاتے ہیں بیکس اس کلیہ کا ایک مستثنیٰ ہے یعنی اگر بادشاہ پاپائے روم کی اطاعت قبول کر لے تو وہ اس خلاف ورزی قانون کے لیے اپنی ذات سے ذمہ دار رہے۔ اسی طرح اس مقولہ کا ایک اور مطلب ہے۔ ہر فعل کے قانوناً ناجائز ہو اس کا مرتکب بادشاہ کے حکم کو فعل مذکور کے جواز میں بطور غدر نہیں پیش کر سکتا۔ بظاہر یہ مقولہ کہ «بادشاہ سے جرم سرزد نہیں ہو سکتا» مشرقی طرز کی مطلق العنانی پر دلالت کرتا اور دستوری اصول کی بادشاہی کے منافی معلوم ہوتا ہے لیکن جب ہم حکومت کینیٹ کی تاریخ اور ان مفروضات دستوری پر جن کا اس کے ساتھ نشو و نما ہوا ہے غور کرتے ہیں تو یہ معنی حل ہو جاتا ہے۔ اس کتاب کے باب اول کی تبدیلیں بعض مشہور مفروضات دستور کا مجملہ ذکر ہو چکا ہے۔ اب ہم چند ایسے مفروضات دستور کی طرف اشارہ کرتے ہیں جن کی نشو و نما حکومت کینیٹ کی ہستی و ترقی کے ساتھ ساتھ ہوئی ہے مثلاً صدیوں سے یہ طریقہ چلا آ رہا ہے کہ بادشاہ اپنی مافی الضمیر اور خوشنودی کا انہماک مخصوص شکل کے احکام (فارم - Forms) کے ذریعے سے کرتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعض فرمان کو نسل کے توسط سے جاری ہوتے ہیں جن پر ذیل کی عبارت درج ہوتی ہے۔ «ابتوسط و بمشورہ پریوی کونسل»، بعض ایسے حکمائے اور احکام ہوتے ہیں جن پر بادشاہ کی دستخط ہوتی ہے اور اس کے مقابل کسی ایسے وزیر کی دستخط ہوتی ہے جن کا تعلق اس کے محکمے سے ہو اور جن امور کے لیے وہ ذمہ دار سمجھا جائے۔ بعض صورتوں میں بادشاہ کی خوشنودی و مرضی کا اظہار حکمائے، اعلان اور سند شاہی کے ذریعے سے یا کسی اور وسیعے کی شکل میں جس پر (سلطنت برطانیہ کی) بڑی ہر شہرت ہوتی ہے اور اس کو حکم شاہی کی بنا پر لارڈ چانسلر (جو مجملہ اور وزیر کے ایک ذریعہ ہے اور جس کے پاس جہز کور رہتی ہے) ثبت کرتا ہے۔ اس طرح بادشاہ کے ہر ایک فعل کے واسطے پارلیمنٹ کے نزدیک ایک نہ ایک وزیر ذمہ دار ہے بیت العوام کا فرقہ کشمیران وزراء کو منتخب کرتا ہے اور اس انتخاب کی اطلاع وزیر اعظم کی معرفت بادشاہ کو دی جاتی ہے۔ کسی زمانے میں یہ کہنا درست تھا کہ بادشاہ وزراء کی معرفت

ملک پر حکومت کرتا ہے لیکن اب اس کے برعکس معاملہ ہے لیکن اس زمانے میں وزیر بادشاہ کی وساطت سے حکومت کرتے ہیں پو

سٹنی کو صاحب ان چند غیر معمولی موقعوں کو جبکہ بادشاہ بالکل اپنی ذمہ داری پر کار فرما ہوتا یعنی خود مختار نبھاتا ہے اس طرح مجملہ بیان کرتے ہیں۔ اگر بادشاہ کو اس امر کے باور کرنے کی کوئی معقول وجہ ہو کہ بیت العوام کا فرقہ کثیر ملک کے اس کثیر گروہ کے خواہشوں کی جس نے اس کو اپنا نائب بنایا ہے تعمیل کرنے میں قاصر ہے تو بادشاہ کو اختیار ہے کہ وہ وزیر اعظم کو ملک سے نیا حکم حاصل کرنے کی نسبت ہدایت کرے (یعنی بادشاہ پارلیمنٹ کو اپنے اختیار سے برخاست کر کے دوسری پارلیمنٹ کے انعقاد کی نسبت جدید ارکان کے عام انتخاب کے لئے حکم صادر کرتا ہے) دوسری شکل یہ ہے کہ بادشاہ بیت العوام کے فرقہ مقابل کے ہر ممبر کو طلب کر کے بھی حکم دیتا ہے کہ وہ بادشاہ کی جانب سے ملک سے مستعفی ہو (مطلب وہی ہے جو فقرہ مندرجہ قوس میں بیان کیا گیا)۔

یہ باتیں تو پارلیمنٹ کی شکست و برخاست کے متعلق بیان ہوئیں اب بادشاہ کے اس اختیار کی نسبت سنئے جبکہ وہ کسی امر کے متعلق انکار کرتا ہے۔ بادشاہ مختار ہے کہ پارلیمنٹ کے برخاست کرنے سے انکار کر بیٹھے جب کوئی جدید پارلیمنٹ منعقد ہوتی ہے تو بادشاہ کو اختیار ہے کہ فرقہ برسر حکومت کے رہبروں سے جس رہبر کو چاہے طلب کر کے اس کو کیبنٹ ترتیب دینے کے متعلق حکم دے۔ جب کوئی کیبنٹ بدل جاتی ہے یعنی فرقہ برسر حکومت کے وزیر اکو شکست ہو کر فرقہ مقابل کے ارکان سے وزارت بنتی ہے تو حکومت کے کل کائنات کا مالک بادشاہ بن جاتا ہے۔ ان سے بڑھ کر جس امر کی طرف ہم توجہ دلانا چاہتے ہیں وہ حکومت کے مختلف اجزاء کا آخر میں ایک ہو جانا ہے اس وحدت کی بانی بادشاہ کی ذات ہے اور یہی صفت حکومت کی روح رواں خیال کی جاتی ہے۔ بادشاہ باجلاس کونسل سے حکومتِ عالمانہ یعنی مجلسِ نظامی اور بادشاہ باجلاس پارلیمنٹ سے مجلس وضع قوانین مراد ہوتی ہیں عدل و انصاف بھی بادشاہ کے نام سے کیا جاتا ہے یعنی محکمہ جات عدالت کا صدر بھی وہی ہے اس طرح منظم حکومت کے تینوں شعبے (حکومتِ عالمانہ، مجلس وضع قوانین اور محکمہ عدالت) بادشاہ کی ذات پر منتهی ہوتے ہیں یا بالفاظ دیگر سلطنت کے کل محکموں کو

تاج نے اپنے وجود کے سبب سے ایک دوسرے سے جکڑ دیا ہے اور خود وہ مضبوط کڑی ہے جس نے نوآبادیوں کے سلسلے کو ملک آبائی سے ملا دیا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ تلج کو ایک قسم کی بقا حاصل ہے لیکن وزیر اور پارلیمنٹیں بدلتی رہتی ہیں کو ان کے سوائے معاملات خارجہ اور عام حکمت عملی پر بادشاہ کا حقیقی اثر ہے اسی طرح وہ اپنے اثر کے باعث حکومت یعنی نظم و نسق کے جزئی امور کی بھی نگرانی کرتا ہے۔ اور ایجنٹوں، وزراء، اساقف سلطنت کے تمام اعلیٰ عہدہ داروں کے انتخاب کرنے میں اپنی مرضی سے کام لیتا ہے۔ جن امور کا تعلق سود و بیہودہ قوم سے ہوتا ہے وہ اپنے اثر کی بدولت ان کی رہنمائی کرتا ہے اس کے حقیقی اثر کے سبب سے تو قوم کو اپنی معاشرتی امور میں اصلاح کرنے کی جرات و ہمت ہوتی ہے۔ فرماں روا کی ذاتی خواہشوں کا وزارت، پارلیمنٹ اور قوم میں بہت ہی لحاظ کیا جاتا ہے۔ سر ولیم انسن (Sir William Anson) تاج کے روزانہ کام کو بالا چال حسب ذیل بیان کرتے ہیں۔ "ہمارے سلاطین کی (جن میں ملکات بھی شریک ہیں) ابھی تک وہی اہمیت ہے یہ لوگ ایک ایسا آلہ حکومت ہیں جن کے بغیر وزیر کا کام نہیں چل سکتا۔ ابھی تک ان کی حیثیت ایسے مشیروں اور نامحکوموں کی ہے جو نہایت دیرینہ تجربہ کار ہوں اور جن کو حکومت اور قوم کی نسبت اپنے معلومات میں اضافہ کرنے کے غیر معمولی موقع ملے ہوں جس کے سبب سے ان کے مشورے اور نصیحتیں قابل قدر سمجھی جائیں اور عام رعایا خصوصاً عہدہ داران سلطنت کو چاہیے کہ ان کی ہدایتوں اور احکام کو گوش دل سے سنکر ان پر سچے دل سے عمل کریں نہ کہ اخلاقاً قبول تو کر لیں لیکن عمل ان ہدایتوں کے خلاف ہو"۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ فرمانروا محض جہاز کے سامنے کی صورت نہیں ہے بلکہ جہاز حکومت کا وہ قطب ٹاپ ہے جس کے بغیر جہاز کے پائے یعنی جکڑ کو پھرانے کی کوشش کرنا بے سود ہے اور یقیناً ایسا جہاز پائے کو پھرانے والے کی غلطی سے کسی چٹان پر ٹھہر جائیگا۔

پانچم

بادشاہ کی کونسل

کونسل کا نشو و نما

سیکسنوں کے زمانے میں ملک کا نظم و نسق مختصر اور سادہ تھا۔ حکومت کے فرائض میں اس قدر زیادتی اور گھٹلاک نہیں تھی کہ اُن کو مختلف محکموں میں تقسیم کرنے کی ضرورت ہوتی۔ بلکہ کل حکومت کا مرکز بادشاہ سمجھا جاتا تھا۔ اور اس کو حکمرانی میں وٹنا جیمو (مجلس عقلا) سے مدد ملتی تھی۔ اس مجلس کے ارکان دو صدراعظم اور ایسے اساتذہ اور رؤسائے رہبان اور مختلف علاقوں کے صوبہ دار ہوتے تھے جن سے اس کی حاضری ممکن تھی۔ نیز ایسے تہذیبی اور دربار شاہی کے خاص غمدہ دار جو بادشاہ کی جانب سے بطور خاص طلب ہوتے اُس میں شریک رہتے تھے اس مجلس میں کسی قدر عدالتی کام بھی ہوتا تھا اگرچہ اس کے مختصر و محدود عدالتی کاموں کو بھی شامل کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کے معمولی کاروبار میں اس مجلس کی شرکت زیادہ نہ تھی۔ جو قانون اور محصول کی شرح اس مجلس میں پیش ہوتی اُن کی یہ مجلس منظوری دیتی اور جو زمینیں بادشاہ کی جانب سے لوگوں کو عطا ہوتی تھیں ان کے اسناد پر گواہوں کی حیثیت سے اس کے ارکان دستخط کرتے تھے۔ لیکن اہم قومی امور میں اکثر مشورہ مجلس قومی سے لیا جاتا تھا باوجود اس کے بادشاہ اگر چاہتا تو مجلس عقلا کے مشورے کی پروا نہ کرتا بلکہ اس کے خلاف کر کرتا اور بعض صورتوں میں اس سے مشورہ ہی نہ کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ مجلس عقلا کا اختیار اطاعت گزاروں کا سا تھا کسی کام میں وہ بادشاہ پر تقدیم نہیں کرتی تھی۔ بلکہ جو کام اس کے سپرد تھا اس کو وہ بادشاہ کی مرضی کے موافق انجام دیتی تھی۔

مگر فرج برطانیہ کے ساتھ مجلس عقلا کی حالت میں تغیر شروع ہو گیا۔ از بسکہ ولیم اول جاگیرداروں کی ایک بڑی جماعت کا سردار تھا اس لیے بڑے جاگیرداروں سے مشورہ لینے کو وہ اپنا حق اور فرض سمجھتا تھا۔ اس نے ٹھان لی تھی کہ انگلستان میں قومی بادشاہی

وٹنا جیمو
The Wite-
-nagemot
(مجلس عقلا)

کیونے
کنسی لیم
The
Comune
Cancilian
مجلس قومی
نارمنوں کی
مجلس شاہی

قائم ہوا اور حکومت کو مٹانے والے نظام جاگیر کی اثرات کا ملک سے قلع قمع ہو جائے
لہذا اس نے جاگیرداروں کی اس مجلس کو اپنی قوت کا نہ کم ضعف کا سرچشمہ بنایا۔ جو جاگیردار
اپنے مالک (فرماں روا) کی حکومت کا منکر ہوتا وہ اس مجلس سے خارج کر دیا جاتا تھا۔
مجلس کی شرکت جاگیرداروں کے لئے گویا اقتدار شاہی کو تسلیم کرنا اور بادشاہ کی مدد کرنے کا
عملی ثبوت متصور ہوتی تھی۔ اس مجلس عام یعنی مجلس قومی کے اختیارات قریب قریب
مجلس عقلا کے اختیارات کے مثل تھے۔ لیکن دونوں کی ترتیب و ساخت میں
فرق تھا یعنی اس کی رکنیت کے لئے سرکاری عہدہ داروں کے سے تجربہ کار و لائق لوگوں
کی ضرورت نہ تھی بلکہ اس کے لئے بڑا جاگیردار ہونا شرط اہلیت سمجھی جاتی تھی جو
ولیم اول اور اس کے جانشین نہ صرف مجلس قومی سے مشورہ لیتے تھے بلکہ
ان لوگوں کے مشیر بھی ایک اور مجلس تھی جس کا لقب کیوریا رجس (Curia Regis)
مجلس شاہی تھا۔ اس کے ارکان عموماً اساطین سلطنت تھے مثلاً دوسرا سقف
جن کو ہر ایک کونسل کی رکنیت کا حق حاصل تھا اور دوسرے ایسے لوگ جن کو طلب کرنا
بادشاہ مناسب سمجھتا تھا۔ از بسکہ یہ مجلس ہر وقت بادشاہ کے ہمراہ رہتی اس لئے
حکومت کے ہر ایک کام اور شعبے میں اس کی شرکت ہوتی تھی اور جب مجلس قومی منعقد
ہوتی تو یہ اس کی شریک غالب بن جاتی تھی۔ بڑی مجلس اور اس چھوٹی مجلس میں کوئی فرق
نہ تھا جو کام بادشاہ پہلی مجلس کے مشورے سے کرتا وہی کام دوسری مجلس کی رائے سے
انجام دیتا۔ پھر اس کے کہ مجلس قومی کے ذریعے سے وہ ملک پر محصول لگاتا تھا۔ مگر اس زمانے
میں محصول لگانے کا زیادہ رواج نہ تھا اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ دونوں مجلسوں کے
ایک سے فرائض و اختیارات تھے اور نوعیت کا بھی ایک ہی تھی۔ گویہ دونوں
مجلسیں ایک نہ تھیں اور ان کے کام میں فرق کرنا بھی ناممکن ہے۔ تاہم ایک کو
دوسرے کی کمیٹی کہنا تاریخ غلطی ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ نارمنڈی کے جاگیردار سرداروں
کے سبب سے انگلستان کے نارمن سلاطین نے مجلس قومی کے وجود کو اپنی
ذات پر لازم کر لیا۔ اور ضرورتاً اس کو جاری رکھا۔ یہ لوگ اس کے ذریعے سے
اپنی نگرانی نارمن امرا پر قائم رکھتے مگر روزانہ امور سلطنت مجلس شاہی کے ذریعے سے
انصرام پاتے تھے اور یہ دوسری مجلس بہ نسبت پہلی مجلس کے زیادہ مختصر اور اطاعت گزار

و فرمانبردار تھی اور چونکہ اس کے ارکان واقف فن اور تجربہ کار ہوتے تو اس میں کام بھی زیادہ مستعدی سے ہوتا تھا مجلس قومی اور مجلس شاہی کا فرق دونوں کی شان اور قابلیت و مستعدی پر مبنی نہیں ہے بلکہ ان میں امتیاز کرنے کا سبب یہ ہے کہ ایک مجلس تو گاہے ماہے اور دوسری دو یا اسے وقفہ ہوتی تھی پو

مجلس قومی کی تاریخ کا تعلق مجلس وضع قوانین سے ہے مگر جس قدر امور حکمرانی میں اضافہ ہوتا گیا اور حکومت کے فرائض کو مختلف محکموں میں تقسیم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی گئی اس قدر مجلس شاہی سے مال، عدالت اور امور انتظامی کی مجلسیں بتدریج نمایاں ہوتی گئیں۔ مطلب یہ کہ اس زمانے کے محکمہ جات مال و عدالت و انتظامی کا اخذ و مصدر قدیم زمانے کی مجلس شاہی ہے پو

سب سے پہلے ہنری سوم کی نابالغی کے زمانے میں مجلس شاہی کی حیثیت کونسل

The Council

جس کا لقب اب دی کونسل ہو گیا تھا ایک منتظم حاکم اور مشیر کی ہوئی ہے یعنی اس عہد سے اس مجلس نے بادشاہ کو مشورہ دینے کے سوائے سلطنت کے انتظام میں بھی مداخلت شروع کر دی۔ ہنری کے بلوغ کو پہنچنے تک سلطنت کے کل بڑے عہدہ دار اور نظام عدالت اور چند اساقف اور امرا اس کے ارکان ہوتے تھے اور یہی لوگ حکومت کے تمام کاموں کو انجام دیتے تھے۔ مگر ۱۲۳۲ء سے جبکہ رام حکومت ہنری کے ہاتھ آئی اور اس نے اسی کونسل کے ارکان کا تقرر کرنا شروع کیا جنگ امرا کے چھڑنے تک امراء نے بادشاہ کی مطلق العنانی کے کم کرنے کی غرض سے اس امر کی کوشش کی ہے کہ وہ نہ کہ بادشاہ مشیران شاہی (ارکان کونسل) کا انتخاب کریں۔ آئین مصدرہ آکسفورڈ واقع ۱۲۵۸ء کی رو سے کونسل مستقل بنیاد کی اور ارکان کی تعداد پندرہ کر دی گئی اور ایک دوسری تجویز بابت ۱۲۶۵ء کے ذریعے سے اس کے ارکان کی تعداد نو کر دی گئی اور اس کا ہر وقت بادشاہ کے ہمراہ رہنا لازم قرار پا گیا۔ ایسا ہی جب امراء نے ۱۲۹۵ء میں بادشاہ کو مشورہ دینے اور ارکان کونسل پر نگرانی رکھنے کی غرض سے امراء مقننین کی ایک مجلس ترتیب دی تو گویا انھوں نے اسی خیال یعنی متذکرہ صدر تدبیروں کا اعادہ کیا پو

۱۲۶۵ء-۱۳۴۶ء

لیکن اس آخری تدبیر کے پہلے ایڈورڈ اول کی قومی حکومت میں قوم نے کونسل پر نگرانی رکھنے کے سبب منصوبوں کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اس کا سبب نہ صرف

بادشاہ مذکور کا اقتدار وحسن انتظام تھا بلکہ کونسل کے ارکان دد ایسے لوگ ہوتے جو کسی نہ کسی حیثیت سے بادشاہ کے ملازم سمجھے جاتے اسی کا کام کرتے اور اسی سے تنخواہ پاتے تھے اور اسی سبب سے اس وقت کی کونسل میں نارمن سلاطین کی مجلس قومی کی بہ نسبت نظام ہائیکل کے اصول و منشا کا کم لحاظ ہوتا تھا اور ملک کی نظروں میں اس کی خاص وقعت تھی۔ کبھی کبھی اس میں قانون بنانے کے لئے بادشاہ امرا اور عوام جمع ہو جاتے لیکن فرامین شاہی جن کی حیثیت اور اثر قانون (موضوعہ) کا ساتھ عامو نا اسی کے مشورے و ہدایت سے جاری ہوتے تھے۔

ایڈورڈ سوم کے عہد میں پارلیمنٹ کا کونسل پر نگہ رکنی رکھنے کی نسبت کوشش کرنا

ایڈورڈ سوم کے عہد میں پارلیمنٹ نے ایڈورڈ سوم کو اس کے مشیروں یعنی ارکان کونسل کے انتخاب کرنے کا اختیار تو دیدیا تھا لیکن اس امر کی کوشش کی جا رہی تھی کہ ان کے افعال پر فہمی ہو کر ان کی نگرانی قائم ہو جائے۔ مگر ایڈورڈ کی خود مختاری اور خود سری کے سامنے پارلیمنٹ کی کچھ یہ چل سکی اور جب زیادہ دباؤ لگایا تو ایڈورڈ نے اس کے سامنے پارلیمنٹ سے معاہدہ کر لیا کہ وزیر قانون کی پابندی کی نسبت پارلیمنٹ میں حلف کیا کرینگے اور جب کوئی نئی پارلیمنٹ منعقد ہو تو اس کا کام شروع ہوئیے پہلے وہ اپنی خدمتوں سے مستعفی ہو جائینگے اور جب ان میں سے کسی وزیر کے مقابل نا اشن دائر ہو تو وہ اپنی برادرت آپ کر لگا دے مطلب یہ کہ بادشاہ کی مداخلت نہ ہوگی۔ اس معاہدے کو ہو کر دہ برس بھی نہیں گزرے تھے کہ ایڈورڈ نے اس بہانے سے کہ معاہدے پر اس سے جبراً منظور کی گئی تھی اس کو توڑ دیا۔ کونسل نے اکثر عدالتوں کے اختیارات غصب کر لیے تھے اور ان عدالتی اختیارات کی بنا پر لوگوں پر فرضی مقدمے قائم کر کے ان کو تنگ کرتی تھی۔ ملک نے ان مظالم کے خلاف عرضیوں کے ذریعے سے بادشاہ کو متوجہ کرنا چاہا لیکن یہ کوشش ناکام رہی۔ کونسل کے کام کا اندازہ کرنے کی غرض سے ایڈورڈ دوم کے عہد میں ایک نشی اور عرضیوں کی جانچ پڑتال کے لئے ایڈورڈ سوم کے دور میں تین سزاؤں کا تقرر عمل میں آیا۔

۱۳۵۱ء سے کونسل کی حیثیت بادشاہ کے متقدم یا غائی مقام کی ہوئی ہے

۱۳۵۱ء سے کونسل کے عہد سے کونسل کی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ کونسل کی تحریرات کے معانی سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۳۵۱ء سے اس کی شان بادشاہ کے متقدم (علیہ) یا ملازم (رازدار) خانگی کی بنیادی ہے اور اس وقت سے جو شبہاں

کہ اس کی حقیقت کے متعلق کئے جاتے تھے اٹھ جاتے ہیں۔ نارمنوں کی مجلس شاہی سے محکمہ مال، قانون غیر موضوعہ اور نصف کی عدالتیں نکلی ہیں۔ اس دور سے کونسل نے اپنے آپ کو ان عدالتوں اور قدیم مجلس قومی سے بالکل علیحدہ کر لیا یعنی اس کی ایک جداگانہ سستی قائم ہو گئی۔ کونسل کی یادداشتوں سے پایا جاتا ہے کہ اب اس میں سلطنت کے ہر شعبہ کا کثرت فرائض کونسل سے انتظامی کام ہونے لگا۔ امور تجارت اور دول غیر کی رعایا پر اس کے مخصوص اختیارات تھے۔ اس میں بادشاہ کی بھی محافظت تھی اور شورش و بے امنی کے مقولوں پر اس کو خاص خاص تدبیریں اختیار کرنی پڑتی تھیں اور امن قائم کرنے کے لیے سختی سے کام لینے کی ضرورت ہوتی تھی۔ اس واقعہ کے انتخاب میں بادشاہ کو اسی سے مدد ملتی اور اسی میں اتحاد و سحر کے مقدمات کی تحقیقات ہوتی تھی۔ تاج کے مصارف سلطنت اور مصارف خانگی کی نگرانی بھی کرتی تھی اور ان کے لیے روپیہ بھی ہی قرض لیتی تھی۔ اکثر مقدمات کی واسطے یہ کونسل مرافعہ کا آخری محکمہ تھی اور جن مقدمات کو کسی سبب سے قانون غیر موضوعہ کی عدالتیں سماعت نہ کر سکتی تھیں ان کے لیے یہ عدالت ابتدائی تھی۔ پارلیمنٹ میں قانونی تحریک کرنے کی نسبت اس کو خاص اختیارات حاصل تھے خود بھی کبھی کبھی بذریعہ فرمان قانون وضع کرتی تھی۔ سترہویں پارلیمنٹ نے بادشاہ کو عرضی دی کہ پارلیمنٹ کے بند رہنے کے زمانے میں کونسل کا فرامین جاری کرنا جس سے قانون غیر موضوعہ کی خلاف ورزی ہوتی ہو ناجائز ہے لیکن رچرڈ نے اس غدر سے عرضی مذکورہ کے قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ اس کا مشامیری سطوت شاہی کو گھٹانا ہے۔

بادشاہ کو جن امور کا مشورہ دیا جاتا ان کے اخفا اور حتی المقدور اچھے سے اچھا مشورہ دینے کے لئے ارکان کونسل کو حلف کرنا لازم تھا۔ رکنیت کونسل کا نہایت محفل مشاہرہ تھا لیکن جو ارکان کام کرنے سے جی جراتے اور بلاوجہ موجب غیر حاضر ہوتے ان پر سخت جرمائے کئے جاتے تھے۔ رچرڈ دوم کے عہد میں ان مشیروں کی مدت ملازمت ایک سال تھی مگر اس کے بعد یہ منصب تاحین حیات ہو گیا تاہم کسی رکن کا اپنی رکنیت کو بحال رکھنا یا نہ رکھنا اس کی اور بادشاہ کی مرضی پر موقوف تھا۔ از بسکہ بادشاہ کونسل کے ہر ایک جلسے میں شریک نہ رہتا اس لیے جس جلسے میں وہ صدر ہوتا اس روز کی کارروائی پر بحضور شاہ کے الفاظ اضافہ کیے جاتے تھے۔ بلحاظ قواعد طے ہو گیا تھا

کہ جن امور کا بادشاہ کی خاص رضامندی کے بغیر تصفیہ نہیں ہو سکتا انکی نسبت انکی مرضی دریافت کرنے کے بغیر کوئی کارروائی نہونی چاہیے۔ بادشاہ کے مرنے پر کونسل خود بخود شکست ہو جاتی تھی یعنی اس کے فرائض و اختیارات ساقط ہو جاتے تھے۔

رچرڈ دوم اور اس کی کونسل کے ساتھ قابل غور ہے جب رچرڈ دس بلوغ کو پہنچا تو اس زمانے کے بعض امرا نے ایک عرضداشت میں بطور مشورہ کونسل کی علوشان کی نسبت قیاس قانونی کا اظہار کر کے رچرڈ کو آگاہ کیا ہے۔ بادشاہ کو چاہئے کہ کونسل کے بیانات باور کرے بادشاہ کے انجام مقاصد یعنی سلطنت کی بھلائی کے لئے ارکان کونسل کو جو طبع سب سے زیادہ مفید معلوم ہو اس پنج سے وہ اپنے فرائض کو انجام دیں اور بادشاہ کو لازم ہے کہ وہ انکے انصرام میں خل نہ ہو بلکہ کونسل کو موقع دیا جائے کہ وہ اپنے کاموں کو اس طرح چلائے کہ قانون نافذ کی پابندی ہو سکے اور اسکے ساتھ ہی وقار شاہی کو کوئی گزند نہ پہنچنے پائے۔ بادشاہ کی حضوری میں ان مشیران خاص کی فوری باریابی اور شریف و نظامت عدالت کا تقرر انکی مشورے سے ہونا چاہئے۔

اگر بادشاہ اور اس کے مشیروں (ارکان کونسل) کے باہمی تعلقات کی نسبت یہی قیاسات و اصول تھے جن کا ابھی بیان ہوا تو حقیقت میں عمل انکے برعکس تھا چنانچہ بعض وقت رچرڈ اپنے مشیروں کو اس عذر سے کہ ان کے مشورے سے اس کا دل رنجیدہ ہوتا ہے باریابی سے محروم کرتا اور کبھی تو ان سے نہایت سختی سے کج بھئی کرتا تھا جس زمانے میں کہ خزانہ دار اور چیمبرلین اور وزیر مہر و دہشی سیکٹ اور گرین کے سوائے کونسل کے دوسرے سب ارکان غیر حاضر تھے تو ان کی غیر حاضری کا جرمانہ اس نے سب سے وصول کیا اور خود ہی کھا گیا اس کے ساتھ ہی ایک سو پندرہ ہزار پونڈ میں ان شیروں کو حکمناموں کے ذریعے سے طلب کیا جن میں ہدایت کردی گئی تھی کہ جو رکن حاضر نہ ہو گا خواہ اس کا عذر کچھ ہی کیوں نہ ہو اس کو اپنی جان و مال سے ہاتھ دھو بیٹھا پڑے گا۔ ان طلبناموں میں کونسل کے انعقاد کی نسبت نہ تو کوئی وجہ بتلائی گئی تھی اور نہ غیر حاضری کی نسبت کسی عذر کی سماعت قبول ہونے کی گنجائش تھی۔

رچرڈ دوم اور اس کی کونسل

خاندان لینکسٹر کے
عہد کی پہلی کونسل

شاہان لینکسٹر کے عہد میں تو یہ مجلس پارلیمنٹ کی ایک جزو یعنی کیٹی بن گئی تھی۔ چنانچہ ۱۲۹۵ء اور ۱۲۹۷ء اور ۱۲۹۸ء میں ہنری چہارم نے اس کونسل کے ارکان کا

پارلیمنٹ کے اراکین سے تقرر کیا۔ ہنری ششم کی نابالغی کے زمانے میں خود پارلیمنٹ نے اس کا انتخاب کیا اور ارکان عوام نے متعدد مرتبہ اس «شاہی کونسل» عظیم و مستطیل کی نسبت اپنا اعتماد ظاہر کیا۔ کونسل کے منتشی کے نام تاکید، احکام جاری کیے گئے کہ وہ اس میں «ہر ایک محرک کا نام و غرض اور ضرورت» کو لکھا کر اس طرح ہر ایک رکن کے افعال کی ذمہ داری قرار دی گئی۔ اور ایک قاعدے کی رو سے طے پایا کہ کونسل کی منظور شدہ تحریکوں پر ان ارکان کی دستخط ہونی چاہیے جو اس سے متفق ہوں اور جو ارکان منظور شدہ تحریکوں اور تصفیہ شدہ امور کے وقت غیر حاضر ہوں لیکن ان سے ان کو اتفاق ہو تو وہ اپنی غیر حاضری کا عذر نہ کریں بلکہ حاضر ہونے کے بعد منظور شدہ تحریکوں اور امور تصفیہ شدہ پر اپنی دستخط کر دیں۔ بادشاہ مذکور کی نابالغی کے زمانے میں کونسل بے انتہا محتاط تھی اور اور ہر ایک کام بادشاہ کے نام سے کرتی تھی۔ علامہ ڈائسی (Professor Dicey) ہنری کا ایک قول جبکہ اس کی عمر پانچ سال کی تھی کونسل کے کمال احتیاط کی مثال میں اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کونسل نے اس چھوٹے لڑکے ہنری کو سکھلایا تھا کہ ذیل کے لفظوں میں چانسلر وقت کو اطمینان دلائے۔ «اگر ہم پڑھنے لکھنے میں غفلت کریں یا ہم سے کوئی قصور سرزد ہو تو ہمارا بنیم یا تپیر بھائی» (واریک Warwick) مختار و مجاز ہیں کہ حسب صواب و تدبیر کبھی کبھی ہماری گوشمالی کریں اور ہمارا مزاج دیا کریں»

اسی دور میں بادشاہ کی اس کونسل میں ایک اندرونی دائرہ بن گیا۔ یعنی چند مخصوص ارکان کی ایک چھوٹی کونسل اس بڑی کونسل میں قائم ہو گئی اور اس مختصر جماعت کا نام پریوی کونسل (Privy Council)۔ مجلس خانگی یا مجلس خاص، پڑ گیا اور بڑی جماعت معمولی کونسل یعنی مجلس عام سے ملقب ہو گئی۔ اگر بادشاہ کم سن ہو تا تو اس چھوٹی انتظامی جماعت کو مشورہ دینے کی غرض سے کبھی کبھی کل ارکان طلب ہو کر بڑی کونسل کا انعقاد کیا جاتا تھا اور پہلی کونسل بادشاہ کے حسب اختیار خاص کا استعمال کرتی تھی۔ یہ چھوٹی کونسل پریوی کونسل، اصل میں بڑی اور مستقل کونسل کی مجلس انتظامی تھی اور بادشاہ کی نابالغی کے زمانے میں وہی کونسل مجلس نیابت (کونسل آف ریجنسی - Council of Regency) بن جاتی جس کے فرائض شیرازہ نہیں بلکہ انتظامی تھے۔ مگر جب ہماری سن بلوغ کو پہنچ کر زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو پارلیمنٹ

پریوی کونسل
اور معمولی کونسل

نے ارکان کونسل کے انتخاب میں اپنے اثر سے کام لینے میں سستی کرنی شروع کر دی اور اس کے کاموں پر نگرانی رکھنی تو قطعاً ترک کر دی۔ پھر ہی کونسل تاج کے ہاتھوں میں ملکی مظالم کا اکہ بنگلی اور اس میں غیر ملکیوں اور بادشاہ کے پندیدہ لوگوں کی کثرت ہونے لگی۔ اور باوجود ارکان عوام اور امر کی متواتر عرضداشتوں کے لاکہ بادشاہ کونسل میں مستعد اور نیک لوگوں کو جمع کر کے کوئی اچھا نتیجہ برآمد نہیں ہوا سر جان فائٹسکیون نے ایڈورڈ چہارم سے باصرار کہا کہ شاہی شیروں کا انتخاب اُن کی مستعدی اور کارگزاری کے لحاظ سے ہونا چاہیئے اور اصلاح کونسل ہو کر پندرہویں صدی کی بد نظمی اور سوء انتظام کا رفع ہونا ضرور ہے۔ مگر اس مشورے کا کچھ اثر نہ ہوا، گویا اس نے ایک بے بہرہ آدمی کو اپنے گرانقدر مشورے سے بہرہ اندوز کرنے کی فضول کوشش کی۔

از بسکہ ہنری، مہتمم کو پارلیمنٹ کے مقرر کئے ہوئے حق کی بنا پر حکومت ملی تھی اس لئے لوگوں کی امید بندھی کہ حالات میں کچھ اصلاح ہوگی لیکن جو امر کہ منہ و سفید پھولوں کی لڑائیوں کے بعد باقی رہ گئے تھے ان میں گویا کہ اُن کے جفاکار و غدار آباد اجداد کی روحوں نے حلول کیا تھا انھوں نے کونسل کی حالت نہ سنبھلنے دی۔ اور پارلیمنٹ بھی اصلاح کونسل کی جانب متوجہ نہ ہوئی اس لئے کہ وہ اپنے اختیارات کے سبب سے مطمئن تھی اور قوم ان طولانی خانہ جنگیوں کے سبب سے صرف امن و امان اور حفاظت جان و مال کی متمنی تھی۔ بدامنی و بد نظمی کے عوض حصول امن کے لئے ہر ایک طبقہ ملک کی نظریں تاج کی طرف اٹھ گئی تھیں۔ طبقہ امار اور مجلس وضع قوانین جن ہتیاروں سے مجلس انتظامی کو ڈرایا کرتے یا زیر کرنا چاہتے تھے وہ گزشتہ صدیوں میں ہی قریباً ایک سو سال کے واسطے نظروں سے غائب ہو گئے تھے اور نارمنوں اور خاندان پلینٹجینٹ کے ابتدائی بادشاہوں کی مجلس شاہی دوبارہ زندہ ہو کر ٹیوڈر بادشاہوں کی پریوی کونسل بن گئی۔

عہد حکومت کونسل

۱۳۸۵ء سے ۱۶۰۳ء تک پارلیمنٹ کی ناجائز حیثیت سے نہیں بلکہ تاج کا آئینہ حکمرانی بن کر کونسل نے اپنے انتظامی عدالتی اور قانونی (یعنی وضع قانون) اختیارات کا

نہایت سطوت سے استعمال کیا ہے۔ اس کے ارکان عموماً شاہی ملازم ہوتے جو احکام شاہی کی تعمیل کو واجب جانتے اور آپ کو صرف تاج کا ذمہ دار سمجھتے تھے۔ ان کی ملازمت کی مدت بادشاہ کی خوشنودی پر منحصر ہوتی تھی اور ان کو عہد کرنا پڑتا تھا کہ وہ بادشاہ کو سچا اور وفادار نہ مشورہ دینگے لیکن بادشاہ کو ان سے مشاورت کا عہد کرنا ضرور نہ تھا۔ ہنری ہشتم اور ایڈمزین پیتھ کے تو مخصوص وزیر تھے اور جب انھیں مشورے کی ضرورت ہوتی تو وہ پرلوی کونسل کے بجائے جس کسی وزیر سے چاہتے مشورہ لیتے تھے چنانچہ جب ڈاکٹر ٹائٹ Dr. Knight کو ۱۵۲۷ء میں رومنہ الگری کی طرف سفارت پر روانہ کیا گیا تو ڈولری Wolsey سے مقرب سلطان کو اس کی کچھ بھی اطلاع نہ تھی ڈ

ڈولری ڈولری میں کونسل کے نصف سے زیادہ ارکان عوام ہوتے تھے چنانچہ پلگریج آف گریس (Pilgrimage of Grace) جینی حصول افضال الہی کا سفر۔ ایک مذہبی شورش کا نام تھا جس کا ڈکٹر انگلستان کی سیاسی تاریخوں میں بالتفصیل موجود ہے) کے سرکشوں کی ناراضی کا ایک یہ بھی سبب تھا اور جب ان لوگوں نے بادشاہ سے شکایت کی کہ کونسل میں انزل جمع ہو گئے ہیں تو ان کو ہنری ہشتم کی جانب سے اُسکے حسب عادت خود مختار نہ جواب ان الفاظ میں ملا تھا ہمارے کونسل کا تقرر ہماری ذات سے وابستہ ہے اور ہماری رعایا کے کسی طبقے کو اس میں مداخلت کرنے کا حق حاصل نہیں اور نہ تمہاری التماس پر ہم لحاظ کر سکتے ہیں اس لئے تم کو یاد رکھنا چاہیے کہ تمہارے فرائض کا تعلق تمہارے بادشاہ اور فرمانروائے وقت کے ساتھ ہے اور تم کو ان معاملات میں جو تقرر کونسل وغیرہ کے مثل میں اور جب کا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے محل نہونا چاہئے، سلاطین ڈولری کے عہد میں کونسل کی حقیقی شان اور اس کے اسباب و واقعات پر تاریخی کے پردے پرٹے ہوئے ہیں اس لئے اس کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔ لاکونسل کی کتاب، یعنی دفتر کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے چند بے سلسلہ کاغذوں کے ۱۵۳۷ء سے ۱۵۴۷ء تک کی کل مشلیں مفقود ہیں۔ انہی کاغذوں میں ایک فرمان بابت ۱۵۴۷ء موجود ہے جو شاہی محل کی نسبت جاری ہوا تھا اور جس کے ذریعے سے ایک کونسل مقرر ہوئی تھی کہ روزانہ صبح کے دس بجے اور دوپہر کے دو بجے الترانہ بادشاہ کی نشستیں

ٹیوڈر بادشاہوں کی
کونسل کی ترکیب

حاضر رہے۔ لادشاہ کو اختیار تھا کہ وہ چاہے اس کے ارکان سے ہمکلام ہو یا مشورہ کرے یا مفلس و نادار آدمیوں کی شکایتوں کی سماعت و تحقیقات کرے۔ جب سترہویں صدی میں کونسل کی یادداشتوں کے قلمبند کرنے کے لیے دوبارہ ایک منشی لوکر رکھا گیا تو اس کا ردوائی سے ظاہر ہوتا ہے کہ بادشاہ کی مجلس عام مفقود ہو گئی تھی یعنی اس کے کل ارکان پہلے کی طرح مستقل و متفق طور پر ایک وقت میں جمع نہیں ہوتے تھے بلکہ انتظامی اغراض کے لیے اس کی جگہ پریوی کونسل کو مل گئی تھی۔ مگر ایسی مجلسوں کے ارکان جیسی کہ مجلس شمالی اور مجلس ویلنر تھیں کبھی تو لا عام مشیروں اور کبھی خاص مشیروں کے نام سے منتخب ہوتے تھے مگر ان دو شاہی متحدوں (Secretaries یعنی وزراء کا شمار جن کے عہدے اس زمانے میں قائم ہو گئے تھے مشیران خاص میں کیا جاتا تھا اور یہی تاج اور کونسل کے درمیان نامہ و پیام کا ذریعہ بن گئے تھے اس لیے اس زمانے سے ان کا عہدہ بتدریج اہم ہوتا گیا۔ ہنری ششم کے عہد میں کونسل کے دو حصے ہو گئے تھے۔ ایک حصہ تو بادشاہ کے ہمکام رہتا اور دوسرا انڈن میں مقامی معاملات کی پذیرائی کے لیے مستقل سکونت رکھتا تھا۔ مگر ان دونوں حصوں میں بادشاہ کی اطلاع کی غرض سے مسلسل مراسلت ہوتی رہتی اور اس کی ضرورت اس لیے تھی کہ جدید منشی و لکھچیت William Paget جس کا تقریباً ۱۵۵۷ء میں ہوا تھا بادشاہ کی علم موجودگی میں کونسل کی کارروائیوں کو قلمبند کرتا اور نہ ان کی مثل بناتا تھا۔

اس کا چھ کمیٹیوں میں منقسم ہونا

ایڈورڈ ششم کے عہد میں کونسل کے کام میں اس قدر کثرت ہوئی کہ اس کی چھ کمیٹیوں میں تقسیم کر دی گئی تاکہ ہر ایک کمیٹی اپنے مفوضہ کام کو سلجھا کر اور امور تصفیہ طلب پہلے سے ہی بخوبی بحث کر کے آخری فیصلہ کے لیے جلسہ عام میں کارروائی پیش کر سکے۔ ۱۵۵۷ء میں پانچ اور ۱۵۵۸ء میں دس کمیٹیوں کا پتہ چلتا ہے لیکن ۱۵۵۸ء میں پھر ان کی تعداد پانچ ہو جاتی ہے اس پر بھی ان کمیٹیوں کے مقرر کرنے کا طریقہ جاری رہا مگر انکی امور و اشیاء کی شکلیں بے سلسلہ ہیں۔ ان میں سے دو کمیٹیاں قابل غور ہیں۔ ایک کا کام لا امور سلطنت پر غور کرنا تھا اور دوسری اس بات کا تصفیہ کرتی تھی کہ پارلیمنٹ میں کیا اور کس قسم کا قانون بننا چاہئے۔ پہلی کمیٹی تو اس زمانے کے ان پانچ کمیٹیوں کی ایک تھی جس کا صدر رہنما ہوگی جو سلطنت کے پانچ وزیروں کے ماتحت میں اور دوسری کمیٹی

کی وہی حیثیت ہوگی جو اب بھی پارلیمنٹ کے افتتاح کے وقت اُس خطبہ کو تیار کرنے کے لئے منعقد ہوتی ہے جس کو بادشاہ خود یا اپنے نائب کے ذریعے سے بیت الامریں تخت پر اجلاس فرما کر پڑھتا ہے ٹو

ٹیوڈر کونسل کے اختیارات انتظامی اس قدر وسیع تھے کہ ان کا تفصیل سے اسکے اختیارات بیان کرنا فضول ہوگا۔ مختصر یہ کہ اس کی حکومت معاملات خارجہ، بیرونی محلوں سے ملک کی حفاظت، بحری قزاقی اور فتنہ و فساد اندرونی کے انتظامات پر مشتمل تھی۔ کونسلوں اور کسانوں کی تقویت کا باعث یہی کونسل تھی۔ زراعت اور دوسرے مقامی امور کی نسبت معلومات حاصل کر کے صحیح اطلاع پہنچانے کی غرض سے وہ معتقین یعنی کشنہ دلوں کو ملک کے اطراف و اکناف میں روانہ کرتی تھی، اعزازی نظامے فوجداری کے ذریعے سے مقامی دادرسی اور مقامی حکومتوں پر کونسل کی بلا واسطہ نگرانی رہتی تھی۔ خاندانی نزاعوں میں اس کی دست اندازی اور یہی زن و شوہر کے جھگڑے چکایا کرتی تو کر اور آقا کی نالشوں کا اسی میں تصفیہ ہوتا، نجوم رمل سحر اور جہان بھر کی بے سروپا باتوں کا انتظام اس کے ذمے تھا۔ جو لڑکے اپنے والدین سے سرکشی اور نافرمانی کرتے انکو عبرت دلانے کی غرض سے یہ کونسل لنڈن کے (لابرج،، (نام مجلس) میں قید کرتی اور ست بیچار اور ہرزہ گرد لوگوں کو کام پر لگاتی تھی۔ اس مجلس کو ہر ایک شخص کے معاملے میں دخل تھا۔ سیسل Cecil کے ذمہ ایک نہایت ہی عمدہ راز کا کام تھا۔ سیسل لوگوں کے اندرونی حالات کی کونسل میں بخفی کرنا۔ مختصر یہ کہ دنیا کا کوئی کام نہ اس قدر ارفع تھا اور نہ ایسا پست کہ کونسل کی نظر شفقت سے چھپا رہ سکتا ہو

سلطنت کے دور دراز حصوں میں مقامی مجلسوں کے قائم ہونے سے کونسل کی انتظامی مستعدی میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ ایڈورڈ چہارم کے عہد میں ملک وینز کے سرحدات کی نگرانی و انتظام کی غرض سے ایک کونسل کا قیام عمل میں آیا جس نے چٹھر Chester کے اسقف اور لینکسٹر Lancaster کے ڈیوک کے خود مختار علاقوں کے اختیارات سلب کر لئے۔ ۱۳۴۲ء میں اس کی دوبارہ ترتیب ہوئی اور ۱۳۵۲ء میں پلگرم بیچ آف گیرلس (اس کا ذکر کسی مقام پر ہو چکا ہے) کے بعد مجلس شمالی کا وجود ہوا جس کے سبب سے ڈرہم Durham کے عہد مختار ضلع

کی حکومت کا استیصال ہو گیا۔ سمر سیٹ۔ ڈے ون اور کارنوال کے ضلعوں پر نگرانی قائم رکھنے کی غرض سے ۱۵ ویں کونسل مغربی قائم کی گئی۔ اس کے بہت پہلے سے کیے Calais میں وہاں کے انتظام کے لیے کونسل موجود تھی اور ہنری ہفتم کے عہد میں جبکہ برٹشانی Brittany کا تعلق انگریزوں کے ساتھ تھا فوجی ضرورتوں سے جزری اور گرنزی Jersey & Guernsey کے جزیروں کی اہمیت محسوس ہونے لگی تو ان کی حکومت بھی مقامی کونسل کے سپرد کر دی گئی۔ ان مقامی مجلسوں پر حکومت مرکزی کی سخت نگرانی رہتی اور ان کی کارروائیوں کو ہمیشہ ہی منظور کرتی تھی اس پر بھی جب ضرورت ہوتی بعض اہم امور کی نسبت مقامی مجلسوں کے سوائے ان کے دوسرے بالادست افسروں سے بھی حکومت مرکزی مشورہ لیا کرتی تھی چنانچہ کونسل شمالی کے زمانے میں مشرقی وسطیٰ اور مغربی سرحدات کے افسران محافظ سے پریوی کونسل کی راست مراسلت ہوتی تھی۔ بعض وقت چھوٹے چھوٹے ضلعوں کو مقامی مجلسوں کے حدود ارضی سے خارج کیا جاتا اور ان کی علیحدہ مجلس مقامی مقدر ہوتی تھی جیسا کہ بروک Burwick کے ضلع میں کیا گیا اور اس کی مجلس کو صدر حکومت سے راست احکام پہنچا کرتے تھے۔ کبھی پریوی کونسل کی جانب سے مخصوص امور کو دریافت کرنے کے لیے کمشنر روانہ کیے جاتے تھے مثلاً اگر جہازوں وغیرہ کو خطرے سے مطلع کرنے کے لیے بحری مناروں اور علامتوں کے انتظام و حالات کی نسبت تحقیق کرنی ہوتی یا فوج ردیف کے جائزہ لینے کے وقت حاضر سپاہیوں کی تعداد دریافت طلب ہوتی تو کمیشن ارسال ہوتا تھا مقامی مجلسوں پر اس طرح کی نگرانی رکھے جانے کے باوجود لوگوں کو قانون کا پابند بنانے اور ملک میں امن قائم رہنے کی غرض سے انکو نہایت وسیع اختیارات دیئے گئے تھے۔ اصل تو یہ ہے کہ ہر ایک مجلس مقامی اپنے اپنے علاقہ حکومت میں پریوی کونسل کے پورے اختیارات استعمال کرتی تھی بیکرا انھیں اختیارات تقدیمی حاصل نہ تھے یعنی مقامی مجلسیں کسی امر قانونی یا انتظامی میں پریوی کونسل پر تقدیم کر سکتی نہ تھیں اس کا سبب یہ تھا کہ مجلس مرکزی کا میجر مجلس جس کے نام سے ہر ایک کام کا آغاز ہوتا بادشاہ تھا۔ مقامی مجلسوں کے صدر کو یہ بات کہاں نصیب تھی تو

۱۵۳۴ء میں کونسل
کے قانون وضع کیے
انتخابات

ٹیوڈر بادشاہوں کی کونسل نے اپنے کھوئے ہوئے اختیارات وضع قوانین کو حاصل کرنے کی دوبارہ فکر کی سب سے پہلے اس نے آئرلینڈ پر ہاتھ صاف کیا جہاں قانون پارلیمنٹ Poyning's Law کی رو سے قرار پایا کہ قانون بنانے میں تقدیم کرنے کا بادشاہ کو باجلاس کونسل اختیار کامل ہے اس لیے جو قانونی تحریر یک اسٹریٹس پارلیمنٹ سے منظور ہوتی وہ ضرور انگلستان کی پارلیمنٹ میں ترمیم کے واسطے بھیجی جاتی اور اس کے بعد آئرلینڈ کو واپس کیجاتی تھی جہاں کی پارلیمنٹ کو اختیار تھا کہ اس ترمیم کے ساتھ قانون کو قبول کرے یا انکار کر دے۔ اس کے سوا کونسل سے اکثر احکام بشکل اعلانات جاری ہوتے تھے۔ ابتداً تو کونسل لوگوں کو باور کراتی تھی کہ اعلان کی غرض صرف قانون نافذہ کی تائید کرنی اور اسے ملک میں جاری کرنا ہے لیکن ۱۵۳۹ء اور ۱۵۴۹ء کے درمیان تو قانون کا سان اعلانات کا اثر ہو گیا تھا اور ۱۵۵۳ء میں بھی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا دینے کے لیے پریلوئی کونسل کی ایک کمیٹی مقرر کی گئی اس کے بعد اس کام کو عدالت ایوان انجم نے اختیار کر لیا جہاں اعلانات کے خلاف عمل کرنے والوں کی تحقیقات ہو کر ان کو سزا دی جاتی تھی اس طرح تو قانون کی رو سے ان اعلانات کی حیثیت قانون موضوعہ کی سی نہ تھی لیکن عدالت مذکورہ کی کارروائیوں کی بدولت ان کا موثر الذکر قانون کا سا اثر ضرور تھا۔

سب سے بڑھ کر ٹیوڈر کونسل کے عدالتی اختیارات تھے۔ ملک میں عدالتوں کونسل کے عدالتی کی کثرت اور استحکام کے باوجود تاج باجلاس کونسل کے ہاں ہر وقت عدالتی اختیارات کی ایک مد محفوظ رہتی تھی گو اس زمانے میں بھی تاج منیع انصاف متصور ہوتا تھا لیکن ان چشموں کی جن سے قوم کو آئیناری عدالت کا فائدہ تھا کثرت ہو گئی تھی۔ اور اگرچہ اس دور میں مقدموں کا رافعہ زیادہ تربیت الامر میں پیش ہونے لگا تھا تاہم کونسل کو ابتدا سے سماعت مزافہ کا اختیار حاصل تھا۔ اس اختیار کے سوا کونسل کے بعض غیر محدود ابتدائی اختیارات بھی تھے لیکن سولہویں صدی میں کونسل کے کام میں بحیثیت عدالت ابتدائی بہت ترقی ہوئی اور صدی مذکور کی تحضر ورتوں بعد واقعات نے کونسل کے کام میں سہولت پیدا کرنے کی غرض سے نئی عدالتوں کے قائم کرنے پر اس کو آمادہ کر دیا ان کے حکام کونسل کے ارکان ہوتے تھے اور بالکل اس کے

زیر اثر واقعہ عدالتی امور انجام دیا کرتے تھے۔ منجملہ ان عدالتوں کے ایک کورٹ آف آگ منٹیشن Court of Augmentations بمعنی عدالت

اضافہ کنندہ تھی جس کا قیام ۱۵۳۴ء میں ہوا اور اس کے ذمہ خانقاہوں اور راہبوں کی ملک اور جائیداد کو ضبط کر کے ان کا انتظام دیا گیا تھا اس طرح بادشاہ کی املاک میں اس کے ذریعے سے اضافہ ہوتا رہا۔ اور ۱۵۴۱ء میں زمینات شاہی کے لیے ایک صدر پیمائش کنندہ کی نئی عدالت قائم ہو کر شریف کے بجائے شاہی علاقوں کا انتظام اس کے سپرد ہونے کی وجہ سے اس کو عدالت مذکورہ میں اسحاق کر دیا گیا محکمہ آگ منٹیشن ملکہ میری کے دور میں اس کے حکم سے محکمہ مال میں ضم کر دیا گیا۔ محکمہ خزاو لین و عشرات Court of First fruits & tenths نے جس کا قیام ۱۵۳۴ء

میں ہوا پادریوں سے ان کے معاش نمیزی کے پہلے سال کی آمد اور انکی زمینات سے اچھے سالانہ آمدنی کا دسواں حصہ وصول کرنا شروع کر دیا۔ جب سے پاپا سے روم سے کلیساے انگلستان کا قطع تعلق ہوا یہ رقم جتنی تاج جمع ہونے لگی۔ ۱۵۳۹ء سے ہنری ششم الحاد و زندہ کی تحقیقات کے لیے کمیشن جاری کرنے لگا جس کی بعد میں ایک مستقل عدالت مقتدرہ کی شکل ہو گئی اور اس طرح کورٹ آف ہائی کمیشن کی عدالت Court of High Commission

جو فرمان جلیل کے ذریعے سے قائم کی گئی ہو ابنا ہوئی۔ اس کے سوا ہنری ششم کے عہد میں کونسل نے اپنے مستقل اور دائمی اقتدار شاہی کو جس کی بنیاد پر نادار اور کمزور لوگوں کی وادارسی کی جاتی تھی کورٹ آف ریکویسٹس Court of Requests عدالت عرائض کے تفویض کر دیا اور لارڈ پریوی سیل Lord Privy Seal

محافظ مہر خورو اس کا میر مجلس بنایا گیا۔ اس محکمے میں جو «مفسلوں کا عدالت چانسرری (نصفت)» تھا ایسے لوگ رجوع ہوتے تھے جن کو ناداری اور بے بسی کے سبب سے ملک کی عام عدالتوں میں جاتے خوف ہوتا تھا۔ اسی عدالت کے قیام سے سند اعظم کے اُس قابل ناز اور پر شکوہ لفظوں میں لکھے ہوئے پیمان کی کہ «ہم کسی کے ہاتھ عدل و انصاف نہ سچینگے» تکمیل ہوئی۔ اس کو ملک نے پسند کیا اور

اس کا ہر دل عزیز ہونا بجا بھی تھا اور یہ لائٹ پارلیمنٹ Lony Parliament کے بعد بھی باقی رہ گئی تھی لیکن اُس خانہ جنگی کے زمانے میں جو چارلس اول اور رقوم کے

درمیان ہو رہی تھی یہ عدالت بند ہو گئی اور افسوس ہے کہ عود شاہی کے بعد بھی یہ جاری نہ ہوئی تو

گو کونسل نے اپنے ابتدائی اختیارات جدید عدالتوں کے تفویض کر دیئے تھے تاہم بہت کچھ اس قسم کے عدالتی اختیارات (ویوانی اور فوجداری) اس نے اپنے ہاتھ میں رکھے تھے۔ ان ابتدائی اختیارات کو کونسل ضرورت کے وقت کام میں لاتی تھی۔ مثلاً جب اس پر ثابت ہو جائے کہ عام عدالتوں میں خواہ وہ قدیم ہوں یا جدید کمزور کا قوی کے مقابلے میں انصاف نہیں ہو سکتا اور موخر الذکر کی ناجائز فوجداری کا اندیشہ ہے یا امور تصفیہ طلب ان عدالتوں کے اختیارات کے باہر ہیں تو کونسل اس قسم کے مقدموں کی خود تحقیقات و سماعت کرتی تھی۔ اس صورت میں کونسل کے گویا وہی اختیارات تھے جو اُس نے محکمہ نصف کے حوالہ کر دیئے تھے اور کونسل ان کو سپرد کر دینے کے بعد بھی اپنے کو اُن کے استعمال کا اس واسطے مجاز خیال کرتی تھی کہ شاہی اختیارات کی تفویض سے تاج کے حق میں جب ان پر عمل کرنے کی ضرورت ہو کسی قسم کی کمی نہیں واقع ہوتی تھی تو اس طرح قانون مجریہ شہداء متعلق عدالت ایوان انجمن کے ذریعے سے کونسل کے عدالت

چند مخصوص (عدالتی) اختیارات کے لئے جن پر وہ ایک زمانے سے کاربند تھی جواز قانونی ایوان انجمن بہم ہوتا ہے۔ عدالت مذکورہ میں زیادہ تر ایسے فوجداری مقدموں کی تحقیقات ہوتی تھی جن کا تعلق شورشِ جمیع خلاف قانون اور کل ایسے انجمنوں اور مجلسوں سے ہوتا تھا جنکی مخصوص علامتیں اور نشان ہوتے یا جن کے ارکان و ملازمین خاص دریاں پسنا کرتے تھے۔ یہ عدالت (ایوان انجمن) اس خیال سے بھی اکثر ان انجمنوں وغیرہ کے اموریں دست اندازی کرتی تھی کہ بغاوت و شورش کی ابتدا میں ہی بچ گئی ہو جائے۔ اور شہداء میں بھی کونسل کو اس طرح کے اختیارات ملے تھے تو

عدالت ایوان انجمن فی الواقع پریوی کونسل کی ایک کمیٹی تھی جس کا اجلاس پریوی کونسل کے ایوان انجمن میں ہوتا تھا۔ اس کے ارکان حکمران کی کوئی مستقل تعداد نہ تھی قانون مجریہ شہداء کے ساتھ ساتھ متعلق نے چانسلر، خازن اور می فظہر خاص، ایک اسقف، ایک امیر اور دو قاضی القضاۃ مقرر کیئے تھے مگر اس قاعدے کی پابندی نہیں کی گئی بلکہ پریوی کونسل کے ان سبب ارکان سے عدالت مذکورہ بنائی جاتی تھی جو حاضر ہوتے تھے بادشاہ کے ملاں مشیروں میں

جو لوگ سب سے زیادہ قانون داں ہو۔ تے، اُن سے اور دوسرے امراء سے اس کے دو میر مجلس بنائے جاتے تھے۔ ظاہر ہے کہ قدیم کونسل عام کے ارکان اُس کے جج بنتے تھے۔ کونسل قدیم چراغ سحری اور آفتاب لب بام بن رہی تھی۔ اسلئے یہ انتظام بھی زیادہ دنوں نہ چل سکا۔ تعطیل کے زمانے میں عدالت ایوان انجمن کا کام موقوف رہتا اور اسکے عوض پریوی کونسل بین بحیثیت پریوی کونسل عدالتی کام ہوتا تھا۔ ایسا ہی جب کونسل کو منظور ہوتا کہ اس کی کارروائی بلک سے مخفی رہے تو وہ مقدموں کی تحقیقات ایوان انجمن کی عدالت کے بجائے خود کرتی تھی، اس لئے کہ موخر الذکر عدالت کی کارروائی علانیہ (رنہ کہ پوشیدہ) ہوتی تھی۔

کوک Coke کا مقولہ ہے کہ دہماری پارلیمنٹ کے سوائے مسیحی دنیا میں کوئی محکمہ راستہ بازی اور وقار میں عدالت ایوان انجمن کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس کے جلسوں میں اکثر اوقات بادشاہ کی صدارت ہوتی اور بادشاہ نہ تو چانسلر اس کا صدر بنتا تھا۔ امراء اور مجلس خاص کے ارکان اس کے قضاہ ہوتے تھے اور مقدمہ کی سماعت کے بعد ہر ایک قاضی باری باری سے فیصلہ صادر کرتا تھا، لیکن عدالت کے فیصلہ کو چانسلر سنایا کرتا تھا۔ اس عدالت میں جوری کے ذریعے سے تحقیقات نہیں ہوتی تھی۔ تحقیقات اور تمام کارروائیاں سرسری طور پر ہوا کرتی تھیں اور اس عدالت کے اختیارات غیر محدود تھے۔ جسمانی تکلیف پہنچا کر ملزمین سے واقعات جرم دریافت کیے جاتے تھے اور سوائے موت کے ہر ایک قسم کی سزا یہاں سے تجویز ہوتی تھی۔ بغاوت (خلاف بادشاہ)؟ اعلانات شاہی کی (بیکانہ قانون کے مثل تھا) خلاف ورزی، غلیبی اور نان و نفقہ کے مقدموں کی اس میں تحقیقات و سماعت ہوتی تھی۔ غیر صحیح فیصلہ صادر کرنے والی جوری سے ہمیں باز پرس کی جاتی تھی۔ ووری ایلینو پیٹھ کے دریدہ دہن مطبعوں کی یہی زبان قطع کرتی تھی۔ المختصر ہر ایک جرم اور ہر ایک مجرمانہ کارروائی اور حالت کی نسبت یہ تحقیقات کرتی تھی اور جب اس کو اندازہ ہوتا کہ دولتمند اور مقتدر لوگوں کے منہ کو لگام چڑھانے سے کام نہیں چلتا تو اُس کو کبھی کبھی فرضی جرائم کے ایجاد کرنے میں بڑی خوشی ہوتی اور ان الزامات کی بنا پر اُن کو سزائیں دی جاتی تھیں۔

گو کونسل کا کوئی فعل کسی ذمہ داری پر مبنی نہ تھا تاہم اہل نظر کے نزدیک یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا کونسل کی خود مختاری حتیٰ بجانب تھی یا نہیں؟ نتیجہ کارگزاری پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ کونسل کو اس کے انتظامی کاموں میں نہایت اعلیٰ درجے کی کامیابی ہوئی گویا کہ یہ حفاظت عامہ کی ایک بہت بڑی کمیٹی تھی۔ اس کی مشین کو سلاطین وقت اور غیر معمولی دل و دماغ کے لوگ چلاتے رہے ہیں ملک کے جس گوشہ میں دستداری و ہدایتی کار و رہتھا وہاں اُس نے اپنی خوش نظمی سے امن قائم کیا۔ افلاس کے بجائے مرفہ اسحالی نظر آنے لگی۔ مفلس اور کمزور کے لئے انصاف کا در کھل گیا۔ انگریزوں کے جان و مال کی اندرون اور بیرون ملک حفاظت ہوئے لگی۔ کونسل کی مطلق العنانی کی تائید میں یہ کہنا درست ہے کہ نتائج نے اسباب کو حق بجانب بنا دیا۔ بالفاظ دیگر عذیر ضرورت قابل تسلیم ہے۔

کونسل کے انتظامی امور کی تائید میں جو کچھ بھی کہا جائے بجا ہے لیکن متاخرین عدالتی کارناموں نے اُس کی عدالتی کاروائیوں پر جو ایوان انجمن کے ذریعے سے طے پاتی تھیں اس کی نسبت سخت اعتراضات کئے ہیں تاہم جب کونسل کے معاصرین کی رائیوں کا ہم ان الزامات سے مقابلہ کرتے ہیں تو ان کی تصدیق نہیں ہوتی۔ چنانچہ لمبرڈ Lambard ایوان انجمن کی نسبت کہا کرتا تھا کہ ادوہ سب عدالتوں سے زیادہ شریف اور قابل ستائش ہے، بیکسوں کا مقولہ ہے کہ بلا اس مملکت کے سب اداروں سے زیادہ اس ادارہ میں دانائی اور شرافت سے کام لیا جاتا ہے۔ کوک نے جس کو دربار (شاہی) سے کوئی تعلق نہ تھا لکھا ہے کہ اسی دھکم کے بدولت تمام انگلستان میں امن و سکون قائم ہو سکا۔ اس طرح وٹنا کے بعد بھی اس پر ایک الزام عائد ہو سکتا ہے یعنی اس کا عدالتی اختیار اس کو بے حجاب استعمال میں لانا، ضابطہ میں دست اندازی کرنا اور سب سے بڑھ کر مذموم فعل اس کا یہ تھا کہ یہاں ملزمین کو طرح طرح کی جسمانی تکلیفیں پہنچائی جاتی تھیں۔ برائیں ہم اُس نے عدل۔ انصاف کو نہایت عام کر دیا تھا۔ ہر مقدمہ نہایت عجلت سے فیصلہ ہوتا تھا۔ حکم حیثیت والے اپنی خوشی سے اکثر مقدمے یہیں دائر کرتے تھے۔ اسی عدالت کا حوصلہ تھا کہ بادشاہ کی مقتدرہ اور مباشر رعایا کے خلاف مظلوم اور بیکس کے حق میں انصاف کرتی تھی۔ دوسری عدالتوں کو ان سرکشوں سے باز پرس کرنے کی بھی مجال نہ تھی۔ اُس زمانے میں جبکہ رشوت کا بازار

گرم تھا اسی عدالت میں سب سے کم رشوت لیجاتی تھی جو جن خرابیوں کے سبب سے کونسل کی حکمرانی کی مذمت کیجاتی ہے اُن کی دور استوارٹ میں ابتدا ہوئی جیمس اول اور چارلس اول کے عہد میں کونسل کے ارکان کا ان کی قابلیت اور لیاقت کے سبب سے انتخاب نہیں ہوتا تھا بلکہ جو بادشاہ کا مصاحب یا پسندیدہ ہوتا اُس کی کونسل میں بھرتی کر لی جاتی تھی۔ اعلانات جن سے اس کے پہلے قانون کا کام لیا جاتا تھا اب ادنیٰ ادنیٰ باتوں کے لیے جاری ہونے لگے مثلاً ان کے ذریعے سے خوشحال معزز لوگوں کو جن کے شہروں کے باہر تفریح کے مکان اور باغ ہوتے ہدایت ہوتی تھی کہ اپنے ایسے علاقوں میں رہا کریں یا لنڈن میں نئے مکانات تعمیر کرنے اور گیموں سے کلف بنانے کی نسبت ممانعت کیجاتی تھی۔ عدالت ایوان انجم سے ووطح کا کام لیا جاتا تھا۔ ان اعلانوں پر لوگوں کو کاربند کرنا اور آپ کو بادشاہ اور کونسل کے ہاتھ میں نہ بھی جو ظلم کا آکہ بنانا اور جب کبھی پارلیمنٹ اپنی رجائز، آرزوؤں کی طالب ہو تو اُس کے ارکان زیر بحث کو متقیہ بادشاہ کا ملزم قرار دینا اقتدار شاہی کے منہانے والی عدالتوں کو منسوخ کر دینے کے لیے جس وقت ہائیڈ (Hyde) نے بیت العوام میں شرمک کی تو اپنی تقریر میں بے خوف اس امر کا اعلان کر دیا کہ ذاب عدالت ایوان انجم کے قیام کے اغراض و وجوہ کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو جائیگا علامہ ڈالسی اس کی مزید توضیح کرے ہیں ایک عام نتیجہ اخذ کرتے ہیں یعنی ہائیڈ کے مقولے کا ٹیوڈر بادشاہوں کی حکومت کے کل طریقوں پر جو سن ۱۵۰۰ء تک رائج تھے اطلاق ہوتا ہے۔ اس قانون کی رو سے جو مجلس شمالی عدالت ہائی کمیشن اور عدالت ایوان انجم کی تین عمل میں آئی اور چند کونسل سے اُس کی خود مختاری جس کے سبب سے وہ بلا تحقیقات لوگوں کو قید کرتی تھی اور من مانے اپنے عدالتی اختیارات کو استعمال میں لاتی تھی سلب کر لی گئی اور تمام مملکت اُن عدالتوں سے ماتحت قرار دی گئی جن میں پہلے سے قانون غیر موضوع پر عمل ہوتا تھا لیکن دور ٹیوڈر کے کام کی مستعدی اور انتظام کی خوبی سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ ان دو خوبیوں کے لیے جس قدر ٹیوڈر سلطان مستحق ستائش ہیں اُسی قدر اپنی نافہمی اور اختیارات کے استعمال میں بے لگے خاندان استوارٹ کے پہلے دو بادشاہ قابل مذمت ہیں جو

سلطین استوارٹ کا
ٹیوڈر بادشاہوں کا
کے طریقوں کو بجا
استعمال کرنا

نشوونما کے کیبنٹ

ہر چند رسٹوریشن پارلیمنٹ رجی پارلیمنٹ کہ عود شاہی باعث ہوئی تاج کی نہایت طبع اور وفا شعار تھی لیکن اس نے بھی پریوی کونسل کو اس کے پہلے کے غیر معمولی اختیارات کا دیا جانا مناسب نہ جانا عطاے اختیارات کی نسبت سوال تو کیا گیا لیکن اُس کا نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا۔ بہر تقدیر اُس کے انتظامی اختیارات میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں ہونے پائی اور اس وقت بھی پارلیمنٹ نے وزیر کے نامزد کرنے کو اپنے لیے محفوظ نہیں کیا۔ بریں ہم چارلس اول کے عہد کی خانہ جنگی تاج کے حق میں سبق آموز ثابت ہوئی یعنی بادشاہ سمجھ گیا کہ مجلس وضع قوانین سے بگاڑا چھا نہیں اور اس کو اپنا ہنچیاں رکھنے کے لیے کسی مفید حکمت عملی پر کاربند ہونا چاہیے بالفاظ دیگر یہ کہ پارلیمنٹ کے حسب خواہش تاج کی جانب سے وزیر کا انتخاب و تقرر ہونا ضرور تھا۔ جس کا مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ مجلس انتظامی کو دارکان پر مشتمل ہونا چاہیے۔ سیاسی امور اور مسائل کی نسبت ان میں یکم رنگی کا ہونا ضرور اور حکومت کے ہر ایک فعل کے لیے اُن کی مشترک ذمہ داری لازم ہے۔ بالآخر یہ باتیں کیبنٹ کی طرز حکومت سے حاصل ہوئیں۔ مگر لطف یہ ہے کہ قدیم پریوی کونسل میں جو کچل کیبنٹ کی شکل میں نکل آئی تھی اس طرح آہستہ آہستہ نشوونما کر رہی تھی کہ لوگ اس سے واقف نہ تھے۔ اور جب یہ بخوبی پتہ چل گیا تو اس وقت ملک کو اس کا علم ہوا۔

کام بخوبی اور سرعت سے کیئے جانے کی غرض سے ٹیوڈر بادشاہوں نے کونسل کو کونسل کی متعدد کی مختلف کمیٹیوں میں تقسیم کی تھی۔ خاندان اسٹوارٹ کے پہلے دو بادشاہوں نے اس طریقہ کیبنٹ پر اور بھی زور دیا یہاں تک کہ سنگلہ رنگ اس کی مستقل پانچ کمیٹیاں بن گئیں جنکو معاملات خارجہ تجارت، انتظام اگری لینڈ، توپ خانہ اور امور جنگی تفویض کیئے گئے۔ ان کے سواے جب کوئی خاص ضرورت پیش آتی تو مخصوص کمیٹی مقرر کر لی جاتی تھی چنانچہ ۱۳۷۱ء میں لاجنگ اساقفہ کے وقت اسکاٹ لینڈ کے لیے ایک مخصوص کمیٹی نامزد ہوئی تھی۔ گلارڈن کا بیان ہے کہ لاجل وبراہر رشک و حد سے اس کمیٹی کو خفیہ مجلس (کیبنٹ کونسل) Cabinet council کہنے لگے۔ انگلستان میں سب سے

پہلے گوبیکن نے اس مجلس کا نام کینٹ رکھا تھا تاہم لاناگ پارلیمنٹ کی دوسری
تھاکرےتی عرضی میں ارکان عوام نے بھی اس لفظ کے یہی معنی لیے ہیں چنانچہ وہ بادشاہ سے
اس امر کی شکایت کرتے ہیں کہ ایسی خفیہ مجلسوں کے ذریعے سے حکمرانی کی جاتی ہے
جن کے ارکان سے نہ تو ملک واقف ہے اور نہ جکا اس کو اعتماد ہے۔

چارلس دوم نے بھی کمیٹیوں کے سلسلے کو جاری رکھا۔ چنانچہ اس کے عہد میں
مختلف کمیٹیاں مختلف اغراض کے لیے قائم کی گئیں۔ ایک کمیٹی سے خزانہ کا اور دوسری
سے آرٹریڈ کا انتظام متعلق تھا۔ تیسری کے تفویض معاملات خارجہ تھے تجارت اور نوآبادیان
جو تھی کے سپرد تھیں اور امیر البحر کے کام کے لیے پانچویں کمیٹی مقرر تھی۔ ان حضوں کا خیال ہے
کہ کمیٹی معاملات خارجہ جو شہر کی مشہور سازشی و مخفی جماعت (The Cabal)

ہونگئی تھی کینٹ کی اصل ہے۔ گو سال زیر بحث کے معاملات خارجہ کی کمیٹی بادشاہ کے مخصوص مشیروں سے
بنائی گئی تھی تاہم یہ خیال صحیح نہیں ہو سکتا اس لیے کہ کینٹ کا کام مشیرانہ ہے اور کمیٹی خارجہ انتظامی
تھی۔ بلکہ پیروی کونسل کے ان کمیٹیوں سے مختلف محکمہ جات انتظامی کی نہ کہ کینٹ کی بنیاد ہوتی
ہے۔ ابتدا میں ہی مجلس موزائک کر سکی خاص غرض بادشاہ کو مشورہ دینے کی تھی انہی مختلف محکموں
کے اعلیٰ افسروں سے بنا کرتی تھی۔ از بسکہ بادشاہ پیروی کونسل کے کل ارکان کی

ان سے مختلف
محکمہ جات
انتظامی
نہ تھے۔

بجائے مخصوص چند مشیروں سے مشورہ لیتا تھا۔ اس لیے یہ لوگ اس کونسل کا
حلقہ اندرونی کہلاتے تھے اور یہ بھی قرار کن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی حلقہ اندرونی

کینٹ کی
ابتدا

کینٹ کی اصل ہے۔ اسی طرح سے پیروی کونسل کی بھی ابتدا ہوئی تھی جن لوگوں سے یہ
حلقہ اندرونی جتنا تھا ان کی ریلوں میں اتفاق و ہم زبان ہونے کی ضرورت نہ تھی۔ چنانچہ
اس وقت کی اس جماعت سازشی و مخفی کے مذہب اور معاملات خارجہ کی نسبت
مختلف خیالات تھے۔ نہ تو وزیر اعظم کو اور نہ دوسرے وزیروں کو اپنے شریک کار کے
انتخاب کا اختیار تھا چنانچہ کلارڈن اپنی وزارت عظمیٰ کے زمانے میں چارلس کے آشلے
اور آرٹنگٹن (Ashley & Arlington) کے ساتھ مشاورت کرنے کو

بے انتہا نا پسند کرتا تھا۔ مشترکہ ذمہ داری و ذرا کی نسبت کوئی قاعدہ نہ تھا اور ان کے
راے یا مشورے کے قبول نہ ہونے کی صورت میں وہ سب کے سب مستعفی بھی نہیں
ہوتے تھے۔ اس حلقہ اندرونی کے لیے لازم نہ تھا کہ وہ پارلیمنٹ کے سیاسی خیالات

و آراء کے ساتھ اتفاق کرے۔ اس لئے کلائرنڈن پر مواخذہ کیا گیا اور قانون آرڈائنس نے تو جماعت سازشی و مخفی (The Cabal) کا خاتمہ ہی کر دیا۔ ڈیٹینی سے پارلیمنٹ اس کی خارجی حکمت عملی سے ناراض تھی اور گو وہ خود بھی اس سے اُسی قدر بیافروختہ تھا تاہم چارلس کی خوشامد میں اس کو اس حکمت عملی کو چلانا پڑا۔ بناؤ علیہ اس کے خلاف مواخذہ ہو کر یہ بھی برج لندن اور مجلس اکتوروانڈ کر دیا گیا اور گو اپنی صفائی میں یہ شاہی وعدہ معافی کو پیش کرتا رہا لیکن پارلیمنٹ میں اُس کا یہ عذر قبول نہ ہوا۔

ڈیٹینی کے دوران مواخذہ میں بادشاہ اور پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں میں بے انتہا کشیدگی پیدا ہو گئی تھی۔ اس مقدمہ کو شروع ہو کر چند ہی روز ہونے لگے تھے کہ شاہ چارلس کی تیسری پارلیمنٹ کا انعقاد ہوا جس نے پہلے سے تاج کی مخالفت پر کمر باندھ لی تھی اور بیت العوام تو اس سے بھی زیادہ بادشاہ کا دشمن ہو گیا تھا اس لئے کہ اس کے انتخاب کردہ صدر دارالعوام کو بادشاہ نے نام منظور کیا تھا۔ اس کے سبب سے مجلس انتظامی کی مجلس وضع قوانین سے بگڑ گئی۔ چارلس نے ان دونوں محکموں میں اتفاق پیدا کیے بغیر سے مسئلہ مصالحت کو سرولیم ٹمپل (Sir William Temple) کے جو اپنے زمانے کا نہایت قابل اور دانشمند برسلطنت تھا تفویض کیا۔ اس کے سوائے سرولیم کی عاقلانہ مصلحت کے سبب سے مسئلہ عین انگلستان اور ہالینڈ کی جمہوری حکومت اور سویڈن Sweeden کے مابین جنگ وراثت کا جھگڑا (The War of devolution) جس کا ذکر انگلستان کی سیاسی تاریخوں میں

نہایت شرح و بطن سے موجود ہے) مٹانے کے لئے اتحاد تلاش کا قیام ہو جانے سے وہ ہر و عزیز ہو گیا تھا۔ ٹمپل نے بھی بمطابقت رائے کر امویل وضع قوانین اور انتظامی محکموں کے کام میں اتفاق باہمی پیدا کرنے کے لئے تجویز کی کہ دونوں کے مساوی ہوں اور ایک دوسرے سے آزادانہ اختیار ہونا چاہیے۔ اس تدبیر کا خلاصہ یہ تھا کہ پریوی کونسل تیس ارکان پر مبنی ہو جن میں پندرہ کو تو بلج منتخب کرے اور پندرہ کی ارکان پارلیمنٹ سے تشکیل ہو۔ کونسل میں ارکان کا یہ دوسرا حصہ ملک کے مختلف اغراض مثلاً کلیسا، قانون اور تجارت کے شعبوں کی اسی طرح نیابت کرے جس طرح کہ ان صیغوں کی پارلیمنٹ میں نمائندگی ہوتی ہے۔ ارکان کونسل کی جملہ آمدنی بیت ادنیٰ کے ارکان کی جملہ آمد کے برابر ہونا چاہیے۔ کل ارکان

اسکی ناکامی

(کونسل) سے مشورہ لیا جائے اور کوئی کام ان کے مشورے کے بغیر نہ ہوا کرے۔ امید تھی کہ اس طریقے سے تاج اور پارلیمنٹ کے درمیان ایک شے مانع تصادم (Buffer) پیدا ہو کر دستور انگلستان کے ان دو مخالف و معاند اجزاء میں یک جہتی و یک رنگی پیدا ہوگی مگر چارلس نے پارلیمنٹ کو اپنے اختیار سے ملتوی کر دیا اور اس بات سے جدید کونسل کے ارکان ناراض تھے تاہم التوا کے چند روز بعد اُس نے ان کے مشورے کے بغیر پارلیمنٹ کو برخاست ہی کر دیا۔ شیفٹسبری (Shaftesbury) میر مجلس کو جب معلوم ہوا کہ وہ کونسل کے حلقہ اندرونی سے خارج کیا گیا ہے اور چارلس کو حلقہ مذکورہ ان واقعات کے بعد بھی مشورہ دیتا ہے تو اس نے کونسل کے خلاف پارلیمنٹ کو بھڑکانا شروع کیا اور ٹیوٹنٹیل پر جب ثبات ہو گیا کہ اُس کی مجوزہ کونسل کثرت ارکان کی وجہ سے مستعدی سے کام نہیں کر سکتی ہے تو برخاستہ خاطر ہو کر آپ حلقہ اندرونی یعنی ارکان رمانیس شامل ہو گیا اس طرح یہ پوری اسکیم قابل عمل نہ ثابت ہونے سے ترک کر دی گئی۔

کیبنٹ کا
بجٹیت
۱۸۳۳ء سے
سیا جانا

چارلس دوم کی حکومت کے آخری زمانے تک ملک نے کیبنٹ کو ایک مستقل اور مستند ادارہ مان ہی لیا۔ لارڈ گلفورڈ (Lord Guilford) کی تصفیہ مورخہ ۱۸۳۳ء سے ظاہر ہے کہ ہر کثنبہ کیبنٹ کا جلسہ تصفیہ امور کے لئے منعقد ہوتا تھا اور کیبنٹ کے فیصلوں کی سرکاری طور پر منظوری دینے کے لئے کثنبہ کو بریوی کونسل کا اجلاس ہوتا ہے نیز یہ کہ اکثر غور طلب اور پیچیدہ معاملات بریوی کونسل کی مختلف کمیٹیوں میں درجن کا ذکر اوپر کے فقرہ میں ہو چکا ہے) معرض بحث میں آکر اور سلجھا کر کیبنٹ میں پیش تصفیہ پیش ہوتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ چند اعلیٰ عہدہ داروں اور مصاحبوں پر جنکو بادشاہ قابل اعتماد سمجھتا ہے کیبنٹ مشتمل ہوتی ہے۔ اس کے چند سال بعد یعنی ۱۷۸۹ء میں بادشاہ نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی سند کی بھی لا بائلاس کیبنٹ کونسل تبدیل کی۔ ۱۷۹۳ء میں وارٹن (Wharton) نے بیت العوام میں شکایت کی کہ اکثر امور کا پہلے سے کیبنٹ میں درپردہ تصفیہ ہو جاتا ہے اور پھر اُن کو بریوی کونسل میں پیش کر کے منظور کرایا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے بادشاہ سے بھی درخواست کی کہ کیبنٹ میں ایسے لوگ شریک کیئے جائیں جو راست بازی و دیانت

انکی ناقص و نسبت

اور لیاقت میں شہرہ رکھتے ہوں سر ویلیم اسٹرک لینڈ (Sir William Strickland) کا اعتراض تھا کہ دپریوی کونسل کے ہوتے ہوئے کیبنٹ کے ذریعے سے حکومت کرنا اور امور سلطنت کا طے کرنا جائز نہیں ہو سکتا، مگر ٹرنچرڈ Trenchard کو بھی جس نے سترھویں صدی کے اواخر میں اپنی تصنیف شائع کی ہے اسی قسم کی شکایت تھی تو کیبنٹ کونسلوں کے ساتھ ملک کی مخالفت کا قانون تملیک سلطنت میں بالفاظ ذیل متجانب سرکار اظہار ہوا ہے کہ اسیے امور جن کے تصفیہ کی پریوی کونسل مجاز و مختار ہو کیبنٹ میں پیش نہیں کئے جائینگے، مگر یہ تو وہی مثل ہوئی کہ سانپ کھل گیا لکیر پٹا کر۔ مجلس مذکور کے استقلال و توثیق کے برسوں بعد اس قانون کا وجود ہوا۔ سٹلائڈ میں ڈونکرک Dunkirk کے بچنے کے مسئلے کی نسبت کونسل میں نہایت شرح و بسط سے بحث کئی گئی مگر صلین مہ یوٹرکیٹ Utrecht تک اس کو وجود معطل بنا رکھا تھا بجز اس کے جو تجویز یا تحریک کسی دوسرے محکمے میں بغیر بحث و مشورہ منظور ہو کونسل بھی اس کو منظور کرتی تھی۔ مگر ۱۷۱۴ء میں کونسل نے آخری مرتبہ اپنے ابتدائی اختیارات کی نسبت کوشش کی ہے جب ملکہ اسپنیا پر حالت نزاع طاری ہوئی اور فرقدوری خاندان اسٹوارٹ میں اورنگ حکومت منتقل کرنے کی فکر میں تھا ملک کو مجبوراً پریوی کونسل کو منعقد کرنا پڑا جس کے سبب سے شروڈبری (Shrewsbury) کو خزانہ دار بنانے اور تاج کی وراثت کو خاندان ہانوفر کے ساتھ مخصوص کرنے میں کامیابی ہوئی۔ جارج اول کی تخت نشینی سے حکومت کیبنٹ کی بنا ہوتی ہے۔ گو اس کے بہت برسوں بعد اس کی مستقل حیثیت قائم ہونے لگی۔ لیکن دستور العمل کے بننے کی نوبت آئی لیکن اس عہد سے مجلس انتظامی یعنی حکومت علانہ کے لئے قوت محرکہ اور عقل کل کی سی اس کی حیثیت قرار پا گئی تو

اٹھارہویں صدی کی کیبنٹ میں ایک عجیب قسم کی ناموزونی پائی جاتی تھی جس کے سبب سے اس سے ایک دوسری مجلس کے قائم ہونے کے آثار نظر آ رہے تھے۔ جس طرح پریوی کونسل سے کیبنٹ نکل آئی اسی طرح کیبنٹ سے یہ دوسری مجلس بن رہی تھی اس کے دو حصے ہو گئے تھے ایک اعزازی ارکان کا اور دوسرا کام کرنے والوں کا۔ پہلا گروہ ایسے لوگوں پر مشتمل تھا جن کو بادشاہ کو

مشورہ دینے کا حق حاصل تھا اور دوسرے گروہ میں وہ لوگ تھے جو حکومت کا کام انجام دیتے تھے۔ چنانچہ ولیم سوم نے لارڈ نارمن بی (Lord Normanby) کو کمیت کیبنٹ سے جس طرح کہ فی زمانہ پریوی کونسل کی رکنیت سے لوگوں کو عزت بخشی جاتی ہے سرفراز کیا تھا۔ اسی طرح ڈپوک آف مارلبورو (Marlborough) کی حالت تھی کہ باوصف جہدہ جلیلہ سے سرفراز ہونے اور جارج اول کی پہلی کیبنٹ کے رکن ہونیکے اس کے جلسوں میں شریک نہیں ہوتا تھا والپول جو جارج اول کا وزیر اعظم تھا مشکل سے دونوں وزراء کے سلطنت اور لارڈ چانسلر سے مشورہ کرتا تھا کیبنٹ کے دوسرے ارکان سے تو اسور سلطنت میں گفت و شنید کی نوبت ہی نہ آتی تھی۔ گریمنول (Grenville) وزیر اعظم کی بھی پانچ چھ آدمیوں کے سوائے دوسرے شرکاء (ارکان کیبنٹ) سے مشاورت نہیں ہوتی تھی۔ اس کے چند سال بعد نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ سلطنت کے ضروری اور اہم کو اغذہ کیبنٹ کی اطلاع کی غرض سے گفت کرے جاتے وہ صرف ارکان عامل کے ہاں بھیجے جاتے تھے۔ گورٹھام میں ہارڈوک (Hardwick) نے خرابی صحت کے عذر سے وزارت سے انکار کر دیا لیکن کیبنٹ کا رکن بننا اس شرط سے قبول کر لیا کہ وہ اس کے ہاں کیبنٹ کی روئداد اور اہم کو اغذہ پہنچ دے جائیں۔ گورٹھام میں گریمنول داماد مظہر خاص کے عہدہ پر ماسور تو ہو گیا لیکن بادشاہ سے بے پیمان لے لیا کہ اس کو کیبنٹ کے حلقہ اندرونی کے جلسوں میں شریک ہونے کیلئے مجبور نہیں کیا جائیگا۔ گورٹھام کیبنٹ میں اسی طرح کی تقسیم رہی چنانچہ گروم آف دی اسٹول (Groom of the Stole) صدر اسقف کنٹریری اور بیر اصطلیل اور بیر تشریفات اپنے عہدوں کے سبب سے کیبنٹ کے رکن سمجھے جاتے تھے لیکن انتظام سلطنت میں ان کو دخل نہ تھا۔ اس دور ہی کیبنٹ کے سبب سے حکومت وقت یعنی وزارت کے سیاسی دشمنوں کو کیبنٹ کے حلقہ بیرونی یا اعزازی کیبنٹ میں شریک ہونیکا موقع ملتا تھا اور وہ اپنے شرکاء یعنی حلقہ اندرونی کے کام میں مداخلت کرتے تھے۔ گورٹھام میں جب پیلہم (The Pelhams) کے فریق کے ہاتھوں حکومت آئی اور کارٹھیٹ کو کیبنٹ کے بنانے میں ناکامی ہوئی تو ان لوگوں نے کارٹھیٹ کو

کیبنٹ سے خارج کرنے کی نسبت اپنی شرط پوری کرالی، اس کے مرنے کے سبب سے
 کارٹریٹ ارل گرین ویل ہو گیا۔ از بسکہ رائٹنگم کی حکمت عملی سے سینفیلڈ (Mansfield)
 ناراض تھا اس لئے اس نے حکومت گرین ویل کی کنیت سے انکار کر دیا۔ بہر حال
 ۱۸۰۱ء میں کیبنٹ اغوازی کا خاتمہ ہوا چنانچہ خلاف برو خدمت چانسلری سے علیحدہ ہونے کے بعد اور کیبنٹ
 اور اس کی جگہ ایڈنگٹن کا تقرر ہو جانے کے باوجود کیبنٹ کے جلسوں میں شریک ہوتا رہا
 اس لئے ایڈنگٹن (Addington) نے انھی سابق کے چانسلر صاحب کو تہذیباً
 تحریر کے ذریعے سے آگاہ کر دیا مناسب سمجھا کہ ”وہ رائے کیبنٹ وہی لوگ ہو سکتے ہیں
 جن کو اپنے ذمہ دار عہدوں کے سبب سے اس میں شریک ہونے کی ضرورت ہوگی
 باوجود اس کے انیسویں صدی میں بعض کیبنٹوں کے ذرا ایسے بھی ہوئے ہیں جن کے
 تفویض کوئی خدمت نہ تھی چنانچہ ۱۸۰۱ء میں ہیل کی کیبنٹ (Peel's Cabinet)
 میں ویلنگٹن (Wellington) کا اور ۱۸۰۵ء میں ایسٹون کی کیبنٹ
 (Aberdeen's Cabinet) میں مارکولس آف لینڈون
 (Marques of Lansdowne) کا شمار ہوتا تھا۔ ان میں کا ایک بھی ایسی خدمت
 پر مامور نہ تھا جس کے سبب سے وہ کنیت کیبنٹ کا مستحق سمجھا جاتا ہو
 پریوی کونسل اب بھی باقی ہے اور محض زرتین مجلس شاہی
 (H. M.'s Most Honourable Cabinet) کہلاتی ہے۔ اس کے
 ہر ایک جلسہ کامل کا صدر رئیس بادشاہ ہوتا ہے۔ پریوی کونسل کی کمیٹیاں ابھی تک
 تاج برطانیہ کو مشورہ دیتی ہیں۔ ہم بھروسہ حال اس کی جو ڈیپلومیٹک کام پیش کرتے ہیں
 جس میں برطانوی نوآبادیوں اور بیرونی معاملات کے مافیہ دائر ہوتے ہیں ۱۸۹۹ء
 تک تعلیم ملک کا انتظام اس کی ایک کمیٹی کے سپرد تھا۔ اسی طرح ۱۹۰۹ء تک
 اس میں زراعت کے انتظام کے لئے ایک کمیٹی تھی۔ مخصوص حالات و امور کی
 نسبت شہادت فراہم کر کے اس سے حکومت کو مطلع کرنے کی غرض سے کبھی کبھی
 اس زمانے میں پریوی کونسل کی کمیٹیوں کا تقرر ہوتا ہے۔ مگر حکمت عملی کے
 جملہ مسائل جن کا تعلق پارلیمنٹ یا کسی اور محکمے سے ہو کیبنٹ میں تصفیہ پاتے ہیں اور
 پریوی کونسل ان فیصلوں کو کہ احکام کونسل کے نام سے جاری کر کے ان کو باضابطہ بناتی ہے اور

پریوی کونسل
 اور کیبنٹ

ہر چند پریوی کونسل کے ابھی تک وہی اختیارات ہیں جو اسکو ولیم سوم کے عہد میں حاصل تھے لیکن اب اس کی حیثیت مشیر شاہی کی نہیں رہی۔ اس کے انتظامی اور مشیرانہ فرائض مجلس انتظامی کے سپرد ہو جانے سے اس کی یہ گت بنی ہے۔ اس پر بھی پریوی کونسل اور کیبنٹ میں ایک قسم کا تعلق باقی ہے۔ صرف پریوی کونسل کے ارکان کی حیثیت سے ارکان کیبنٹ حلف رازداری کرتے اور صرف اسی حیثیت سے یہ لوگ کیبنٹ کے جلسوں میں شریک ہوتے اور وزراء سلطنت (Secretaries of State) کی خدمتوں کو انجام دیتے ہیں اور صرف اسی حیثیت سے یہ لوگ اُن امور پر عمل کرتے ہیں جن کو وہ کیبنٹ کے جلسوں میں (اس کے ارکان کی حیثیت سے) پہلے طے کر لیتے ہیں۔

خصوصیات کیبنٹ

یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ کیبنٹ برطانیہ کی ایک مخصوص ذمہ دار مجلس انتظامی ہے جس کی کارروائیاں نہایت راز میں بصدرت وزیر اعظم انجام پاتی ہیں اور اُس کے ارکان مختلف محکموں کے صدر ہوتے ہیں جن کا پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں سے کسی ایک کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ مگر وزراء کیبنٹ صرف اسی فرتے سے لائے جاتے ہیں جس کی بہت ادلی میں کثرت ہوتی ہے اور یہ لوگ اس مجلس (پارلیمنٹ) کے پاس قومی امور کے انتظامات اور قومی حکمت عملی کے صحیح طور پر چلانے کی نسبت مشیر کا ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود کیبنٹ اس جماعت کو برخواست کرنے کے لئے جو اُس کو عالم امکان میں لائی ہو بادشاہ کو مشورہ دے سکتی ہے اور اس طرح وہ ایک پارلیمنٹ کی نفرین و ملامت کے فیصلے سے ناراض ہو کر دوسری پارلیمنٹ میں اس کا مرفوعہ کر سکتی ہے۔

لیکن اب تمام کیبنٹ کے اس قدر خصوصیات نہ تھے۔ انگلستان میں صرف اُس جنگ کے زمانے میں جس کی غرض رومن کیتھولک ڈیوک آف یارک کو تخت و تاج سے محروم کر دینے کی تھی سیاسی فرقوں کی مستقل طور پر بریٹانی چارلس دوم کی ملی تمنا تھی کہ کسی طرح اس کا چھوٹا بھائی جیمس دوم جو کیتھولک تھا اور زنگ حکومت کا

کیبنٹ بننے کے اسباب

وارث قرار پائے۔ چونکہ وراثت کی نسبت جدید دارالعوام کے مستعرض ہونے کا اس کو سخت اندیشہ تھا اس لئے اس نے پارلیمنٹ کو اجازت دیدی تھی کہ اس کیتملک شہزادے کے اختیارات کم کرنے کی نسبت جس قدر چاہے شرائط و قیود قایم کرے۔ اس پر بھی بیت العوام کو باور نہ آیا کہ ایسا بادشاہ جو پائے دم کا معتقد ہو قانون کا پابند رہیگا اور پرنسپلسٹنٹ مذہب کو قایم رہنے دیگا۔ بعض ارکان نے مسودہ قانون حرمان پیش ہی کر دیا جس کی دو مرتبہ قرات بھی ہوئی لیکن تیسری قرات کے پہلے چارلس نے پارلیمنٹ کو ملتوی کر کے چند روز کے بعد اس کو توڑ ہی دیا۔ مسودہ قانون حرمان کے سبب سے ملک میں دو فرقے ہو گئے۔ ایک نے اُس کی تائید میں (بادشاہ کو) عرضیاں دیں اور دوسرا فرقہ اُس سے مخالف تھا۔ اس لئے پہلے فرقہ کا لقب ساکین (Petitioners) اور دوسرے کا نفرین (Abhorers) ہو گیا۔ انہی فرقوں کے نام بعد ازاں وگ اور ٹوری قرار پائے گئے۔

ولیم سوم اور این دونوں نے محسوس کیا تھا کہ اگر مجلس انتظامی صرف ایک فرقے کے افراد سے بنائی جائے تو وزارت کی کارگزاری میں اضافہ ہوگا۔ مگر سب سے پہلے صرف ولیم سوم کو یہ بات سمجھائی دی کہ دونوں فرقوں سے مشترکہ ارکان لینے سے تاج کی قوت نگرانی میں ضعف پیدا ہوگا۔ ۱۶۹۳ء میں سنڈرلینڈ (Sunderland) نے شورہ دیا کہ مجلس انتظامی کے ارکان صرف وگ فرقے سے لے جائیں۔ ۱۶۹۷ء تک تو بادشاہ کے جملہ وزراء ایک ہی سیاسی فرقے سے منتخب ہونے لگے مگر اُس مجلس راز کا حرف اسی قدر مفہوم تھا اس کا کوئی مستند صدر نہ تھا اور نہ منفرد رکن کے فعل کے لئے کل کی ذمہ داری مشترکہ تھی۔ ملکہ این کے عہد میں گائڈولفین (Godolphin) نے وزارت سے ٹوری لوگوں کو بند بچ خارج تو کیا لیکن چند ہی دنوں بعد ملکہ مذکورہ نے ٹوریوں کو وزارت میں اس کے بلا مشورے دخل کرایا۔ بہ حال اس کو کلیئر نڈن کے مانند اپنے شرکار کو منتخب کر سنے کا موقع نہیں دیا گیا۔

خصوصیات کی بنیاد
سیاسی یک رنگی

جارج اول کے جلوس سے مجلس انتظامی کا ایک ہی فرقہ کے افراد پر مشتمل ہونا لازم ہو گیا ہے۔ فرقہ وگ کی امداد سے خاندان برنز وگ (Burnswick) میں تخت برطانیہ منتقل ہوا تھا اور جلاوطن شہزادگان اسٹورٹ کے ساتھ ٹوریوں کی وفا شعاری کی شہرت ایسی نہ تھی کہ ان کو کیبنٹ میں شریک ہونے کا موقع دیا جاتا۔ اس پر بھی وال پول کے ترتیب کیبنٹ کے کچھ اور اصول تھے جن سے اُس کا اصل مقصد پارلیمنٹ پر نگرانی رکھنا تھا۔ وہ اسکان پارلیمنٹ سے باہر تمام التجا کرتا تھا کہ جن لوگوں کو اُس کے فرقے کے مخصوص اصول کے ساتھ اتفاق ہو ان کو نہ چاہئے کہ پارلیمنٹ کے جلسوں میں جرأت میں اس کے خلاف رائے دیا کریں۔ وہ علانیہ کہتا تھا کہ میں اسکان پارلیمنٹ کو اس واسطے رشوت دیتا ہوں کہ وہ ازراہ ایمان فروشی میری تجاویز کی تائید میں رائے دیا کریں۔ از بسکہ کارڈیوٹ اس کی مخالفت کرتا تھا اس لئے وال پول نے اُس کو آئینہ میں کسی حقول عہدے پر مامور کر دیا اور ٹون شینڈ (Townshend) سے جب راسخا لیا گیا اندرون کیبنٹ کے اسکان میں اس وقت تک ایک رنگی و یک جہتی نہ پیدا ہوئی جب تک کہ کیبنٹ کا حلقہ بیرونی یعنی اعزازی کیبنٹ منقود نہ ہوئی۔ اس پر بھی وال پول کے زمانے سے حلقہ اندرونی کے ارکان نے عام حکمت عمل کے مسائل پر متفق ہونا شروع کر دیا تھا۔ بعض مہم بالشان امور کو جن پر بحث کرنے کے سبب سے ارکان میں اختلاف پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ان کو نا تمام چھوڑ دیا جاتا تھا چنانچہ روسن کی تھلاک کی مسئلہ شہرت کا سال ۱۸۳۲ء اور ۱۸۳۳ء میں یہ حشر ہوا۔ بعض وقت مختلف فرقوں کے ارکان سے وزارت مشترکہ بنائی گئی ہے ۱۸۳۳ء میں بیڈفرد اور گرینویل (Bedford & Grenville) کے ہوا خواہوں سے جو فرقہ وگ کی دوشاخص تھیں وزارت ترتیب دی گئی تھی ۱۸۳۳ء میں فاکس اور نار تھ کی بنام وزارت مشترکہ قائم ہوئی تھی چنانچہ خود فاکس اس کی نامزدرونی اور خرابی سے مایوس ہو کر کھاکر تاتھا کہ اس کے جواز کو اس کی کامیابی ثابت کرے گی۔ لارڈ ایسبرٹین نے ۱۸۳۲ء میں وگ لوگوں اور طرفدار این پیل (Peel) کو ملا کر وزارت ترتیب دی تھی اب جب سے کہ ہوم رول (Home rule) یعنی آئر لینڈ کی حکومت خود اختیاری کی ہوا لوگوں کے سروں میں سا گئی ہے۔ برل پارلیمنٹ اور کمنز رولٹیو

(Liberal unionists & conservatives.) آپس میں

متفق ہو گئے ہیں اور یہ دونوں طرفداران ہوم رول کے فرقہ مقابل بن گئے ہیں جو جب سے کہ کینینٹ کے جملہ ارکان ایک ہی فرقہ سیاسی سے لیے جانے لگے اس زمانے سے طریقہ ذمہ داری مشترکہ مروج ہوا۔ قانون تخت و تاج (ملک سلطنت) کے ذریعے سے قرار پایا تھا کہ ہر ایک مشیر کو ان سب فیصلوں پر دستخط کرنی چاہیے جن سے کہ وہ رضامند ہے۔ مگر جب ان شرائط پر لوگوں کو سیاسی خدمتوں کے قبول کرنے میں تامل ہونے لگا تو شہداء میں فقرہ مذکور منسوخ کر دیا گیا۔ اس پر بھی ذمہ داری منفردہ کو منسوخ ہونے زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ طریقہ ذمہ داری مشترکہ قائم ہو گیا۔ ہرن مینسفیلڈ (Mansfield) نے گرافٹن (Grafton) کی ان تجاویز کی ذمہ داری سے جن کے سبب سے امریکہ کی نوآبادیوں میں شورش مچ گئی تھی اس عذر سے انکار کیا کہ وہ ان کے طے ہونے کے زمانے میں حلقہ اندرونی کارکن نہیں تھا کیونکہ Camdon جو اسی وزارت کے زمانے میں لارڈ چانسلر (میر مجلس عدالت العالیہ) ہو گیا تھا اور کینینٹ کارکن تھا ونگس (Wilkes) کے مقدمے میں جبکہ وہ دارالعوام سے خارج ہونے کے بعد مل سیکس سے دوبارہ منتخب ہو کر نائب کی حیثیت سے مجلس مذکور کو روانہ کیا گیا تو بیان کیا کہ میں نے بادل ناواستہ حکومت وقت (وزارت زیر بحث) کی کارروائیوں میں شرکت کی تھی۔ اس کے بعد جب پارلیمنٹ میں چار کے ان محصولات کی نسبت پرشش ہونے لگی جن کے عائد ہونے سے امریکہ کی نوآبادیوں سے جنگ حریت کا آغاز ہوا تھا تو اس نے اسی طرح ان محصولات کے متعلق اپنی ذمہ داری سے انکار کیا اور خود گرافٹن نے بھی اپنے محرک ہونے کا اس باب میں انکار کر دیا۔ بہر حال ارکان کینینٹ اپنی مشترکہ ذمہ داری سے لڑنے تک منکر ہونے رہے چنانچہ لارڈ ٹیمپل آخری وزیر رہے جس کو اس قسم کی ذمہ داری سے عذر تھا۔ اس کے بعد پارلیمنٹ میں وزیر کی مشترکہ ذمہ داری کی نسبت پھر بھی استفسار نہیں ہوا تو

ارکان کینینٹ بھی فطرت انسانی کے اثر سے مستثنیٰ نہیں ہیں لہذا ان میں بھی اختلاف رائے کا ہونا لازم ہے لیکن طرز عمل یہ ہے کہ اختلاف آراء کا

اخفا کیا جاتا ہے۔ جس شخص کو کابینٹ کے امور سے تعلق نہیں وہ اس کے مباحث اور ارکان کے اختلاف سے واقف نہیں ہو سکتا۔ بلکہ جب کابینٹ میں کسی تحریک کی نسبت اختلاف ہو کر بلحاظ رائے دو فرقے بن جاتے ہیں تو دارالعوام میں اس قلیل گروہ مخالف کا صدر اس تجویز کی تائید کرتا ہے جو کابینٹ میں بغلبہ آرا منظور ہو چکی ہو۔ ہر ایک وزیر اپنے محکمے میں آپ کو اپنے شہکار کا نائب و مختار خیال کرتا ہے اور اپنی کارروائیوں میں ان کی رضامندی و مشورہ فرض کرتا ہے لیکن جن حکمت عملیوں کا دوسرے محکموں پر اثر پڑتا ہو ان میں ان کے وزراء سے استفسار کرنا ضرور ہے۔ بعض وقت جب کابینٹ کثرت کار سے عظیم الفرصت ہوتی ہے اور کوئی امر اہم کسی وزیر کے ذریعے سے پیش ہوتا ہے تو اس کے دریافت کرنے اور اس پر بحث کرنے کی غرض سے اور کبھی اس کے تصفیے کے واسطے چند ارکان کی ایک کمیٹی مقرر ہوتی ہے جو جس ذمہ داری مشترکہ کا فقرہ ہائے صدر میں ذکر ہوا اسکے چند مستثنیات بھی ہیں۔ ہر ایک وزیر جو اپنے محکمے کا صدر ہوتا ہے اس میں کام کی مستغنی و فوجی سے ہونے کا آپ منفرد ذمہ دار ہے۔ ایسا ہی ایک وزیر کے کاموں سے دوسرے وزراء ناراض ہو سکتے ہیں اور ایسی شکل میں اس کو مستغنی ہونا پڑتا ہے۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء میں لارڈ جان رسل کو لارڈ پالمرسٹن سے جبکہ وہ بحیثیت وزیر خارجہ فرانس سے مراسلت کرنے میں اپنے اختیارات سے متجاوز ہو گیا تھا استعفا طلب کر کے کی ضرورت ہوئی۔ بعض وقت ارکان عوام نے بھی کل کابینٹ کو مستغنی ہونے سے بچانے کے لیے ذمہ داری مشترکہ کی محافظانہ ذرہ کو توڑا اور ارکان کابینٹ کی منفرد ذمہ داری پر زور دیا ہے۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء میں (محکمہ) بحریہ میں غبن ہونے کی نسبت لارڈ میسل رسل (Lord Melville) پر شخصی اعتراض کیا گیا تھا لیکن پٹ مستغنی نہیں ہوا۔ ۱۸۵۷ء میں اس وزیر کے خلاف جس کے ذمے ان شرائط صلح کی مراسلت قرار پائی تھی جو بمقام وی آنا (Vienna) طے ہو رہی تھی۔ (غالباً اس سے مصنف کی مراد جنگ کریمیا کے بعد کے صلح نامہ سے ہے) دارالعوام میں تحریک ناراضی و نفرت منظور ہوئی جس کے سبب سے لارڈ جان رسل کو مستغنی ہونا پڑا اور پالمرسٹن کی وزارت اسی طرح بحال رہی۔ مگر تحریک ناراضی و نفیرین کا عموماً اثر یہ ہے

کہ اگر اس کو کسی محکمے کے خلاف منظور کیا جائے تو اس سے پوری کیبنٹ متاثر ہوتی ہے اور وزارت وقت مستعفی ہوتی یا ملک سے اس فیصلے کا مرافعہ چاہتی ہے۔
 ذمہ داری مشترکہ کا اثر بادشاہ اور کیبنٹ کے تعلقات پر بھی پڑتا ہے۔
 اس لیے جو مشورہ کہ وزیر اتاج کو دیا کرتے ہیں وہ ان کی رائے مشترکہ سمجھا جاتا ہے جبکہ جنوبی امریکہ کی جمہوری حکومتوں کی حریت کا مسئلہ کیبنٹ میں پیش ہو کر منظور ہو گیا اور مجلس مذکور نے چارج چارم کو اس کے تسلیم کرنے کی نسبت رائے دی تو بادشاہ کو یہ مشورہ پسند نہیں آیا اور اس نے ہر ایک رکن کی مرضی دریافت کرنی چاہی۔
 کیبنٹ نے اپنے جواب میں تحریر کیا کہ اس کی رائے اکلّا اور مشترکہ کا ظاہر کی گئی ہے اور چند بعض ارکان کو امور مجوزہ سے ضرور اختلاف ہے لیکن ہم نے اپنی متفقہ رائے کی بنا پر اس حکمت عملی یعنی تسلیم حریت کا مشورہ دینا مناسب سمجھا۔
 ہیلیم صاحب جیسے بلند نظر اور روشن خیال مورخ کی رائے میں کیبنٹ کی مشترکہ ذمہ داری سے انصاف کا خوں ہوتا ہے۔ اُنکا مشورہ ہے کہ ہر ایک رکن کو اپنے اپنے فعل کا ذمہ دار ہونا چاہیے۔ مگر ہمارے خیال میں وہ اس بات کو بھول گئے ہیں کہ کیبنٹ کی کسی حکمت عملی کی ناکامی کی صورت میں اس کے کسی رکن یا ارکان کو اپنے جان و مال سے ہاتھ دھو بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اب اس قسم کی سزا کے عوض خاطی کو اس کے عہدے سے برطرف کر دیا جاتا ہے اور معنوی موجب ہتک حرمت نہیں بلکہ دیپارلیمنٹ اور ارکان کیبنٹ کی کشیدگی اور ناراضگی یا ہی کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ اس کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ ارکان کیبنٹ منفرد سیاسی جرائم کے مرتکب ہو کر ذمہ داری مشترکہ کو اپنی سپر بنا سکتے ہیں۔ اس شکل میں ہر ایک رکن اپنے فعل کا تنہا ذمہ دار ہوگا۔ اس پر بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ حکومت وقت کی خارجہ حکمت عملی کے خلاف دیپارلیمنٹ کی جانب سے اعتراض و نفرین ہونے کی حالت میں کیوں قوم کو مثلاً ایک قابل سے قابل وزیر نوآبادیات اور ایک نہایت لائق وزیر داخلہ کی گراں قدر خدمتوں سے محروم کیا جاتا ہے (مطلب یہ کہ وزیر خارجہ کے قصور کی بنا پر کل کیبنٹ یعنی دوسرے وزراء عظمیٰ سلطنت کیوں مستعفی ہوتے ہیں اس کا جواب ضرورت ہو سکتا ہے۔ تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ ذمہ داری مشترکہ

کے سبب سے ارکان کینبٹ کا اتحاد و یک جہتی درجہ کمال کو پہنچ گئی ہے اور اس صفت سے مجلس وضع قوانین اور بادشاہ کے مقابل میں اس کی بخوبی حفاظت ہوتی ہے اور کسی بدوئے ناعاقبت اندیش رکن کی اخلاقی کمزوریوں سے کینبٹ کی کارروائیوں کو نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ محض قوت و زارت یہی شے ہے کہ

کینبٹ کے جلسوں کے راز میں رہنے کا یقینی تہذیب اس کی حقیقی آزادی اور ذمہ داری مشترکہ ہیں۔ اس کی کارروائیوں کی کوئی مسلسل مرتب نہیں ہوتی۔ اور نہ اس کی کسی تجویز کو ضبط تحریر میں لایا جاتا ہے بلکہ اگر کسی رکن کے ساتھ پینسل رہے تو وہ رکن یا شہسوار نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ ایک کینبٹ کے جلسوں کی جو بے ضابطہ اطلاعاتیں بادشاہ کے ملاحظہ کے لئے ارسال ہوتی ہیں وہ کینبٹ مابعد کے وزیر کو دستیاب نہیں ہو سکتیں بلکہ ان کو نہایت راز میں رکھا جاتا ہے۔ صرف بادشاہ کی اجازت سے اور وزیر اعظم کی درخواست پر مباحث کینبٹ کا افشا کیا جاتا ہے اور یہ بھی نہایت محدود اور مختصر طور پر۔ اس کے لئے مستقل اہلکار و عمال نہیں رکھے گئے ہیں بلکہ اس کی کمیٹیوں میں وقتہ فوقتہ ہر ایک محکمہ متعلقہ کے اہلکار جس کے امور بغرض تصفیہ اُن میں پیش ہوتے ہوں کام کرتے ہیں۔ ارفیصل شدہ کے دوبارہ پیش ہونے کی صورت میں یا ایک ہی قسم کا مسئلہ بار بار پیش ہونے کی حالت میں اس کے مختلف وزیر کو اپنے حلقے کو تازہ کرنے کے لئے اس میں سلیس وغیرہ نہیں رکھے جانے کے سبب سے کسی شے سے مدد نہیں ملتی۔ بعض وقت ایسے عہدہ دار جن کو حلف رازداری نہیں دیا جاتا ہے حصول معلومات یا اُن کو ہدایات دینے کی غرض سے اس میں طلب ہوتے ہیں۔ سر ولیم اسن نکتے میں باجوہیک میکنا صاحب (Mekenna) پرلوی کونسل کے رکن نہ تھے کینبٹ کے جلسوں میں جبکہ تعلیم کے متعلق اس میں بحث ہو رہی تھی غیر سرکاری طور پر بلائے جاتے تھے اس لئے کہ انھوں نے کونسل مذکور کی رکنیت ملنے کے پہلے سے محکمہ تعلیمات کی میر مجلسی قبول کر لی تھی اور

کینبٹ کے اجلاس راز میں ہونے سے ملک اس سے بدتوں ناراض رہا اور اب تک بھی اجانب کی برا فروغی کا یہی سبب ہے۔ اسی باعث سے اس کی جملہ کارروائیاں بے ضابطہ اور غیر سرکاری طور پر ہوا کرتی ہیں صرف شاہ کے ایڈریس

(۳) اسکے جلسوں

کا راز میں کیا جاتا

کی ترمیم میں وجوہ غائب دار العوام بادشاہ کی تقریر کے جواب میں پیش ہوا تھا۔ سرکاری تحریرات میں لفظ "کیبنٹ" پایا جاتا ہے اسکو ایک مستثنیٰ سمجھنا چاہیے اس کے سوا سب سے سرکاری طور پر کیبنٹ کی ہستی کا پتا ہی نہیں ملتا یہ سچ ہاٹ کا مقولہ ہے کہ کیبنٹ کے جلسوں میں اور ایک بے قاعدہ و ناشائستہ مجلس کے جلسوں میں کچھ فرق نہیں۔ یہ ایسا محکمہ تنظیمیں ہے (Board of Directors) جس میں «مقررین کی کثرت اور سامعین کی قلت ہو اور کسی کو معلوم نہ ہو کہ اُس میں کیا ہوتا ہے» ہمارے خیال میں یہ نامصنفاۃ اعتراض ہے اس لئے کہ جس طرح کیبنٹ کے مباحث پر تاریخی چھائی ہوئی ہے اسی طرح اس کے جلسوں کی ترتیب و تنظیم اور کل حالات دنیا سے پوشیدہ ہیں۔ لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ پالمسٹن اور گلڈاسٹن ناشائستہ و نامہذب تھے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ ایسے پابند قانون و شائستہ لوگوں نے کیبنٹ کو بہ تہذیب و سقاۃ بننے دیا ہو۔

ارکان کیبنٹ ہمیشہ پارلیمنٹ کے اراکین ہوتے ہیں عام خیال یہ ہے کہ سلطنت کے ہر ایک ہتم بالشان محکمے کی پارلیمنٹ کے ہر ایک ایوان میں نیابت ہونی چاہیے۔ مثلاً اگر وزیر خارجہ دار لامر کارکن ہو تو نائب وزیر خارجہ دار العوام کا ممبر ہوتا ہے۔ ہونا لازم ہے۔ کثرت عمل سے یہ طریقہ ایک قاعدہ بن گیا ہے لیکن یہ قانون نہیں ہے یعنی کسی قانونی شخص کے وزیر سے ملے نہیں ہوا چنانچہ رائے میں اراکین عوام نے اپنی آزادی سے مخالف ہو کر قانون تخت و تاج میں پارلیمنٹ کی رکنیت سے ارکان کیبنٹ کے اخراج کی نسبت ایک فقہ اضافہ کیا تھا لیکن بعد ہی جب ان پر ثابت ہو گیا کہ ان ارکان کے پارلیمنٹ میں شریک رہنے سے وہ پارلیمنٹ کے اعتراضات کا تشفی بخش جواب دے سکتے ہیں اور امور صراحت طلب کی جو کیبنٹ میں ملے ہوتے ہیں توضیح ہو جاتی ہے اور ان کی اس شرکت سے ان کی مطلق العنانی اور غیر ذمہ داری رکی رہتی ہے تو انھوں نے اس فقرہ میں شائبہ نہیں اس قدر ترمیم کی کہ جو شخص کسی پرانی خدمت پر مامور ہو (مثلاً میرا صطبل یا اسی قسم کے عہدے) جسکا تعلق زمانہ قدیم سے محلات شاہی اور دربار خسروی سے ہو، اور اس قسم کی وزارت پر تقرر ہو جس کے سبب سے اس کا کیبنٹ میں شریک ہونا ضرور ہے اور وہ پہلے سے پارلیمنٹ کا رکن بھی ہو تو اس کی رکنیت پارلیمنٹ

ساقط ہو جاتی ہے اس لئے اس کو چاہئے کہ اپنا دوبارہ انتخاب کر لے۔ ایک فہرست ایسے عہدوں کی تیار کی گئی جن کے امور میں گودار العوام کی رکنیت سے علیحدگی اختیار کرنے کی ضرورت نہ تھی اور وقت فوقتہ اس فہرست میں دوسری خدمتوں کا اضافہ ہوتا گیا۔ چنانچہ کئی عہدوں میں گلیڈ اسٹن پارلیمنٹ کی رکنیت کے بغیر جبے میں تک وزیر آبادیات رہا۔ لیکن یہ اس زمانے کی ایک نہایت حیرت انگیز و عجیب خیز مثال ہے جس کا ذکر کرنا ضرور تھا۔ اگر اس کا قانون بحال رہتا تو مجلس وضع قوانین اور مجلس انتظامی دونوں ہم پلہ اور خود مختار ہو جاتیں اور اس لئے ایک کو دوسرے سے کوئی تعلق نہ رہتا۔

(۵) اسکے لئے ضرور

کمیونٹ کا فرض ہے کہ بیت ادنیٰ کے فرقہ کثیر پر اپنی حکومت قائم رکھے۔ وزیر ملی (Disraeli) کا مقولہ ہے کہ کوئی مسودہ قانون خواہ اسے کسی بڑے فرشتے کی جائے تو ہرگز نہیں منظور ہو سکتا۔ اگر کسی اہم مسئلے کی نسبت کسی وزارت کو شکست دینے نامکامی ہو تو وہ اپنا استعفا بادشاہ کی خدمت میں پیش کرتی ہے یا ملک سے یعنی انتخاب کرنے والوں سے فیصلہ دار العوام کا عہدہ چاہتی ہے مگر اٹھارہویں صدی میں اس اصول پر آزادی سے عمل نہیں کیا جاتا تھا۔ اس لئے کہ اندوں بڑے بڑے زمیندار اپنے جیب بھرنے والے شہروں کے حق انتخاب کے ذریعے سے اور پارلیمنٹ کے اراکین کو رشوت دیکر جس وزارت کے متعلق انھیں منظور ہوتا دار العوام کے وقت کثیر کو اس کا موافق یا مخالف بنا لیتے اور جس تدبیر قانونی کو چاہتے منظور یا منظور کر لیتے تھے چنانچہ اس طریقے کی بدولت خاندان ہائے وڈ کے عہد حکومت کی پہلی نصف صدی میں فرقہ وگ کی صدارت قائم رکھی گئی مگر کہا جاتا ہے کہ باوجود اس طریقے کے بادشاہ جارج سوم کو شہر میں لارڈ نارٹھ کی وزارت میں بیت العوام کے فرقہ کثیر کو اس کا مؤید و موافق بنانے میں اس قدر زحمت اٹھانی پڑی کہ آخر تنگ ہو کر اس نے حکومت سے دست کشی کرنے اور ہائے وڈ واپس جانے کی چٹکی دی ڈیو گرا اس قاعدے پر عمل ہونے سے بتدیج اصول مذکورہ قائم ہو گیا۔ ولیم سوم

ہے کہ دار العوام کا فرقہ کثیر اسکاٹلینڈ میں

لہ نظریہ کی تاریخ دستور کی تشبیحات میں (Pocket boroughs) کی صراحت کر دی گئی ہے جس کا ۱۲

اور دملک میں اس طرح وزارت کو ترتیب دیتے تھے کہ ہر وقت پارلیمنٹ کا فرقہ کثیر
اس سے راضی رہتا تھا۔ وال پول نے کبھی اس جماعت کو اپنے قابو سے نکلنے نہیں دیا
بلکہ وہ مختلف تدبیروں اور حیلوں سے اس کو اپنے سے رفا مند رکھتا تھا چنانچہ اس میں
پھوٹ نہ پڑنے کی غرض سے اُس نے ۱۷۳۹ء میں ہسپانیہ سے جنگ شروع کر دی اور جب
اُس کو چین پیہم (Chippenhams) نام شہر کے نائندہ کے انتخاب کے مسئلہ میں شکست
ہوئی اس فرقے کو خوشنود رکھنے کے خیال سے وہ مستعفی ہو گیا۔ گویا وال پول کے اس فعل کو
دارالعوام کی ادرائے بے استمدادی کا نتیجہ سمجھنا چاہیے اور جب ۱۷۴۱ء میں جارج دوم
کے پیٹ (Pitt) کو نہ قبول کرنے کے سبب سے پیل ہم کی وزارت مستعفی ہوئی تو
انہی لوگوں کے سپرد دوبارہ وزارت کرنی پڑی اور پیٹ کو بحیثیت وزیر کینڈینٹ میں شریک
کرنا پڑا یہ مجبوری اس لئے لاحق ہوئی کہ پیٹ کے سوائے کسی دوسرے وزیر کو دارالعوام
کے فرقہ کثیر پر اثر جانے کا حوصلہ نہ تھا۔ لیکن جارج سوم کے وزیر اس لئے حکومت
سے ہٹائے جاتے تھے کہ خود بادشاہ اُن کی مخالفت پر آمادہ ہو جاتا تھا یا کسی ایسے مدبر
کے نہ ملنے کے سبب سے جس کی شرکت حکومت کی بقا اور تائید کے لئے ضرورت تھی
اُس عرصے میں جو ۱۷۴۷ء سے شروع ہوتا ہے جبکہ وال پول نے استعفا پیش کیا تھا
اور جو ۱۷۵۲ء کے مشہور قانون اصلاح پر ختم ہوتا ہے صرف دو وزارتوں یعنی وزارت
شیل بورن کو ۱۷۵۳ء میں اور وزارت ویلنگٹن کو ۱۷۵۴ء میں بیت العوام میں ناکام
ہونے کے سبب سے مستعفی ہونا پڑا۔

پہنچ بیت العوام کے فرقہ کثیر کے پچاس ارکان پیٹ کے مخالف تھے
لیکن ۱۷۵۳ء میں جارج سوم نے اس کو وزیر اعظم بنا ہی دیا اور گو ان لوگوں کے سبب
سے اس کی تدابیر و تجاویز کی پامانی ہوتی رہی اور اگرچہ ان شکستوں کا سلسلہ قائم رہا لیکن وہ اپنی
خدمت انجام دیتا رہا یہاں تک کہ مخالفین کی تعداد کم ہوتے ہوئے ایک پہنچ الی اس وقت
اُس نے استعفا پیش کیا اور بادشاہ کو برخاست پارلیمنٹ کا مشورہ دیا اور جب
نیا انتخاب عمل میں آیا تو ملک نے اُس کے موافق وہنجیال ارکان کے ہم غفر کے ساتھ
اس کو اپنی نیابت کے لئے پارلیمنٹ میں روانہ کیا۔ ۱۷۶۲ء میں ولیم چارم نے
بھی اسی قسم کا سرراہرٹ پیل کی تائید میں دملک سے اُمرافقہ کیا تھا۔ اُس دفعہ کے

انتخابات میں دگ فرقہ کی کثرت میں کمی ہوئی گئی مگر اس پر بھی فرقہ کشیدہ یعنی لوگوں پر مشتمل
تھا اور جب ان کی بلیغ کوشش متوں کے باوجود ان کو پارلیمنٹ میں آئے دن
شکست ہونے لگی تو اسی فرقہ قدامت پسند کو مجبوراً مستعفی ہونا پڑا۔

قانون اصلاح کے بعد سے بجز ایک وقت کے ہر ایک وزارت کے
مستعفی ہونیکا سبب حکومت وقت کے پیش کردہ کسی اہم مسئلے کی نسبت دارالعوام
کی رائے مخالفانہ ہوئی ہے یا کسی انتخاب عام میں اس کو شکست ہوئی ہو کیہنٹ
کے استغفا دینے کے ان کے سوائے اور مدعوہ بھی ہوئے ہیں چنانچہ ضلہء
میں بالفور صاحب Mr. Balfour نے باوجود اس کے کہ فرقہ موئیدیں
فرقہ مخالف کی اتحاد سے پچاس رکن بڑھے ہوئے تھے استغفا پیش کر دیا تھا
اس کا سبب یہ تھا کہ اس وزارت کو پارلیمنٹ کے انتخابات
ذیل میں شکست پر شکست ہو رہی تھی اور رائے عامہ اس کے
مخلاف ہو گئی تھی۔ اس سے ظاہر ہے کہ ملک وزارت وقت
کے قابو میں نہ تھا۔

کیہنٹ حالیہ کا
پھیلنا اور مشن

کیہنٹ کوئی مشین تو نہیں ہے کہ ایک ہی حالت پر قائم رہے در ایک جاندار
شے ہے جس میں ہر وقت تغیر ہوتا رہتا ہے لیکن محسوس نہیں ہوتا۔ قدیم خصوصیات
مفقود ہو کر ان کے عوض جدید محضات قائم ہوتے جاتے ہیں کیہنٹ میں پھیلنے
اور سمٹنے کا اس قدر مادہ ہے کہ جیسا جیسا سیاسی مذاق اور ضرورتیں بدلتی جاتی ہیں
وہ آپ کو ان کے موافق اور ہم آواز بناتی ہے۔ چنانچہ دور جدید کی کیہنٹوں کے
ارکان کی اوسط تعداد بیس ہوتی ہے لیکن وزراء میں اس بات کا رواج ہو رہا ہے کہ
ارکان کی اس تعداد کو اور بھی گھٹایا جائے اور اس کے بلے باقاعدہ و باضابطہ
ہو آکر ہیں۔ اور کل اہم امور کا وزیر اعظم چند اپنے مخصوص اور قابل اعتماد شرکاء کے مشورے
سے تصفیہ کرے۔ چنانچہ ۱۸۸۶ء میں کلیڈ اسٹن نے صرف دو یا تین ارکان کیہنٹ
سے مشورہ لینے کے بعد اپنا مشہور مسودہ ہوم رول (برائے آئرلینڈ) دارالعوام میں
پیش کیا تھا اور کیہنٹ کے دوسرے ارکان سے جو اس تدبیر کے مخالف تھے
خواہش کی گئی تھی کہ اس مشورے کی پارلیمنٹ میں تائید کریں اور ہر چند ان لوگوں کو

اس کے پیش ہونے کے قبل توقع تھی کہ وہ کیبنٹ کے جلسے میں اس کے خلاف بحث کر کے اس میں کچھ نہ کچھ ترمیم کر سکیں گے۔ لیکن یہ توقعات بے اصل ثابت ہوئیں اور بحیثیت ارکان کیبنٹ ان کو بیت العوام میں اس کی تائید ہی کرنی پڑی۔ ضرورت بھی اس طرز جدید کی تائید میں ہے۔ ہر ایک محکمے کے کام میں مداخلت کی وسعت کے سبب سے بہت کثرت ہو گئی ہے اور یہ تمام کام جس وزیر سے متعلق ہوں وہی انکی انجام دیتا ہے اس طرح ان چند مخصوص وزراء کے سوائے جن کے تفویض یہ ہمہ بالشان محکمات ہیں دوسرے وزراء البسبب عظیم الفرضی اپنے شرکاء کی حکمت عملیوں سے بالکل ناواقف ہوتے ہیں۔ اس لاعلمی اور دوسرے کیبنٹ اندرونی، انکی ترقی سے ذمہ داری مشترکہ کرنا جائز استعمال ہو رہا ہے تو

اس کے سوائے جب سے کہ ایک نائب والے انتخاب کے حلقوں کا رواج ہوا تنظیم فرقہ کو اس قدر ترقی ہوئی ہے کہ دار العوام میں کسی فرقہ سیاسی کو شکست دینا اب اس قدر آسان نہیں رہا پلٹنی (Pulteny) جو واپول کا حریف تھا اور اس حیثیت سے فرقہ قابل کامد رہ گیا تھا کہا کرتا تھا کہ فرقوں کے ہمیشہ مثل سر مار ہیں جو اپنی دُموں کے بل پر حرکت کرتے ہیں۔ (سانپ کے جسم کے صرف سر اور دم دو حصے ہوتے ہیں سانپ اپنے جسم یعنی دم کے ذریعے سے حرکت کرتا ہے گویا سر دم کا تخت اور محکوم ہے) اس لیے اب جبکہ انتخاب کرنے والوں کے منظم فرقے بن گئے ہیں تو رائے دینے والوں میں بھی زیادہ سنجیدگی اور بالغ نظری پیدا ہوئی ہے۔ اس وقت پارلیمنٹ میں غائب اس غرض سے روانہ کیے جاتے ہیں کہ وہ صرف اپنے اپنے فرقے کی (حکمت عملیوں کی) تائید میں رائے دیا کریں اب ان لوگوں سے اس بات کی توقع کرنی کہ وہ حسب دستور اپنے اپنے خیال کے موافق اور آزادی سے (دار العوام میں) مسائل قابل غور و بحث طلب کے متعلق رائے دینے بے سود ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ایک ہی فرقے کے بعض ارکان (پارلیمنٹ میں) اس فرقے کی پیش کردہ تحریک یا مسودہ قانون کے خلاف بحث کریں لیکن ان کی مخالفت بحث کی حد سے تجاوز نہیں کرتی اور جب تحریک مذکور کے تصفیے کے لیے موافقین اور مخالفین کو علیحدہ علیحدہ کمروں میں روانہ کیا جاتا ہے

حالیہ سیاسی
فصلوں کا
تاریخ

تو یہ لوگ مخالفین کے زمرے میں نہیں شمرے جاتے۔
 طرز عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ پارلیمنٹ پریکٹس کی صدارت قائم ہے۔
 اچھا تو اس لحاظ سے یہ قول کہ کیبنٹ پارلیمنٹ کے نزدیک ذمہ دار ہے کہاں تک
 صحیح ہو سکتا ہے؟ مجلس انتظامی جس کی تائید فرقہ کشیہ کی جانب سے ہوتی ہے اور جب تک
 زمانہ مساعدا کرتا ہے محصول عائد کر سکتی اور قانون وضع کرتی ہے اور اگر فرقہ مقابل کے
 بے موقع بحث سے کام میں حرج ہوتا ہو تو دستور عمل کے ایک قاعدے کی رو سے جس کا
 نام کلوزر (Closure) ہے مباحثہ بند کر دیا جاتا ہے۔ علاوہ بریں حکومت کی مشین میں
 احکام باجلاس کونسل کے ذریعے سے کیبنٹ نہایت اہم اور اساسی تغیرات کر سکتی ہے
 چنانچہ ۱۹۰۷ء میں مجلس وضع قوانین کی شرکت و اطلاع کے بغیر وزیر جنگ اور سپہ سالار اعظم
 کے اختیارات فوجی مجلس کو منتقل کیے گئے۔ مگر کہا جاتا ہے کہ فی زمانہ ارکان عوام کو
 مجلس انتظامی کے سامنے اپنی برات کرنی ہوتی ہے۔ بے شک ایسا ہی ہونا چاہیے
 اس لیے کہ جب مجلس انتظامی کے جانب سے برخاست پارلیمنٹ کی دشمنی دیکھائی ہے
 تو عموماً دارالعوام میں کیبنٹ کی تائید میں چند برخاستہ خاطر لوگوں کی کثرت ہو جاتی ہے۔
 مگر ہماری رائے میں نو صاحب کا خیال صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ
 مجلس انتظامی پر اب دارالعوام کا قابو نہیں رہا بلکہ اس کو ایک اور دوسری حکومت کا
 خوف لگا رہتا ہے جس کی نشست مقابل کے نیچوں پر ہوتی ہے اور جو انتخاب
 کرنے والوں کی جانب سے کیبنٹ وقت کے حق میں مفروضے کے صادر ہونے کی صورت
 میں با اختیار بنائی جاتی ہے۔ کیبنٹ اور دارالعوام کی مخالفت کی حالت میں پارلیمنٹ
 برخاست کر دی جاتی ہے اور لوگ ذیلی انتخابات کے نتیجوں کو بہ نسبت موفقیں و مخالفین تحریک
 کی فہرستوں کے جو پارلیمنٹ کی جانب سے شائع ہوتی ہیں بڑے شوق سے اخبار وغیرہ میں پڑھا کرتے ہیں۔

کیبنٹ کا میر مجلس

اگرچہ وزیر اعظم کی کیبنٹ کا واسطہ عقد کہلاتا ہے اس پر بھی اس کے
 اختیارات کا ماخذ و مصدر کوئی قانون موضوعہ نہیں ہے۔ اس خدمت کے لیے
 اُسے کسی قسم کی تنخواہ نہیں ملتی۔ اس کے وجود سے انگریزی دستور واقف تک نہیں

علا کیبنٹ
 پارلیمنٹ کی
 صدر معلوم
 ہوتی ہے

وزارت عظمیٰ کے سبب سے وہ کابینہ کارکن نہیں ہے بلکہ کسی دوسرے عہدے پر مامور ہونے کی وجہ سے اس کو رکنیت کابینہ کا وقار نصیب ہے۔ ابتدا سے لیکر آج تک صرف دو سرکاری تحریروں میں وزیر اعظم کے خطاب کا پتہ ملتا ہے۔ صلحنامہ برلن (Berlin) میں ہیکنس فیلڈ (Beaconsfield) نے آپ کو وزیر اعظم انگلستان لکھا ہے اور شہداء میں یارک کے صدر اسقف کے بعد وزیر اعظم کی کرسی رکھی گئی ہے۔

والپول پہلا شخص ہے جو ٹولن شینڈ کے مستفی ہونے کے بعد ۱۷۲۱ء میں وزیر اعظم کے صبح اور اصلی معنوں میں وزارت عظمیٰ سے سرفراز ہوا یعنی وہ مجلس انتظامی کا صدر بھی تھا اور اپنے شرکا کا اُسی نے انتخاب بھی کیا۔ اس پر بھی چونکہ لوگوں کو اس خدمت سے بے انتہا بدگمانی تھی اور ان کو اس کے وجود و قیام سے برابر انکار تھا اس لیے والپول نے اس خطاب سے اجتناب کیا۔ ۱۷۲۱ء میں ارکان امر نے تو مخالفت کا اظہار ہی کر دیا کہ وزیر اعظم کے ہونے سے کسی حکومت (کابینہ) کی آزادی باقی نہیں رہ سکتی۔ سینیڈنر (Sandys) نے بیت العوام میں اس عہدے کا اس طرح رو کیا کہ انگریزی دستور کے بموجب ہمارے یہاں کوئی شخص صدر وزیر یا وزیر اعظم نہیں ہو سکتا۔ اگرینول نے ۱۷۲۱ء میں بیان کیا کہ وزیر اعظم ایک نشست انگیز خطاب ہے اور لارڈ نارٹھ کی کیفیت تھی کہ وہ اپنے اہل و عیال کو بھی منع کرتا تھا کہ اُس کو وزیر اعظم کے لقب سے پکاریں۔ بہر حال ایک مدت تک وزیر اعظم اور حکومت (کابینہ) کے حقیقی صدر کا ایک شخص پر اطلاق نہیں ہوتا تھا اس واقعے کو گزرے ہوئے زیادہ مدت نہیں ہوئی لیکن لوگ کس قدر جلد بھول جاتے ہیں کہ پہلے پٹ کی وزارت عظمیٰ کے اُن چند سال میں جبکہ اس کو بڑی بڑی کامیابیاں ہو رہی تھیں اول نوڈے ون شائر (Devonshire) اور اس کے بعد نیوکیسل (New-castle) وزارت کے برائے نام صدر تھے اور فاکس و نارٹھ کی وزارت مشترکہ میں پورٹ لینڈ اس کا صدر کہلاتا تھا۔ جس فرسے کی بیت العوام میں کثرت ہوتی ہے اس کے سرگروہوں میں سے کسی ایک کو بادشاہ وزیر اعظم کی خدمت کے لیے منتخب کرتا ہے۔ اس کے بعد یہ شخص وزیر اعظم کے تعلقات

طلب کیا جاتا ہے اور اس سے کیبنٹ کو ترتیب دینے کے متعلق فرمائش ہوتی ہے اگر اس سے یہ ممکن نہ ہو تو اسی فرقے کے کسی دوسرے سرگروہ کا انتخاب مل میں آتا ہے۔ وزیر اعظم اپنے شرکار کو آپ منتخب کرتا ہے بشرطیکہ فرمانروائے وقت اس کو منظور کرے۔ وہ اُن سے استعفا بھی طلب کر سکتا ہے لیکن اگر تاج اپنی خود سری اور بے احتیاطی سے کسی وزیر کو معذول کرنا چاہے تو وزیر اعظم اس بات کی دھکی ہاوشاہ کو دیکھ کر کل کیبنٹ مستعفی ہو جائیگی اپنے اس شریک کو بچا سکتا ہے جب تک بیت العوام میں فرقہ مقتدر کی کثرت باقی رہتی ہے وزیر اعظم کے مستعفی ہونے سے دوسرے وزیروں کو استعفا دینے کی ضرورت پیش نہیں آتی لیکن محکموں کی صدارت کا مختلف وزرائیں تقسیم کرنا یا نہ کرنا اس کے اختیار پر منحصر ہے اس کے برعکس اگر وزارت مستعفی ہو تو پارلیمنٹ کا برخاست ہونا لازم نہیں۔ چنانچہ تہذیب میں جب سربراہ رٹ پیل کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ انتخاب جدید کے ذریعے سے اُس کے فرقے کے مؤیدین کی تعداد اُن ارکان سے زیادہ نہیں ہو سکتی جو اس وقت بیت العوام میں موجود تھے تو اُس نے ملکہ عظمہ کو پارلیمنٹ کے برخاست کیے جانے کے خلاف میں مشورہ دیا وزیر اعظم کو اختیار ہے کہ جس وقت مناسب سمجھے انتخاب کرنے والوں سے مراجعہ کرے چنانچہ لارڈس اور کومری نے سن ۱۸۰۱ء میں ہر چند کہ پارلیمنٹ کو منعقد ہو کر پانچ ہی سال ہوئے تھے اور جنگ بوئر کے ہر بغیر نہ ہونے کے سبب سے اُس کے فرقے کی خوب کثرت تھی پارلیمنٹ کے برخاست کے متعلق مشورہ دے ہی دیا۔ جن امور کا تعلق محض مختلف محکموں سے ہوتا ہے ان میں کوئی وزیر حتیٰ کہ وزیر اعظم ہی کیوں نہ ہو اپنے شرکار کے کام میں مداخلت نہیں کرتا ہے اس قسم کے خالص دفتری معاملات میں ہر ایک محکمے کا صدر اپنے دوسرے شرکار کے بلا اطلاع و مشورہ تاج سے گفتگو کر سکتا ہے لیکن اس کے برعکس عام حکمت عملی کے ایک مسئلے کی نسبت بھی وزیر اعظم کے مشورہ و اطلاع کے بغیر کوئی وزیر بادشاہ سے مذاکرہ و مشاورت نہیں کر سکتا۔ مختلف محکموں کی نزاعات کا بحیثیت ثالث وزیر اعظم تصفیہ کرتا ہے۔ اس طرح کیبنٹ کے جلسوں میں خدائے آپس کے مخالف خیالات میں یک جہتی پیدا کرتا ہے جس کے سبب سے جو مشورہ کہ کیبنٹ کی جانب سے

تاج کو دیا جاتا ہے وہ اصل میں کل وزرا کی رائے متفقہ منصوبہ ہوتا ہے اور پارلیمنٹ میں پورے اتفاق و یکدلی کے ساتھ فریق مقابل کی مدافعت کی جاتی ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ وزیر اعظم ہر ایک محکمہ کے معاملات سے مکاتفہ آگاہ رہتا ہے۔ پیل کو کل محکموں کے حالات اور معاملات سے اعلیٰ درجے کی واقفیت حاصل تھی اس لیے وہ اپنے خیالات اور تدبیروں کی ان سے تعمیل کرتا تھا۔ ہر چند وزیر اعظم کے ذمے وزیر خزانہ کی اعزازی خدمت ہے لیکن سلطنت کے مختلف محکموں اور پارلیمنٹ کے کام میں روز افزوں ترقی ہونے سے ان پر نگرانی رکھنا اسکے لیے نہایت دشوار ہو گیا ہے۔

وزیر اعظم کے اختیار کا دار مدار کسی شخصیت اور طبیعت پر منحصر ہے اکثر ایسی وزارتیں نہایت نیک نام اور کامیاب رہی ہیں جن کے وزیر اعظم اور ان کے شرکاء میں وسیع اختلافات نہ رہے ہوں۔ نیپٹ اس بات پر زور دیا کرتا تھا کہ اس سلطنت کو کامیاب بنانے کے لیے وزیر اعظم کو صاحب عزم ہونا چاہیے اور وہ اپنی خدمت کی حقیقت سے واقف ہو سکے۔ اس کے اثر کو تسلیم کرے اور بادشاہ اُسے محل اعتماد سمجھے۔ جب ۱۸۴۶ء میں پیل پر اپنے فرقے کے روایات کو ترک کرنے کی نسبت اعتراض کیا گیا تو اُس نے جواب میں لکھا کہ اگر مجھ کو وزیر انگلستان بنانا چاہتا ہوں تو مجھ سے غلامی کی امید نہ رکھو اس خدمت کے انجام دینے میں رفاہ عام اور امن عامہ کے سوائے مجھے کسی تیسری شے کا لحاظ نہ ہوگا۔ حال ہی میں قوم کو توجہ ہوئی کہ وزیر اعظم کو اس کے شرکاء سے افضل مانے۔ اس کے پہلے وزیر اعظم اپنی قوت دماغی کے بل پر دوسرے وزرا پر فضیلت حاصل کرتا تھا اور جو اس پایے کا نہ ہوتا تو اُس کو جہاز کی مورت کے مانند ظاہری نمائش اور فرضی وقار پر قناعت کرنی پڑتی تھی۔

وزرا کے شاہی

ہر ایک محکمہ انتظامی کی صدارت کسی ایک سردار سیاسی کے سپرد ہوتی ہے اور جب وزارت تبدیل ہوتی ہے تو اس کو بھی ہٹا دیا جاتا ہے۔ ان سرداران سیاسی کا تقرر ان کے مخصوص شرائط اہلیت کی بنا پر نہیں بلکہ فرقہ بندی کی حکومت کے

اصول پر ہوتا ہے۔ ان وزرا کے حسب ذیل القاب ہیں: وزیر خزانہ۔ میر مجلس پریمی کونسل۔ پانچ وزرا کے سلطنت۔ وزیر بحریہ۔ وزیر مال۔ وزیر معرہ و خاص۔ وزیر اسکاٹ لینڈ۔ معتمد خاص نواب آئر لینڈ۔ ناظم محکمہ حکومت مقامی۔ تجارت، تعلیمات، زراعت و ماہی گیری کے محکموں سے ہر ایک محکمے کا ممبر مجلس۔ صدر ناظم ڈاک خانجات۔ خود مختار ضلع لینکینسٹر کی عدالت نصف کا میر مجلس (The Chancellor of The Dntchy of Lancaster)

اور صدر ناظم تعمیرات ان میں سے پہلے نو وزرا کا رکن کیبنٹ ہونا لازم ہے لیکن اس فہرست کے آخری تین عہدہ داروں کو کبھی کبھی اس رکنیت کا اعزاز نصیب ہوتا ہے اور باقی قدیم حق کی بنا پر کیبنٹ میں شریک ہونے میں ہوتا ہے اس فہرست میں شاہی نظائے عدالت کا شمار ہونا ضرور ہے برطانوی عدالت العالیہ کا میر مجلس تو ہمیشہ مگر آئر لینڈ کا قاضی القضاۃ کبھی کبھی اس کا رکن ہوتا ہے انگلستان کے صدر وکیل سرکار اور صدر سولیسٹر (Solicitor General)

اسکاٹ لینڈ کے صدر وکیل سرکار اور صدر سولیسٹر۔ آئر لینڈ کے صدر وکیل سرکار اور صدر سولیسٹر کے عہدے سیاسی ہیں یعنی وزارت کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ فرقہ مقتدر کے افراد پر وزارت وقت (کیبنٹ) مشتمل ہوتی ہے اور جس فرقے کے ہاتھ میں وزارت ہو اس کے ارکان ان خدمتوں پر مامور کیے جاتے ہیں۔ محکمہ بحریہ کے ارکان رسول کی یہی حالت ہے یہی کیفیت ان نائب وزیروں کی ہے جو پارلیمنٹ کے رکن ہوتے ہیں۔ ارکان مجلس خزانہ صدر بخشی (فولہ دار) اور تجارت، زراعت، تعلیمات، تعمیرات اور حکومت مقامی کے محکموں کے وزرا جو خدمت کے سبب سے پارلیمنٹ کے رکن ہوتے ہیں اس قاعدے سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔

برطانوی عدالت العالیہ کے میر مجلس کا بحیثیت محافظ ہر کلاں کیبنٹ میں موجود رہنا لازم ہے۔ یہ خدمت بھی نہایت قدیم ہے۔ ایڈورڈ تائب کے زمانے سے بادشاہ اس عہدہ دار سے جبکہ وہ بادشاہ کا معتمد اور خانگی پادری تھا۔ اکثر امور میں مشورہ لیا کرتا تھا۔ ہر چند یہ اپنے معتمدانہ اور عدالتی فرائض کے لئے بعد میں ذمہ دار بنایا گیا لیکن بہتری و دم کے عہد میں یہ ایک حاکم مقتدر بن گیا

میر مجلس

عدالت العالیہ

دی لارڈ

مالک چانسلر

اور اس کا مرتبہ اور اہمیت صدر اعظم کے بعد سمجھی جاتی تھی۔ مگر ۱۲۲۲ء میں ہیوبرت ڈی برگ (Hubert de Burgh) کی شجست اور اس کے معاتب ہونے کے بعد جو سب سے اخیر صدر اعظم ہوا ہے چانسلر بادشاہ کا وزیر خاص یعنی وزیر اعظم بن گیا۔ اور یہ خدمت برابر اس کو ملتی رہی یہاں تک کہ عہد ٹیوڈر میں وزیر خزانہ اس خدمت پر مامور ہوا۔ جس طرح نواب آئر لینڈ کے لئے مشروط ہے اسی طرح عدالت العالیہ کی میجر جیسی پر کوئی رومن کیٹھنکسٹ مامور نہیں ہو سکتا۔

چانسلر دارالامرا کا صدر ہوتا ہے اور اگر وہ عوام سے ملو یعنی خاندانی امیر نہ ہو تو مجلس مذکور کے مباحثوں میں شریک نہیں ہوتا ورنہ ایسے موقعوں پر وہ اپنی نشست یعنی تختِ ول سیک (Wool Sack) کو چھوڑ کر اس بیچ کے سرے پر کھڑا ہو جاتا ہے جس پر ڈوک (The Dukes' Bench) بیٹھا کرتے ہیں۔ یہ تاج کے چند اختیارات کو استعمال کرنے کا مجاز ہے اور عدالتی اور مذہبی تقررات کے لئے وہ بالذات ذمہ دار ہے۔ وہ اپنی ذمہ داری پر کل اعلانات فرمیں، اسناد اور ان اجازت ناموں پر ہر کلاں ثبت کرتا ہے جن کے ذریعے سے وکلا اور سفر اصلح ناموں پر دستخط کرتے اور ان کو موقوف بناتے ہیں۔

اب اس وزیر کا عہدہ مفت باشی ہو گیا ہے اس لئے کہ ۱۸۴۷ء میں عہدہ بانی اعزازی اس کے فرائض توڑ دیئے گئے۔ اس خدمت کی انجام دہی میں زیادہ محنت کی ضرورت نہ تھی اور اس پر اکثر ایسے مدبرین کا تقرر ہوتا تھا جنکے ذمے دوسرے کام ہوتے تھے یا جو ضعف جسمانی کے سبب سے کوئی دوسرا محنت کا عہدہ قبول کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ ارل آف چیٹھم ۱۷۶۶ء میں جبکہ وہ وزیر اعظم بھی تھا محاذ پر خرد مقرر ہوا تھا اور ایسا ہی لارڈ سالزبری ۱۷۹۱ء میں اس خدمت پر مامور تھا۔ یہ عہدہ قدیم زمانے کی یادگار ہے اس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ۱۱۹۱ء میں ایک لایق و موزوں منشی، کاہن خرد کی محافظت پر تقرر کیا گیا اور اپڈورڈ سوم کے عہد میں وہ کونسل کارکن بنایا گیا ہنرمند ششم کے بعد سے تو قاعدہ بن گیا کہ جب تک چانسلر کو حکم نامہ مثبتہ مہر خرد نہ پہنچے وہ ہر کلاں کو کاغذات متعلقہ پر ثبت نہیں کرتا تھا۔

مکرایڈ وروچہارم کو یہ بات نہایت ناگوار معلوم ہوتی تھی کہ چانسلر بادشاہ کا زبانی حکم اپنے بچاؤ کے لئے کافی نہ سمجھے سرکاری خزانے سے ادائیگی رقم کے لئے بڑی یا چھوٹی مہروں میں سے کسی ایک کا حکمنامہ ایصال پر ثبت ہونا ضرور تھا۔ جب تک عدالت مفلسین قائم رہی اس کا میر مجلس بھی محافظہ نہ ہوتا تھا۔

مہر چند خود مختار ضلع لینکینسٹر کے عدالت لصف کی سپر مجلسی اور شاہی کونسل کی میر مجلسی تقریباً مفت باشتی خدمتیں ہیں لیکن ان کے سبب سے ان عہدہ داروں کو رکینٹ کبینٹ کا اعزاز بخشا جاتا ہے۔

(۲) میر مجلس عدالت لصف

ضلع لینکینسٹر (۳) میر مجلس

کونسل شاہی

خزانہ دار

شاہی خزانے کا جو پنچیسٹریں رکھا جاتا تھا اور جس میں عموماً چاندی اور سونے کے سکے ہوتے تھے خزانچی ابتداً اس اندوختے کا محافظ سمجھا جاتا تھا اور اگرچہ رتبے میں وہ صدر اعظم اور میر مجلس عدالت العالیہ سے کم تھا لیکن محکمہ مال کے کل کام کو پہنی انجام دیتا تھا۔ اسی کی ذمہ داری پر بد اخل شاہی میں جمع و خرچ کا عمل ہوتا تھا اور جو رقم کہ بادشاہ کو وصول طلب ہوتی تھیں ان کا یہ حساب رکھتا تھا۔ لیکن ریچرڈ اول کے عہد میں جب چانسلر نے اس سے کنارہ کشی کی اور ہنری سوم کے زمانہ حکومت میں صدر اعظم کی خدمت کی ضرورت جاتی رہی تو محکمہ مال کا یہ اعلیٰ افسر بن گیا۔ اُس وقت چانسلر کے منشی یعنی سر رشتہ دار کا اس لئے محکمہ مال کی میر مجلسی پر تقرر ہوا کہ وہ اس محکمے کی مہر کو اپنے پاس رکھے اور خزانہ دار کے کام پر نگرانی کرے۔ ایڈورڈ اول کے زمانے میں خزانہ دار کے عدالتی فرائض محکمہ مال کے ایسٹیمیر کے تفویض کیے گئے۔ اور جب عدالت مال کا بحیثیت عدالت لصف اجلاس ہوتا تو خزانہ دار اور میر مجلس مال دونوں اس میں جج بنائے جاتے تھے۔ مگر انیسویں صدی میں محکمہ مذکور کے اختیارات لصف کے منسوخ ہو جانے سے یہ طریقہ خود موقوف ہو گیا۔

۱۵۳۹ء میں خزانہ دار کا لقب لارڈ ٹرائی ٹریزورر

(Lord High Treasurer) - اعلیٰ امیر خزانہ - وزیر خزانہ - تہا پایا اور اس کے

بعد سے اُس کا تاج کے اعلیٰ انتظامی عہدہ داروں میں شمار ہونے لگا۔ مگر وزیر خزانہ کا علیحدہ طور پر مال کی خزانہ داری پر تقرر ہوتا رہا۔ ۱۸۳۱ء میں اس کی ماموری کے لئے فرمان شاہی کا جاری ہونا قرار پا کر مجلس خزانہ کا انعقاد ہوا اور ۱۸۳۱ء سے اس کا تقرر

مجلس خزانہ

ہر وقت فرمان کے ذریعے سے ہوا کرتا ہے۔ وزیر خزانہ کے ذمے کثرت سے تقررات سیاسی اور عطا شدہ خطاب و اعزاز کا کام ہے اور انیسویں صدی کے نصف آخر سے مجلس مال نے خزانے کے فرائض انجام دینے ترک کر دیئے مگر جب کبھی وزیر خزانہ کو مصارف سلطنت میں کمی کرنی مقصود ہوتی ہے تو امرائے خزانہ یعنی ارکان خزانہ کے فرضی نخل (سخت مزاجی) اور کفایت شعاری کا افسانہ سنایا کرتا ہے۔ وزیر اعظم عموماً خزانے کا وزیر اور دارالعوام کا رہبر ہوتا ہے لیکن گلیڈ اسٹون نے سٹڈ اء میں اپنے لیے وزیر مال بننے کو (۱) وزیر خزانہ ترجیح دی اس پر بھی وہ دارالعوام کا رہبر تھا ایسا ہی لارڈ سالزبری نے وزیر اعظم ہونے کے سواٹے ۵۸ء اور ۵۹ء اور ۶۰ء میں وزارت خارجہ کا کام انجام دیا ہے۔ ۶۱ء سے وزیر خزانہ نے اپنے مندرجہ ذیل کو مقرر کرنا شروع کیا۔ یہ لوگ اور معتقدات (۲) شہید باعتبار خدمت، وزارت وقت (کمینٹ) کے جانب سے بیت العوام کے فرقہ حکومت میں تاویب اور یک جہتی قائم رکھ کر اس کے شیرازے کو یکسر نے سے باز رکھتے ہیں اور خود مالی فرائض کی انجام دہی سے بری ہیں۔ چنانچہ کیننگ (Canning) نے ایک مرتبہ ظریفانہ پیرایہ میں ان لوگوں کی اس طرح حالت بیان کی کہ "اشرکاء وزیر خزانہ کا اس لیے تقرر ہوتا ہے کہ وہ پارلیمنٹ کی کسی ایک مجلس کو اپنے فرقے کے افراد سے بھر دیں اور پھر اس کثرت کو قائم رکھیں اور وزراء کو خوش کرتے رہیں،" لٹو

وزیر مال جو اب ہر مجلس خزانہ کا رکن ہوتا ہے اصل میں وزیر فینانس ہے۔ (۳) وزیر مال جب تک مجلس خزانہ میں مستعدی اور ضابطے سے کام ہوتا رہا اس عہد سبکی کوئی اہمیت نہ تھی مگر جب سے مجلس مذکورہ کے کام میں زوال آگیا وزیر مال کی اہمیت بڑھ گئی۔ وزیر مال کی منظوری کے بغیر مختلف محکموں کے برآوردات پارلیمنٹ میں پیش ہوتے ہیں۔ اس محکمے سے جو سالانہ موازنہ پارلیمنٹ میں پیش ہوتا ہے اس کے ساتھ وزیر مذکور ایک اسکیم بھی داخل کرتا ہے جس میں دکھلایا جاتا ہے کہ مطلوبہ سال رداں کے لیے رقم کہاں سے اور کس طرح وصول ہو سکتی ہیں محال شاہی وصول کرنے کی ذمہ داری اسی کے ماتحت محکموں پر عائد گئی اور سرکاری حسابات اور سرکاری رقم کے مصرف کی تحقیق کا کام جن کا تعلق پہلے محکمہ مال کے

صیغہ حسابات اور بعد ازاں مجلس خزانہ سے بھتاب سرکاری تنقیح ساز اور ناظم مخارج کے سپرد ہوتے تھے

وزیر بحریہ (صدر امیر البحر) کی خدمت کا ماخذ مثل وزیر خزانہ کے منصب کے

فرمان شاہی ہے جس میں اس کے فرائض و اختیارات کی صراحت موجود ہوتی ہے

جس عہدہ دار کو اندوں وزیر بحریہ کہتے ہیں وہ سابق میں امیر البحر کہلاتا تھا اور اس خدمت

کی ابتدا ایڈورڈ اول کے عہد میں سن ۱۲۸۰ء میں ہوئی کیونکہ اس عہد کی تاریخ میں ایسے

امیر البحر پائے جاتے ہیں جو محافظین ساحل پر نگرانی رکھتے تھے۔ سن ۱۳۰۰ء میں

ایک وزیر بحریہ کا تقرر عمل میں آیا اور ہنری ششم نے زمانے سے مستقل محکمہ بحریہ کا قیام

ہوا۔ ملک ٹومارک کے شہزادہ جارج کے سوا اے جس کی وفات سن ۱۳۸۰ء

میں واقع ہوئی وزیر بحریہ کا تقرر ہمیشہ فرمان شاہی کے ذریعے سے ہوتا ہے مجلس بحریہ

جس کی سن ۱۳۹۰ء میں از سر نو ترتیب ہوئی ہے وزیر بحریہ، چار امراء بحری ملحق

شہزادہ وزیر بحریہ، ایک امیر ملکی اور ایک دوسرے وزیر پر مشتمل ہوتی ہے جس کا تعلق

پارلیمنٹ سے ہوتا ہے۔ وزیر بحریہ کو کینیٹ کارکن بننا لازم ہے اور اپنے

محکمہ بحریہ کے کام کی مستعدی اور خوبی کے لیے وہ پادشاہ اور پارلیمنٹ کا

ذمہ دار ہے

تاج کے معتمد پیشی یا پیشی کے کام کو شروع میں چانسلر امیر مجلس عدالت،

اور اس کے محررین یعنی اہلکار انجام دیا کرتے تھے لیکن زیادہ مدت نہ گزری تھی

کہ چانسلر کا عدالتی کام بہت بڑھ گیا جس کے سبب سے اس کام کو کسی دوسرے

کے سپرد کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس لئے ہنری سوم کے زمانے میں

ایک معتمد پیشی اور اس کے عملیہ کا تقرر کیا گیا اور اس میں اور چانسلر کے

محکمہ و عملیں فرق ہونے لگا۔ ہنری ششم نے پیچیدہ فرانسیسی معاملات کے

سلجھانے اور انجام دینے کے لیے ایک مزید معتمد کا تقرر کیا اور پندرہویں صدی

کے آخر تک تو یہ بھی ایک اہم خدمت سمجھی جانے لگی۔ ہنری ہفتم نے ان معتمدوں

کو پارلیمنٹ اور کونسل میں شریک رہنے کا حکم دیا اور فرمان شاہی کے ذریعے سے

ان کو معتمدین خاص کا خطاب عطا فرمایا۔ ان میں سے ہر ایک کو ایک چھوٹی مہر

مجلس بحریہ

پادشاہ کا معتمد

۱۸۴۲ء میں معتمد محکمہ شمالی کو امور خارجہ کا مرکز قرار دیا گیا اور محکمہ جنوبی کا معتمد امور داخلہ آئرلینڈ اور نوآبادیوں کا وزیر قرار پایا۔

۱۸۴۴ء کے مجاہدہ فرانس کے زمانے میں ایک وزیر جنگ مقرر کیا گیا۔ اس کے

پہلے فوج کی تعداد وغیرہ کی نسبت وزیر محکمہ جنوبی ذمہ دار تھا اور فوجی مداخل و مخارج سالانہ

قانون غدر کو جاری کرانے اور افواج کی مناسب مقامات پر تقسیم کرنے کے کام کو اسی وزیر

کی منظوری اور نگرانی میں ایک معتمد فوج انجام دیتا تھا۔ ۱۸۵۱ء میں نوآبادیاں بھی وزیر جنگ

کے تفویض ہوئیں۔ اس عاقبت کے اُس زمانے میں جو محاربات نیپولین کے بعد

گزرا ہے اس وزیر کا تمام وقت نوآبادیوں کے معاملات میں صرف ہوتا تھا اور فوج

کی جانب وہ متوجہ نہیں ہو سکتا تھا یہاں تک کہ جنگ کی مہیا چھڑ گئی جس کے سبب

ستے فوجی انتظام کی ابتری اور تباہی کا حال ظاہر ہو گیا۔ اس لیے ۱۸۵۵ء میں ایک

چوتھے وزیر سلطنت کا تقرر ہو کر معتمد فوج کے فرائض اس کے سپرد کیے گئے۔ ۱۸۵۸ء

کے غدر ہندوستان کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کے اختیارات و فرائض ایک پانچویں

معتمد سہمی وزیر ہند کے تفویض ہوئے۔ ۱۹۰۲ء میں ایک مجلس فوجی کا انعقاد ہو کر

معتمد فوج اور سپہ سالار کے جملہ اختیارات اس کو عطا ہوئے۔ محکمہ بحریہ کے طرزیہ

اس کی ترتیب و ترکیب ہوئی ہے اور یہ چند ارکان پر مشتمل ہے جو حسب ذیل ہیں۔

ایک معتمد جو اس کا سیاسی صدر ہے اور چار ارکان فوجی اور ایک معتمد

جو اس مجلس کی نیابت پارلیمنٹ میں کرتا اور اس کی مداخل و مخارج کا نگران ہے۔

بقیہ ماثیہ صفحہ گذشتہ جن کا قانون سے تعلق ہے کا غدمہور پر لکھنا اسی طرح لازم اور ضرور ہے جس طرح

برطانیہ میں اس پر عمل ہوتا ہے اور جب اس قانون کو تسلیم نہ کر کے برطانوی امریکہ کی نوآبادیوں نے برطانیہ کی مخالفت

پہا ناگنی ظاہر کی اور ریاست وینسیا کی اتباع میں دوسری ریاستوں نے برطانوی مال کو بائی کاٹ کر دیانژن کی

سکشی اور بغاوت کے آثار بخوبی ظاہر ہو گئے تو گرین دل کے حریفوں نے زراہ ظرافت یہ فقرہ چست کیا کہ

لاچو کہ گرین دل نے امریکہ کی مراسلات پڑھی تھیں اس لیے اُس کے ہاتھ سے امریکہ ٹک گیا،

اس نوٹ کا ماخذ بکچے کی تاریخ ہے ملاحظہ ہو کتاب مذکور مطبوعہ ۱۹۱۸ء صفحہ ۲۹۰۔

بجز اس کے کہ قانون موضوعہ کی بنا پر ان میں سے کسی ایک وزیر کو مخصوص اختیارات عطا ہوں یہ پانچوں وزیر ایک دوسرے کے محکمے کے کام کو از روئے قانون انجام دینے کے مجاز ہیں۔ چنانچہ ۱۸۳۷ء میں میل بورن کے مستعفی ہونے کے بعد ولنگٹن تنہا تین وزرائے سلطنت کے فرائض انجام دیتا رہا یہاں تک کہ سر رابرٹ سیل نے رومہ الکبریٰ سے واپس آکر جدید کیبنٹ ترتیب دی۔

قانون اتحاد و بابت ۱۸۷۰ء کے جاری ہونے کے زمانے سے نواب آئر لینڈ کا معتمد خاص وہاں کے معاملات کی نسبت پارلیمنٹ میں ذمہ وار ہے اور ۱۸۸۵ء سے نواب آئر لینڈ سے اسکاٹ لینڈ کے کل امور کا مکر جن کا اس کے پہلے برطانوی محکمہ داخلہ و خزانہ اور محکمہ حکومت مقامی سے تعلق تھا وزیر اسکاٹ لینڈ بن گیا ہے۔

صدر ناظم ڈاک خانہ جات کا عہدہ بھی نہایت قدیم ہے۔ ۱۷۱۷ء میں اسکی صدر ناظم ابتدا ہوئی اس وقت ڈاک خانوں کے لئے ایک شاہی ناظم کا تقرر ہوا تھا۔ لیکن ڈاک خانہ جات محکمہ ڈاک کی ایڈورڈ چہارم کی حکومت میں ابتدا ہوئی۔ جیمس اول اور چارلس اول نے رفاه عام کی غرض سے از سر نو ڈاک کی تنظیم کی اور چارلس دوم کے عہد تک تو محکمہ ڈاک داخل ملک کا ایک خاصہ ذریعہ بن گیا۔ ۱۸۷۰ء میں ایک ناظم ڈاک خانہ جات کا تقرر ہوا اگرچہ اس عہدے کے سبب سے صاحب عہدہ واراں عام کی رکنیت سے محروم ہوتا تھا اس لئے یہ خدمت اکثر کسی ایسے رکن واراں کو ملا کرتی تھی یہاں تک کہ ۱۸۶۶ء میں یہ شرط اٹھا دی گئی۔

جن پانچ محکموں کا تجارت، زراعت، حکومت مقامی، تعلیمات اور تعمیرات سے تعلق ہے ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک میر مجلس اور ایک معتمد اسکی سرکاری جانب سے پارلیمنٹ میں نائب ہوتا ہے اور معتمد اہلکاروں کا مستقل عہدہ ہے۔ ان محکموں کے اصل چلانے والے ہی لوگ ہیں لیکن ان میں بریڈی کونسل کے میر مجلس اور ارکان اور وہ پانچ وزراء اسے سلطنت جن کا بھی ذکر ہوا بطورینٹ مجلس شریک ہوتے ہیں۔ پیریوی کونسل میں تجارت اور نوآبادیوں کے انتظام کے لئے جب سے کہ ووکیٹیوں کا ۱۸۷۱ء میں تقرر ہوا اس وقت سے محکمہ تجارت کی بنا ہوئی ہے۔ ان کمیٹیوں کو ۱۸۷۲ء میں ملا دیا گیا اور پھر اس کے

نہیں برس بعد وہ منسوخ کر دی گئیں ۱۹۵۷ء میں ایک اور کمیٹی بنی اور یہ ۱۹۵۸ء تک باقی رہی۔ اس کا کام مختلف محکموں کی نسبت معلومات حاصل کر کے وزیرائے سلطنت کو ان کے متعلق مشورہ دینا تھا۔ تجربے سے ثابت ہوا کہ اس کمیٹی کے قیام میں چونکہ مصارف بہت تھے اور اس کے ارکان بھی لائق مستعد نہ تھے اور اس سے مشورہ بھی شاذ و نادر ہی لیا جاتا تھا اس لئے اس کو بھی موقوف کر دیا گیا۔ ۱۹۸۲ء میں محکمہ تجارت قائم ہوا۔ یہ محکمہ دراصل پریوی کونسل کی ایک کمیٹی تھا۔ اس کے مشیرانہ کام نے بتدریج انتظامی حیثیت اختیار کر لی۔ یہ محکمہ تجارت اور حمل و نقل اور بہبود انعام ورفاہ عام کے جملہ امور کی نگرانی کرتا ہے کہ

محکمہ تجارت

۱۹۵۷ء میں محکمہ تعمیرات قائم ہو کر محلات شاہی جن میں محل ولیست منسٹر بھی شامل ہے اور سرکاری عمارتوں کی نگرانی اور ان کی تعمیرات اس کے تفویض ہوئی۔ انھی کاموں کو ۱۹۶۲ء سے محکمہ صحرا اور جنگلات کے کٹھن انجام دیا کرتے تھے اس محکمے کا یہ مجلس ناظم تعمیرات کہلاتا ہے کہ

محکمہ حکومت

۱۹۵۷ء میں محکمہ حکومت مقامی قائم کیا گیا اور جن اختیارات کی بنیاد پر پریوی کونسل، وزیر داخلہ اور محکمہ قانون مفلسین کی جانب سے صحت عامہ حکومت مقامی اور قانون مفلسین کے جملہ امور کا انتظام ہوتا تھا اس کو اس محکمے نے خود لے لیا لیکن ۱۹۸۸ء میں اس کے اکثر اختیارات ضلع کی مجلسوں کے تفویض ہوئے ہیں۔ محکمہ زراعت کے قیام سے ۱۹۸۹ء میں کٹھن ان اراضی کی تینج ہوئی

محکمہ زراعت

اس کے سبب سے ان لوگوں اور پریوی کونسل کے ان کل اختیارات کا مرکز جن کا تعلق محصول عشرت کی معافی اور اراضی شاملات کی حصار بندی، یونیورسٹیوں اور دارالعلوموں کی اراضی اور زراعتی صنعتوں سے مختص صرف یہی ایک محکمہ بن گیا۔ ۱۹۳۹ء میں صیغہ ماہی گیری کا انتظام بھی اس کے حوالے کیا گیا پہلے اس پر محکمہ تجارت کی نگرانی تھی کہ

وہابی گیری

۱۹۹۹ء تک سررشتہ تعلیمات پریوی کونسل کی ایک کمیٹی سمجھا جاتا تھا۔ ۱۹۳۳ء سے حکومت نے تعلیمات پر روپیہ صرف کرنا شروع کیا اور سرکاری امداد کے صحیح مصرف پر نگرانی رکھنے کے لئے ۱۹۳۹ء میں کمیٹی تعلیمات

سررشتہ

تعلیمات

کا انعقاد ہوا۔ پریلوی کونسل کے میمبرس کی مجلس کو اس کی میر مجلس دی گئی تھی اور ۱۸۵۶ء میں ایک نائب پری مجلس کا تقرر ہوا۔ ۱۸۹۹ء میں تعلیمات کے لئے ایک علیحدہ محکمہ دوسرے محکموں کی طرز پر قائم ہوا لیکن محکمہ تعلیمات کے میر مجلس اور اس کے پارلیمنٹی معتد و دونوں اگر دارالعوام کے ارکان ہوں تو میر مجلس پریلوی کونسل اب بھی اس سرشت کی نیابت دارالامرا میں کرتا ہے۔

مسودہ قانون تعلیمات بابت ۱۸۹۲ء کے اجراء کے زمانے سے محکمہ تعلیمات کی تعلیمی امور پر صرف عام نگرانی ہے اور اس کے اکثر و بیشتر اختیارات مقامی حکومتوں کو منتقل ہو گئے ہیں۔

بائشتم

شاہی مدخل

بہ چند از مسد وسطی کے دستور میں مسائل میں سب سے زیادہ اس مسئلے پر کہ بادشاہ کو اپنی آمد سے زیادہ صرف نہ کرنا چاہیے، عمل ہوتا تھا تاہم رقمی ضرورتوں کے سبب سے بادشاہ کو پارلیمنٹ کا محکوم بننا پڑا۔ اس کے بعد کی نسلوں نے اصرار کرنا شروع کیا کہ رعایا کی نیابت کے بغیر محصول عائد نہونا چاہیے اور جو قسم کہ معارف سلطنت کے لئے قوم سے وصول کی جائے اس کے صحیح مصرف پر پارلیمنٹ کی نگرانی ہونی لازم ہے۔ اس طرح بادشاہ کی مالی ضرورتوں کی بدولت بادشاہ کی اس مطلق العنانی کا انسداد ہو گیا جس کو شانہ کی شانہ اعظم کے ذریعے سے قوم نے سرسری طور پر روکنا چاہا تھا۔

ابتداءً بادشاہ کا موردی محاصل شاہی ختم و خدم کے قائم رکھنے اور زمانہ اس میں مصارف حکومت برداشت کرنے کے لئے کفایت کرتا تھا لیکن جب انتظامات ملک اور فرائض حکومت میں کثرت ہوئے لگی تو سلطنت کے معمولی مصارف کو بھی محاصل موردی سے چلانا نا کافی ہو گیا اور آمد کے ایک حالت پر قائم نہ رہنے بلکہ گھٹنے کے سبب سے نئے نئے محصولات عائد کرنے کی ضرورت ہوتی گئی۔

اس پر بھی جب تک کہ ۱۶۸۸ء کے انقلاب سے پارلیمنٹ کا تسلط مستحکم نہوا جدید اجرائے محصولات کی نسبت قوم کو بادشاہ سے سخت بدگمانی رہی اور جواز محصول کے لئے کسی قومی خطرے کو ثابت کرنا پڑتا تھا چونکہ زمانہ وسطی میں قوم کامیلاً محصول کو مستقل بنائے کی جانب تھا اور شدید ضرورت کے سوا سے جدید محصول کا ادا کرنا سخت ناگوار تھا اس لئے محصول کو جو توفیر آمدنی کا

ذریعہ ہے لوگ شہر کی نظر سے دیکھتے تھے۔ پارلیمنٹ کے سلسلہ ہونے کے بعد تہ لوگوں کے شبہات باقی نہ رہے بلکہ محصول ہی سالانہ معقول مدخل ملک کا صحیح اور موزوں ذریعہ سمجھا جاتا ہے تو

تاج کا محاصل موروثی

تاج کے قدیم موروثی محاصل کے حسب ذیل ذرائع تھے۔ زمینات شاہی، رسوم جاگیر، بعض نذرانے اور محصولات جن کو بادشاہ اختیارات و حقوق شاہی کی بنا پر وصول کرتا تھا تو

ملک میں دورہ کرنے کے وقت سیکسن بادشاہ سرور قبیلہ کی حیثیت سے اپنے اور اپنے درباریوں کے لئے رعایا سے آذوقہ طلب کرتا تھا شاہی ووروں کے پہلے اُن مقامات پر جہاں بادشاہ کی منزل کا انتظام کیا جانا مقصود ہوتا وہاں کے لوگوں سے مالگزارى کے عوض اجناس و مویشی لئے جاتے تھے۔ لیکن شاہی محاصل کو اس طرح صرف کرنا نہایت نامناسب و تکلیف دہ تھا اس لئے کہ اس میں افراط و تفریط ہوتی رہتی تھی۔ محاصل کو مستقل بنانے اور اس کے وصول ہونے میں سہولت پیدا کرنے کی غرض سے محاصل جنس کو قہری صورت میں بدل دیا گیا۔ اور زر تحصیل یعنی دہارہ کی تشخیص کے لئے ایک ٹائٹ کا کھیت پیمانہ قرار دیا گیا جسے ہر ایک موضع اور ضلع پر ٹائٹوں کی معینہ تعداد کے مصارف کا بار ڈال دیا گیا تھا اور اس لحاظ سے مقامات مذکورہ سے زر تحصیل وصول کیا جاتا تھا۔ چنانچہ ضلع آکسفورڈ تین ٹائٹوں کا خرچ ادا کرتا تھا اسی قدر مالگزارى نارنٹھ ہمپٹن کے ضلع کے دس تھی۔ بعض اضلاع مثلاً وارک (Warick) اپنی مالگزارى کا کچھ حصہ جنس کی شکل میں اور کچھ نقد ادا کرتے تھے تحصیل جنس بتدریج سیر زمینوں سے مخصوص ہو کر بالآخر زر مالگزارى میں تبدیل ہو گئی۔

زر تحصیل کے ادا کرنے کے بعد بھی رعایا کو مالگزارى میں جنس ادا کرنی پڑتی تھی اس واسطے کہ ناگہانی ضرورتوں کے وقت اب بھی وہ بادشاہ کو جنس دیا کرتی تھی۔ اور اس حیلے سے رسد وصول کی جاتی تھی شاہی رسد رسائوں کا کام تھا کہ خوش حال

خرچ جنس

رسد

اور آراستہ و پیراستہ درباریوں کی ضرورت پورا کرنے کے لئے رعایا سے اُس کا اناج چھین لیا کریں اور اپنے خریدنے کے حق کا اور نیز رعایا سے اُس کے گھوڑے اور بار برداری کے لئے گاڑیوں کو شاہی استعمال میں لانے کے حق کا اہ عا کریں۔ رسد وصول کرتے اور خدمت جبری دیکھ کر کے خلاف روزانہ بادشاہ کی خدمت میں عرضیاں گزرا کرتی تھیں۔ ۱۷۵۱ء اور ۱۷۵۲ء میں اس قسم کی عرضیوں کا پتہ ملتا ہے اور امرائے مقنن نے جبکہ ذکر اس کے پہلے کسی باب میں آچکا ہے تو اس کی بالکل ممانعت کر دی تھی اور جب اُن کے قوانین مٹ گئے تو یہ قاعدہ بھی باقی نہ رہ سکا۔ ۱۷۵۶ء تک اس حق شاہی کا ناجائز طور پر استعمال ہوتا رہا اور اس کے بعد ایڈورڈ اول نے رسد کے وصول کرنے کو صرف بادشاہ اور اُس کی ملکہ کی ذات سے محدود کر دیا۔ اس طرح محدود ہونے کے باوجود چارلس اول کے زمانے کی خانہ جنگی تک اس ناجائز اختیار سے فائدہ اٹھایا جاتا رہا یہاں تک کہ ۱۶۸۹ء میں بادشاہ کو بالآخر اس سے دست بردار ہونا پڑا۔

آمدنی عہدالت

بادشاہ کی محاصل کا بہت بڑا ذریعہ مقامی عہدالتوں کی آمدنی تھی۔ اگلے زمانے میں نہیں بلکہ گیارہویں اور بارہویں صدی میں بھی اکثر جرائم کی سزا جرمانہ رکھی گئی تھی لیکن اس کے بعد صرف ایسے خفیف جرائم کے لئے جیسا کہ مداخلت بجا ہے رقم ادا کر کے مجرم بری ہو سکتا تھا۔ منشور اعظم میں ایک شرط داخل کی گئی کہ سزائے جرمانہ میں جرمائے کا تعین مجرم کے معزز ہمسایہ کیا کریں جسکی وجہ سے مقامی عہدالتوں کے اختیارات جرمانہ محدود ہو کر بے محابا جرائموں کا سہ باب ہوا اور یہ بھی اُس میں مشروط کر دیا گیا کہ کسی شخص سے اس کے اوزار و فن متعلقہ نہ ضبط کئے جائیں۔ اس کے بعد کے زمانے میں بادشاہ نے سنگین جرائم کی تعداد میں اضافہ کر کے خود داری عہدالتوں کو ذریعہ آمدنی بنالیا اور ان بڑے بڑے جرموں کے سبب سے مجرمین کا عذاب شاہی میں مبتلا ہوتے تھے، یعنی ان کے خلاف سزائے موت اور ضبطی جائداد تیز ہوتی تھی جس سے نجات حاصل کرنے کے واسطے انھیں بہاری بہاری رقمیں ادا کرنی پڑتی تھیں۔ بعض جرائموں کی رقم بادشاہ کے لئے مخصوص تھی، مثلاً اگر کوئی شخص

جرمانے

قومی فوج میں شریک ہونے میں قصور کرتا تو اس کو جرمانہ فوجی ادا کرنا پڑتا اور جو شخص اس کے متعلق عدالت مقامی کے طلب نامہ کی عدم تعمیل کی غرض سے عدالت مذکورہ سے غیر حاضر ہوتا اس سے جرمانہ عدالتی لیا جاتا تھا۔ ملک میں نارمنوں کی حکومت قائم ہونے کے بعد سے دستور ہو گیا تھا کہ اگر عدالت تعلق میں مقتول کا انگریز ہونا ثابت ہو جاتا تو قاتل کے لیے سزائے موت تجویز ہونے کے بجائے اس سے جرمانہ قتل عدم وصول کیا جاتا تھا۔

ان کے سوائے اور بہت سے شاہی آمدنی کے متفرق ذریعے متفرقات تھے۔ مثلاً طوفاں زدہ اور ساحل پر چڑھے ہوئے جہازات، معادن، دفینے وغیرہ تاج کی ملک سمجھے جاتے تھے۔ لیکن تین خدمتیں ایسی تھیں جنکو ہر ایک شخص کو اپنی ذات سے انجام دینا لازم تھا اور یہ فوج، ریف کی شرکت، پٹوں اور قلعوں کی تعمیر و ترمیم اور نگہداشت پر مبنی تھیں۔

مقامی عدالتوں کی آمدنی یہ تحصیل جنس زمینات تاج کی مالگزاری اور چند متفرق محاصل جن کو شریف (منتظم ضلع) اگلے زمانے میں وصول کرتا تھا مگر زمانہ نیرتخیر میں ان متفرق مدخل کے معاوضے میں وہ ان کے عوض برسرہ رقم تحصیل معینہ ضلع کے عنوان سے خزانہ شاہی کو ارسال کرتا تھا۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ ولیم اول شاہی زمینوں کو حتی المقدور گراں سے گراں بیچ پیکوؤں کے ہاتھ بیچ کر تاگر دوسروں کے اضافہ کرنے سے وہ انھیں زمینات کو سب سے زیادہ بولی بولنے والے کو عطا کرتا تھا اور اس کو مطلق اس بات کی پروا نہ ہوتی کہ منتظم ضلع ان خریداروں سے کس برجی اور تشدد سے روپیہ وصول کرتا ہے۔

چونکہ بادشاہ سب انتظام کرنے والوں کا سردار اور سرچشمہ و فارمتصور ہوتا تھا اس لیے عہدوں کی بیج اس کے حق میں نہایت نفع بخش تھی۔ علاوہ بیس کل اختیارات کی مصدر بھی اسی کی ذات تھی مگر وہ کسی کو کسی قسم کے اختیارات شاذ و نادر ہی بلا معاوضہ دیا کرتا تھا چنانچہ شہر لندن کو ضلع ڈل سپیکر کے شیرف کو انتخاب کرنے کے حق کے واسطے رقم ادا کرنی پڑی۔ جب تک اکثر شہروں

تعمیل معینہ

عہدہ اور اختیار کی بیج۔

نے نذر آنے پیش کر کے اسناد حاصل نہیں کیئے ان کو اور تحصیل معینہ شہر اور محصول بلا واسطہ کو راست خزانہ شاہی میں داخل کرنے کا حق نہیں دیا گیا۔ اسی طرح یعنی بادشاہ کو روپیہ دیگر دوسرے متعدد حقوق رعایا نے حاصل کیئے۔ مثلاً عدالتی امور اور فصل خصوصیات سے روپیہ دیگر ان لوگوں نے شرف کو خارج کر لیا اور مقامی نظامے فوجداری کو انتخاب کرنے قصابات میں ایام مقررہ میں بازاروں اور میلوں کے ترتیب دینے کے حقوق حاصل کیئے پارک اور بیوری (Beverly) کے ضلعوں نے اس ذریعے سے محصول راہ داری ادا کر کے آزادی خریدی۔ لندن کے ساکنین تو ہنری اول کی حکومت میں ہی اس حکمت عملی کی بدولت قلمرو انگلستان میں بلا واسطہ محصول راہ داری سفر کرتے تھے ان رسوم اور جہانوں کے علاوہ جن کو بادشاہ اپنے حقوق شاہی کی بنیاد وصول کرتا تھا ایک اور مد حاصل شاہی کا زمینات شاہی کی تحصیل تھی گیارہویں صدی تک تو ان زمینوں کی تحصیل میں جنس وصول ہوتی رہی لیکن اس کے بعد سے اس تحصیل میں اکثر روپیہ لیا جانے لگا۔ ان غیر ملوکہ زمینوں کی نسبت جو نہ بادشاہ اور نہ رعایا کی سمجھی جاتی تھیں لگویا یہ کسی کی ملک ہی نہ تھیں، بادشاہ کو حق عطا حاصل تھا، نارمن فتح نے بادشاہ کو ملک کی کل زمین کا مالک بنا دیا اور جن علاقوں کو ولیم اول نے اپنے نارمن تابعین کو نہیں دیا وہ زمینات تاج بن گئیں۔ کتاب مجملہ و بست کے بیان کے مطابق یہ چودہ سو سیز (علاقوں) قبضوں پر مشتمل تھیں اور ان میں سے جن قریوں کا تعلق ایڈورڈ کانفسر (Edward Confessor) کے زمانے سے بادشاہ سے تھا ان کا لقب اسیریات قدیم قرار پایا گیا۔ حقوق جاگیری کے سبب سے جیسا کہ استر واد و ضبطی تھے علاقہ ہائے تاج میں وقتہ فوقتہ اضافہ ہوتا گیا۔ اس کے سوائے ہر ایک بادشاہ بھی خود مختاری سے تاج کی زمینوں کی تعداد بڑھاتا گیا۔ جبکہ گیارہویں اور بارہویں صدی میں جاگیرداروں نے شورش کرنا شروع کیا تو بجز شہزادوں کی بغاوت کے دوسری شورشوں میں شریک ہونے والوں کے علاقے ضبط کر لیے گئے۔ اکثر نارمن امرا کے خاندان جنھوں نے فتح ملک میں شرکت کی تھی تیرہویں صدی تک بے چراغ ہو جانے سے ان کے

زمینات شاہی

سیریات قدیم

علاقتے بھی تاج کو مسترد ہو گئے۔ چودھویں صدی کے اختتام پر ہنری بانگ بروک (Henry Balingbroke) کے سبب سے تاج کے محاصل موروثی میں افراط ہوئی چنانچہ اسی کی بدولت ڈچی آف لینکسٹر اور لیکنسٹر اور لیکنسٹر اور لیکنسٹر کے ارل کے علاقے اور بعض ایسی جاگیریں جو آئندہ کہلاتی ہیں زمینات شاہی میں شامل کی گئیں۔ ہنری مذکور کو اس قسم کی جاگیروں میں نیز زبرو اور یکننگ (The honours of Knaresborough Pickring) شامل تھیں کے مل ورتھ

پیک اور مان متھ کے قلعے اسی کو ملے تھے ہنری پنجم نے بھی ان شاہی علاقوں میں اضافہ کیا ہے اُس نے اپنی ماں کی میراث میں جو جائداد بوہن (Bohun) کی ایک مساوی حصہ وار تھی ہیرفرڈ، ایسیکٹر اور نارٹھمپٹن کے ضلعے پاس۔ چونکہ ہنری پنجم کی خاندان یارک کی وارثہ سے شادی ہوئی تھی اور جب اس خاندان کا استیصال ہو گیا تو تاج کے قبضے میں ملک کی بہترین زمینوں میں سے اکثر علاقے چلے گئے۔ ہنری ہشتم نے خانقاہوں کی کل جائدادیں ضبط کرنی تھیں اور جب خاندان اسٹورٹ میں بادشاہی منتقل ہوئی تو اسکاٹ لینڈ کی شاہی زمینوں کا انگلستان کے علاقہ ہائے تاج میں شمار ہونے لگا۔ اسکے پہلے سے آئر لینڈ میں تاج کے علاقے میں نہایت وسیع زمینیں موجود تھیں۔

سلطین ماسلف نے آمدنی کے ان ذریعوں میں کفایت شعاری کے بجائے اسراف کیا۔ بلکہ یہ لوگ مسترد شدہ اور غصبی زمینوں کو اپنے غصب ملک میں صاحبوں اور حریص خوشامدیوں کو عطا کرتے رہے۔ مگر ہم اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ اگر بادشاہ مسترد جائدادوں کو اپنے قبضے میں رکھتا تو بیرن اس سے ضرور منحرف ہو جاتے اس لئے کہ ان جاگیروں کے سبب سے اُس اتوازن قوت میں جو فرماں روا اور امراء عظام کے مابین قائم کیا گیا تھا فرق آجاتا۔ اس پر بھی مقتضائے بشریت سے بادشاہ مجبور ہو کر بظاہر مسترد جاگیروں کو علاقہ جات شاہی سے علیحدہ کر دیتا لیکن باطن میں وہ اُس سے متمتع ہوتا تھا چنانچہ ایڈورڈ اول نے ان امر کی اقتضائے جس کو بچانے کی غرض سے جیسٹر کے ارل کے علاقے کو وارث تاج و تخت کے لئے علیحدہ کر دیا تھا اور اسی طرح ایڈورڈ سوم کو وارث تخت کے لئے

ولایت کارنوال نامزد کرینا پڑی۔ علاوہ بریس ایڈورڈ سوم نے اکثر بڑی بڑی جاگیریں اپنے اہل خاندان میں اس امید سے تقسیم کر دیں کہ اس سلوک کے عوض وہ امرا جن کو شاہی اغراض سے خلوص و ہمدردی ہو اور ننگ حکومت کے لئے حصہ جہیں ثابت ہونگے۔ لیکن اس قسم کے «املاک خاندانی» کے اکثر خراب نتیجے برآمد ہوئے۔ ان امرا کی اولاد نے اپنے سلسلہ شاہی کو فراموش کر دیا اور شرائط تملیک نامحبات کا پاس کرنے کے بجائے اپنے آبا و اجداد کی جنگ جو روایات کی پابندی کرنی شروع کر دی اس لئے یہ سب علاقے جو ان لوگوں کو عطا ہوئے تھے بادشاہ کی حمایت میں مستحکم قلعے نہیں بلکہ اس کی مخالفت کا مرکز بن گئے۔ ہنری چہارم نے بڑی بڑی زمینیں ان لوگوں کو دی تھیں جنہوں نے اور ننگ حکومت پر تمکن ہونے میں اس کی مدد کی تھی۔ لیکن ایڈورڈ چہارم اور ہنری ہشتم نے اپنے خاص دوستوں اور مخصوص مصاحبوں اور شاہی وزراء کو جاگیریں دیکر امرا کا ایک نیا طبقہ تیار کیا تھا۔ ایلمیرہ پتھ اور چارلس اول شاہی زمینات کی بیس سے خوب نفع کیا کرتے لیکن چارلس دوم نہایت بے پروائی سے یہ علاقے دوسروں کو مفت دیا کرتا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب ولیم سوم تخت نشین ہوا تو شاہی علاقوں کا محاصل صرف چھ ہزار پونڈ سالانہ رہ گیا تھا۔

اس طرح جو نئے بادشاہ کے ایک ہاتھ میں آتی وہ اس کے دوسرے ہاتھ سے نکل جاتی تھی۔ اس سید روی اور بے پروائی کے ساتھ زمین عطا کرنے کا زیادہ تر سبب ان علاقوں کی علیحدہ ہستی اور عدالتیں تھیں جو ضبطی اور استر واد کے سبب سے بادشاہ کے قبضے میں آجاتی تھیں یہ علاقے دوسروں کو دے دیئے سے ملان کے انتظام کے لئے بادشاہ کو کسی قسم کی رحمت نہیں کرنی پڑتی تھی۔ اس قسم کی جاگیر کے بلا واسطہ مزارعین تاج کے خاص مزارعین نہیں بننے پاتے تھے اور نہ ان کے ساتھ ایسا سلوک ہوتا تھا اس لئے ایسی جاگیر بادشاہ کے قبضے میں آتے ہی بادشاہ فوراً اسے کسی دوسرے شخص کو مع اس کے انتظام و لوازم سابقہ کے عطا کر دیتا تھا۔ اس طرح متعدد جاگیرداروں اور علاقوں کے حاصل کرنے اور ان کو دوبارہ عطا کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ دراصل شاہی مخصوص علاقے میں اضافے کے بجائے کمی ہو گئی

تاج کی
مضی

اور جو محاصل کہ ان زمینوں سے وصول ہوتا مصارف سلطنت کے لیے کافی نہ ہوتا تھا۔
 آمد کی قویہ حالت تھی لیکن بادشاہ کے ذاتی خرچے اور حکومت کے اخراجات میں افراط ہو رہی
 تھی۔ بادشاہ کی تکلیف میں اور بھی اضافہ ہوا جبکہ حکومت کے پورے مصارف کا
 چلانا ہی ناکافی محاصل کے سبب سے بادشاہ کو دشوار ہو رہا تھا رعایا نے بادشاہ
 کے امور خانگی میں اس کو مہر و پا کر اس کے خلاف شورش مچا دی۔ محاصل کے
 کافی نہ ہونے کے دو سبب تھے۔ اولاً بد انتظامی اور ثانیاً حکومت کا کام بڑھ جانے
 سے زیادہ روپے کی ضرورت تھی۔ اس لیے بادشاہ کے مصارف خانگی کو صحیح چیلانے
 پر لانے کی نسبت قوم نے مختلف کوششیں کی ہیں اس لیے پندرہویں صدی
 میں جبکہ شاہی مداخل کی نہایت بُری حالت تھی معمولی محاصل میں سے تھوڑی رقم اس لیے
 محفوظ رکھی جاتی تھی کہ اُس سے سبجولی اور غیر معمولی اخراجات کا انتظام ہو سکے۔
 اس پر بھی مداخل شاہی میں بعض ایسی الجھنیں پڑ گئی تھیں کہ کسی کے سلجھائے
 سلجھ نہ سکتی تھیں۔ محاصل کے مختلف ذریعے اکثر غیر ملکیوں کو ٹھیکے پر دیدئے
 گئے تھے اور اکثر ان پر محاصل باقی رہتا تھا۔ تحصیل کی امید پر بادشاہ روپیہ قرض
 لیا کرتا جس کا بڑی مقدار میں سود ادا کرنا پڑتا تھا۔ شاہی جواہرات گروہ سے چھوٹے ہی
 پھر ان کی کفالت پر نیا قرضہ لیا جاتا تھا۔

بادشاہ کی بے سرمایگی کو رفع کرنے کی ہر وقت کوشش کی گئی ہے۔ اس خرابی کا
 ان تدبیروں میں سب سے زیادہ سودمند علاقہ جات شاہی کی واپسی معلوم ہوئی۔ علاقہ واپسی
 ہنری سوم سے اُس کے بیرون نے شاہی عطایا کے واپس لینے کے لیے اور ان زمینات شاہی
 غیر ملکیوں کو جنھوں نے بڑے لالچ کے ساتھ بادشاہ کی زمینیں لے لیں ملک سے
 خارج کرنے کے لیے امر کیا اور امرائے مقنن نے مشورہ دیا کہ عام زمینوں اور مسترد شدہ
 علاقوں کے عطایا کی نسبت ان کی رضا مندی ضرور حاصل کی جائے۔ سترہویں صدی میں
 پارلیمنٹ نے ایڈورڈ سوم سے اہلاک تاج کے منتقل کرنے کی مخالفت کی۔ چہرہ دوم
 پر منجملہ اور الزامات کے ایک یہ الزام بھی لگا یا گیا تھا کہ وہ بے سوچے سمجھے شاہی زمینیں
 عطا کر دیا کرتا ہے۔ ہنری چہارم کے عہد میں جو لوگ شاہی زمینوں سے عطا قبول
 کر کے کوکادہ ہوئے ان کو اراکان عوام تین سال کی سزا سے قید دلانا چاہتے تھے۔

اور ان کی یہ بھی خواہش تھی کہ جن لوگوں کو محصول کر ڈگری سے سالانہ رقم دی جاتی ہے واپس لی جائے۔ مشنہء میں ہنری ششم نے ایک "قانون واپسی" نافذ کر کے ان سب عطایا کو جو اس کی حکومت کے شروع زمانے سے جاری ہوئے تھے منسوخ کیا۔ اسی قانون پر دوبارہ مشنہء میں عمل ہوا۔ تاج کے اخلاس کی یہ کیفیت تھی کہ بادشاہ کے محل و دربار یعنی اس کے ذاتی مصارف ہی معمولی محاصل سے پانچ حصے زیادہ تھے۔ ایڈورڈ پنجم نے منتقلہ شاہی اراضی پانچ مختلف موقعوں پر واپس لی ہیں اور ہر ایسے موقع پر وہ عوام کو ان الفاظ میں سمجھایا کرتا تھا کہ "میں چاہتا ہوں کہ اپنی ہی آمدنی میں بسر کروں اور مجھ کو لازم نہیں ہے کہ میں اپنی رعایا پر بجز خاص اور ناگزیر ضرورت کے مصارف سلطنت کا بار ڈالاکروں۔" فارٹینسکو کی رائے تھی کہ شاہی زمینوں کی واپسی سے قوم پھر سے مرفہ الحال ہو جائیگی اور بادشاہ اپنی آمدنی میں بسر کرنے کے قابل ہوگا۔ چارلس اول کی سالو سائڈ تیسروں میں سے ایک یہ چال بھی تھی کہ جنگلات کی بعض زمینوں کو ہنری دوم کے علاقہ شاہی کی زمینات میں شامل ثابت کر کے خود حاصل کرے اور لوگوں کو باور کرائے کہ جب ایڈورڈ اول کے زمانے میں جنگلات شاہی کے لیے حدود قائم ہوئے تو زمینات زیر بحث پر پیمائش کرنے والوں کی غفلت اور غلطی کے سبب سے حدود و علامات نصب نہ ہونے پائے۔ اکثر شاہی علاقے جو حکومت جمہوری (عہد کرا میل) میں فروخت ہوئے تھے عود شاہی کے بعد تاج کو واپس نہوسکے۔ مگر مشنہء میں پارلیمنٹ نے ان عطایا کو واپس لے لیا جن کو ولیم آف اورینج (William of Orange) نے اپنے ولندیزی احباب کو دیا تھا۔ مشنہء میں قانون کے ذریعے سے عطاے دائمی کا سد باب کر دیا گیا۔ اس زمانے سے شاہی زمینیں کسی کو تین پشت سے زیادہ کے لیے پٹے پر نہیں دی جاتیں۔

تاج کی زمینوں پر نگرانی رکھنے کے متعلق جب پارلیمنٹ کو کمال اصرار ہوا تو انگلستان اور ویلز کے شاہی علاقے مشنہء میں معاف شدہ رقم معینہ اس کے حوالے کر دیے گئے۔ چارج چہارم نے آئر لینڈ کا جس قدر شاہی موروثی محاصل تھا پارلیمنٹ کے سپرد کر دیا اور ولیم چہارم اور اس کے قائم مقاموں نے ان موروثی محاصل میں

زمینات
تاج کی
حوالگی

نہ صرف اسکاٹ لینڈ کا محصل موروثی شامل کیا بلکہ اور دوسرے جس قدر محصل کے متفرق ذرائع تھے ان کو بھی پارلیمنٹ کے حوالے کر دیا۔ اس زمانے میں صرف لینکسٹر کی ڈچی جس کو ہنری چہارم نے امرائے خد کی وجہ سے اپنے ہی خاندان میں منتقل کر کے بچا لیا تھا تاج کا ذاتی مال اور اسی طرح ملک کارنوال اصلی وارث تخت کی ملک متصور ہوتے ہیں۔ بالمولر اور اسبرن (Balmoral and Osbourne)

کے مثل علاقے بادشاہ کے جیب خاص کی آمدنی سے خریدے گئے ہیں بڑے

بحیثیت امیر علاقہ بادشاہ ان لوگوں سے جن کو بعض خدمت فوجی زمین

دیجاتی تھی مختلف قسم کے جاگیری محصول اور نذرانے پانے کا مستحق تھا۔ لیکن

ان کو وہ بر محل و بے محل وصول کرتا تھا چنانچہ خدمت نامیٹ کے عملاً ترک ہونے اور امراکا اپنی فوجی سامیوں سے ان محصولات کو نہ لینے پر بھی بادشاہ جب

چاہتا اپنے علاقے کی فوجی سامیوں سے ان نذرانوں کو وصول کرتا تھا۔

ان تین رسمی رقی اعانتوں سے (جن کا ذکر اس کے پہلے آچکا ہے) نذرانہ پیشکش

مستردہ علاقوں کی آمدنی سے حقوق ولایت و اتحادی کی آمدنی سے ضبط شدہ

جائدادوں کے ذریعے سے خزانہ شاہی سال میں چند مرتبہ پر کیا جاتا تھا۔ چونکہ

آمدنی کے ان ذریعوں سے تاج کو اس کے حسب منشا فائدہ نہیں پہنچتا تھا اس لئے

ہنری ہشتم نے محکمہ نگرانی مال الخان کی نسبت قواعد بنا کر ان سب حقوق جاگیری

کے وصول کرنے کو باضابطہ بنا دیا۔ مگر ان قدیم محصول اور نذرانوں کے ادا کرنے کی

نسبت قوم میں اس قدر نفرت اور بد دلی پھیل گئی تھی کہ سالہ میں «معادہ عظم»

میں یہ شرط بھی داخل کی گئی کہ بادشاہ کو رسد بہم پہنچانے اور اس کے حقوق جاگیری

کی بنائے سے رقوم ادا کرنے کے بجائے اسے سالانہ دو لاکھ پونڈ ملک ادا کی

کر لگا۔ مگر قبل از وقت اس تدبیر کا خاتمہ ہو گیا اس لئے کہ کلیسائی امور کی نسبت

بادشاہ اور عوام ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے۔ ہر ایک

فریق کا خیال تھا کہ اس معاملے میں اپنا نقصان اور دوسرے فریق کا سرفائدہ

ہے۔ ایسی حالت میں ان دونوں میں مصالحت ناممکن تھی۔ عود شاہی کے

بعد قانون موضوعہ کے ذریعے سے رسد اور حقوق جاگیری کی تسبیح ہوئی اور ان کے

نذرانہ۔

محصول جاگیری

معاوضے میں پارلیمنٹ نے تاج کو بنیاد اور دوسری شاہیوں پر جو ملک میں بنتی تھیں
موروثی محصول کروڑ گیری عطا کیا۔^{۱۳۶} اس میں اس محصول کا تخمینہ ہو کر اس کے بجائے
سالانہ سات لاکھ پونڈ بادشاہ کے لئے مقرر ہوئے اور تاج میں شاہی اراضی
کے ساتھ محصول مصنوعات کو بھی پارلیمنٹ کے حوالے کر دیا۔

بادشاہ نے عودِ شاہی کے زمانے میں محکمہ ڈاک کو اپنے محاصل کا ایک ذریعہ بنالیا تھا لیکن ۱۹۴۷ء میں اس ذریعہ آمدنی کو بھی ملک کے حوالے کر دینا پڑا۔ شاہان ٹیوڈور نے محکمہ ڈاک کو جس کا قیام ایڈورڈ چارم کے ہاتھوں ہوا تھا اپنی سائنس و سہولت کی غرض سے جاری رکھا لیکن خاندان اسٹورٹ کے پہلے دو بادشاہوں نے خصوصاً پر ویسی تنجار کو فائدہ اور راحت پہنچانے کے خیال سے اس کی تنظیم کی۔ حکومت جمہوری کے دوران میں اس کا محاصل ملکی کے ذرائع میں شمار ہونے لگا اور عودِ شاہی کے وقت یہ بطور اجارہ شاہی کے جاری رہا اور بڑی بڑی رقم کے معاوضے میں ٹھیکے پر دیئے جانے لگا۔ حکومت جمہوری میں محکمہ ڈاک کی سالانہ چودہ ہزار پونڈ آمد تھی اور جارج دوم کے عہد میں اس کا محاصل ایک لاکھ پونڈ تک پہنچ گیا تھا۔ ۱۹۹۹ء میں اس کی مجموعی آمدنی دو کروڑ تیس لاکھ پونڈ تھی جس کا چارلین پونڈ سے زیادہ خالص نفع ہوا تھا۔

جو و شواریاں کہ پارلیمنٹ کو مالیات ملک کی نسبت اپنی حقیقی صدارت قائم کرنے میں پیش آتی تھیں جب بادشاہ نے اپنے موروثی محمل کو بتدریج حوالے کر دیا تو رفع ہو گئیں کیونکہ جو کچھ موازنہ پارلیمنٹ ملک کی آمد و خرچ کا مقرر کرتی بادشاہ کے غیر مستقل محمل کے سبب سے اس میں مجلس مذکورہ کو ناگامی ہوتی تھی۔ زمانہ امن میں مصارف سلطنت کے لیے دونوں مسودات دستور یعنی اداۃ حکمرانی و عرضداشت و مشورہ فدویانہ (The Instrument of Government)

۱) رقم معین کردی گئی تھی۔ عموماً شاہی کے وقت چارلس دوم کو مصارف سلطنت کے واسطے نہایت ہی قلیل یعنی بارہ لاکھ پونڈ سالانہ کا محصل دیا گیا۔ اس منظوری و تعین رقم سے سول لسٹ زفہرست عمال و محکمہ حالت سرکاری۔

محکمہ دواک

فہرست عمال

(Civil list) کی ابتدا ہوتی ہے۔ بعض وقت سول لسٹ سے محصل شاہی و عہدجات و عہدجات سرکاری مراد لیجاتی تھی اور کبھی اس کا اطلاق اُن عہدات خراج پر ہوتا تھا جن کا بار محصل شاہی پر ڈالا جاتا تھا یعنی جو مصارف سلطنت اس شاہی آمدنی سے ادا کیے جاتے تھے۔ یہ بات طے پاگئی تھی کہ رقم مذکورہ صرف اراضی شاہی واقع انگلستان و مورونی محصول معنوعات مقامی، ایک محصول عارضی مصنوعات مقامی، اور محصول پارچہ اور شیج و پونڈیج پر یہ آمدنی محدود کر دی گئی تھی۔ ڈاک کے محکمہ کی آمدنی ڈیوک آف یارک کو دی گئی تھی۔ اگر ان ذرائع سے رقم مقررہ وصول نہ ہو تو پارلیمنٹ نے کمی کا پورا کرنا اپنے ذمے لیا تھا۔ چارلس دوم کے عہد حکومت میں پارلیمنٹ کو اکثر اس کمی کی تکمیل کرنی پڑی ہے۔ لیکن جیمس دوم کے عہد میں اس محاصل کی مقدار جن کے ذرائع اخراجات سول لسٹ کے لیے علیحدہ کر دیئے گئے تھے پندرہ لاکھ پونڈ ہو گئی تھی مگر اضافہ رقم سے بادشاہ نے فائدہ اٹھایا۔ سول لسٹ (محاصل شاہی) سے شاہی حشم و خدم و متعلقین بادشاہ اور حکومت ملکی اور نہ ماہ امن کی افواج بری و بحری اور حفاظتی مقامات سلطنت کے اخراجات ادا کیے جاتے تھے کو جب لوچم اور میری کے ہاتھ میں زمام حکومت آئی تو پارلیمنٹ نے سول لسٹ پر مزید نگرانی کرنے کی غرض سے بارہ لاکھ پونڈ سالانہ سے سات لاکھ پونڈ سالانہ کی رقم زماہ امن کے انتظامات سلطنت کے لیے محفوظ کر دی تھی اُس زمانے سے اس رقم سے محل و خاندان شاہی کے مصارف اور کل سرکاری عامل جواہل قلم کے زمرے میں ہوں، نظامت عدالت اور سفر کی باہواریں دیجاتی تھیں اور باقی رقم دوسرے سرکاری کاموں پر جن کی نسبت مختلف وزراء اپنے اپنے محکموں سے برآوردات پیش کرتے صرف ہوتی تھی۔ شاہ و میں جیب خراج شاہی کی رقم میں اضافہ ہو کر نو لاکھ پونڈ سالانہ کر دی گئی مگر یہ رقم ناکافی تھی اور متعدد پارلیمنٹوں کو شاہی قرضہ ادا کرنا پڑتا چنانچہ جارج اول کے ذمے دس لاکھ پونڈ کا اور جارج سوم کے نام پر ساڑھے تین ملین پونڈ کا قرضہ تھا تو مصارف سلطنت کے لیے جس قدر بادشاہ زیادہ مقرروض ہوتا

۱۔ انٹرمیڈیٹ کی تاریخ دستور انگلستان میں ان محصولوں کی بضرمن تشریحات مراحت کر دی گئی ہے ۱۷۳۳ء

اسی قدر پارلیمنٹ ملک کی آمدنی پر زیادہ سختی سے نگرانی کرنا چاہتی تھی چونکہ محاصل شاہی کے مختلف ذرائع جن کے رقوم مصارف سلطنت کے کام آتے تھے بتدریج پارلیمنٹ کے حوالے ہوتے گئے اس لیے اس قلیل رقم میں جو پارلیمنٹ نے اخراجات شاہی اور مصارف سلطنت کے لیے مقرر کی تھی اضافہ ہونے کا کوئی امکان نہ رہا بنا علیہ جیب خرچ شاہی کی مقدار بھی گھٹتی گئی اور بالآخر اب اسپر مصارف سلطنت کا مطلق ہار نہیں ڈالا جاتا ہے۔ لیکن سلطنت کی ایک مد کے مصارف اب بھی شاہی جیب خرچ سے ادا کیے جاتے ہیں۔ یہ اصل میں وظیفوں کی ایک قلیل رقم ہے اور بارہ سو پونڈ سالانہ سے زیادہ اس کا صرف نہیں ہے۔ ملکہ وکٹوریہ کا جیب خرچ تین لاکھ پچاسی ہزار پونڈ سالانہ تھا اگرچہ خیم کو جیب خرچ کے لیے چار لاکھ ستر ہزار پونڈ سالانہ ملے ہیں شاہی جیب میں شاہی اراضی کا خالص محاصل پانچ لاکھ تیس ہزار پونڈ تھا۔ جب سے کہ قوم نے شاہی جیب خرچ کی مقدار معین کر دی اور اراضی شاہی کو بادشاہ سے لے لیا دونوں فریق اس سے مستفید ہو رہے ہیں پڑ

اجراءے محصولات

ادارہ عنوان بالالکی تاریخ اس لیے اہم ہے کہ منظم حکومتیں ابتدا سے قومی طور کے رفع کرنے کے طریقوں میں محصول لگانے کو سب سے زیادہ ضروری تدبیر سمجھتی رہی ہیں۔ سیکسن دور میں نارٹھ مین (North men) کے مقابلے کے لیے جنگی جہازوں (اور بحری سپاہ) کی فراہمی کے لیے اضلاع ذمہ دار قرار پائے تھے۔ ہر ایک ضلع اپنے تعلقات کی تعداد کی مناسبت سے قومی جہازات کے بیڑے کے مصارف ادا کرتا تھا۔ صدر اسقف سجرک (Sigeric) کے مشورے پر ناعاقبت اندیش ایتھلرڈ نے محصول ڈین جس کی شرح فی ہائسڈ (پیمانہ زمین) دو شلنگ مقرر کی گئی تھی نارٹھ مین لوگوں سے صلح کرنے کو محصول لگایا تھا۔ اگرچہ یہ محصول ۹۹۱ء میں وصول کیا گیا تھا لیکن ان بحری قزاقوں نے روپیہ لینے کے لیے پھر حملہ کر دیا۔ اُس عہد کی تاریخوں میں لکھا ہے کہ پہلی مرتبہ محصول ڈین سے

محصول جہاز

محصول ڈین

دس ہزار پونڈ کی رقم وصول ہوئی تھی اور اس کے بیس برس بعد سالہ وہیں اس ذبح سے اثرتالیس ہزار پونڈ جمع کیے گئے تھے۔ انگلستان میں قوم ڈین کی حکومت قائم ہونے کے بعد بھی رعایا کو محصول ڈین کے ادا کرنے سے نجات نہیں ملی بلکہ یہی محصول جس کا لڑ (ڈینیوں کی فوج کا نام - Puscarlea) کے مصارف ادا کرتی تھی غرض سے سالہ تک وصول ہوتا رہا یہاں تک کہ اسی سال اس سپاہ کی موقوفی عمل میں آئی۔ ولیم اول نے سالہ ۱۱۸۰ء میں دوبارہ محصول ڈین کو جاری کیا اور بسبب کبھی اس کو پونڈی سپاہ کا مکمل ضرورت ہوتا وہ محصول ڈین کے ذریعے سے جو ملک کی ضرورت زمینوں سے وصول ہوتا تھا اس کی باہوار ادا کرتا تھا۔ اس کے زمانے میں یہ محصول سالانہ لیا جاتا تھا۔ ۱۱۸۰ء میں جبکہ ڈنمارک کا بادشاہ سویگن (Swegn) شمالی انگلستان پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا ہر ایک ہائیڈ زمین سے جو شلنگ تک اس محصول کے نام سے وصول ہوئے ہیں۔ مگر ملک کی اکثر ضرورت زمینیں اس سے مستثنیٰ تھیں اور اکثر علاقوں سے ان کے اصلی محاصل کی مناسبت سے محصول ڈین نہیں لیا جاتا تھا۔ چنانچہ ولیم اول کا منشا ملک کی ضرورت زمینات کی پیمائش اور کتاب بندوبست کے تیار کرانے سے اس امر کا دریافت کرنا تھا کہ کس قدر ہائیڈ زمین سے یہ محصول ادا ہوتا ہے اور کس قدر اراضی اس کی ادائی سے مستثنیٰ ہیں اور مفتشین کے لئے ان مالکان اراضی کی نسبت اپنی رائے کا ظاہر کر دینا ضرورت تھا جو محصول مذکورہ کے ادا کرنے کی استطاعت تو رکھتے لیکن عدا اس کو سرکاری میں داخل نہیں کرتے تھے؟

ہنری اول کے عہد میں اکثر بیشتر اراضی اس محصول سے مستثنیٰ اور افتادہ زمینات کا اس کے اثر سے خارج ہونے کے سبب سے بہت قلیل مقدار میں محصول ڈین وصول ہوتا تھا چنانچہ سب سے آخر محصول سالہ ۱۱۸۰ء میں وصول کیا گیا تھا۔ اس کے عوض ایک دوسرا محصول جس کا نام ڈونم (Donum) بمعنی انعام و تحفہ رکھا گیا تھا لیا جانا قرار پایا اور اس کے متعلق امرائے خزانہ ہر ایک ضلع سے علیحدہ مراسلت کرتے تھے مگر اس طریقے سے اس محصول کا وصول کرنا

نا قابل الطمینان ثابت ہوا لہذا اس کے بجائے ایک تیسرا محصول کیر و کیج (Carucage) مقرر کیا گیا۔ ایک سو ایک فزروہ زمین کیر و کیجٹ (Carucate) کہلاتی تھی اس لیے محصول کیر و کیج کے لیے کیر و کیجٹ پیمانہ قرار پایا تھا۔ کیر و کیج کی شرح مختلف (یعنی دو سے پانچ شلنگ تک) تھی لیکن یہ محصول اراضی پر نہایت جاچ کے ساتھ لگایا جاتا تھا۔ حکومت نے ہر ایک ضلع میں کمشنروں کو بغرض تفتیش و تشخیص محصول مذکور روانہ کیا کہ وہ بڑے امرا کے علاقوں کے منتظمین اور ہر ایک موضع کے پٹیل اور چار فزروہ مرد اور ہر ایک تعلقہ سے دونایٹ کو طلب کر کے ان کے اظہارات لیں اور جب ان لوگوں کے بیانات سے ہر ایک ضلع کے کیر و کیجٹ فزروہ اراضی حسب پیمانہ کیر و کیج کا صحیح اندازہ و نشاندہی ہو جائے تو ان پر محصول کیر و کیج مقرر کریں لیکن اس طرح کے فزروہ قطععات زمین پر محصول لگانا گرم نفع بخش ثابت ہوا اور جب دوسرے جدید اور زیادہ مفید طریقے محصول لگانے کے دریافت ہوئے تو حکومت نے ۱۲۸۷ء میں محصول کیر و کیج کو موقوف کر دیا تو

شہروں کا رقی اعانت کرنا جبکہ گاؤں اور اضلاع سے محصولات زمین اور کیر و کیج وصول ہو رہے تھے شہروں سے ان کے بجائے الاعانت رقی، لیجالتی تھی نہری و دم کے عہد میں اس محصول کا نام ٹالیج (Tallage) مشہور ہو گیا جو شہر کے شاہی علاقوں میں واقع تھے ان سے زمیندارہ نہایت پابندی کے ساتھ وصول کیا جاتا اور کل تمام کسی شہر کا عذر قبول ہوتا تھا جب امرا (بیرن) نے زمیندارے کے خلاف اپنی ناراضی کا اظہار کیا تو بادشاہ نے ان کی زبان شکایت بند کرنے کی غرض سے ان کو پنے علاقوں کے شہروں سے اس دلیل پر زمیندارہ لینے کی اجازت دی کہ اکثر جاگیر ات جو بادشاہ کے قبضے میں صبطی اور حق استرواد کی بنا پر آگئے تھے اور جن کا قیوم زمینات شاہی سے تعلق تھا وہاں ان امر کو عطا ہوئے تھے اس لیے امرا کے علاقے کے شہر بھی دراصل علاقہ شاہی کے شہر منصور ہوتے تھے۔ زمیندارہ وصول کرنے کی غرض سے اکثر شہروں کو اس میں لانے کی کوشش کی جاتی جس سے رعایا کا شہبہ اور بھی زیادہ ہوتا تھا۔ جس مسودہ فرمان کو کہ امرا نے ۱۲۸۷ء میں بادشاہ جان کو دیا تھا اور جو شاہی منظوری کے بعد منشور اعظم کے نام سے مشہور ہوا اس میں ان لوگوں نے خواہش کی تھی

کہ زمیندار سے کالیا جانا محدود کیا جائے مگر منشور اعظم میں اس کو نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ اکثر شہروں نے جو اربل سیمین کا ساتھ دیا اس کا سبب ہنری سوم کا بے محابا زمیندارہ لینا تھا جب ایڈورڈ اول نے رقمی ضرورتوں سے مجبور ہو کر امرا کے مطالبات کے ماننے پر آمادگی ظاہر کی اس وقت چند جدید شرائط کا منشور اعظم میں اضافہ ہو کر اس کی تصدیق و توثیق عمل میں آئی اور یہ توثیق منشور اعظم باب ۱۲۹ء کہلاتی ہے۔ اس توثیق کا ایک مستند انگریزی ترجمہ بھی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایڈورڈ نے ان سب مصلحتوں کو جو ناجائز طور پر وصول کیے گئے تھے خلاف قانون بتلایا ہے اور جو رقمی اعانتیں اور تحفے رعایا سے لیے گئے ہیں وہ اکٹہ کے لیے لفظ نہیں ہو سکتے اور یہ کہ آئندہ سے اس طرح کی اعانت اور تحفہ وغیرہ یا محصول ملک کی عام رضامندی (جس سے مراد رضامندی پارلیمنٹ ہے جو ملک کی نیابت کرتی ہے) کے بغیر نہیں لیا جائیگا بہر حال اس مستند ترجمہ میں اسی قسم کے متعدد شرائط درج ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ توثیق نامہ منشور اعظم کا ایک غیر مکمل خلاصہ بھی ہے یا یوں کہو کہ ایک دستاویز ہے جس میں ایڈورڈ اول کے زمانے کے بیرن لوگوں کی خواہشیں درج ہیں۔ اس عہد کے بعد اس دستاویز کا نام قانون (موضوعہ) یعنی لا قانون زمیندارہ بلار رضامندی پڑ گیا۔ بعضوں کا خیال ہے کہ اس قانون کے ذریعے سے زمیندارہ ناجائز ٹھہرایا گیا تھا مگر اس قانون کا اس طرح نام رکھنا حقیقت میں جائز و صحیح نہیں ہو سکتا اس لیے کہ یہ قانون منشور اعظم کے مستند ترجمہ سے بڑھ جاتا ہے جو بات کہ اصل دستاویز میں نہیں وہ اس ناقص اور غیر مستند خلاصے میں درج ہے یعنی اس میں لفظ لا زمیندارہ موجود ہے اور مستند ترجمہ میں ندارد۔ اس کے سوائے اس میں بادشاہ کے قدیم حقوق کے وصول کیے جانے کی نسبت اس شرط و مستثنیٰ فقرے کا ذکر تک نہیں جو اصل لا توثیق نامہ میں ہے جو حسب ذیل ہے۔ زمیندارہ یا کوئی اعانت رقمی ملک کے کل صدرا سا قفہ یا سا قفہ روسا کے کینسہ امر نایٹ شہریوں اور دوسرے احرار کی رضامندی کے بغیر وصول نہیں کیا جائیگا۔ زمیندارہ جیسا کہ ہم نے اس کی ابتداء کی تاریخ میں بیان کیا ہے وہ محصول تھا

جس کو بادشاہ اپنے علاقے کی زمینوں پر لگاتا تھا۔ اگر اس کی اصلیت پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ یہ زمیندار مالک زمین کا نہ کہ بادشاہ کا حق تھا۔ ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ایڈورڈ نے اس حق سے دست برداری نہیں کی بلکہ اُس نے زمینات شاہی پر اس توثیق نامے کے بعد بھی ۱۲۳۷ء میں زمیندارہ لگایا۔ چونکہ اصولاً زمیندارہ بھی ایک قسم کا جاگیري محصول تھا اس لیے جب نظام جاگیري کا انحطاط ہو کر جدید قومی محصولات کا اجرا ہوا تو بادشاہ کو اس سے اس قدر پروا نہ رہی، معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳۳۲ء کے بعد سے پھر کبھی زمیندارہ وصول نہیں کیا گیا۔

بہرچند فوجی خدمت کے بجائے معطلی سے زر سپر لیا جاتا تھا لیکن اس محصول کی اصلیت پر تاریکی پھیلی ہوئی ہے جن لوگوں کو فراہمی سپاہ کی غرض سے زمینیں ملی تھیں ان کو اپنی ذات سے فوج جاگیري میں (سال میں) چالیس روز کام کرنا پڑتا تھا اور بڑے بڑے علاقوں کے مالکوں کو اپنے ہمراہ متعین تعداد میں سپاہی لانا ہوتا تھا۔ مگر امر اپنی اپنی جاگیر میں مقرر مقدار میں سپاہی رکھنے کے بجائے وقت ضرورت نایٹوں کو اجرت پر مہیا کر لیتے اور اس کرایہ کی فوج سے ہر ایک امیر اپنے جاگیري نایٹوں کی مقدار معینہ کو کامل کرتا تھا۔ جو روپیہ امیر علاقے نایٹ عوضی کو بطور اجرت ادا کرنا اس سے زر سپر کی ابتدا معلوم ہوتی ہے بہر تقدیر ہنری اول کے عہد میں جبکہ بادشاہ پر ثبات ہو گیا کہ امیر علاقہ سے زر سپر لیکر فوج کو اپنے طور پر فراہم کرنا زیادہ نفع بخش ہے یہ محصول جاری ہوا۔ اس کے ساتھ ہی کم درجے کے نایٹ جن کو عطا کے معاوضے میں اپنی ذات سے میدان میں فوجی خدمت انجام دینا ہوتا تھا نہایت خوشی اور مستعدی سے زر سپر ادا کرنے کے حق کے طالب ہو گئے۔ لیکن بڑے جاگیردار (مخصوص شاہی آسامی) روپیہ ادا کر کے ذاتی خدمت (فوجی) سے نہیں بچ سکتے تھے اور اگر وہ بادشاہ کے طلب کرنے پر حاضری فوج میں قصور کرتے تو ان سے نہایت سنگین جرمانے لیے جاتے تھے۔

زر سپر

شاہ جان کا منشا اصل میں تو لڑنے کا نہیں ہوتا تھا لیکن وہ اکثر
سعر کہ آرائیوں کے بھانے سے لوگوں سے زر سپر وصول کرتا تھا جس کی وجہ
سے رعایا تنگ ہو گئی اور بالآخر منشور اعظم میں یہ شرط درج کرانی گئی کہ بلا رضامندی
مجلس عظمیٰ کسی قسم کا زر سپر نہیں لیا جائیگا۔ ہر چند ۱۶۱۶ء کی منشور مذکور کی
اشاعت ثانیہ میں اس فقرہ زر سپر کو حذف کر دیا گیا تھا لیکن اس محصول کے
وصول کرنے کی روز افزوں دشواری کے سبب سے یہ خود ہی مسترد
ہو گیا۔ اس پر بھی عرصہ دراز کے بعد ایک ورڈ دوم نے ۱۶۲۲ء میں اپنی
عارضی صدارت کی بنیاد پر جبکہ وہ سپہ سالار بنایا گیا تھا ان امر سے جو معرکہ
بینک برن (The Bannockburn Campaign) میں غیہ حاضر
ہو گئے تھے بھاری جربانوں کی شکل میں زر سپر وصول کیا ہے۔ اس کے
بعد ۱۳۸۵ء میں جرہ دوم نے اس محصول کو لیا ہے اور اس کے اجرا سے
اس کی نیت کا بھی اظہار ہو گیا کہ وہ جب چاہیگا زر سپر وصول کرے گا جب تک
کہ لائٹ پارلیمنٹ نے عطایاے جاگیری کو منسوخ نہیں کیا زر سپر کالینا
نا جائز قرار نہیں پایا

اجرا سے محصولات کی تاریخ میں ہنری دوم کے زمانے سے جبکہ
اس نے علیحدہ علیحدہ فرقوں کے بجائے کل قوم پر محصول لگانا شروع کیا ایک
دور جدید کا آغاز ہوتا ہے۔ اجرا سے محصولات قومی کی دو قسمیں ہیں۔
فرقہ داری محصول کے بجائے کل قوم پر
اسکا عائد کیا جانا

(۱) محصول بلا واسطہ۔ یہ اس محصول کا نام ہے جو راست اس شخص سے
وصول کیا جاتا ہے جس پر محصول لگانا مقصود ہو (۲) محصول بالواسطہ۔ یہ
دوسری قسم کا محصول گو (بطا ہر راست) ایک شخص سے لیا جاتا ہے لیکن
محصول لینے والی (حکومت) کی نیت اور توقع یہ ہوتی ہے کہ محصول ادا کرنے والا
کسی دوسرے پر اس کا بار ڈال کر اپنے نقصان کی تلافی کرے۔ ان محصولات
میں حکومت کو محصول بلا واسطہ کے وصول کرنے میں زیادہ نفع ہے
اس لیے کہ تقوڑے صرف میں خزانہ سرکاری میں زیادہ رقم جمع ہوتی ہے
لیکن اس میں خرابی یہ ہے کہ لوگ محصول بلا واسطہ سے ناراض رہتے ہیں

محصولات
بلا واسطہ
۱) پول ٹیکس

محصول
آتش دان

اس ناپسندیدگی کے مختلف وجوہ ہیں۔ سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ محصول عایا سے مخفی نہیں رہ سکتا اور اس کے وصول کرنے کے طریقے جاسوسانہ ہیں۔ علاوہ بریں فی زمانہ مزدور ہمیشہ لوگوں سے اس کا وصول کیا جانا ناممکن ہے تو بلا واسطہ محصولات میں سب سے زیادہ آسانی پول ٹیکس (Poll tax) محصول مسرے کے عائد کرنے اور وصول کرنے میں تھی۔ سب سے پہلے یہ محصول ۱۳۷۱ء میں بحساب چارپنس فی کس لگایا گیا تھا۔ ہر ایک شخص کو جس کی عمر سولہ سال سے زیادہ ہو اس کا اداکرنا لازم تھا۔ دوسری مرتبہ اس کو ۱۳۸۱ء میں لگایا گیا مگر اس دفعہ ہر ایک شخص کے رتبے اور آمدنی کے لحاظ سے اس کے مدارج مقرر کیے گئے تھے چنانچہ ٹوک آف لینکسٹر پر دس مارک اور نہایت ہی مفلس لوگوں پر فی کس ایک گرولٹ لگایا گیا تھا۔ اس کے بعد ۱۳۸۱ء میں اس محصول کا اعادہ کیا گیا مگر شورش مزارعین نے جس کے اسباب میں سے یہ محصول بھی ایک وجہ خیال کیا جاتا ہے اس کو نامناسب و ناجائز ٹھہرایا۔ پندرھویں صدی میں یہ محصول کبھی کبھی ان رعایا کے غیر ہجوانگلستان میں سکونت رکھتے تھے اور ۱۳۸۵ء میں جنگ فرانس کے مصارف کے لئے دوبارہ لگایا گیا تھا۔ عہد شاہی کے بعد چارلس دوم نے اس کو تین موقوفوں پر وصول کیا ہے، سب سے پہلے تو اپنی جدید نوٹسکی فوج کی چڑھی ہوئی تنخواہ کو ادا کر کے اس کو برطرف کرنے کی غرض سے اور دوسرے دو مرتبہ ہالینڈ کے ساتھ معرکہ آرائیاں کرنے کے لئے۔ ولیم سوم نے بھی اپنے محاربات ہالینڈ کے لئے اس کو وصول کیا تھا مگر اس سے قوم میں بے انتہا ناراضی پھیل گئی تھی متمول لوگوں نے تو ادا کرنے سے انکار کر دیا مگر مفلس آدمیوں کو جو کمزور ہوتے ہیں اسکا بار اٹھانا ہی پڑا اور ۱۷۹۰ء کے بعد سے یہ دوبارہ جاری نہیں ہوا۔ ایک دوسرا محصول جس سے لوگ انھی اسباب کی بنا پر جن کا فقروں والا ہیں ذکر ہوا ناراض تھے محصول آتش دان تھا۔ ہر چند بادشاہ اس محصول کے

عائد کرنے کا بار پا خیال کرتا ہا لیکن تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۶۶۲ء کے پہلے یہ نہیں لگایا گیا تھا۔ اس مرتبہ ہر ایک مکان کے ہر ایک آتش دان پر دو شعلہ کی شرح سے یہ محصول لگایا گیا۔ اسکے وصول کرنے والوں کو گھروں کے آتش دانوں کی تلاش کرنی پڑتی تھی اور ان کو لوگ از روئے تہ تک لاچمنی میں لگاؤ خان کش یا منج و خان کے صاف کرنے والے کہتے تھے۔ لوگوں کے حق میں یہ محصول نہایت ظالمانہ ثابت ہوا اس لیے اُس کو ۱۶۷۰ء کے بعد سے دوبارہ نہیں وصول کیا گیا۔

فرمانِ اسلمہ بابت ۱۶۷۰ء کے ذریعے سے نہ صرف مال منقولہ پر محصول (۳) محصول

لگایا گیا بلکہ زمین وغیرہ یعنی جائیداد غیر منقولہ پر بھی۔ اس فرمان کی رو سے ہر ایک مرد بالغ پر جو سپاہ گری کے قابل ہو لازم تھا کہ اپنی حیثیت کے موافق اپنے ہتھیار اور ضروریات سپاہ گری خود مہیا کر کے فوج قومی کی خدمت بجالائے۔ ہر ایک شخص کے اسلمہ وغیرہ کی شان اور مالیت کا تعین اس کے ہمسایہ نائٹ اور احرار و معززین کے حلفی بیان پر کیا جاتا تھا۔

جب بیت المقدس کو مسلمانوں نے دوبارہ فتح کیا اور عیسائیوں کے قبضے سے اُس کے نکل جانے کی انگلستان میں خوشنہی تو مہتری نے ۱۶۸۸ء میں رعایا اور زمین دونوں پر محصول لگایا اور اس محصول کا نام ارض مقدس پر فوج کشی کے لیے اس نے (۱۰) عشر صلاح الدین رکھا۔ اگر کسی شخص کی جانب سے شبہہ ہوتا کہ اُس نے اپنی استطاعت سے کم یہ محصول دیا ہے تو بادشاہ کے حکم سے ایسے کم دینے والے کے چار معتبر و معزز ہمسایہ طلب ہو کر حلفاً صحیح مقدار رقم کو بیان کرتے تھے جو اس کو ادا کرنی چاہیے تھی۔ لہذا اہل ہمسایہ کی شہادت پر کم دینے والے کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جاتی تھی۔ ۱۶۸۷ء میں ہیو برٹ والٹر (Hugbert Walter) نے بادشاہ رچرڈ کے فیصلہ کی ادائیگی کے لیے (ملک میں) ہر ایک شخص سے اس کے محاصل کی چوتھائی وصول کی اور اس وقت سے ہر ایک قسم کی ملک (منقولہ وغیرہ منقولہ) پر مختلف قسم کے محصولات عائد کئے گئے۔ تیرھویں صدی میں تو امرایہ یعنی حکام خزانہ (Barons of the Exchequer) ہر ایک ضلع اور گاؤں سے

(۱۰) عشر
صلاح الدین

راست مراسلت کے ذریعے سے ان محصولات کے وصول کرنے کا انتظام کر لیا کرتے تھے۔ بعد ازاں پارلیمنٹ محصولات کے وصول کو منظور کرنے لگی اور جب ایڈورڈ اول کے اصرار پر کہ پادریوں کو بھی محصولات قومی کی ادائی میں شریک ہونا چاہئے پادریوں نے مجلس قومی سے علیحدگی اختیار کی اور اس کے بعد سے جب تک بھی پارلیمنٹ بادشاہ کے لئے ان محصولات کی منظوری دیتی تو کلیسا بھی اپنی صدر مجلس انتظامی و قانونی میں پادریوں کے ذمے کے محصولوں کی نسبت بذریعہ رائے طے کرتا تھا۔

محصولات کے تشخیص ادا کرنے والے کے سفلی بیان کے مطابق کیا جاتی تھی اور اگر کسی شخص پر کسی تشخیص محصول کی نسبت شبہ ہوتا تو ملک کی رائے لیکر اس امر کی اصلاح کر لی جاتی تھی۔ یا کسی مقامی جوری کے فیصلے کے مطابق محصول مقرر کر دیا جاتا تھا۔ مقامی لوگوں نے محصول ادا کرنے والے کے ہمایوں کی رائے تشخیص محصول کے لئے حقیقت میں منصفانہ اور معتبر ہوتی تھی اس لئے کہ لوگ اس اصول کی بنا پر کہ آنچہ بخود نہ پسندی بردیگر ہم پسند ایک دوسرے کو زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے اور ان کے باہمی رشک و حسد میں توازن پیدا ہوتا تھا۔

بعض صورتوں میں بعض رعایا پر محصول کا بار کم ڈالا جاتا تھا۔ مثلاً جن لوگوں کی ایسی حیثیت ہوتی تھی کہ وہ صرف ضروریات زندگی اپنے لئے مہیا کر سکتے ہوں ان پر محصول نہیں لگایا جاتا تھا۔ اسی طرح آلات و اوزار حصول معاش مثلاً مزدور کے لئے اس کے آلات مزدوری اور خانہ داری کے اشیاء جیسے پکانے ریندھنے کے برتن وغیرہ محصول سے مستثنیٰ تھے۔ ایسا ہی سپاہی کا گھوڑا اور اس کے زرہ بکتر پر محصول نہیں لگایا جاتا تھا۔ بڑے شہروں سے بہ نسبت بڑے بڑے اضلاع کے زیادہ محصول لیا جاتا تھا۔ اس کے دو سبب تھے۔ شہروں کی دولت اضلاع سے زیادہ تھی اور دوسرے یہ کہ اکثر بڑے شہر بادشاہ کے مخصوص علاقے کی زمینوں پر واقع ہوئے تھے اس لئے خاص طور پر ان کا فرض تھا کہ وہ بادشاہ کی ضرورتوں کی تکمیل کریں۔

اس محصول کی مقدار بتدریج معین ہو گئی شہروں کو اپنی آمدنی کا دسواں حصہ اور اضلاع کو پندرہواں حصہ ادا کی میں دینا ہوتا تھا چونکہ دوبارہ اس کا تشخیص کرنا ایک نئی دشواری کا سبب تھا اس لئے ۱۳۴۷ء میں قرار پایا کہ جو تشخیص محصول ۱۳۳۲ء میں ہو چکی تھی اسی کو مستقل بنا دیا جائے اور اس کے بعد سے ہر ایک شہر اور ہر ایک ضلع سے اسی قدر محصول وصول ہوتا رہا جو ۱۳۳۲ء میں لیا گیا تھا۔ اس حساب سے اس محصول کی جملہ آمدنی انتالیس ہزار پونڈ ہوتی تھی۔ مگر اس کے اضافے میں گنجائش ہونے سے رقم مذکور میں کمی ہو گئی۔ علاوہ بریس رعایا کی جانب سے اس کی معافی کے متعلق کثرت سے عرضیاں بادشاہ کو وصول ہو رہی تھیں شہر میل تھا رپ (Mablethorpe) واقع ضلع لنکن کو جس نے اپنی عرضداشت میں وادیا مچائی تھی کہ "اسمندر کے پانی کے پھیل جانے سے تمام شہر غرق آب ویران ہو گیا ہے" اس محصول سے دوسال کی معافی دی گئی تھی۔ اکثر اضلاع کو اسی قسم کی مجبوریاں تھیں اور ایسے ہی قصے سنایا کرتے تھے۔ سرخ و سفید پھولوں کی لڑائیوں کے بعد نتیجتاً چھ ہزار پونڈ کا محصول بعنوان اراضی افتادہ چھوڑ دیا گیا چونکہ ہر ایک ضلع اور شہر کے لئے یہ محصول مستقل ہو گیا تھا اس لئے اگر کسی مخصوص ضلع و شہر کو اس کی ادائیگی سے معاف کیا جاتا تو دوسرے اغراض سرکاری کے لئے وہاں کی رعایا کو اس کے زوال ثروت و بربادی ملک کا بے اصل غدر پیش کرنے کا موقع مل جاتا۔ اس احتیاط کے بغیر بھی جب اضلاع اور شہروں کی دولت اور خوشحالی میں اضافہ ہوا تو اس محصول کی کمی کی تلافی نہ ہو سکی۔ کل رعایا پر اجرائے محصولات کا بار مساوی طور پر ڈالے جانے اور محاصل شاہی کی کمی کو پورا کرنے کی غرض سے پارلیمنٹ نے ایک موقتی محصول کی منظوری دی جو عام تھا اور جملہ جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ پر لگایا گیا تھا۔ اس جدید محصول نے قدیم محصول کی جگہ لے لی اور دسواں اور پندرہواں (محصول) آخری مرتبہ ۱۳۴۷ء میں وصول کیا گیا۔

سب سے پہلے ۱۳۴۷ء میں محصول موقتی جنگ فرانس کے (a) محصول موقتی

دوبارہ شروع ہونے پر لیا گیا جس کی مقدار پچاس ہزار پونڈ ہوئی تھی۔
چودھویں صدی اور اس کے بعد سے مختلف موقوفوں پر مختلف ضرورتوں کی
مکمل کے لئے محصولات موقوفی وصول کیے گئے ہیں۔ ہنری ہشتم کی حکومت
کے بعد سے اس کی شرح معین کر دی گئی۔ زمین کی سالانہ تحصیل سے بحساب
چارشلنگ فی پونڈ لیا جاتا تھا۔ جائیداد منقولہ کی نسبت ڈھائی شلنگ فی پونڈ
اس کی شرح تھی۔ جو شخص اس کو اپنی جائیداد غیر منقولہ کے لئے ادا کرتا اس کو
مال منقولہ پر اس کا ادا کرنا لازم نہ تھا۔ لیکن رعایا کے دول غیر اور مقررہ
مذہب انگلستان کی عبادت (یا قانون ملک) سے انحراف کرنے والوں سے
معمولی شرح سے دوچند لیا جاتا تھا۔ محصول موقوفی کی مقدار میں مثل دسویں
اور پندرہویں (محصول) کے اضافہ کی گنجائش نہیں ہی بلکہ کمی واقع ہونے لگی۔
مہ قہ عربی اس کی مقدار ایک لاکھ پونڈ تھی لیکن اس میں بھی بہ سبب
اراضی افتادہ کے جن کی تحصیل وصول نہیں ہوتی تھی و منوعات ہونے لگی
اور ایلینر بیچہ کی حکومت کے اختتام پر محصول موقوفی کی جمع اسی لاکھ تھی۔ اسکے
وصول میں نہایت احتیاط کی جاتی تھی تاج کی جانب سے چانسلر لاقی اور
باشعور مہتمموں کو اس کے جمع کرنے کے لئے مامور کرتا اور یہ لوگ اپنے تحت
کے تشخیص کرنے اور وصول کرنے والوں کو مقرر کرتے تھے۔ اگر موت یا افلاس
کے سبب سے جائیداد ایک سے دوسرے کو منتقل ہوتی تو اشخاص اول الذکر
محصول اس طرح وصول کرتے کہ ایک مقام کے سبب باشندوں پر اس کا
بار ساری تقسیم ہوتا تھا مگر یہ لوگ عام تشخیص ثانیہ کی کبھی کوشش نہیں
کرتے تھے۔ رائے (Raleigh) لکھتا ہے کہ بڑے بڑے مالدار لوگوں
کی دولت کے سنوئیں حصہ پر بھی اس کا بار ڈالنا جاتا تھا۔ حکومت جمہوری
کے زمانے میں کوئی محصول موقوفی نہیں لیا گیا لیکن اس کا اجرا پھر سن ۱۶۷۹ء
میں ہوا اور اس مرتبہ یہ اس قدر کم مقدار میں وصول ہوا تھا کہ سن ۱۶۷۹ء کے
بعد اس کو پھر کبھی نہیں لیا گیا۔

حکومت جمہوری کے زمانے میں محصول موقوفی کے بجائے تشخیصات مامانہ

کا اجرا ہوتا رہا۔ یہ کوئی جدید محصول نہ تھا بلکہ محصول موقتی کو ایک نئی شکل میں زیادہ سختی سے رعایا پر لگایا گیا تھا۔ جس قدر حکومت کو رقم کی ضرورت ہوتی اس کا ماہانہ تخمینہ ہو کر مختلف اضلاع پر یہ تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ ہر ایک ضلع میں ہر ایک شخص کے مقبوضات کے سالانہ ملکی اصل کا اندازہ ہو کر ان پر محصول لگایا جاتا مگر اسباب کمی تحصیل کا مطلق لحاظ نہیں کیا جاتا تھا۔ اگر مقدار معینہ کے وصول کرنے میں کمی ہوتی تو عہدہ داران متعلقہ اپنے اپنے ضلعوں میں اس کا بار اراضی پر ڈال کر اس کی تکمیل کر لیتے تھے اور یہی سب سے زیادہ سہل طریقہ اس محصول کے وصول کرنے کا تھا۔ اس محصول کا بار بار مشخص کرنا نہایت تکلیف دہ اور جانچا ہوا اور سال بے سال اس کی رقم میں کمی ہوتی تھی اس لئے ۱۶۹۱ء کے بعد سے تشخیصات ماہانہ متروک ہو کر زمین اور جائیداد منقولہ کے سالانہ محصول پر ایک دائرہ محصول جائیداد، بشرح چار شلنگ فی پونڈ مقرر کیا گیا۔ لیکن محصول جائیداد کا بھی وہی انجام ہوا۔ مثلاً سابق کے محصولوں کے اس کے ادا کرنے والوں کی تعداد اور مقدار رقم ایک حد پر پہنچ کر معین ہو گئی اور اس میں ہر اضافے کی گنجائش نہ رہی۔ ۱۶۹۴ء میں پارلیمنٹ نے اندازہ لگایا کہ بحساب یک شلنگ فی پونڈ اس محصول کی مقدار سالانہ تخمیناً نصف ملین پونڈ ہونی چاہیئے اور اس رقم کا بار اضلاع اور شہروں پر اس تناسب کے ساتھ ڈالایا جس کے لحاظ سے ان مقامات سے ۱۶۹۲ء میں یہ وصول کیا جاتا تھا۔ لیکن اس مستقل ولانہ وال محصول کا باجیہا کہ اس کے پہلے کے محصولوں کے وصول کرنے میں کیا گیا تھا رعایا پر مساوات کے ساتھ نہیں پڑتا تھا۔ جائیداد منقولہ جیسا کہ قاعدہ ہے ایک شخص سے دوسرے کے قبضے میں جلد چلی جاتی ہے زمانہ زیر تحریر میں وہ اسی طرح منتقل ہوتی تھی مگر زمین (جائیداد غیر منقولہ) کے غیر منتقل (زیادہ دنوں ایک شخص کے ملک و قبضہ میں) ہونے سے اس پر محصول لگانا آسان تھا۔ ایسے جائیداد منقولہ کے مالک اور مقام کے تبدیل ہوتے رہنے کے سبب سے جو کمی اس محصول میں واقع ہوتی اس کا بار اراضی پر ڈال کر مقدار معینہ کی تکمیل کرنی جاتی تھی

۱۶۹۵ء میں پارلیمنٹ نے اندازہ لگایا کہ بحساب یک شلنگ فی پونڈ اس محصول کی مقدار سالانہ تخمیناً نصف ملین پونڈ ہونی چاہیئے اور اس رقم کا بار اضلاع اور شہروں پر اس تناسب کے ساتھ ڈالایا جس کے لحاظ سے ان مقامات سے ۱۶۹۲ء میں یہ وصول کیا جاتا تھا۔ لیکن اس مستقل ولانہ وال محصول کا باجیہا کہ اس کے پہلے کے محصولوں کے وصول کرنے میں کیا گیا تھا رعایا پر مساوات کے ساتھ نہیں پڑتا تھا۔ جائیداد منقولہ جیسا کہ قاعدہ ہے ایک شخص سے دوسرے کے قبضے میں جلد چلی جاتی ہے زمانہ زیر تحریر میں وہ اسی طرح منتقل ہوتی تھی مگر زمین (جائیداد غیر منقولہ) کے غیر منتقل (زیادہ دنوں ایک شخص کے ملک و قبضہ میں) ہونے سے اس پر محصول لگانا آسان تھا۔ ایسے جائیداد منقولہ کے مالک اور مقام کے تبدیل ہوتے رہنے کے سبب سے جو کمی اس محصول میں واقع ہوتی اس کا بار اراضی پر ڈال کر مقدار معینہ کی تکمیل کرنی جاتی تھی

جائداد
غیر منقولہدو محصولات
زمین

اس لیے محصول جائداد اصل میں محصول زمین ہو گیا تھا۔ ۱۹۴۷ء میں پٹ نے محصول جائداد کی شرح چار شلنگ فی بوٹہ مقرر کی اور اس کا بار اُن زمینوں پر ڈالا گیا جن کی اس کے لئے ۱۹۲۷ء میں تشخیص ہو چکی تھی اور اُن زمینوں سے جن کو معافی نہیں دی گئی تھی شرح مقررہ میں ایک شلنگ کے اضافے کے ساتھ اُن کے سالانہ محصول سے لیا جانا طے پایا۔ ہر ایک پیرش کے ذمے اب بھی اس محصول کی وہی مقدار ہے جو ۱۸۷۵ء میں مقرر ہوئی تھی لیکن اس محصول کا جس قدر حصہ معاف ہوا تھا وہ اب بھی وضع ہوتا ہے۔ محصولات زمین بابت ۱۹۷۱ء کے زیر اثر جب زمین ایک مالک سے دوسرے کو منتقل ہوتی ہے لگان کے اُس اضافے پر جو جگہ کی قدر بڑھ جانے سے ہوتا ہے اور جو پہلے مالک کو وصول نہ ہوا تھا لگایا جاتا ہے۔ اراضی مزروعہ اور چھوٹی چھوٹی جائدادیں ان محصولات سے مستثنیٰ ہیں۔ جو لگان کہ رعایا کو اُس کے حقوق معذنیات کی بنا پر ملتا ہے اس پر بھی محصول ادا کرنا پڑتا ہے تو

بلا واسطہ محصول کے لگانے میں غیر مغلوب ہونے والی دشواریوں کا سامنا تھا۔ کسی مستعدانہ و منصفانہ اور غیر جاسوسانہ طریقے سے محصول کا شخص ہونا ناممکن ہو گیا تھا۔ حالیہ محصولات مگر کے عائد کرنے کا طریقہ بدل گیا ہے۔ جب جائداد خواہ منقولہ ہو کہ غیر منقولہ سرکاری قبضے میں آتی ہے یا محصول ادا کرنے والے کا ذاتی بیان لیکر اُس پر ان محصولوں کو لگایا جاتا ہے۔ اجازت نامجات آبکاری کی شکل میں بعض محصولات وصول کیے جاتے ہیں اور بعضوں کو محصولات متروکہ وراثت کے عنوان سے لیا جاتا ہے۔ ان کے سوائے دوسرے محصولات محصول مکان آباد اور محصول آمدنی ہیں تو

زمین محصول مکان

محصول مکان مسلسل و مستقل طریقے سے نہیں لیا گیا ہے۔ پہلے پہل یہ ۱۹۶۷ء میں محصول آتشدان کے راست قائم مقام کی حیثیت سے عائد کیا گیا۔ یہ محصول بالکل محصول دریچے کے مشابہہ و موافق تھا۔ بعض دفعہ اس کے بجائے محصول دریچے لیا گیا ہے اور کبھی ایک وقت میں دونوں وصول کیے گئے ہیں۔ ۱۸۵۱ء میں محصول مکان کرایہ مستقل کر دیا گیا اور چونکہ محصول نیچے کا

امور صفائی سے تعلق نہ تھا اس لیے وہ منسوخ کر دیا گیا۔
 لینکسٹر خاندان کے بادشاہوں کے متعدد تجارتی مال کا ایک تجربہ دار محصول
 محصول آمدنی ہے۔ ۱۳۵۰ء اور ۱۳۵۱ء میں مختلف شرحوں کے ساتھ محصولات آمدنی
 لگانے گئے۔ اس کے بعد سے ۱۴۹۹ء تک یہ تجربہ قعر گن نامی میں پڑا یہاں تک
 کہ اس سال پیٹ نے محاربات نیولین کے نصف دور میں روپ کی کمال ضرورت
 سے مجبور اور تنگ ہو کر ان لوگوں پر جن کی آمدنی دو سو پونڈ سالانہ سے زیادہ تھی
 بشرح دوشلنگ فی پونڈ محصول لگایا اور جن لوگوں کی آمدنی ساٹھ پونڈ سے کم تھی
 وہ اس سے معاف تھے اور جن کی آمدنی ساٹھ اور دو سو پونڈ کے درمیان میں
 تھی ان کی آمدنی کے مدارج مقرر ہو کر بعض اجزائے آمدنی سے محصول لیا جاتا اور
 بعض سے معاف کر دیا گیا تھا۔ صلح ایمینس (Peace of Amiens) کے بعد
 سے یہ موقوف ہو گیا تھا مگر جب فرانسیسیوں اور انگریزوں میں دوبارہ جنگ
 چھڑ گئی تو اس کا بھی اعادہ کیا گیا۔ محاربات نیولین کے اختتام تک یہ
 مختلف رفتار سے وصول ہوتا رہا اور ۱۶۷۰ء میں اس عندر کی بنیاد پر کہ
 زمانہ جنگ میں اس کا لیا جانا مناسب نہ تھا نہ نصفانہ ہے ترک کر دیا گیا لیکن
 محصول آمدنی مالیات ملک کا اس قدر نفع رساں ذریعہ تھا کہ وزیر اے خزانہ
 اس کے جانب سے زیادہ مدت تک غافل نہ رہ سکتے تھے۔ ۱۷۶۰ء
 تک اکثر ایسا زمانہ گزرا تھا کہ سال بہ سال مخارج ملک اس کے مدخل سے
 زیادہ ہوتے تھے اور اجراء محصولات کا کوئی جدید ذریعہ نہیں سوچتا تھا۔
 سر رابرٹ پیل نے بیت العوام کو وزیر خزانہ کی بے مانگی کی ان الفاظ میں تصویر
 کھینچ کر توجہ دلائی کہ "وہ ایک خالی صندوق پر بیٹھا ہوا موازنہ (ملک) کے لیے
 کمی سرمایہ کے چھوٹے تالاب میں جس کی تہ کا پتہ نہیں ملتا رقوم کی گل ڈال کر
 تلاش کر رہا ہے" پھر کیا تھا ملک کی بگڑی ہوئی مالی حالت کی اصلاح کے واسطے
 سب کی نظریں پیٹ کی طرف اٹھ گئیں اور جب اس کی اسکیم اصلاح محصول
 درآمد و برآمد کے آمد و خرچ کی نسبت جاری ہوئی تو اس کا لازمی نتیجہ تھا کہ محصول
 کروڑ گیری میں کمی واقع ہو اس لیے پیٹ نے ایک محصول آمدنی اس زمانے

کے لئے جاری کیا کہ جب تک تجارت اصلاح جدید (درآمد و برآمد) کے زیر اثر ترقی کر کے اس درجے پر پہنچ جائے جس کے سبب سے محصولات کروڑ گیری اس قدر وصول ہو سکیں کہ ملک کی آمدنی و اخراجات برابر ہو جائیں۔ مگر اس تاریخ سے آج تک محصول آمدنی جاری ہے بہر چند اس عرصہ میں بارہا وزیر اعلیٰ خزانہ کو یاد دلایا گیا کہ محصول آمدنی کا لگانا صرف زمانہ جنگ کے لئے مناسب و موزوں ہے لیکن ان میں سے کسی نے بھی اس کے جانب التفات نہ کیا اور نہ یہ محصول منسوخ ہوا۔ وقتاً فوقتاً اس کی شرح میں فرق ہوا ہے چنانچہ جنگ کریمیا میں یہ ایک شلنگ چار پینس تک بڑھ گیا تھا اور ۱۸۷۷ء میں دو پینس تک پہنچ گیا تھا۔ ایسا ہی جب کبھی مناسب معلوم ہوا کہ اسکا بار کم آمدنی کے لوگوں پر بہ نسبت زیادہ آمدنی والوں کے زیادہ نہ ہونا چاہیئے تو وقتاً فوقتاً مقدار کمی محصول میں بھی تغیرات ہوئے ہیں مثلاً ۱۸۷۷ء میں جو آمدنی ایک سو ساٹھ پونڈ سے کم تھی وہ اس محصول سے معاف تھی مگر جو آمدنی ایک سو ساٹھ پونڈ اور سات سو پونڈ کے درمیان تھی اس کو کم محصول ادا کرنے کی اجازت تھی اور جون جون آمدنی کی مقدار سات سو پونڈ تک بڑھتی جاتی اسی طرح اس آمدنی سے کمی کے ساتھ محصول آمدنی وصول ہوتا ہے۔ علاوہ بریں آمدنی محصلہ اور آمدنی غیر محصلہ میں فرق کیا جاتا ہے اور جو آمدنی پانچ ہزار پونڈ سے زیادہ ہو اس پر ایک محصول اضافی لگایا جاتا ہے جو

محصول بالواسطہ عموماً تاجر سے لیا جاتا اور اسکا بار خریدار پر ڈالا جاتا ہے۔ جب سے کہ بادشاہ (انگلستان) نے اپنے اور غیر تاجروں سے محصول راہداری لینا شروع کیا اس کی ابتداء ہوتی ہے۔ اس محصول کے لینے کا سبب کچھ تو بادشاہ کے حق رسد گیری اور کچھ تاجر کی حفاظت جان و مال کے معاوضے پر بنتی ہے۔ جس قدر بادشاہ کی حکومت مستحکم ہوتی اور جس قدر اس کو روپے کی ضرورت ہوتی تھی اسی قدر زیادہ مقدار میں یہ محصول وصول کیا جاتا تھا۔ منشور اعظم میں بادشاہ نے وعدہ کیا ہے کہ تاجروں کو انگلستان میں خشکی و تری کے راستہ سے آنے کی اجازت ہے اور ان سے کسی قسم کا ناجائز محصول راہ واری بجز قدیم اور جائز محصولات کے نہیں لیا جائیگا۔ اید و راول

محصولات

بالواسطہ

(۱) کروڑ گیری

کی پہلی پارلیمنٹ نے ان محصولات کو برگیری کو معین کیا ہے۔ ہر ایک اون کے
تھیلے پر اور ہر ایک انبار اون جس میں تین سو پیسے ہوتے تھے نصف مارک
محصول راہ داری ادا کرنا ہوتا تھا اور بکروں وغیرہ کے چرم کے ہر ایک بوجھ پر
ایک مارک محصول تھا۔ شراب کی نسبت ہر ایک جہاز شراب سے ایک دو
قرابے بطور محصول راہ داری یا پرسیج (Prisage) کے طور پر بادشاہ لیا کرتا تھا۔
اور یہ مقدار و شرح محصول مال اسباب جہاز کی مقدار پر منحصر ہوتی تھی۔ صرف
ویسی تاجروں سے پرسیج لینے میں اس تعداد سے کی پابندی کی جاتی تھی ورنہ تاجران غیر
سے اس سے بھی زیادہ سنگین اور من مانے شرح پر پرسیج وصول کیا
جاتا تھا۔

بادشاہ کبھی کبھی ان پر مقبرہ محصول کے سوائے ایک مزید محصول
لگا کر جو میلٹولٹا (Malatolta) زبون محصول راہ داری کہلاتا تھا اپنی مالی
ضرورتوں کو پورا کرتا تھا۔ جب ۱۷۱۷ء میں ایڈورڈ امر کے غنا اور فلانڈرز
(Flanders) کی جنگ کے سبب روپیہ فراہم کرنے کے لیے پریشان
و ناچار ہوا تو اس نے ملک کے سب تاجروں کا اُون ضبط کر کے حکم دیا کہ
جب تک فی تبدلہ چالیس شنگ محصول ادا نہ کیا جائے واکذاشت نہ ہو۔
اس لئے اُس زمانے میں محصول لگانے کی نسبت بادشاہ کی خود مختاری مدکو
پہنچ گئی تھی۔ مگر فریقین (امرا اور بادشاہ) کی نزاع کا خاتمہ تو شیع منشور اعظم پر
ہوا جس میں ایڈورڈ وعدہ کرتا ہے کہ "ہم ارکان عوام (سلطنت) کی عام رضائے
اور خوشنودی کے بغیر کوئی اس طرح کا یا کسی قسم کا محصول نہ لین گے بجز اسکے اُون
اور چرم پر جن رسمی محصولوں کے لیے کارواج ہے ان کے لینے کا حق و اختیار
ہم اپنے اور اپنے قائم مقاموں کے لیے محفوظ رکھتے ہیں اور ہر کسی حق
ارکان عوام متذکرہ صدر سے ملا ہے۔ اس دستاویز کی بدولت محصولات
راہ داری زبون و نا جائز اور خلاف دستور قرار پا گئے اور بادشاہ کے لیے
اُون کا "قدیم" یا بجا رسمی محصول اور "شراب" کا محصول "یہ دونوں صحیح و جائز
باقی رہ گئے۔ محصول زبون راہ داری کے بجائے بادشاہ غیر ملکی تاجروں سے

زبون محصول
راہ داری

نہایت بھاری محصول لینے لگا۔ ۱۷۳۳ء میں ایک دستاویز «منشور تجارت» کے ذریعے سے چند حقوق کے معاوضے میں اور بادشاہ کے خود مختارانہ محصول لگانے سے نجات پانے کی غرض سے تجارت ہمیشہ لوگ بادشاہ کو اجبیدہ یا چھوٹا رسمی محصول دینے کو راضی ہو گئے جس کی شرح اُون کے ہر تین سو پچھوں اور ہر ایک تھیلے کے لئے رےج مارک قرار پائی اور چرم کے متعلق ہر ایک بتڈل کے آخری کہاں پر نصف مارک مقرر کیا گیا۔ پارچے کے ہر ایک تھان پر مقرر محصول ادا کرنا پڑتا تھا اور قدیم زمانے کے محصولات ٹینیج اور پونڈیج کا نام بدل کر محصول رکاب داری (Butlerage) رکھا گیا جس کے لئے تاجروں کو ہر ایک ٹن مے پر دو شلنگ اور دوسرے مال تجارت کی نسبت اس کی مجموعی قیمت پر بحساب دو شلنگ فی پونڈ ادا کرنا پڑتا تھا تاہم تاجران غیر پر علاوہ اُون کے بڑے محصولات رسمی کے ان سب جدید محصولوں کی ادائی لازم تھی اور جو غیر ملکی تجارت آپ کو انگلستان کی رعیت بنا لیتے تھے اُن سے محصول پر ٹینیج لیا جاتا تھا؛

ہر چند کہ قدیم و جدید محصولات پر مٹ (دکرو گیری) میں فرق کیا جاتا تھا لیکن باوجود اس امتیاز کے تجارت کو امن نصیب نہوا۔ ایڈورڈ سوم کو اپنے محاربات فرانس کے لئے کثیر رقم کی ضرورت تھی اس لئے اس نے ۱۳۳۷ء میں اُون پر نزول محصول راہ داری لگایا۔ اس محصول کو دوبارہ جاری نہونے دینے کی غرض سے پارلیمنٹ نے اُون پر محصول لگا کر بادشاہ کی اپنی پہلی اعانت نقدی سے مدد کی۔ لاسے یونیل (Lionel) نے ۱۳۴۷ء میں بحیثیت نائب شاہ

اُون کا محصول
موقی۔

شراب پر بشرح دو شلنگ فی ٹن اور دوسرے مال تجارت پر بلحاظ قیمت چھ پنس فی پونڈ محصول لگایا۔ یہ سب سے پہلا موقع تھا کہ محصولات ٹینیج اور پونڈیج جملہ رعایا پر مساوات کے ساتھ لگائے گئے اور اُن کی ایک ہی شرح قائم کی گئی۔ چونکہ پارلیمنٹ کے بلا اطلاع و رضامندی یہ محصولات لگائے گئے تھے اس لئے پارلیمنٹ کو اشتعال و رشک ہو رہا تھا بالآخر ۱۳۶۲ء اور ۱۳۷۱ء میں ایڈورڈ سوم نے پارلیمنٹ کے ادعا سے کہ اس کی رضامندی کے بغیر محصول نہ لگایا جائے اتفاق کر لیا اور پارلیمنٹ نے اس کے معاوضے

(۳) محصولات
ٹینیج اور پونڈیج

میں بادشاہ کو چند برس کی مدت معین کر کے محصولات ٹینج اور پونڈینج عطا کیے اور اس طرح محصولات مذکور وصول کرنے کی نسبت بادشاہ کی احتیاج میں ایک حد تک کمی واقع ہوئی۔ جنگ آژن کور (Agincourt) کے بعد ہنری پنجم کو ٹینج اور پونڈینج تاحیات ملے تھے اور اس کے بعد ہر ایک بادشاہ کو اسی طرح تاحیات عطا ہوتے رہے یہاں تک کہ ۱۲۵۷ء سے مثل دیگر محصولات کو ڈگری اُن کا بھی تلج کے محاصل موردی میں شمار ہونے لگاؤ۔

مہرچہ ازمندہ وسطی کے محصولات کے ذرائع میں سالانہ ترقی ہوتی لیکن اُنکی آمد میں سال بسال کمی ہوتی تھی۔ انگلستان میں جب لوگوں کو صنعت پاپہ بانی کی طرف توجہ ہوئی تو انگریزی اُون کی برآمد گھٹ جانے سے جو رقم کہ اُون کے محصولات پر ملٹ اور موقعی سے وصول ہوتی تھی اُس میں کمی واقع ہونے لگی۔ اس کا زیادہ تر سبب عمال سرکاری کی بددیانتی بھی تھی۔ محصولات کو ڈگری کی تکمیل کے لیے محصولات اشیاء کے تعیش کا اجر اکیا گیا۔ ۱۳۹۱ء میں ہنری پنجم نے ماسی (Malmsey) کی شراب پر مزید محصول لگایا۔ ملکہ میری نے اپنی حکمت عملی کو فرانس کے مخالف ثابت کرنے کی غرض سے فرانسیسی شرابوں کے محصول میں اور بھی اضافہ کیا اور اُس نے شرح محصولات کی ایک کتاب مرتب کی تھی جس میں ہل تجارت کی قابل محصول قیمت کا تعین بجائے تاجر کے حلفی بیان کے حکومت نے کیا تھا۔ چیمس اول نے تنباکو پر محصول لگایا وہ کہتا تھا کہ "چند سال سے ملک میں ایک بیکار اور بچی شے کی مثل دوسرے ناکارے، فضول اور اشیاء کے تعیش کے جو سمندر پار سے آتے ہیں درآمد ہوتی ہے۔" ان کے سوائے خشک انگوروں پر بھی مشہور محصول تعیش لگایا گیا جس کے ادا کرنے سے بیٹ (Bate) نے انکار کر دیا اور امرائے خزانہ نے فیصلہ کیا کہ بادشاہ کو اس محصول کے عائد کرنے کا حق ہے۔

چارلس اول کی تخت نشینی پر پارلیمنٹ نے مالیات پر اپنا تسلط دوبارہ قائم کرنے کی غرض سے محصولات ٹینج اور پونڈینج کی منظوری صرف ایک سال کے لیے دی جب یہ تحریک بیت الامرا میں پہنچی تو اس کے

ارکان نے بادشاہ کی توہین کے خیال سے اس کو منظور نہ کیا اور چارلس نے ٹینیج پونڈیج اور جدید محصولات (کروڈگری) کا وصول کرنا بدریعہ احکام شاہی جاری رکھا۔ ہر چند عرضی حقوق میں ان محصولات کے جواز یا عدم جواز کی نسبت کسی قسم کی بحث نہیں کی گئی تھی لیکن جب ۱۶۲۹ء میں چارلس نے پارلیمنٹ کو اس ہذر کے ساتھ برخاست کیا کہ اُس میں صرف اپنی شکایات کی نسبت بحث ہوتی ہے اور دوسرا کچھ کام نہیں ہوتا تو اس حکم کے نتیجے میں ارکان عوام نے اپنے صدر کو (جو عتاب شاہی کے خوف سے اس جلسے میں شریک ہونا نہیں چاہتا تھا) جبراً اس کی کرسی پر بٹھا رکھا اور ہولرز (Hollers) نے ایک تحریک جس کو وہ پیش کرنا چاہتا تھا پڑھ کر سنائی جس میں اُن سب لوگوں کو جنہوں نے بلارضا مندی پارلیمنٹ ٹینیج اور پونڈیج ادا کیے تھے اہل انگلستان کی حریت کا دشمن اور باغی ٹھہرایا گیا تھا۔ اس کے بعد بادشاہ نے جدید محصولات کروڈگری سے پھر بے اعتنائی ظاہر کی لیکن جب دوبارہ پارلیمنٹ منعقد ہوئی تو اُس نے ٹینیج اور پونڈیج اور رسمی مقررہ محصولات کروڈگری کی منظوری تو دی لیکن صرف دو ماہ کے لیے منظور کیا۔ اسی طرح پارلیمنٹ ان محصولات کو کچھ مدت کے لیے منظور کرتی رہی یہاں تک کہ بادشاہ کے خلاف جنگ شروع ہو گئی اور پارلیمنٹ ملک کے جنوب اور مشرق میں مسلط ہو کر بحیثیت مالک، بندہ گاہوں کے محاصل کو لینے لگی۔

عمود شاہی کے وقت کل محصولات کروڈگری کی از سر نو تنظیم ہوئی۔ اس طرح کے قدیم محصول منسوخ ہو کر رعایا کے غیر اور ایسے غیر ملکبوں سے جو انگلستان کی رعیت بن گئے تھے ایک ہی قسم کی کروڈگری لی جانے لگی۔ شراب کے لیے ٹینیج دوسرے مال تجارت کے لیے پونڈیج اور اُونی پارچہ کے واسطے ایک خاص محصول کالیا جانا قرار پا گیا۔ پرنسپل اور ٹینیج محصولات کالیا جانا ۱۶۲۹ء تک جاری رہا۔ لیکن اس سال کے بعد والی لڑائیوں کے سبب سے اُن ماحیا بہ جن سے یہ محصولات وصول کیے جاتے تھے جدید محصولات عائد کیے گئے اس سبب سے کروڈگری کا مسئلہ اسی طرح پیچیدہ ہو گیا جیسا کہ ۱۶۷۱ء کے پہلے تھا۔

وال پول نے جو اپنے زمانے کا نہایت لایق اور باتدبیر مصلح مالیات سمجھا جاتا تھا کل انگریزی مصنوعات پر سے محصول برآمد کو اٹھا دیا اور درآمد مال سے صرف ان اشیاء کو محصول سے معاف کرنے کی کوشش کی جن کا ملکی صنعتوں میں اشیاء کے خام کی حیثیت سے استعمال ہوتا تھا۔ اس تدبیر سے وال پول کا مقصد تھا کہ سلسلہ کے اصول کی پھر پابندی ہو کر ہر ایک تجارتی سلسلے سے صرف ایک محصول لیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے سلسلہ میں حاصل ملک میں کمی واقع نہ ہونے اور ان کے وصول و جمع کرنے میں آسانی ہونے کی غرض سے سرکاری کوٹھوں میں شراب و تمباکو کے رکھے جانے کی نسبت پارلیمنٹ میں تحریک پیش کی مگر اس مسودہ قانون پر بدقسمتی سے لاء بکاری کا اطلاق ہونے سے وال پول کو تنگ کرنے اور شکست دینے کا موقع اس کے سیاسی دشمنوں کو مل گیا اس لیے اس نے تحریک مذکور واپس لے لی۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ مال درآمد کا سرکاری کوٹھوں میں لینے جانے کا طریقہ انگلستان میں رائج نہ تھا۔ اصل میں اسی طریقہ پر لیکن اس کا نام بدل کر عمل کیا جاتا تھا اور سوائے شراب و تمباکو کے دوسری اشیاء درآمد کے لیے اس طریقے سے محصول وصول کرنے میں بڑی آسانی اور کامیابی تھی۔ اس طریقے کی خوبی یہ ہے کہ جب تک محصول ادا نہ کیا جائے مال درآمد ملک میں داخل نہیں ہو سکتا ورنہ اس کے مالک کو کوٹھاجات سرکاری سے اپنے مال کو بیرون ملک واپس کرنا پڑتا ہے۔ وال پول کے ساتھ اس کے اصول اجرائے محصولات کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ جیسی جیسی ممالک غیر سے لڑائیاں ہوتی گئیں ویسا ہی محصول درآمد و برآمد کی فہرست میں جدید اشیاء و تجارت کی بھرتی ہو گئی مدوجوں جوں کی ضروریات میں اضافہ ہوتا گیا اسی طرح ہر ایک وزیر خزانہ نے اپنے اپنے دور حکومت میں محصول لگانے کے نئے نئے ذرائع کی تلاش و تحریک کی ہے مگر اس کے ساتھ ہی ان کو اس وقت کے نظریہ تجارت پر اعتقاد تھا کہ ملک سے مال کی برآمد بہ نسبت درآمد کے زیادہ ہوتا کہ قوم کے یہاں کثیر مقدار میں مال ذرورہ سکے اور

اصلاحات
وال پول

اصلاحات پیش

اپنی ضروریات کے پورا کرنے میں وہ دوسری اقوام دنیا کی نمونہ بنے۔ اٹھارھویں صدی کے اختتام پر پیٹ جو آدم اسمتھ (Adam Smith) کا تخیل و عقیدہ تھا تجارت آزاد کی حمایت میں محصولات درآمد و برآمد کے قیود کو توڑنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا جس کے سبب سے اکثر محصولات کر و گری منسوخ ہو کر باقی اس قسم کے محصولوں کی شرح میں کمی کر لی گئی اور ایک ایک شے پر متعدد محصولوں کے بجائے ایک ہی محصول مقرر ہوا۔ جنگ فرانس کے سبب سے ان اصلاحات کی تکمیل نہ ہو سکی بلکہ تمام اقتصادی اصلاحات کا قبل از وقت خاتمہ ہو گیا اور موجودہ محصولات کی شرح میں اضافہ اور قدیم و متروک محصولات کو دوبارہ جاری کرنا پڑا۔ لیکن ۱۷۹۳ء میں ہسکنسن (Huskinson) انجلیس تجارت اور رابنسن (Robinson) وزیر خزانہ نے وال پول اور پیٹ کے نامی تمام کام کو مکمل کرنے کی جانب توجہ کی۔ ان دونوں سے جہاں تک ممکن ہوا انھوں نے اشیائے خام سے محصول اٹھا دیا لیکن ان کے کام میں بھی کچھ پیچیدگی اس لیے کہ اکثر مصنوعات میں جیسا کہ ریشمی پارچہ بانی ہے ایک شعبہ تجارت کا خام مال دوسرے شعبہ تجارت کے لیے پختہ سمجھا جاتا ہے۔

ہسکنسن اور رابنسن کے ذریعے سے اصلاح جاری ہوئی

۱۸۰۲ء میں جبکہ حکومت کا دیوالیہ نکل چکا تھا اور تجارت نہایت پست اور خراب حالت میں تھی پیل (Peel) وزیر اعظم بنایا گیا۔ اناج کی فصل کی خرابی اور مصارف سلطنت کی زیادتی اور کر و گری کے محصول میں دفعہ کمی ہو جانے سے یہ حالت پیدا ہو گئی تھی پیل نے ایک موقتی تدبیر سے کام لیا اور حکومت کی مال ضرورت اس سے ایک حد تک پوری ہو گئی۔ اس نے اناج کے محصول کی اس طرح شرح گھٹا کر مقرر کی کہ اناج کی قیمت کے کم ہونے پر یعنی ایک کو اڑھارہ سو روپے کی قیمت پر اناج کی قیمت پچاس شلنگ سے کم ہونے کے بعد بھی ایک کو اڑھارہ سو روپے کی قیمت پر اناج سے تیس شلنگ سے زیادہ محصول نہیں لیا جاتا تھا۔ اس تدبیر کی بدولت قیمت کے غریب کو کثرت پیداوار غلہ سے مستفید ہونے کا موقع ہاتھ آیا۔ اس کے بعد اس نے کر و گری کی جانب توجہ کی۔ بارہ سو اشیائے تجارت سے محصول لیا جاتا تھا اور بعضوں کا محصول نہایت سنگین

پیل کے اصلاحات کر و گری

تھا۔ کاغذ سے دوسو فی صدی اور چائے سے سو فی صدی کر ڈگری وصول کی جاتی تھی۔ پیل نے چار سو تیس تجارتی اشیاء محصول سے معاف کر دیے اور تین سو بیس چیزوں کے محصول کی شرح میں بیس فی صدی سے زیادہ کمی کر دی۔ ۱۸۵۷ء میں چار سو پچاس سے زیادہ تجارتی چیزیں محصول سے خارج کی گئیں اور اُس کے دوسرے سال جب آئر لینڈ میں خرابی فصل کے سبب سے آٹو کا تحوط پڑا تو پیل نے مالک غیر کے اناج کی درآمد کے لیے بند رگاہ کھول دیے یعنی اناج غیر ادائی محصول سے معاف کر دیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کی تجارت سنبھل گئی اور مزدور پیشہ لوگوں کی صرفہ بحالی میں ترقی ہوئی حتیٰ کہ مسکات تجارتی کمی قیمت جس میں گیارہ فی صدی کا بڑھ آیا تھا ایک سو پچاس پر پہنچ کر اصلی قیمت کے مساوی ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی کل محصولات برآمد کی تفتیش عمل میں آئی اور گڈ اسٹیشن نے محصولات درآمد کی اصلاح جاری رکھی اور جب شرح مقرر کی نظر ثانی کی گئی تو ثابت ہوا کہ مالیات (ٹیکس) میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ ہر چند کر ڈگری کے مسئلہ پر کئی بار نظر ثانی کی گئی جس کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ محاصل میں بانوسے لاکھ پچاس ہزار پونڈ کی کمی واقع ہوئی تاہم ۱۸۵۷ء میں بمقابلہ ۱۸۳۵ء کے صرف بندر گاہوں کے محصول میں تین لاکھ پونڈ کا اضافہ ہوا اور محاصل ملک میں سالانہ ایک بلین پونڈ کی ترقی ہو رہی ہے جن اشیاء درآمد سے برطانوی بندر گاہوں میں محصول لیا جاتا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔ انگوری شراب دوسری سبب قسم کی شرابیں، چائے، قہوہ، کوکو، تباکو، میوہ خشک، انگریزی کتب جن کا حق تصنیف رجسٹری ہو گیا ہو اور آلات موسیقی۔

محصولات جنگی، اجازت نامجات و کاغذ مختوم

ابتداءً جنگی (Excise) اُن اشیاء پر لگایا جاتا تھا جو انڈیا میں بنی اور پیدا ہوتی تھیں اور ان کا استعمال بھی اسی ملک میں ہوتا تھا۔ سب سے پہلے ۱۸۳۲ء میں پم (Psm) نے ملک ہائینڈ کی تقبیر میں اس محصول کا انڈیا میں نافذ کیا مگر قوم نے اسے ناپسند کیا اور ناراضی اس قدر بڑھ گئی کہ ۱۸۴۹ء میں

ضروریات زندگی کو اس سے معاف کرنا پڑا حکومت نے بظاہر جنگی کے لینے میں اس طرح کی توکی لیکن دوسری اشیاء کے درآمد جیسا کہ پیشمی پارچہ اور فیتہ اور دوسرے عیش و تفریح کی چیزوں پر جن سے پہلے سے کروڑ گیری لی جاتی تھی اس محصول کو عائد کر دیا۔ چونکہ یہ بہت نفع رساں محصول تھا اس لیے عود شاہی کے بعد بھی اس کا ترک کرنا مناسب نہ معلوم ہوا بلکہ پارلیمنٹ نے بعوضہ محصولات جاگیری جو بادشاہ نے پارلیمنٹ کے حوالہ کر دیئے تھے یہ محصول بادشاہ کو عطا کیا اور اس کا شمار تاج کی موروثی آمدنی میں ہونے لگا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اسی شے پر جس سے کہ یہ موروثی جنگی وصول کی جاتی عارضی کروڑ گیری بھی لی جاتی تھی اور جس قدر مصارف سلطنت میں زیادہ فی ہوتی جنگی لینے جانے کے قابل اشیاء کی فہرست میں اضافہ ہوتا تھا۔ وال پول چاہتا تھا کہ انگوری شراب اور تباکو کے محصول درآمد کو محصول جنگی میں ڈال دے وہ اس طرح کہ جب یہ سامان ساحل پر اترے تو اس کو سرکاری کوٹھنوں میں بٹھکر اُن سے کسی قدر محصول لیا جائے اور جب مال اندرون ملک صرف ہونے کی غرض سے گوداموں سے ان کے مالک لے لیں تو اُن پر محصول درآمد نہ لگایا جائے۔ اس تدبیر و تحریک سے محصول کی نوعیت نہیں بدل سکتی تھی صرف اس کے وصول کرنے کے طریقے میں تبدیلی کی رائے دی گئی تھی اور محصول کی دوسری قسط وصول کرنے کے لیے افسران جنگی ذمہ دار تھے۔ اس طریقے سے ان نوآبادیوں کو فائدہ پہنچانا منظور تھا جو تباکو کاشت کرتی تھیں اور انگلستان کو اس لیے تباکو درآمد نہ کیا جاتا تھا کہ وہاں سے اُس کی درآمد یورپ کے خریداروں تک ہو سکے لیکن وال پول کی اس تحریک کو لفظ اکسائز (Excise) جنگی سے سخت صدمہ پہنچا۔ اٹھارہویں صدی کے اختتام پر تقریباً ستائیس اشیاء قابل جنگی قرار دیئے گئے تھے۔ ۱۷۲۵ء اور ۱۷۵۳ء کے درمیان تک چھ ماہی بستی صابون اور دوسرے ضروریات زندگی اس سے مستثنی ہو کر اب یہ محصول صرف اشیاء منشی پر رہ گیا ہے۔

بعض قسم کی تجارتوں اور پیشے اور اشیاء تعیش کے لیے حکومت سے

اجازت یعنی ضرورت تھی۔ لفظ چنگی کا اطلاق ان اجازت ناموں پر بھی ہوتا تھا۔ جس طرح کاغذ مختوم اصل میں محصول بلا واسطہ ہے اسی طرح یہ اجازت نامے اس محصول کی ایک صنف ہیں۔ سلاطین ٹیوٹر اور اسٹورٹ کے اسناد سے جن کے ذریعے سے منفرد تجارتی جماعتوں (کمپنیوں) کو مخصوص تجارتی اجارے عطا ہوتے تھے ان اجازت ناموں کی ابتدا ہوتی ہے بعض کمپنیوں کا دائرہ اجارہ خاص مقامات کے لیے محدود ہوتا اور بعض کا مخصوص اشیائے تجارت کے لیے پورے ملک پر حاوی ہوتا تھا۔ عود شاہی کے بعد اجازت ناموں کی مدت سالانہ قرار پا گئی اور ان کے ذریعے سے ان اشیائے تجارتی جائز قرار پاجاتی تھی جن کو قانون نے ممنوع قرار دے رکھا تھا مثلاً بذریعہ نیلام اشیاء کا فروخت کرنا یا باز، بہری، شکرے اور عقیات منفی کا بیچنا۔ بعض پیشے ایسے ہیں کہ سالانہ صداقت نامہ حاصل کیے بغیر جاری نہیں رہ سکتے۔ پٹ نے اجازت نامجات قیثات جیسا کہ ملازمین نوکروں اور دامرا کے خاندانی ازرہ بکتر کی علامتوں اور نقوش کے لیے ایک علیحدہ مقدمہ کر کے ان کا نام

۱۱ محصولات شخصہ پر رکھا تھا محصول ادا کرنے والے کے نوکر چاکر عملہ اور حیثیت زندگی کے مصارف سال گزشتہ کا اندازہ ہو کر اس پر محصول مقرر ہوتا تھا۔ لیکن تشخیص محصول کا یہ طریقہ مذموم اور قابل اعتراض تھا اس لیے کہ اس میں محصول ادا کرنے والوں کی ذرا بچ آمدنی کی کمی کا لحاظ نہیں کیا جاتا بلکہ ان کی مالی حالت خراب بھی ہو جائے تو محصول شخصہ وصول کیا جاتا تھا۔ اس میں گلیڈ اسٹون نے محصولات شخصہ کی تنبیہ کی۔ قاعدہ مروجہ یہ ہے کہ ہر ایک صاحب خانہ کو اپنے نوکر چاکر اور عملہ موجودہ کی نسبت ہر سال ماہ جنوری میں اجازت نامہ حاصل کرنا ہوتا ہے اور اگر دوران سال میں اس کے غلے وغیرہ میں اضافہ ہو تو اس کو اس اضافے کے لحاظ سے مزید اجازت نامہ لینا پڑتا ہے۔

محصولات شخصہ

محصولات

کاغذ مختوم

جس طرح محصول چنگی ملک ہالینڈ (ولندیزیہ) کی تقلید کا نتیجہ ہے اسی طرح (محصولات) کاغذ مختوم بھی وہاں کی نقل ہیں۔ یہ محصولات شکل کاغذ مختوم بعض معاملات قانونی اور وراثت کی کارروائیوں میں (درغایا سے) وصول کیے

جاتے ہیں۔ سب سے پہلے ۱۶۹۲ء میں قانون کاغذ مختوم کا اجراء ہوا۔ اس زمانے سے وصیت نامہ سیاہیہ عقد اور بعض دستاویزات کی نقول کے لئے سرکاری کاغذ مختوم لازم گردانا گیا ہے۔ ابتداً کاغذ مختوم کی قیمت دستاویز کے طول پر منحصر ہوتی تھی لیکن اُس کے بعد سے معاملہ زیر کارروائی کی مالیت کے لحاظ سے مختوم لیا جاتا ہے۔ ۱۸۴۷ء سے رقی معاملات کی رسالہ پر بلحاظ رقم مندرجہ رسید ٹکٹ لگانا پڑتا تھا لیکن ۱۸۵۳ء میں گلیڈ اسٹن نے اس محصول کو عام کر کے ایک پینی کا ٹکٹ مقرر کیا اور ۱۸۵۷ء سے ایک پینی والی ٹکٹ ٹیپ اسی غرض کیلئے مقرر ہوئی ہے اب رقم مندرجہ رسید کا لحاظ نہیں کیا جاتا تاہم بذریعہ وصیت کیلئے سب سے پہلے لارڈ نارٹھ نے ۱۸۷۷ء میں کاغذ مختوم کو لازم قرار دیا اور ۱۸۹۶ء سے اس کی ادائیگی ذمہ داری وحی پر ڈالی گئی ہے گلیڈ اسٹن نے ۱۸۸۳ء میں جائداد غیر منقولہ پر محصول وراثت لگایا۔ اس کے سوا اس قسم کی جائداد کے وارث کو بعض اور محصولات ادا کرنا ہوتا تھا لیکن ۱۸۹۲ء میں سرولیم ہارکورت نے ان سب محصولوں کو جو لار سوم فونی کے نام سے مشہور تھے اکٹھا کر کے ان کا نام رسوم علاقہ قرار دیا۔ اس میں وہ کل رسوم شامل ہیں جو وقت وراثت جائداد و منقولہ وغیرہ منقولہ وارث متوفی سے بحساب فی صدی وصول کیے جاتے ہیں۔ یہ رسوم یا ترکہ پانے والے کی قرابت موصلی کے لحاظ سے وراثت اور بہہ بذریعہ وصیت کے رسوم کی فی صدی مقدار میں تبدیل ہوتی رہتی ہے۔

داخل ملک کی ایک کثیر مقدار جس کا محکمہ ڈاک کی آمدنی اور محاصل زمینات شاہی مستقل ہے۔ بعض محصولات مثلاً محصول زمین ہر ڈگری، جنگلی، اجازت نامیات اور رسوم کاغذ مختوم کی منظوری ہر سال نہیں دیجاتی ہے بلکہ اگر ان کی شرح میں کوئی تبدیل کرنی ہوتی ہے تو اس وقت اس قسم کا مسئلہ بیت العوام میں پیش کیا جاتا ہے۔ ان محصولات کی شرح میں اضافہ یا کسی جدید محصول کی منظوری صرف اس وقت دیجاتی ہے جبکہ ثابت ہو جاتا ہے کہ سال نو کا محاصل موازنہ شدہ اخراجات کے لئے کافی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح بعض اخراجات ملک جیسا کہ ذمہ قومی کا سودا اور مامور نظام عدالت

مستقل ہیں یہ مستقل مداخل سے سالانہ ادا ہوتے رہتے ہیں ان کی منظوری بھی سالانہ نہیں دی جاتی اور ان کی نسبت بھی پارلیمنٹ میں اسی وقت بحث ہوتی ہے جبکہ ان میں کسی تبدیلی کی نسبت تحریک پیش ہوتی ہے پُر

ہر ایک محصول اپنی انفرادی حالت میں زیادہ نہیں معلوم ہوتا لیکن جب محصول ہوا کرے والا ان کی مجموعی مقدار پر غور کرتا ہے تو اس وقت ان کا بار محسوس ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کی سالانہ آمدنی ہزار پونڈ ہے جس کے مختلف ذرائع ہیں۔ فرض کرو کہ اس آمدنی میں منافع تجارت پانچ سو پونڈ اور جائیداد وغیرہ منقولہ سے دو سو پونڈ اور اس رقم سے جو اسٹاک و حصص میں لگائی گئی تین سو پونڈ وصول ہوتے ہیں۔ اس آمدنی کا شخص (مثلاً عین) اپنی محنت سے کمائی ہوئی پونجی پر بحساب و پیش فی پونڈ محصول ادا کرتا ہے اور اس کی باقی آمدنی پر ایک شلنگ دوپنس کی شرح سے محصول لیا جاتا ہے۔ اس کے سوائے اگر حکومت کو شرائط میں ضرورت ہوتی ہو تو

اس کو جدید محصولات زمین بحساب ایک شلنگ فی پونڈ اپنی جائیداد کی سالانہ تحصیل پر ادا کرنا پڑا ہوگا۔ اور اگر وہ اپنے مکان کا کرایہ انٹی پونڈ سالانہ ادا کرتا ہو تو اس کو محصول مکان کرایے کے تین پونڈ ادا کرنا ہوتے ہیں۔ ہر ایک ملازم و ذکور کے لئے اس کو ہر سال ایک اجازت نامہ لینا ہوتا ہے جس کے مصارف چند شلنگ ہوتے ہیں۔ ایک کتاب رکھنے کے لئے اس کو سات شلنگ چھپیں اجازت نامہ پر یہ فکرسا پڑتے ہیں۔ اگر کوئی شخص بدعتی رکھے تو اس شلنگ اور اگر کوئی زرہ بکتر کے تنے و ملاستیں استعمال کرنا چاہے تو ایک گنی ادا کرنا پڑتا ہے اور اگر ان علامتوں کو وہ اپنی گاڑی پر نقش کرے تو اس کو دو گنی ادا کرنا ہوتا ہے۔ اسی شخص کو اپنی گاڑی کے لئے گھوڑے اور پیہیوں کی تہہ ادا کے مناسبت سے محصول اجازت نامہ ادا کرنا لازم ہے۔ موٹر کار کا شرح محصول اس سے زیادہ ہے اور ہر ایک موٹر پر محصول بیاض قوت اسپر لگایا جاتا ہے۔ اس طرح وہ شخص جس کی سالانہ آمدنی ایک ہزار پونڈ ہے اور جو اپنے مکان کا انٹی پونڈ کرایہ ادا کرتا ہے اور جو اپنے مصارف میں

گھایت شعاری مد نظر رکھ کر صرف ایک مرد ملازم رکھتا ہے اور اس کے ہاں ایک گتہ اور ایک بندوقی ہو اور اس کی سواری کے لئے ایک بگی مزین بہ علامات زرہ بکتر خامدانی ہو تو خزانہ سرکار میں ساٹھ اور ستر پونڈ کے درمیان رقم داخل کرتا ہے۔

ان اجازت ناموں اور محصولات بلا واسطہ کے علاوہ اس شخص کو اپنے محصولات بالواسطہ کا بھی اندازہ کرنا ہوتا ہے۔ اس شخص کے جانب سے ایک پونڈ (وزن) چرٹ پیسے میں سات شلنگ اور ایک پونڈ سگریٹ کشی کے لئے پانچ شلنگ آٹھ پینس کیسے قومی (داخل ملک) میں شریک کیئے جاتے ہیں اور نیکد و شراب انگوری اور دوسری شرابوں سے نہایت سنگین محصول لیا جاتا ہے اور اس زمانے کی فری آزا د غذا اشیائے ماکولات میں شکر، راب، انگور خشک (منقش مشمش وغیرہ) سے نہایت سنگین محصول وصول کیا جاتا ہے۔ یہی حالت انجیر خشک، بادام اور تمام خشک اور شیرے میں محفوظ پھلوں اور غیر ملک کی مٹھائیوں اور مربوں کے محصول کی ہے۔ کوکو اور قہوے کی درآمد پر دپنس فی پونڈ (وزن) اور چار پر پانچ پینس فی پونڈ (وزن) محصول لیا جاتا ہے۔ اسی شخص کو اگر وہ صاحب حرفت ہے تو اپنے پیشے کے لئے رقم ادا کر کے اجازت نامہ لینا ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس کے اکثر تجارتی معاملات سے یا کل کاروبار تجارت سے محصول لیا جاتا ہے اس لئے کہ اگر ان کو کاغذ مختوم پر نہ لکھا جائے تو کل کارروائی خلاف قانون ہو جاتی ہے۔ ان محصولات بلا واسطہ و بالواسطہ کے سوائے ہمارے تخمینے میں محصولات مقامی کا بھی شمار ہونا لازم ہے اور ان کی شرح بھی نہایت سنگین ہے مالک جائیداد غیر منقولہ کو آؤن کے سوائے اپنی زر لگان اور رقم کرائے کے دسویں حصے کے مساوی رقم ادا مفلسین وغیرہ کے لئے ادا کرنی ہوتی ہے۔ اس طرح رعایا پر اجرائے محصولات کا نہایت سنگین بار ڈالا گیا ہے۔

طریقہ وصول مدخل ملک

ابتداءً مدخل شاہی بذریعہ شیرف وصول کیے جاتے تھے مگر جن گاؤں اور مظہروں
سیرنوں کو خاص اعزاز بخشا گیا تھا وہ راست خزانہ شاہی میں اپنے اپنے حصے کے رسوم
اور محصولات داخل کرتے تھے اور ان سے شیرف ان رسوم کو وصول نہیں کر سکتا تھا۔
سالہ کے بعد سے جبکہ دریافت شیرف کا مہیش جاری ہوا اس عہد سے کی
وقت و شہرت پرزدال گیا شیرف کے فرائض فوجی عدالتی اور مالی کو جدید عہدہ دار انجام
دینے لگے اور جب اجراء محصولات قومی کا طریقہ نکل آیا تو جدید محصولات کے وصول کرنے
کے لئے جدید عہدہ داروں کا تقرر عمل میں آیا۔ ابتدا میں اس کام کے لئے
سبازین (Knights) کا انتخاب ہوتا تھا لیکن بعد محصول وصول کرنے والوں
کا انتخاب مقامی ارکان پارلیمنٹ کے تفویض کیا گیا اور ملکہ میری کی حکومت
کے بعد سے ان کو اضلاع کے لارڈ لیفٹیننٹ (Lords Lieutenant) منتخب
کرنے لگے ایڈورڈ اول کے زمانے سے محصولات کروڑ گیری
بذریعہ ملازمان کروڑ گیری (Customs) وصول ہونے لگے۔ فی زمانہ
مدخل ملک چار ٹیکسوں کے وساطت سے وصول ہوتے ہیں۔ نظامت کروڑ گیری
نظامت لگژری اندرون ملک نظامت چینہ و صحرا اور نظامت ڈاک خانجات
جو روپیہ ملنے والوں کے ذریعے سے وصول ہوتا ہے وہ بینک انگلستان اور
بینک آئر لینڈ میں خزانہ شاہی کے حساب میں جمع کر دیا جاتا ہے و

قرضہ جات سرکاری و قرضہ قومی

بے زرباد شاہ کے واسطے چند غیر مستقل اور بے قاعدہ ذرائع آمدنی کا
پیدا کر لینا ہر وقت ممکن تھا۔ بادشاہ کے سب سے قدیم قرضہ داروں میں
یہودی شہاز کیے جاتے تھے۔ قرض کے نام سے اور چوری کے ذریعے
سے جس طرح چاہتا وہ ان سے روپیہ لیا کرتا اور یہ اس کو بے چون چر روپیہ
دیا کرتے تھے۔ یہودی روپیہ دینے کے لئے اس واسطے مجبور تھے کہ بادشاہ

کے لطف و کرم کے بغیر ان کی بسر نہ ہو سکتی تھی۔ بریکشن لکھتا ہے کہ کوئی شیعہ یہودی کی ملک نہیں ہو سکتی جو ملک و معاش وہ پیدا کرتا ہے وہ اپنے لیے نہیں بلکہ اس کو بادشاہ کے واسطے اکتساب کرتا ہے۔

از ۱۵۷۰ء وسطیٰ میں عیسائی اقوام کو مسئلہ رہا (سنگین شیعہ سود) سے خاص نفرت تھی اور اپنے عیسائیہ عیسائیوں پر سنگین شیعہ سود کا بار ڈال کر یہودی ان کی تباہی کا باعث ہوتے تھے اور جس طرح کہ عیسائی مفلس ہوتے جاتے یہودیوں کی شہرت اور متول میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ بالآخر عیسائیوں کی نفرت تبدیل

یہ عناد ہو گئی اور بادشاہ کے یہودیوں کی حمایت و سرپرستی کرنے کے باوجود جب کبھی موقع ملتا عیسائی اپنے لوگوں کا بخار لگا لگاتے تھے چنانچہ ۱۵۷۹ء میں

قوم کی برفسروختگی سے مجبور ہو کر ایڈورڈ اول نے یہودیوں کو انگلستان سے خارج ہی کر دیا تھا۔ ان لوگوں کو ادلیور کر امویل کے زمانے تک واپس آنا نصیب

نہ ہوا ان کے بعد محاکمہ گیمسٹس مبارڈی۔ فلاٹیس اور فلاٹڈرس کے تاجروں نے صرافان شاہی کے کام کو انجام دینا شروع کر دیا اور جب صنعت پارچہ انگریزی

کو ترقی ہوئی اور اس کے سبب سے تجارتی غیر کی حصول اُن کے لیے ملک میں آمد کم ہو گئی تو بادشاہ کی توجہ اپنے ملک کے ہمنوں فرقوں کی جانب ہوئی

۱۵۷۲ء میں بارکان ہوام نے شکایت کی کہ جو لوگ بادشاہ کی رقمی سرورتوں کو پورا کرتے ہیں وہ دراصل اپنے آپ کو تباہ کرتے ہیں اس لیے کہ ان

قرضہ جات اندرانے اور انعامات بلاجبر میں صرف نام کا فرق ہے

سب سے پہلے ایڈورڈ چہارم نے اندرانے وصول کیے۔ یہ بادشاہ اپنی رعایا کے ساتھ اس طرح آؤ بھگت سے پیش آتا اور ایسی چٹنی چٹنی باتوں

سے ان کی دجوبی کرتا کہ وہ نہایت فراخ دلی اور آزادی سے اس کو معقول مقدمات میں روپیہ دیا کرتے تھے۔ چرچہ سوم نے اندرانہ دینے کی ممانعت

کر دی تھی لیکن سلاخین ٹیوڈر کے زمانے میں کبھی کبھی لیا گیا ہے اور شاہان اسٹوڈٹ اندرانے برابر لیا کرتے تھے۔ ۱۵۷۶ء کے قرضہ چہری

کے بعد اندرانوں کو عرضی حقوق سے ممنوع قرار دیا۔ ہرچند ۱۵۷۶ء کے

تجارتی ملک غیر
صرافان شاہی
بن گئے تھے۔

اندرا نے۔
قرضہ چہری
اور انعامات
بلا جبر۔

قرضے اور دوسرے قرضہ جات اور اخراجات میں چنداں تفاوت نہ تھا لیکن اس کے دینے میں قوم نے بادشاہ کی مخالفت کی تھی اس لیے اس کی ایک ممتاز حیثیت ہو گئی تھی بناؤ علیہ پارلیمنٹ نے بذریعہ عرضی حقوق کل محصولات بلا رضامندی کو روکنا چاہا تھا۔ بالآخر شورش اعظم نے ان سب اخراجات بلا جبر اور قرضہ جات جبری کا خاتمہ کروا دیا۔ اصل میں یہ سب پارلیمنٹ کی بلا واسطہ اجرائے محصولات کے طریقے تھے۔

عود شاہی کے بعد چارلس دوم نے سابق حکومت جمہوری کی تدبیر پر عمل کر کے لندن کے زرگروں سے جو اس زمانے میں ساہوکاری بھی کرتے تھے، آئندہ محاصل ملک کی کفالت پر بڑی بڑی رقومیں قرض لینا شروع کروا دیں چارلس کا حکم خزانے کو پہنچا کہ زرگروں کے قرضوں کی ادائیگی کے تحت موقوف کروئی جائے۔ خزانے کا اس رقم کو بند کرنا ہی تھا کہ تاج کا اعتبار جاتا رہا۔ حکومت کے لیے جدید رقبہ ضرورتوں کو پورا کرنا اور قرض پر روپیہ نکلوانا نہایت دشوار ہو گیا مانٹینگو نے ۱۶۹۳ء میں جیکب ازروئے موازنہ آمدنی ملک سے اس کے اخراجات میں ایک ملین پونڈ کا اضافہ ہو گیا تھا قوم کے اعتبار پر روپیہ قرض نکلوا یا بیس سن کی تدبیر کے مطابق ۱۶۹۴ء میں حکومت کی جانب سے ایک قومی بینک کا آغاز ہوا اور اس بینک نے کل سہ کاری قرضے کو اپنے ذمے لے کر قرض خواہوں کو سود بحساب ۸ فی صدی ادا کیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی ہوشیاری یہ کی کہ اصل قرضہ کی ادائیگی کی نسبت اس نے کوئی وعدہ نہیں کیا۔ انگلستان کے قرضہ قومی کے راز سر بستہ کی بس اصل حقیقت یہ ہے کہ ۱۶۹۴ء میں قرضہ قومی کی مقدار نو سو ملین پونڈ تھی۔ اکثر اس میں کمی ہونے کے باوجود ۱۶۹۴ء میں بھی اس کی مقدار بہت زیادہ یعنی سات سو باسٹھ ملین پونڈ تھی۔ اس قرضہ کو بیکار کرنے کی بار بار اور متحدہ کوششیں کی گئی ہیں۔

اس کا سبب یہ ہے کہ موجودہ اور آئندہ کی نسلوں کو اپنے باپ دادا کے اسراف کا خمیازہ بہگتنا پڑتا ہے اور اس کے ادا کرنے میں موجودہ نسلوں کا نہایت ان فوائد کے جو اس قرضے کی بدولت ملک کو پہنچائے گئے تھے

زیادہ نقصان مال ہے۔ وال پول نے سترہ او میں لاسرہایہ مستغرق کی تدبیر پیش کی تھی لیکن جو رقم کہ اس غرض کے لیے محصل ملک سے محفوظ کی جاتی اس کو جدید ابواب خرچ میں صرف کیا جاتا تھا۔ پٹ نے ایک دوسری تجویز اختیار کی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ جو رقم قرضہ مذکورہ کے لیے علیحدہ کی جاتی ہے وہ اسی کی ادائی میں صرف کی جائے لیکن مصارف جدید اور اس قرضے کی ادائی کے لیے وہ زیادہ شرح سود پر نیا قرضہ لیکر اس پر اٹانے قرضے کو جس کے سود کی شرح کم تھی ادا کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے سترہ او میں ملک کے مصلحان مال نے اس مسئلے کو اپنے ذمے لیکر اس بات کو قوم کے ذہن نشین کیا کہ جو رقم مدخل ملک سے مصارف سلطنت کے بعد بچ رہے وہی سرمایہ مستغرق ہو سکتی ہے۔ اس کے سوائے اس قرضے کو گھٹانے کے اور بھی طریقے نکالے گئے ہیں مثلاً زر قرضہ (Stock) کو مدتی تمسکات زر سالانہ میں منتقل کیا جاتا ہے جس کے سبب سے مدت معینہ کے لیے زیادہ شرح پر سود ادا کیا جاتا ہے اور جب یہ مدت ختم ہو جاتی ہے تو اصل قرضہ ہی حکومت مسترد ہو جاتا ہے۔ شرح سود میں تخفیف ہونے سے بار ادائی قرضہ کم ہوا ہے۔

ابتداءً سود کی شرح آٹھ فی صدی تھی اس کے بعد ملکہ ایسن کی حکومت میں یہ کم ہو کر چھ فی صدی شرح قرار پائی۔ اسی طرح اس میں کمی ہو کر اب شرح سود ڈھائی فی صدی ہو گئی ہے۔ محاصل ملک میں توفیر اور شرح سود میں کمی ہونے کے باوجود مدخل ملک کا راج حصہ قرضہ قومی کے سود کی ادائی میں کھپ جاتا ہے تو

توفیر

محکمہ مال

بارھویں صدی تک ملک کا کل مالی انتظام محکمہ مال کے ہاتھ آ گیا تھا۔ محکمہ مال کے ابتدائی حالات پر تاریخی کے پروے پڑے ہوئے ہیں اور اس روایت کی کہ محکمہ مال کو نارمنڈی سے لا کر انگلستان میں رواج دیا گیا کوئی اصلیت نہیں ہے۔ دور سیکسن میں تمام سرکاری روپیہ خزانہ شاہی میں

محکمہ مال
کی ابتداء

داخل کیا جاتا تھا اور صندوق خزانہ خواہ گاہ شاہی میں زیر نگرانی خزانچی رکھا رہتا تھا۔ ہر چند شیرف کے حسابات کی بے ضابطہ اور ابتدائی زمانے کے طریقے سے نتیجہ ہوتی تھی، لیکن اس کی نسبت اس زمانے میں کسی معتبر تحریر سے ثابت کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس لیے کہ نتیجہ حسابات کے متعلق قدیم زمانے میں مسل نہیں بنا کرتی تھی۔ نامنوں کے دور حکومت میں ہر ایک قسم کا کام غیر منقسمہ مجلس شاہی سے لیا جاتا تھا۔ اس کے ارکان مختلف ملازمین شاہی ہوا کرتے اور جو عہدہ دار جس کام کی انجام دہی کے لیے مخصوص ہوتا وہ کام اس کے سپرد کیا جاتا تھا چنانچہ امور عدالتی صدر اعظم کے، امور فوجی قلعہ دار کے اور معاملات مالی خزانہ دار اور یہ تشریفات کے تفویض کیے جاتے تھے اور اگر کوئی معاملہ خاص طور پر طویل اور پیچیدہ ہوتا تو مجلس شاہی کا جلسہ خاص منعقد ہو کر اس کا تصفیہ کرتا تھا۔ اسی ایک بات کو مجلس شاہی کا مختلف اور مخصوص کمیٹیوں میں متفرق و شیع ہونے کا سبب سمجھنا چاہیے اگرچہ ابتدا میں یہ مختلف مجلسیں اور محکمے ایک ہی قسم کے عہدہ داروں پر مشتمل تھیں لیکن اصل میں یہ سب دفتر ایسی ایک گروہ کے جس کے ہاتھ میں ملک کی عمارت حکومت تھی مختلف کمرے تھے وہی ایک گروہ مختلف لباس میں اپنا جلوہ دکھاتا تھا۔ ان میں کا ہر ایک محکمہ ایک مجلس شاہی تھا اور محکمہ خزانہ جس نے ہنرمندیوں کے عہد میں زیر نگرانی صدر اعظم روبر رئیس سالنہ بری ایک مستقل دنیایاں شکل اختیار کی مجلس شاہی برائے امور مالی تھا۔ اس سقف روبر کے پوتے سسی رچرڈ فٹز نجل و Richard Fitz-Nogel نے جولندن کا سقف تھا اور جس نے سقف کی تصنیف اپنی کتاب تذکرہ محکمہ مال Dialogus De Scaccario میں نہایت شرح و بسط سے محکمہ مال کے حالات بیان کیے ہیں۔ ہر ایک سبب پہلو سے یہ کتاب نہایت مستند سمجھی جاتی ہے۔

ابتداء محکمہ مال دو حصوں میں منقسم تھا۔ اعلیٰ محکمہ مال یا صدفہ حسابات، اعلیٰ اور ادنیٰ محکمہ جات مال، ادنیٰ محکمہ مال یا صدفہ جمع روایت منسٹر میں جہاں کہ یہ دوسرا محکمہ واقع تھا

اس سے متصل ایک خزانہ بھی تھا۔ محکمہ مال کے اجلاس کے زمانے میں اس خزانے میں ہرکاری رقم اور اس کے مسئلہ متعلقہ رکھے جاتے تھے اور ختم اجلاس پر ان چیزوں کو وچسٹر منتقل کیا جاتا تھا۔ اعلیٰ محکمہ مال میں جس میز کے اطراف بیٹھ کر اس کے عہدہ دار کام کرتے تھے اس پر ایک سیاہ خانہ دار کپڑا بچھا رہتا تھا اور سفید دھاریوں سے اُس کے خانے بنائے گئے تھے۔ اس محکمے (The Exchequer) کی وجہ تسمیہ یہ خانہ دار کپڑا (The Chequered Cloth) ہے۔ اس کے سبب سے رقم کے شمار کرنے میں محاسب کو سہولت ہوتی تھی جس قدر پونڈ، شلنگ اور پینس محاسب کو وصول ہوتے جاتے وہ ان کو گنتے کے بجائے اس میز کے کپڑے کے خانوں پر بطور ہندسوں کے نرد رکھتا اور ایک ایک نرد اپنے اپنے خانے میں اکائی دہائی سیکڑہ وغیرہ کا کام دیا کرتی تھی جو

جس طرح مجلس شاہی کے مختلف اشکال میں وہی چند عہدہ داران عینہ قصور شاہی اور ان کا عملہ اور دوسرے ایسے لوگ جن کا مخصوص طریقے سے ان کاموں کے لیے تقرر ہوتا تھا کام چلایا کرتے تھے اسی طرح محکمہ مال میں بھی یہی لوگ کار گزار ہوتے تھے۔ ان کے مالی فرائض کے لحاظ سے یہ امرائے مال (The Barons of the Exchequer) کہلاتے

تھے جب تک صدر اعظم اور میر مجلس عدالت نصفت اس محکمے سے کنارہ کش نہیں ہوئے خزانہ دار اس کا میر مجلس نہیں بنے پایا لیکن یہی شخص اپنی ذات سے اعلیٰ اور ادنیٰ دونوں محکموں کے معاملات مالی کے نیئے ذمہ دار تھا۔ اور اس کی ذمہ داری و جواب وہی میں محکمہ مال کے دونوں منتشر ریاست بھی شریک تھے لاخزانہ دار کی عزت افزائی اور آبرو ریزی کے ساتھ ان دونوں کا وقار و ذلت وابستہ تھی۔ تمام سپاہ کی ماہوار اور شاہی باز بہی، شکرے اور شکاری کتوں کے رکھوالوں کی تنخواہیں تقسیم کرنے کا کام قلعہ دار اور سپہ سالار کے ذمے تھا، اس کے سوا کے محکمہ مال کے قید خانے کی نگرانی سپہ سالار کے تفویض تھی۔ اسقف وچسٹر اور مارٹر ٹامس بیرون

جوشا ہی منظم خیرات تھا ہنری دوم کے مخصوص نابوں کی حیثیت سے اس محکمے میں شریک ہوتے تھے لیکن ان کے بعد ان خدمتوں کا خاتمہ ہو گیا اور ان کے بجائے ایک نئے عہدہ دار وکیل بادشاہ (Remembrance) کا تقرر عمل میں آیا جس کا کام تھا اور اب بھی ہے کہ محکمہ مال میں بادشاہ کو ایصال ہونے والی رقم کی یاد دہی کر کے ان کو وصول کرے۔ اس کے مدتوں بعد چانسلر کاسرشتہ دار وزیر مال (Chancellor of the Exchequer) اور چانسلر کالشی نجران کا ریختہ حسابات (Comptroller of the Pipe) بن گئے۔ ادنیٰ محکمہ مال کے عہدہ داروں میں زیادہ تر خزانہ دار اور دونوں میر تشریفات کے دیکھا سمجھے جاتے تھے کیونکہ یہ لوگ اس محکمے میں اپنی ذات سے کام نہیں کرتے تھے منظم دفتر جو خزانہ دار کا نائب تھا اپنے حسابات کو ضبط تحریروں میں لایا کرتا مگر دو نائب جو دو میر تشریفات کے وکیل تھے ایک لکڑی پر چند علامتیں بنا کر حساب رکھتے تھے روپیہ شمار کرنے کے لیے چار شخص مقرر تھے سکے کے تولنے اور گلانے والے کا تعلق جو روپے کے گھرے اور اکھوٹے ہونے کا امتحان کرتے تھے دونوں محکموں سے تھا اور محکمہ مال کے سال میں دو اجلاس ہوتے تھے۔ عید حشر مسیح (Easter) کے زمانے میں شریف کے ہاں جس قدر زر تحصیل جمع ہوتا وہاں کیا جاتا اور اس کا بقایا مائی کل مس پر ادا کیا جاتا تھا ادائی زہ کی رسید نہیں دی جاتی بلکہ ایک لکڑی کے تختے پر نشان کر دیے جاتے تھے اور بیچ میں سے اس کے دو حصے ہو کر ایک شریف کے ہاں رہتا اور دوسرا محکمہ مال میں رکھا جاتا تھا جس قدر رقم وصول ہوتی اتنے ہی نشان کیے جاتے تھے گویا نشانوں کی تعداد سے رقم کا اندازہ کیا جاتا تھا۔ اعلیٰ محکمہ مال میں شریف کے حسابات کی تصدیق ہوتی تھی۔ محکمہ داخلہ میں جس قدر رقم شریف ادا کرتا اس کا حساب اس کے لکڑی کے تختے پر بذریعہ نشان درج کیا جاتا تھا اور جو روپیہ اس کے ذمے واجب الادا ہوتا اس کو زر تحصیل اضلاع کی مسل میں اتارا جاتا تھا اور اس کے پہلے رقم وصول طلب کو کتاب بند و بست اور خزانہ دار کی سہلوں میں

مت اجلاس
محکمہ مال

لکھا کرتے تھے۔ اس رقم سے وہ تمام روپیہ جو شریف بادشاہ کی جانب سے
 جہازت و ہجرت یا قلعہ جات و جاگیرات شاہی کے انتظام و قیام کے لیے یا دربار شاہی کے
 اخراجات طعام میں صرف کرتا وضع ہوتا تھا۔ جبکہ خانہ دار کپڑے اور نرد کے ذریعے
 سے کل رقم کا حساب ہو کر تحصیل مقررہ سے زیادہ روپیہ وصول ہوتا تو شریف
 کے نام پر فاضل اور اگر اس سے کم آمدنی ہوتی تو اس کے نام پر باقی نکالا جاتا تھا
 اور جب تحصیل معینہ کے مساوی رقم وصول ہوتی تو شریف بری الذمہ قرار دیا
 جاتا تھا۔ زمانہ مابعد میں بھی جبکہ شریف کا کام دوسرے غمہ داروں کے
 تفویض ہوا عموماً سرکاری رقوم محکمہ مال میں داخل ہوتی رہیں لیکن اس محکمہ کی
 بعض شکایتوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قاعدے کی کما حقہ
 پابندی نہیں کی جاتی تھی بلکہ تحصیل ملک کا کثیر حصہ بادشاہ کو راست وصول
 ہوتا تھا۔ جو رقوم محکمہ مال ادا کرتا ان کا اندراج صیغہ خرچ کے اسطو پر آہو میں
 کیا جاتا تھا اور ایصال رقم کی کارروائی کو مستند بنانے کے لیے حکمائہ شاہی
 مہر کلاں یا ہر خرد کا ثبت ہونا لازم تھا۔

محکمہ مال کی
 تنظیم ثانیہ
 (۱) سولہویں صدی

جن کل پرزوں کے ذریعے سے ملک میں انتظام مال قائم کیا گیا تھا
 ان میں سولہویں صدی تک کسی قسم کا تغیر نہیں ہوا۔ اس کے بعد محکمہ مال کی از سر نو
 تنظیم عمل میں آئی۔ چارہ شخص شمار کرنے کے لیے مقرر ہو کر رقم کو لیب اور
 دیا کرتے تھے۔ نتیجہ ساز صیغہ آمدنی کے پاس یہی لوگ ذمہ دار تھے۔ انتظام جدید
 کے پہلے ایصال رقوم کی منظوری منشی خزانہ دار دیا کرتا اور پوسٹ آہو پر رکھی ہوئی
 مسلوں کا محافظ رقوم باید گرفت و باید داد کا حساب رکھا کرتا تھا۔ بلکہ ایلیئر پیچہ
 نے نتیجہ کنندگان رقم امپریسٹ کا تقریر کیا۔ جن حسابات کی امرائے مال سابق میں
 نتیجہ کرتے تھے اب یہ لوگ ان کی جانچ پر تال کرتے گئے۔ دونوں میر تشریفات
 کی خدمت شخص اعزازی ہو گئی تھی۔ حساب کی لکڑیوں کے بننے اور رکھے
 جانے کی نسبت جن پر بذریعہ نشان حساب کنندہ ہوتا تھا یہ لوگ ذمہ دار تھے
 اور ملک ایلیئر پیچہ کے ختم حکومت تک خزانہ دار بھی محکمہ مال کے اکثر کار و بار سے
 دست کش ہو گیا تھا اور جب اس کو فرمان شاہی مشبتہ ہر خرد وصول ہوتا وہ ہر یوہ حکم نامہ

ایصال رقم کی منظوری دیا کرتا تھا۔ سترھویں صدی میں ایک اور طریقہ نکل آیا۔ قبل اس کے کہ حکمنامجات خزانہ شمار کر نیا لوں تک پہنچیں اور ایصال رقم کے لیے صندوق خزانے کا جس میں تحصیل ملک ابھی تک رکھی جاتی تھی کھولا جائے ان پر صیغہ آمد کے نتیجے ساز کی منظوری کا ہونا لازم قرار پایا گیا۔ اس طرح قدیم زمانے کے محکمہ مال کے دو صیغوں کی موقوفی ہو کر صرف ایک صیغہ یعنی ادائی محکمہ مال باقی رہا۔ اس میں اور خزانے میں نیز صیغہ آمد کے نتیجے کرنے والے میں اور رقم امپریٹ کے نتیجے سازوں میں بین فرق ہو گیا۔ ان نتیجے سازوں کے ذریعے سے محکمہ مذکور کے حسابات کا کام لیا جاتا تھا۔ اسکاٹ لینڈ کے ساتھ اتحاد پیدا کرنے کے زمانے میں لکڑی کی تختیوں پر نشان کے ذریعے سے حسابات کے درج ہونے کی نسبت نہایت توہین اور مضحکہ اڑنے پر بھی قدیم طریقہ حساب نویسی ۱۸۲۶ء تک جاری رہا۔

اٹھارھویں صدی کے نصف آخر تک محکمہ مال کے عہدہ داروں کا نامبوں کے ذریعے سے انجام پاتا تھا۔ مگر یہ اپنی بڑی بڑی تنخواہیں برابر لیا کرتے تھے مختلف محکموں کے صدر بخشی (ماہوار میں تقسیم کرنے والے) اپنے اپنے شعبے کی ماہواروں کی رقم اپنے ہاتھ میں رکھا کرتے اور ان کے خرچ کا حساب نہیں بتلایا کرتے تھے۔ لہذا ۱۸۵۷ء میں پانچ کسٹرنان نتیجے کا تقرر عمل میں آکر نتیجے کنندگان کی ماہوارات پیشگی کا کام ان کے سپرد ہوا اور اس کے ساتھ ہی عہدہ داران مال کی تنخواہوں کو محدود کرنے کی بھی کوشش کی گئی تو

۱۸۳۳ء میں جبکہ عدالت ایوان انجم کو کسی دوسرے کام کے لیے استعمال کرنے کی ضرورت پیش آئی تو اس میں کے ان لکڑی کے ٹکڑوں کو جن پر محکمہ مال کے حسابات کے نشان کیے جاتے تھے اور جن کے انبار لگے ہوئے تھے مکان کو گرم کرنے کے لیے وہاں کے آتش دانوں میں بجائے کوئلہ اور لکڑی جلا یا گیا۔ لیکن ان کو بڑی مقدار میں جلانے کے سبب سے دھواں نکلنے کی آہستہ نالیوں کو زیادہ زہر استہج گئی جس کے سبب سے عمارت کو آگ لگ گئی اور پارلیمنٹ کے قدیم مکانات بھی جو ایوان انجم کے قریب واقع تھے اس کے ساتھ جل کر دھیر ہو گئے۔ از سولہ

(۳) ۱۸۳۳ء

۱۸۳۳ء میں کل محکمے کا انتظام بدل دیا گیا۔ مفت باشندان مال کی تنسیخ عمل میں آئی۔ تنسیخ ساز جمع اور منتظم خراج کی موقوفی ہو کر ان کی جگہ صدر تنسیخ ساز مقرر کیا گیا۔ جو رقوم کہ اینٹک بخشی افواج اور خزانہ دار بحریہ اور توپ خانے کو ادا کی جاتی تھیں ان کا انگلستان اور آئرلینڈ کے بینک میں بحساب محکمہ جات مذکورہ جمع کیا جانا قرار پایا اور اصل میں ہی دو بینک محکمہ مال کے صیغہ آمدنی بن گئے۔ ۱۸۳۶ء میں ایک صدر بخشی کا تقصد ہو کر مختلف محکموں کے بخشوں اور خزانچوں کی موقوفی عمل میں آئی۔ متعدد محکموں کے اخراجات کے لئے داخل ملک کے سرمایہ مجتبعہ سے مخصوص رقوم منتقل ہو کر جو ۱۸۶۷ء کی تازہ تدبیر ہے صدر بخشی کے حساب میں جمع کیئے جاتے ہیں۔ ۱۸۶۶ء میں پانچ کسٹرنان تنسیخ اور صدر تنسیخ ساز کے عہدے صدر محاسب و صدر تنسیخ ساز کی خدمت میں ضم ہو گئے جو عہدہ دار غیر سیاسی ہے۔ (یعنی کیبنٹ و بیت العوام کے بدلنے سے اس کی ذات پر کوئی اثر نہیں پڑتا یہ اپنی خدمت پر اسی طرح بحال رہتا ہے)۔ اس کی ماہوار کار کا اسمایہ مجتبعہ، پر مستقل بار پڑتا ہے اور اس کی موقوفی کے لئے پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کا بادشاہ کی خدمت میں عرضی گزارنا لازم ہے۔ یہ شخص نہ صرف اس بات کا ذمہ دار ہے کہ رقوم قومی بلا منظور پارلیمنٹ کسی قومی کام میں خرچ نہ ہو بلکہ یہ اس بات کے لئے بھی جواب دہ ہے کہ جو رقم جس کام (اور جس محکمے) کے لئے منظور کی گئی ہو اس کام میں صرف کیجائے اس طرح وہ ایصال رقوم کی نگرانی اور حسابات کی تنسیخ کرتا ہے۔ انھی کاموں کو سابق میں امرائے مال انجام دیتے تھے۔ لیکن دونوں کے کاموں میں فرق تھا۔ امرائے مال اس کام کو منجانب بادشاہ بجالاتے تھے اور صدر محاسب و صدر تنسیخ ساز اب اس کو پارلیمنٹ کی جانب سے انجام دیتا ہے۔

صدر محاسب و
صدر تنسیخ ساز

بہفتم

بنائے پارلیمنٹ

مجلس عقلا اور مجلس عام

جس طرح انگریزی قبائل کی تاریخ قدیم ہے اسی طرح ان کی حکومت بذریعہ شوریٰ نہایت دیرینہ ہے۔ ان قبیلوں میں جن کا ذکر ٹیسی ٹس نے اپنی تاریخ جرمنی میں کیا ہے اہم معاملات کا تصفیہ احرار کی مجلس عام میں ہوتا تھا۔ ہر ایک قبیلے کا سردار اپنے قبیلے کے اولیٰ اولیٰ امور تک کا فیصلہ مقامی مجلس میں کرتا تھا اور کل سرداران قبائل آپس کے مشورے سے اس دوسری بڑی یعنی مجلس احرار میں پیش ہونے کے قابل معاملات کو ترتیب دیا کرتے تھے۔

نقل وطن کے بعد ان قبائل نے کن کن تنظیمات سیاسی کو باقی رکھا اور انگلستان کی سکونت سے جو تغیرات ان کے حالات زندگی میں پیش آئے ہونگے اور ان کے سبب سے انتظامات قدیمہ میں ان قبائل کو کس کس قسم کی تبدیلیاں کرنی پڑی ہونگی ان کی نسبت خامہ فرسائی کرنا قیاسات و تخیلات کا طو مار باندھنا ہے۔ فریمین صاحب کا دعویٰ ہے کہ سیکسن قوم کی مجلس عقلا اس مجلس عوام کی اصلی اور ابتدا رکھتی ہے۔ بلا واسطہ جانشین تھی جس کا ٹیسی ٹس نے ذکر کیا ہے اور کم سے کم از روئے قیاس ہر ایک آزاد آدمی کو اس میں حاضر رہنے اور اس کی کارروائیوں میں شریک ہونے کا حق حاصل تھا۔ ڈاکٹر اسٹمبر کا عقیدہ ہے کہ نقل وطن اور منصب بادشاہی کو ترقی و استحکام ہونے سے قبائل کے تنظیمات میں حکومت امر کا عنصر زیادہ قوی ہو گیا ہوگا۔ مجلس رؤسا ترقی پا کر مجلس عقلا بن گئی اور کل اہم امور بمعیت بادشاہ اسی میں تصفیہ پائے گئے۔ لیکن اس بات کا گمان غالب ہے کہ کل احرار کی مجلس یعنی مجلس عوام کی بھی کسی قدر قوت سیاسی باقی رہ گئی ہوگی اس کے ساتھ ہی

ڈاکٹر اسٹینر کو اس بات کا بھی اقبال ہے کہ اکثر چھوٹی ریاستوں میں مجلس عقلا کے علاوہ مجلس عوام یا مجلس احرار بھی ہوتی تھی لیکن جب کوئی چھوٹی ریاست کسی اپنی بڑی ہمسایہ ریاست سے مغلوب ہوتی تو اس کی مجلس عقلا ریاست غالب کی مجلس عقلا میں ضم ہو جاتی تھی اور مجلس عوام بحیثیت مجلس ضلع باقی رہ جاتی تھی اور اس میں امور مقامی کا تصفیہ ہوتا تھا۔

اس زمانے میں ریاستہائے متحدہ کی مجلس عقلا کی اصلی ترکیب کا دریافت کرنا امر وقت طلب ہے۔ بہر حال اس کے جلسوں میں کل ارکان شریک نہیں ہوتے تھے اور اس کے سب سے زیادہ اہم اور ضروری جلسے سال کے تین بڑے اعیاد البیسٹروٹ سن ٹائیڈ اور کرسٹمس کے زمانے میں منعقد ہوتے تھے۔ بعض بڑے موقعوں پر جیسا کہ اعلان و اشاعت قوانین اور انتخاب سلاطین کے وقت ان عقلا کی تقریروں کے سننے کے اشتیاق سے قرب وجوار کے رہنے والے بکثرت مجلس مذکور میں جمع ہوتے اور ہر چند یہ لوگ لغزائے خوشی بلند کر کے یا انکاری طور پر سر ہٹا کر اپنے جذبات رضامندی و ناراضی کا اظہار کرتے لیکن اس مجلس کی کارروائیوں میں کسی جائزہ طریقے سے شریک نہیں ہوتے تھے۔ ان نامعذب گنواروں کا مجلس عقلا میں شریک ہونا اس امر کی دلیل نہیں ہو سکتا کہ اس کے جلسوں میں جمہلہ عوام اور کل قوم کی قوم شریک ہوتی تھی۔ فرمیں صاحب کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ گیارھویں صدی تک کل مجلس عقلا گروہ امرا پر مشتمل ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر اسٹینر بھی اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ گو مجلس عقلا کا عنصر قدیم عہدہ داران ملک مثلاً آلڈ رین (صوبہ داران و نوابان) اساقف اور بعد ازاں روسائے دیر پر مشتمل تھا۔ لیکن جب نظام جاگیر کی کو استحکام ہوا اور اس کے اصول ترقی پا گئے تو اس کی ترکیب میں بادشاہ کے قبیضہ (ندیان جنگ آزما) کی تعداد بڑھ گئی۔ اس کے بعد سے جب بادشاہ کو اپنی تائید میں مجلس مذکور میں بکثرت پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی تو وہ اسکے ارکان میں اپنے وابستہ لوگوں کی تعداد بڑھا دیا کرتا تھا۔

جس طرح مجلس عقلا کی صحیح ترکیب بتلانی مشکل ہے اسی طرح اس کے

اسکے اختیارات

اختیارات کا بیان کرنا دشوار ہے فرمیں صاحب کا خیال ہے کہ قدیم سیکس مجلس عقلا کے اختیارات پارلیمنٹ عالیہ کے اختیارات سے کہیں زیادہ تھے اس لئے کہ بادشاہ کوئی کام مجلس عقلا کے مشورے کے بغیر نہیں کر سکتا تھا اور یہی مجلس اس کا انتخاب بھی کرتی اور اس کو معزول بھی کرتی تھی۔ اسقف اسٹینٹر کو اس مقولے سے قطعاً انکار ہے۔ وہ اس بات کو مانتے ہیں کہ کل معاملات قومی میں بادشاہ کو مشورہ دینے کا حق مجلس عقلا کو حاصل تھا لیکن (جیسا کہ وہ ثابت کرتے ہیں) جنری دوم کے عہد کے قبل اس بات کا تاریخ سے ثبوت نہیں ملتا کہ مجلس عقلا کے مباحثوں سے بادشاہ عاجز ہو جاتا یا اس کے مشورے کے بغیر وہ امور سلطنت انجام نہیں دے سکتا تھا۔ فرمیں صاحب بادشاہ کے مطلق العنان ہونے کو تسلیم کرتے ہیں اور ہماری رائے میں مجلس عقلا کے مشورہ دینے کے خیالی اختیارات کی نسبت عقلی گھوڑے دوڑانا اسی قدر نامناسب ہے جس قدر کہ اس کی خیالی ترکیب کی نسبت منصوبہ باندھنا مضر و بیکار ہے چونکہ اکثر امور کا تصفیہ مجلس عقلا میں ہوتا تھا اس لئے مورخین اس کے مشورہ دینے کے حق کی نسبت نہایت آسانی سے غلو کرتے ہیں مجلس عقلا کا سب سے زیادہ شاندار اور معرکہ آرا اختیار بادشاہ کا انتخاب کرنا تھا لیکن اس انتخاب کے معاملے میں بھی اس کا اختیار محدود تھا اس لئے کہ خاندان سٹورٹک سے کسی ایک رکن کو بادشاہی کے لئے منتخب کرنا ضرور تھا۔ علاوہ بریں چونکہ مجلس صرف اسی رکن خاندان کو شاہی کے لئے پسند کرتی جو سب سے زیادہ اُس منصب کے لئے اہل سمجھا جاتا تھا لہذا اُس نے خود اپنے اختیارات محدود کر لئے تھے مجلس عقلا کے اختیارات میں بادشاہ کی قوت و ضعف سیاسی کے ساتھ تنزل و ترقی ہوتی رہتی تھی۔

ہر چند مجلس عقلا کے مشورے اور رضامندی سے قوانین کی اشاعت عمل میں آتی تھی لیکن جو قوانین اس طرح وضع ہوتے وہ جدید احکام و ضوابط نہ ہوتے تھے بلکہ موجودہ رسم و رواج کا قانون کی شکل میں اعادہ کیا جاتا تھا۔ تمام عطایائے زمین سندی پر مجلس عقلا کی گواہی کا ثبوت ہونا لازم تھا۔ اگر ابتدا میں نہیں تو سیکس حکومت کے آخری حصے میں مجلس عقلا کا اس قسم کے

عطا یا پر تصدیق کرنا ضرور تھا۔ لیکن یہ لزوم مجلس عقلا کے اختیارات کی دلیل نہیں ہو سکتا اس لیے کہ عطا یا کو سوائے منظور کرنے کے وہ ان کے متعلق کسی قسم کا عذر ہی نہیں کر سکتی تھی۔ عہدہ داران قومی کا خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی مجلس عقلا میں انتخاب ہوتا تھا اور یہی مجلس ہر ایک ریاست میں عدالت العالیہ ہوتی تھی۔ اس کے مشورے اور رضامندی سے محصول جہاز اور محصول زمین لگائے جاتے تھے اور اسی میں اہم معاملات قومی پر بحث ہوتی تھی۔ اس کے متعلق شبہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے اس لیے اگر بادشاہ قوی و مقتدر رہتا تھا تو وہ ضرور ارکان مجلس عقلا سے مشورہ لیتا تھا۔ بہر حال اس مجلس سے مشورہ کرنے میں بادشاہ کا فائدہ تھا۔ مشورہ لینے کے سبب سے بادشاہ کو یا ان ارکان سے وعدہ لینا کہ وہ ان امور میں جن کی نسبت وہ بادشاہ کو مشورہ دیکچکے ہیں بادشاہ کی تائید کریں گے اور اگر بادشاہ اپنے مقاصد میں ناکام ہونا تو بدنامی کا داغ صرف بادشاہ کو نہیں لگایا جاتا بلکہ اس کا سبب مجلس عقلا بھی متصور ہوتی تھی۔ چونکہ ایٹہلریڈ دوم نادان تھا اور اس مجلس کے بلا مشورہ حکومت کرتا تھا اس لیے وہ اپنی مملکت کو ڈین کے حملوں سے محفوظ نہ رکھ سکا۔ اس کے برعکس الفرڈ اور ٹوٹ (Cnut) وغیرہ سلاطین ہر وقت اپنے ساتھ عقل مند لوگوں کو لگائے رکھتے تھے۔ اس پر بھی اس میں بھی شک نہیں ہے کہ مجلس عقلا کا کام صرف بادشاہ کے ارادے کی تائید کرنا تھا اور بادشاہ کو محض تحریک کرنے کا حق حاصل تھا۔

نارمن سلاطین کی کنسیلیم (Councilium) (کونسل - مجلس) اور اس کا ماخذ ترکیب اسی طرح معرض بحث میں پڑے ہوئے ہیں جس طرح مجلس عقلا کی ترکیب و اصلیت پر تاریخی چھائی ہوئی ہے۔ فریمین صاحب کے اعتقاد کے بموجب ولیم فاتح نے عقلا کی قدیم مجلسوں کو جاری رہنے دیا۔ ایسی مجلسوں کے منعقد ہوتے رہنے کے باوجود بعض اہم موقعوں پر جیسا کہ ۱۰۸۶ء میں بمقام سالزبری ایک نہایت وسیع مجمع ہو گیا تھا اور جس کے منعقد ہونے کے لیے بڑے بڑے میدانوں کی ضرورت تھی عوام کی بہت بڑی بڑی مجلسیں

ملک کی
مجلس عام

ہوتی تھیں۔ مملکت کی جس "مجلس عام" کی تعریف منشور اعظم میں کی گئی ہے، اس خیال کے مطابق وہ مجلس عام نہیں ہو سکتی اس لئے کہ اس میں بادشاہ کے معطلی لہم کے سوائے دوسرے افراد قوم کو رائے دینے کا حق نہیں تھا۔

ڈاکٹر اسٹینر مجلس عقلا کے دور کو طول دیکر فستج کے بعد بھی اس کو موجود مانتے ہیں اور اس طرح ایک مجلس جاگیہ کی دوسری مجلس سیکسن سے شیر و شکر کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ بادشاہ فستج کے بعد بھی عقلاے مملکت سے امور سلطنت میں مشورہ لیتا تھا لیکن قدیم شرط اہلیت یعنی تجربہ خدمت سرکاری کے ساتھ بادشاہ کے معطلی لہم ہونے کی شرط اضافہ کی گئی۔ اس لئے ڈاکٹر اسٹینر کا دعویٰ ہے کہ نارمن سلاطین اس دوسری شرط اہلیت کے سبب سے اپنے معطلی لہم میں فرق کرتے تھے اور اس وجہ سے صرف بڑے زمیندار ان کی مجلس عام میں طلب ہوتے تھے اور اس میں اس زمانے تک اساقفہ بھی بلحاظ عہدہ شریک ہوتے تھے۔ ڈاکٹر موصوف کی رائے میں ہنری دوم کے عہد کے پہلے اس مجلس میں وسعت نہیں ہوئی مگر ہنری مذکور کے دور میں صرف غیر معمولی موقعوں پر بادشاہ کے تمام معطلی لہم اس میں شریک ہو سکتے تھے لیکن اس کے بعد بھی ڈاکٹر مذکور اپنی حجت پر قائم ہیں کہ اس مجلس میں اساقفہ کی موجودگی سے فستج کے پہلے کی مجلس عقلا کی سی جھلک پائی جاتی ہے۔

فریمین صاحب اور ڈاکٹر اسٹینر کے پیش کردہ نظریات پر روڈ صاحب نے نہایت سخت اعتراضات کیے ہیں۔ ان کا قول ہے کہ (مجلس عقلا کے) تسلسل سے جس کے ثابت کرنے کی ان دونوں صاحبوں نے کوشش کی ہے لوگوں کو اسی قدر مغالطہ ہوتا ہے جس قدر کہ کسی حقیقی کلاویر سے راہ رو راستہ بھٹک جاتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ کتاب قدیم تاریخ سیکسن کے مصنف نے فستج کے بعد کے زمانے کی کونسل کے لئے لفظ وایٹن (The Witan - مجلس عقلا) استعمال کیا ہے لیکن اس کا مفہوم کوئی راز سر بستہ نہیں ہے۔ ہماری رائے میں سلطنت کی مجلس اعظم کے لئے مورخ مذکور کو کوئی دوسرا لفظ دستیاب نہیں ہوا اور یہ بھی ممکن ہے کہ عادت اور حب الوطنی کے سبب سے اس مجلس جدید

کے لئے اس نے مجلس قدیم (مجلس عقلا) کا نام استعمال کرنے کو ترجیح دی ہوگی معلوم ہوتا ہے کہ شاہ کا عظیم الشان مجمع ملک کے کل مالکان اراضی پر نہیں بلکہ صرف بادشاہ کے معطی اہم اور ان کے نایٹ پر مبنی تھا۔ اس جلسہ عام میں یہ لوگ اس لئے طلب کیے گئے تھے کہ بادشاہ کی وفاداری کا حلف ان سے لیں اور کل فوجی معطی اہم پر خواہ وہ کسی دوسرے امیر کے تحت اور اس سے وابستہ کیوں نہ ہوں بادشاہ کا حق نمک قائم ہو جائے اور جس وفاتشاری کے لئے وہ اپنے معطیان بلا واسطہ سے معاہدہ کرتے تھے اُس سے وفاداری بادشاہ کو مرجع سمجھیں ولیم اول کا اصل مقصد یہ تھا کہ کوئی شخص بادشاہ کے خلاف جنگ کرنے کے لئے اس جلسہ سے کام نہ لے کہ وہ اپنے امیر کے حکم سے مجبور تھا اور اس کو اپنے فرائض کی بجا آوری لازم تھی اس لئے اس نے جبکہ امیر نے بادشاہ کے خلاف علم بغاوت بند کیا تو بادشاہ سے معرکہ آرائی کی پُر

(۱) اسکی مجلس
جاگیری کی سی
حقیقت

ہر چند فستج نارمن کے پہلے سے انگلستان میں بعض بعض حالات زندگی میں نظام جاگیری کے اصول پر عمل ہو رہا تھا لیکن اس فتح نے ملک کے تمام معاشرتی اور سیاسی تعلقات کی بنیاد عطائے ارضی کو قرار دیدیا۔ سب سے بڑے جاگیردار اور زمین کے اصل مالک کی حیثیت سے بادشاہ اپنے بلا واسطہ معطی اہم سے مشورہ لیتے اور امور سلطنت میں ان کی شرکت کو دوسروں کے مشورے اور شرکت پر ترجیح دیتا تھا۔ علاوہ بریں اگر وہ ایسا نہ کرتا تو نظام جاگیری کے اصول کی خلاف ورزی ہوتی۔ روئڈ صاحب ثابت کرتے ہیں کہ اسباقفہ باوجود ان کے علم و فضل کے ضرور بادشاہ کے بلا واسطہ معطی اہم تھے اور نارمن مجلس کی شرکت کے بلا عطائے ارضی شدہ اہلیت سمجھی جاتی تھی نہ فقط علم و فضل کو

اس میں شک نہیں کہ بلا واسطہ عطیہ ارضی مجلس عام کی شرکت کے شرائط اہلیت سے ایک نہایت ضروری شرط تھی۔ اس کے برعکس سیکسن مجلس عقلا کی شرکت کے لئے سرکاری ملازمت کے تجربے کی خاص ضرورت تھی۔ روئڈ صاحب دلیل پیش کرتے ہیں کہ ان دونوں مجالس شوری کی شرکت کے شرائط اہلیت کے مختلف ہونے سے ہم آسانی اور یقین کے ساتھ یہ نتیجہ

لکھاتے ہیں کہ نارمن مجلس کا ماضی سیکسن مجلس نہیں ہو سکتی بلکہ یہ ایک تغیر تھا یعنی جدید مجلس تھی جس کا سبب نارمن فتح ٹھرائی جاسکتی ہے۔ مگر اس نتیجے پر پہنچنے کے بعد ہم اس بات کے بھی منکر نہیں ہو سکتے کہ نارمن مجلس نے سیکسن مجلس کے اکثر روایات قدیمہ کو بحال رکھا تھا۔

منشور اعظم کے اجرا کے قبل لا مملکت کی مجلس عام کی ترکیب سرکاری ہیل (۱) اسکی ترکیب کے ذریعے سے نہیں قائم ہوتی تھی۔ اس منشور کے مطابق یہ مجلس صدر اساتذہ اساتذہ رؤسائے رہبان نواب اور امرائے عظام اور کل بادشاہ کے بلا واسطہ معطی ہم پر شامل ہوتی تھی۔ امرائے عظام (Barones Majores) بذریعہ شہدات فرداً فرداً مجلس قومی میں طلب ہوتے تھے امرائے اولیٰ اور (۲) وہ تمام اشخاص جن کو سرکار سے راست اراضی عطا ہوئی ہیں، ایک حکمنامہ موسومہ شیرف ضلع کے ذریعے سے مجملاً طلب کیے جاتے تھے۔ مشترک اور منفرد طلب ناموں کے سبب سے ان امرائے مرتبے میں فرق ہونے لگا لیکن اصل میں اس سے بھی بہت پہلے سے ان دونوں گروہ کے درمیان امتیاز چلا آ رہا تھا چنانچہ بڑے درجے کے معطی ہم (نابین بادشاہ) اپنے فوجی معطی ہم کے لشکر کی آپ سرکاری کرتے اور ہر ایک امیر کی فوج اس کے زیر علم میدان جنگ میں آراستہ ہوتی تھی اور یہ لوگ اپنے فوسے کے محصولات اور رسوم راست خزانہ شاہی میں داخل کرتے تھے۔ کم درجے کے معطی ہم شیرف کے علم کے نیچے جمع ہوتے اور اپنے محصولات و رسوم اسی کی وساطت سے ادا کرتے تھے۔ جن اسباب کی بنا پر ابستہ میں ان دونوں گروہوں میں فرق کیا جاتا تھا ان مائے زیر تحریر میں ان کے متعلق صحیح طور پر تحقیق کرنا نہایت دشوار ہے۔ ممکن ہے کہ ان کی ابتدائی تاریخ میں بلاوجہ موجودہ ابستگان دولت (معطی ہم) میں اس طرح فرق کیا جاتا ہوگا۔ بہر حال اس کا اصل سبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کی جانب سے دو قسم کے شہدات روانہ ہوتے تھے جس کے سبب سے ان کے اعلیٰ اور ادنیٰ دو گروہ بن گئے تھے لہذا جن لوگوں کے نام مجلس عام کی شرکت کے لیے منفرد شہدات پہنچتے وہ امرائے عظام سمجھے جاتے تھے۔

اس بات کا کچھ لحاظ نہیں کیا جاتا تھا کہ صاحب شفق ایک اکیڑ زمین کا مالک ہے کہ ہزار ایکڑ کا

نارمن سلاطین کی اس مجلس اعظم کی ابتدا میں غالباً ایک مجلس جاگیرداران کی سی حیثیت ہوگی اور اس کی شوکت کے لئے کل بڑے معطلی اہم مخصوص ہونگے ان کے سوائے سلطنت کے کل عائدین بھی اس میں شریک ہوتے تھے۔ لیکن بادشاہ کے ادنیٰ درجے کے معطلی اہم نے مشورہ دینے کے اعزاز کو اپنے لئے نہایت موجب تکلیف پایا، ان کی غیر موجودگی میں انکے امور خانداری کے انتظام میں خلل واقع ہوتا اور مجلس شاہی کی شرکت کے لئے ان کو سفر کی کڑی منزلیں طے کرنی اور آفتیں جھیلنی پڑتی تھیں۔ علاوہ بریں ان کے مشورہ کا اثر بھی نہیں ہوتا تھا ان کی بات نقار خانے میں طوطی کی آواز تھی اس لئے ان لوگوں نے مجلس اعظم میں آنا موقوف کر دیا اور ان کی غیر حاضری پر ہی کو توجہ بھی نہیں ہوئی۔

۱۳۱۱ء اس کے اختیارات

مجلس عام کا انعقاد بادشاہ کی مرضی پر موقوف تھا لیکن کلیسا کے تین بڑی عیدوں کے زمانے میں جبکہ یہ مجلس ونچسٹر، گلاسٹر اور ویسٹمنسٹر میں منعقد ہوتی تھی خاندان نارمن کے پہلے دو بادشاہ تاج پہنکر اس کے عام جلسوں میں شریک ہوتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان موقعوں پر اس میں صرف عہد الہی کا م انجام پاتا تھا۔ چونکہ ہر ایک مجلس جس میں بادشاہ صدر نشین ہوتا تھا مجلس شاہی کہلاتی تھی اس لئے عائدین کی ان مجلسوں پر بھی اکثر مجلس شاہی کا اطلاق کیا جاتا تھا۔ مگر اصل میں مجلس شاہی وہی مختصر مجلس تھی جو ہر وقت (سفر و حضر میں) بادشاہ کے ساتھ رہتی اور اس کے ارکان ملازمان شاہی ہوتے تھے۔

جس طرح مجلس عقلا کے اختیارات اجراء محصولات و وضع قوانین کا انحصار بادشاہ کی مرضی پر تھا اسی طرح ان شعبہ جات میں مجلس عام کے اختیارات کے زیادہ اور کم ہونے کا باعث بادشاہ سمجھا جاتا تھا۔ اجراء محصولات قومی کی بالکل ابتدائی حالت تھی اور وضع قوانین کی توشاؤ و نادرہی نوبت آتی تھی۔

مجلس عام سے مشورہ لینے میں بادشاہ کو کبھی تکلیف نہ ہوتا تھا بادشاہ کی رائے سے اگر اختلاف ہوتا تو وہ کل مجلس کا اختلاف مشترک نہیں بلکہ چند مفرد ارکان کا اختلاف سمجھا جاتا تھا اور یہ اختلاف جاگیر پر طرہ نہ کہ دستوری اصول پر مبنی ہوتا تھا۔ اور جب فریقین کو اس اختلاف کے رفع کرنے کے لئے رو و قوج کی ضرورت ہوتی تو وہ دارالشوریٰ میں نہیں بلکہ میدان جنگ میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے تھے۔

تیرھویں صدی کے تجربات دستوری

ایک عرصے سے امرا کے عادات و اطوار میں تغیر پیدا ہو گیا تھا اور اسکی بدترتیب ترقی ہو رہی تھی یہاں تک کہ تیرھویں صدی کا آغاز ہوا اور اس کے ساتھ ہی یہ تغیر بھی انتہا کو پہنچ گیا۔ سولہویں صدی میں سر تاج انگلستان کے قبضے سے ملک نارمنڈی نکل گیا اور اس نقصان و قطع تعلق کے سبب سے امرا کو اس بات کا تصفیہ کرنا پڑا کہ وہ اپنا تعلق انگریزی علاقوں سے یا نارمن جانداروں سے رکھیں گے۔ بالآخر ان کو اپنے فرانسیسی علاقوں سے دست بردار ہونا پڑا جس کے سبب سے ان کو انگلستان کے ساتھ پوری ہمدردی ہو گئی اور وہ اب دونوں طرف شامل نہیں رہے جس کے پہلے وہ اپنے کو نصف نارمن اور نصف فرانسیسی سمجھتے تھے۔ اُس وقت سے ان کے اغراض کلیسا اور عوام کے اغراض کے ساتھ متحد ہو گئے اور اس لیے مجلس عام حکومت دستوری کی ایک رکن کہیں بن گئی۔ اسکے قبل اپنے ذاتی نفع کے لئے بادشاہ کے ایک پر امر ایک دوسرے کے گلے کاٹا کرتے تھے لیکن اب اس کے برعکس مظالم شاہی کے دفع کے واسطے آپس میں متفق ہونے لگے۔ منشور اعظم سے جو امر کی متفقہ کوششوں کا نتیجہ ہے اُس صدی کی دستوری ترقیوں کے لئے راستہ ڈر گیا۔ ہم اس سبب سے منشور اعظم کی مدح سرائی نہیں کرتے کہ اس میں قوم کی مختلف قسم کی آزادیوں کے مطالبات کیے گئے ہیں یا مجلس عام کے اختیارات میں اجر اسے محصولات کی منظوری دینے کا ادعا کیا گیا ہے،

مجلس عام
کی روز افزور
مستعدی

ہلکوارا کی ان باتوں کی زیادہ پروا نہیں ہے اس لیے کہ ان کے خیالات اپنے وقت کے بہت پیچھے اور اس سے پست تھے مگر ہم کو اس منشور کی نسبت ایک بات بہت پسند ہے اور جس قدر اس کی تعریف کی جائے کم ہے کل قوم کا ایک دل ہو کر بادشاہ کا مقابلہ کرنا، تمام منشور پڑھ جائے اس سے صرف یہی ایک امر مستنبط ہوتا ہے تو

جب ایک مرتبہ مجلس عام کو اپنی قوت کا احساس ہو گیا تو اس نے کار حکومت میں شریک ہونے کا اعلان شروع کر دیا۔ ملک کے تین جلیل القدر عہدہ داران انتظامی کے تقررات اور ان کی منظوری بہت اپنے حق کا پے در پے مطالبہ کیا ہے۔ ۱۷۹۳ء میں امرائے ہنری کو دھکی دی کہ اگر وہ اپنے مشیران غیر ملکی کو ملحدہ نہ کرے تو یہ لوگ مجلس عام کا جلسہ منعقد کر کے ایک نئے بادشاہ کا انتخاب کرینگے علاوہ بریں ان لوگوں نے بارہا بادشاہ کی رقی ضرورتوں کو پورا کرنے سے انکار کر دیا اور شرط لگائی کہ رفع شکایات کے بغیر کسی قسم کی اعانت (رقمی) منظور نہیں کی جاسکتی۔ مجلس نے اکثر تجاویز اصلاح بھی پیش کئے منجملہ ان کے ۱۷۵۸ء اور ۱۷۶۴ء کی صرف دو تجویزیں تھیں تو

رہبران دستوری کی حیثیت سے امرائیں بعض کمزوریاں تھیں۔ ان میں اہارے کی روح پھونکی گئی تھی وہ کل قوم کے مقابلے میں صرف اپنی قدح کی خیر مناتے تھے۔ بادشاہ بہت جلد ان کی اس کمزوری سے واقف ہو کر قوم کی طرف ملتفت ہو گیا اور ادنیٰ درجے کے معطلی بہم اور مجالس اضلاع کی تائید سے جو طاق نسیاں میں پڑے ہوئے تھے اپنا کام لگانا چاہا۔ جن امرائے مزاج میں خود غرضی کا مادہ کم تھا اور جو تدریج و فراست سے کام لیتے تھے انھوں نے بھی اسی گروہ سے جس کو ہنری نے اپنی امداد کے لیے طلب کیا تھا دادخواہی کی۔ اس طرح جب قوم کو ایک دفعہ سیاسیات ملک میں دخل دینے کا موقع مل گیا تو اس کو پھر ان سے محروم کرنا آسان نہ تھا اور ایڈورڈ اول کے ہاتھوں سین وی مانٹ فرڈ کی بنیاد ملی ہوئی تکمیل کو پہنچ گئی تو

مختلف مقامات سے وکلا اور نائبوں کو جمع کر کے ایک بڑی مجلس میں
 روانہ کرنے کے لئے کسی نئے عملے کی ضرورت نہ تھی۔ ایک حد تک ملک کی
 نیابت کا کام مجالس تعلقہ و ضلع سے لیا جاتا تھا۔ چنانچہ کتاب بند و بست کا مواد
 ہر ایک ضلع کی مجلس کے ارکان کے بیانات سے جمع کیا گیا تھا اور یہ لوگ
 اپنے اپنے ضلع کے کل تعلقات اور مواضع کی نیابت کرتے تھے۔ ہنری دوم
 مالی اور عدالتی امور کی نسبت مقامی جوریوں کی اطلاعات سے کام لیا کرتا تھا
 اور یہ لوگ کل قوم کے نائبوں کی حیثیت سے اپنے بیانات لکھواتے تھے۔
 رچرڈ اول کے وزیر اسے اس کی نسبت قانون بنایا کہ ان مقامی خیالات اور
 ریلوں کے ظاہر کرنے والوں کا انتخاب مجلس ضلع کیا کرے اور اس وقت سے شہر کو ان لوگوں
 کے مقرر و منتخب کرنے کی نسبت ممانعت کر دی گئی جہاں کی خواہش ہوئی کہ
 نائبان بلا واسطہ کی تائید کریں اس لئے ان وکلا کو راست مجلس مرکزی میں طلب
 کرنے کی کوشش کی اور ۱۲۳۵ء میں اضلاع کے نام حکم نافذ ہوا کہ ہر ایک ضلع
 چار سنجیدہ شخص امور سلطنت میں بادشاہ سے مشورہ کرنے کے لیے ہتھ
 آگسفرڈ روانہ کرے۔ مگر اس بات کا تحریری ثبوت نہیں ملتا کہ یہ مجلس منعقد
 بھی ہوئی تھی یا نہیں اور جس مجلس عام کا منشور اعظم میں ذکر ہے وہ ایک خاص
 جاگیر کی طرز کی مجلس تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۵۱ء کی نظیر لوگوں کے دلوں سے
 محو ہو گئی تھی اس لیے ۱۲۵۵ء میں ملکہ ایلینور (Eleanor) اور رچرڈ شہزادہ
 کارنوال کو جو ہنری سوم کے زمانہ قیام گیسکنی (Gascony) میں نائبان شاہ
 کی حیثیت سے حکومت کر رہے تھے ہر ایک ضلع سے دو نائب اور ہر پادری
 کے علاقہ سے دو نائب طلب کرنے کی ضرورت ہوئی کہ یہ لوگ ویسٹ منسٹر
 میں حاضر ہو کر اپنے انتخاب کرنے والوں (منیدیوں) کی مرضی کا اظہار کریں کہ
 وہ بادشاہ کو کس مقدار میں اعانت رقی دیے کو تیار ہیں تو
 جو طریقہ نیابت کہ بطور آزمائش ۱۲۵۵ء میں اختیار کیا گیا تھا
 ایک عرصے تک بظاہر اس کا فائدہ محسوس نہیں ہونے پایا۔ امراسنے
 جس اصلاح کی تجویز کی تھی اور جو دستور آگسفرڈ بابت ۱۲۵۸ء

کی شکل میں پیش کی گئی تھی استبعاد سے خالی نہ تھی اس لیے کہ اعلیٰ خیالات آزادی کے اظہار کے باوجود اس کی اصل غرض ان چند امر کی فائدہ رسانی تھی جن کے ہاتھ میں اس وقت زمام حکومت آگئی تھی۔ اس کے سوائے ان امر کا خیال تھا کہ جن جن آزادلوں اور حقوق کے خیالی منصوبے اس دستور میں باندھے گئے تھے ان کو اس وقت تک عملی جامہ نہ پہنایا جائے جب تک کہ انہیں کوئی اچھا موقع ہاتھ نہ آئے۔ یہ دستور جمید جس کو ان امر نے مرتب کیا تھا چند امور پر مشتمل تھا۔ اس کی مدد سے چوبیس ارکان کی ایک کمیٹی قرار پائی تھی کہ سلطنت کے کل جیل الفد عہدوں کا تقرر اور جیل شکایتوں کو رفع کرے۔ ایک دوسری کونسل جس کے پندرہ ارکان تھے اس لیے مقرر ہوئی تھی کہ وہ ہمیشہ بادشاہ کی خدمت میں رہے۔ بارہ ارکان کی ایک تیسری مجلس قرار دی گئی تھی جس کے انتخاب کا اختیار امر کو دیا گیا تھا اور اس کا نام پارلیمنٹ رکھا گیا تھا۔ اس کا کام تھا کہ سل میں عین مرتبہ منعقد ہو کہ پندرہ ارکان دانی مجلس سے قومی کاروبار کی نسبت مشورہ کرے۔ ایک اور کمیٹی کے ذمے چوبیس ارکان پر مشتمل تھی رقمی اعانتوں کی فراہمی اور اطلاع دہی کا کام تھا۔

لیکن یہ دستور نہایت بے اصول تھا اس میں نہ تو کمیٹیوں کے فرائض کی صراحت تھی اور نہ ارکان کی جائدادوں کے خالی ہونے پر ان کی ماموری کا طریقہ بتلایا گیا تھا۔ اس کی اصلی غایت صرف اس قدر تھی کہ ایک محدود دائرہ امر کے ہاتھ اختیارات شاہی آجائیں اور جب اس کو اقتدار حاصل ہو تو ان اصلاحات میں سے ایک کو بھی جن کے لیے اس قدر شور و شغف مچایا گیا تھا جاری نہ کیا جائے۔ مگر جب اضلاع کے نایٹ جو اہل انگلستان کے دھلا اور غائب سمجھے جاتے تھے پارلیمنٹ کی شرکت سے محروم ہو گئے تو انہوں نے بادشاہ ایڈورڈ کو عرضی دی کہ کمیٹی اصلاح کو اسکے کام کے نزدیک کرنے کے لیے مجبور کیا جائے۔ اسکے نتیجے میں دستور ویسٹ منسٹر بابت ۱۵۹۱ء کا اجرا ہوا اور اصلاحات میں اس پارلیمنٹ کی شرکت کے لیے جو بمقام سینٹ آئبر منعقد ہونے والی تھی دہرایا ٹرینٹ کے جنوبی حصے کے

ہر ایک ضلع سے تین نایٹ طلب کیے گئے تھے۔ ہنری نے جس کا تعلق اس وقت تک فرقہ امرا سے بالکل منقطع ہو گیا تھا حکم دیا کہ یہ نایٹ بجائے سینٹ آئینز راست بمقام ولز روانہ کیے جائیں۔ لیکن نفس الامر میں یہ لوگ ان دونوں میں سے کسی ایک جگہ بھی نہیں گئے۔

اس کے تین سال بعد جنگ لیوی اس (Lewes) کی بدولت امور قوی

کی سرداری کا سربراہ سیمن ڈی مانت فرڈ (Simon de montford) کے سر باندھا گیا۔ ہر چند کہ ۱۲۶۴ء کی پارلیمنٹ میں ہر ایک ضلع سے چار نایٹ شریک ہونے تھے لیکن جو دستور حکومت اس میں مرتب ہوا تھا اس کی نسبت ان سے مشورہ نہیں کیا گیا۔ ۱۲۶۴ء کی اسکیم کی رو سے قرار پایا تھا کہ امراتین شخصوں کا انتخاب کریں اور یہ تین منتخب شخص نوارکان کی ایک کونسل کا تقرر کریں جن کے مشورے پر امور سلطنت انجام پایا کریں اختلاف رائے کی صورت میں ان دونوں مجلسوں میں سے ہر ایک مجلس کے دو ثلث ارکان کی رائے پر مسائل کا حل ہونا قرار دیا گیا تھا کونسل کے ارکان اور ان کے مامورین کے خلیفہ جانداؤ کے انتظام کا طریقہ بھی بتلادیا گیا تھا۔ بعض مضمین نے اس اسکیم کو ناپسند کیا ہے ان کے نزدیک بہ نسبت ۱۲۵۸ء کے اس دستور حکومت کے ذریعے سے نہایت آسانی کے ساتھ اعلیٰ اختیار سلطنت ایک گروہ قلیل کے ہاتھ میں دیدیئے گئے تھے۔ اصولاً یہ اقتدار پارلیمنٹ کو ملنا چاہیے تھا جو کہ امراے وقت کی نیابت کرتی تھی۔ ایک دوسرے گروہ موزین خصوصاً ڈاکٹر اسٹرن کی رائے اس کے خلاف ہے۔ ان کا بیان ہے کہ چونکہ جس قدر پارلیمنٹیں اس تجویز کے مرتب ہونے کے پہلے اور اس کے بعد منعقد ہوئیں ان سب میں نائبین اضلاع طلب کیے جاتے تھے اس لیے غالباً ارل سیمن کا ارادہ تھا کہ اس دستور اصلاح شدہ کے ساتھ ایک مستقل مجلس نیابتی کو بھی قائم رکھے اور اس لیے ۱۲۶۴ء کی تجویز شدہ ۱۲۵۸ء کی تدبیر سے زیادہ مل تھی۔

ارل سیمن کی پارلیمنٹ بابت ۱۲۶۵ء میں علاوہ ان تینوں امرا کے

ارل سیمن کی پارلیمنٹ

جو حامیان حکومت جدید تھے ہر ایک ضلع سے دو نایٹ بذریعہ شیرف اور ایکس بلاؤ اور شہروں سے بذریعہ حکماء جات منفردہ جوان شہروں کے میران بلدیہ انتظامیہ کے نام روانہ کیے گئے تھے دو شہری اور دو بلدیہ طلب کیے گئے تھے۔ پادریوں کی نیابت میں چونکہ وہ لوگ ارل سیمین کے بڑے حامی و طرفدار تھے کوئی مناسبت ملحوظ نہیں رکھی گئی تھی بلکہ کثرت سے ان کے وکلاء بلائے گئے تھے اس طرح کی طرفداری کرنے پر اکثر مورخین نے ارل سیمین کے مصلح و دستوری ہونے کے دعوے سے انکار کیا ہے اور اس زمرے سے اسکو خارج کر کے وہ اس کو ایک سیاسی ابن الوقت سمجھتے ہیں۔ بہر حال ارل سیمین کی جو کچھ بھی روش ہو مگر اس نے مجلس قومی کے منعقدہ ہونے کا طریقہ جاری کر دیا اور اسکے بعد ایک باقاعدہ مجلس قومی کا عالم وجود میں آنا لازم ہو گیا۔ اس کام کے لیے اس کو ایک لائق شاگرد انگلستان کے ایڈورڈ کی صورت میں مل گیا۔ بادشاہ کی حیثیت سے ایڈورڈ اول کے ذہن میں پہلے سے ایک الہامی خیال بیٹھ گیا تھا۔ اس کے دل سے اس کے باپ کے امرا کی بیوفائی اور فساداری محو نہ ہوئی تھی اور اس کو ان امرا کی چند روزہ حمایت اور رفاقت پر بالکل بہرہ ور نہ تھا اس لیے اس نے اپنی حکومت کی اساس بجائے ریگ روان (حمایت امرا) سنگ خارا (تائید قوم) پر قائم کرنی چاہی تو

اسکے بعد کے تیلیس برس تو پارلیمنٹ کی نسبت مختلف تجربے کرنے میں بسر ہو گئے۔ مجلس قومی کے مختلف عناصر کے تناسب کا مسئلہ نہایت دشوار تھا اور اس کے صحیح حل ہونے پر مجلس مذکور کی کارگزاری کا مدار تھا۔ مسئلہ ع میں چار نایٹ ہر ایک ضلع سے اور چار شہری ہر ایک شہر سے بادشاہ کی وفاداری کا حلف کرنے کے لیے طلب کیے گئے تھے۔

اس عہد حکومت کی پہلی بڑی پارلیمنٹ بابت مسئلہ ع میں (مملکت کے عوام) طلب ہوئے تھے۔ اسی سال کی ایک دوسری پارلیمنٹ میں نائٹ افسلحہ موجود تھے چونکہ معمول موقتی جو افسلحہ اور شہروں سے علیحدہ ہڈریچہ (مملکت) کی نسبت وصول کیا گیا تھا ملک ویلز کی جنگ کے لیے ناکافی تھا اس لیے

۱۸۳۳ء میں اضلاع اور بلاؤں کے نمائندوں کے سوائے پادریوں کے دیکھا بھی
 پارک اور نارٹھمپٹن کے مجالس صوبہ میں طلب ہوئے تھے اور امرابادشاہ کے
 ہمراہ ویلز میں تھے۔ اس سال کے اختتام پر ہر ایک ضلع سے دو نائب
 اور تیس مخصوص شہروں سے بحساب فی شہر دو شہری بمقام شہر و زری طلب
 ہوئے تھے ۱۸۹۰ء کی پارلیمنٹ میں ملک کے تینوں طبقے شریک تھے
 لیکن باوقات مختلفہ اور اضلاع کے نائب طلب ہونے کے ایک مہینہ
 قبل قانون بیج و شری اراضی پر بغرض اجراء بحث ہو رہی تھی۔ اور یہ دیکھا اضلاع
 اس لیے بلائے گئے تھے کہ بادشاہ کے لیے رقم منظور کریں۔ ۱۸۹۳ء میں پادریوں
 کے نمائندے (Proctors) باوقات مختلفہ مختلف مجالس میں طلب
 کیے گئے تھے۔

۱۸۹۵ء میں نمونے کی پارلیمنٹ کا انعقاد ہوا اور اس میں حسب ذیل
 نمائندے شریک تھے: صدر اساقف، اساقف، رؤساء رہبان، کل صدشتاس،
 کل اساقف کے کونسلوں کے صدر، نواب اور امراء، ہر ایک ضلع سے دو نائب
 اور ایک سو دس شہروں اور بلاؤں سے بحساب فی شہر دو نمائندے۔ کینسہ ہتھ
 کی مجلس کا ایک نائب اور ہر ایک استقفی ضلع کے دو نمائندے شہروں
 اور اضلاع کے نائبین بذریعہ طلبنامہ جات موسومہ شریف اور پادریوں
 کے نمائندے بذریعہ فقرہ انتباہ جو ہر ایک طلب نامہ استقف کے
 ساتھ منسلک تھا طلب کیے گئے تھے۔ قدیم زمانے کی مجلس جام میں پیش
 ہونے والے کام کی مراحت کرنے کی نسبت منشور اعظم میں جو ہدایت مندرج
 ہے اس کے بموجب ان طلب ناموں میں پارلیمنٹ کے اغراض انعقاد
 کی صراحت کردی گئی تھی۔ اس طرح پادریوں اور امراء کے طبقوں کو اطلاع
 دی گئی تھی کہ ان کو تداریر دفع کی نسبت وغیرہ خوض اور حکم کرنا اور اس کی
 تعمیل کرنی ہوگی۔ دیکھا گئے عوام کو آگاہ کر دیا گیا تھا کہ وہ احکام مجلس عام کی
 تعمیل کے لیے اپنے منیبوں سے پورے اختیارات حاصل کر کے آئیں۔
 یہ سب اہتمام اس لیے کیا گیا تھا کہ کل قوم کی قوم خطر میں پڑی ہوئی تھی۔

اہل اسکاٹ لینڈ نے جن کے ساتھ انگریز برسرِ پناش تھے فرانسیسیوں سے اتحاد کر لیا تھا۔ فرانسیسی جنگی جہازوں کا بیڑہ سواحل انگلستان پر چھاپے مار رہا تھا اور ملک گیمسکینی کی نہایت اندیشناک حالت تھی۔ علاوہ بریس ایڈورڈ نے قانون روما کے ایک مقولے کو طلب نامحیات اساقفہ کے عنوان میں تحریر کر لیا تھا جس کو آئندہ نسلوں کے محاربان دستور نے اپنے لیے لغزہ جنگ قرار دے لیا۔ وہ یہ ہے "جس چیز کا سب سے تعلق ہو وہ سب کی پسندیدہ بھی ہونی چاہیے" اور "خطرات عام کا دفع قوم کی متفقہ تدابیر کے ذریعے سے ہونا لازم ہے"۔

نمونے کی پارلیمنٹ "طبقات قوم کی ایک مجلس اور اضلاع کی مجالس کا ایک مجموعہ تھی"۔ ہم اس لیے اس کو مجلس طبقات کہتے ہیں کہ اس میں بوقت واحد تینوں طبقات ملک پادری امرا عوام شریک ہوئے تھے۔ یہ اس لیے مجالس اضلاع کا مجموعہ تھی کہ اس کی شرکت کے لیے شہری اور نائیٹ بذریعہ شریف جو مجلس ضلع کا صدر نشین ہوتا تھا طلب ہوئے تھے اور یہ لوگ اضلاع اور شہروں کے نمائندوں کی حیثیت سے اپنی مختلف مجلسوں سے جن میں ان کا انتخاب ہوا تھا پورے اختیارات حاصل کر کے آئے تھے۔

سچہ کہ ۱۲۹۵ء کی پارلیمنٹ اُسکے بعد آنے والی پارلیمنٹوں کے لیے نمونہ قرار دی گئی تھی لیکن چالیس سال گزرنے کے بعد پارلیمنٹ نے اپنی اس آخری شکل و ہیئت کو اختیار کیا۔ بعض اہل الرائے کا خیال ہے کہ اس عہد کی پارلیمنٹوں میں ابتداءً صرف ان شہروں کے نمائندے طلب ہوتے تھے جو قدیم علاقہ جات شاہی میں واقع تھے اور اضلاع کے نائیٹ بادشاہ کے معطلی لہم کی نیابت کرتے تھے۔ اگر یہ خیال صحیح ہو تو اس بات کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ مجلس قومی سے عطیہ ارضی کے عنصر کا اخراج نہیں ہونے پایا تھا اور نمونے کی پارلیمنٹ کوئی دوسری مجلس نہ تھی بلکہ قدیم مجلس عام تھی جس کو بشمول اصول نیابت وسعت دی گئی تھی۔ اگرچہ پہلے چند سال کے لیے

جو تغیرات کہ اسکے بعد ترکیب پارلیمنٹ میں واقع ہوئے۔

اصول عطیہ ارضی کے ترک کا مسئلہ مستقبلہ اور دشوار تھا لیکن بعد میں پارلیمنٹ سے اس کا ترک کرنا قرار پایا گیا۔ ممالک یورپ کے اکثر مجلسوں کے خاکے ایڈورڈ کے ذہن نشین تھے اس لیے اس کا خیال تھا کہ مجلس طبقات بنائی جائے۔ اس قسم کی مجلس کی ڈاکٹر اسٹینز اس طرح تعریف کرتے ہیں کہ "وہ ایسے مختلف مراتب اور شان کے لوگوں کا مجمع ہے جن میں کا ہر ایک گروہ اقتدار سیاسی حاصل کرنے کے لیے آپ کو تنظیم بنانا ہے" یہی سبب تھا کہ ۱۲۹۵ء میں طبقات ملک کی ایک مجلس منعقدہ نہیں ہوئی بلکہ ہر ایک طبقے نے علیحدہ علیحدہ اجلاس کیا اور ہر ایک گروہ نے مختلف مقدار میں (بادشاہ کو) روپیہ دینا منظور کیا۔ لیکن اتفاق سے نقص اور کشیدگی کے باعث بعض ایسے اسباب پیش آئے جن سے بالآخر پارلیمنٹ کی ذہن کے بجائے دو مجلسیں قرار پائیں۔

پادریوں کے طبقہ ادنیٰ کو ملک کی مجلس عام سے علیحدہ ہونے میں اصرار رہا ہے۔ ان کے کثرت سے مخصوص حقوق تھے اور عدالتی کارائیوں سے مستثنیٰ ہونے کے سبب سے یہ اپنے کو کل قوم سے ہمیشہ ایک علیحدہ فرقہ سمجھتے رہے اور اسی سبب سے جبکہ اضلاع اور شہروں سے علیحدہ علیحدہ روپیہ طلب کیے جانے کی نسبت مراسلت ہو رہی تھی ان کے ہر ایک استغنیٰ ضلع کی مجلس سے منفرد اس کی تحریک کی گئی تھی۔ نمونے کی پارلیمنٹ کے منعقد ہونے کے بارہ سال پہلے سے پادریوں کی صدر مجلس انتظامی میں ان کی مکمل نیابت ہو رہی تھی اور اس لیے جب ان کو ایک مجلس قومی کی شرکت کے لیے طلب کیا گیا تو انھیں اپنے حقوق اور وقار کلیسائی کے زایل ہونے کے خیال نے باز رکھا۔ اس کے سوائے انھیں اس امر کا اندیشہ ضرور تھا کہ سلسلہ شرکت کے باعث وہ بری طرح اجرائے محمولات کی زو میں آجائیں گے۔ ۱۲۲۵ء میں ان کا شک مار ان لوگوں میں نہیں تھا جن کی رضامندی کا وضع قوانین کے لیے حاصل کرنا لازم تھا۔ جس رٹم کو محصول کی شکل میں

(۱) پادریوں کا پارلیمنٹ سے علیحدہ ہونا

حکومت کو ادا کر کے وہ معاملات قوم میں بدو کرتے اس کا نتیجہ وہ خود کرتے تھے۔ لیکن ۱۳۱۷ء اور ۱۳۱۸ء کے درمیان ملک کے دو صدر اسقفوں کو بادشاہ کی جانب سے ہر ایک پارلیمنٹ کے انعقاد کے وقت خطوط روانہ کیے جاتے تھے کہ وہ پادریوں کے نائبوں کو شرکت و حضوری پارلیمنٹ کے لئے مجبور کریں۔ اس پر بھی ان خطوط کا کچھ اثر نہ ہوتا تھا اس لئے کہ پادریوں کا طبقہ اپنی صدر مجلس انتظامی میں اپنے طور پر برابر اور معقول مقدار میں بادشاہ کے لئے رقم اسی طرح منظور کر کے روانہ کرتا تھا جس طرح طبقہ عوام پارلیمنٹ کے ذریعے سے اس مقدار کو ملے کرتا تھا بناءً علیہ تاج نے بھی ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا تو

پادریوں کا علیحدہ طور پر رقم منظور کرنا ۱۶۷۳ء تک جاری رہا لیکن اسی سال صدر اسقف شیڈن اور ناظم محکمہ نصف کلیرنڈن (Lord chancellor clarendon) کے درمیان معاہدہ زبانی کی بنا پر یہ طریقہ ترک کر دیا گیا۔ اس وقت سے پادریوں پر بھی مثل عوام کے پارلیمنٹ میں محصول عائد کیا جانے لگا اور اضلاع کے نایٹوں کے انتخاب میں ان لوگوں نے اپنے اراضی کلیسائی کے حق کی بنا پر اسے دینی شروع کر دی۔ ہرچہ کہینسہ اسقف اور اسقفی اضلاع کے پادریوں کے انتخاب نائین کے متعلق ابھی تک فقرہ انتہاء اسقف کے طلب ناموں کے ساتھ منسلک ہوتا ہے لیکن مقدمہ ہارن ٹوکی (Horn tooke's case) کے فیصلہ و مصدرہ ۱۷۷۳ء کی رو سے انگلستان کے مذہب معینہ کے پادری رکنیت پارلیمنٹ سے خارج کر دیئے گئے ہیں تو

جس زمانے میں کہ پادریوں کے فرقے نے آپ کو مجلس قومی سے علیحدہ کر لیا تھا امراء، نایٹ اور شہریوں کے درج اور تعلقات میں یکسوئی ہو ہی تھی۔ اعلیٰ درجے اور ادنیٰ درجے کے امراء میں ہمیشہ سے بہت بڑا فرق رہا ہے۔ مالی، عدالتی اور فوجی معاملات میں پہلے فرقے کا تعلق راست صدر حکومت (بادشاہ) سے تھا اور دوسرے گروہ پر شریف کی نگرانی تھی پہلا گروہ تو اپنے

(۴) اعلیٰ درجے کے معنی ہم سے ادنیٰ درجے کے معنی ہم کا علیحدہ ہونا =

منفرد طلب ناموں کی تشکیل کرتا لیکن دوسرا فرقہ طلب نامہ عام کی جوائنٹی درجے کے معطلی لہم کے نام جاری ہوتا تھا یہ تاویل کرتا تھا کہ اس کو مجلس عام کے جلسوں میں شریک ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ اُسے بادشاہ سے اجازت ہے کہ اس کے افراد آرام سے اپنے گھروں میں بیٹھ رہیں۔ ابتداء پارلیمنٹ میں صرف اضلاع کے نائٹ حاضر ہوتے تھے اس لیے لوگوں کا گمان تھا کہ دوسروں سے علیحدہ اُن کا ایک چوتھا طبقہ بنے گا لیکن اصل میں یہ لوگ اپنے اپنے مجلس ضلع کے زمینداروں اور اعلیٰ درجے کے معطلی لہم کی جن کے نام منفرد طلب نامے نہیں وصول ہوتے تھے پارلیمنٹ میں نیابت کرتے تھے نائٹ اور شہریوں کا پارلیمنٹ کی ایک مجلس (بیت العوام) میں متحد و متفق ہونے کا اصلی سبب شاید یہ ہے کہ یہ لوگ قوم کے اُن فرقوں کے نمائندے تھے بالخصوص جن پر اجرائے محصولات کا بار ڈالا جاتا تھا۔ شہریوں کی دولت پر جلد جلد محصول لگایا جاتا تھا اور چونکہ زمینداروں کے ذرائع آمدنی بہت محدود تھے اس لیے ان دونوں فرقوں کو اپنی حفاظت کی زیادہ ضرورت تھی اور اسی لیے ان کے اغراض میں یک جہتی تھی۔ مقامی ضرورتوں کے لحاظ سے یعنی ضلع کی مجلس میں یہ دونوں گروہ اکثر متحدہ اغراض کی بنیاد پر شریک ہوتے تھے نائٹ اور شہریوں نے اس کے بہت پہلے سے مجالس قومی میں متفق ہو کر کام کیا تھا یہی مجلس ان کا انتخاب کر کے انھیں پارلیمنٹ میں روانہ کرتی تھی۔ (فرزند اکبر کے سوا سے) نائٹ کے دوسرے لڑکے پیشہ تجارت اختیار کرتے اور شہریوں کے خاندانوں سے شادی کر لیتے تھے اور ایڈورڈ اول کے زمانے سے توقعہ ہو گیا تھا کہ احرار اور تجاریں اگر کوئی شخص زمین خریدتا جس کی سالانہ آمدنی بیس پونڈ (سکہ) سے کم نہ ہوتی تو وہ نائٹ کی زمین سے جو حقوق و فرائض متعلق تھے اُن کی بجائے اوری کے لیے مجبور کیا جاتا تھا۔ اس طرح نائٹ لوگوں اور شہریوں میں جو فرق سابق میں تھا وہ خود بخود کم ہو گیا اور ہر چند نظام جاگیر نے اصولاً تاجر راہر نائٹ کی طرز معاشرت میں بہت بڑا اختلاف پیدا کر دیا تھا

۳۵، نائٹ اور
شہریوں کا
متفق ہونا

لیکن یہ دونوں فرقے بالآخر بیت العوام میں آکر ایک ہو گئے۔
 اس بات کا بتلانا کہ کس سال اور کس تاریخ امرادوار الامر (دارالعوام)
 سے علیحدہ ہوئے نہایت دشوار ہے۔ اس بات کی بھی تحقیق نہیں
 ہو سکتی کہ ان دونوں طبقوں نے کبھی ایک دوسرے کے ساتھ ایک ہی
 مقام میں اجلاس کیا کہ نہیں۔ اس واقعے کی بنا پر کہ ۱۲۹۷ء میں امرادواری
 ٹاٹ اور شہریوں نے مختلف مناسبت سے بادشاہ کے لیے رقوم منظور
 کیے تھے خیال ہوتا ہے کہ پارلیمنٹ کے چار جدا جدا اجلاس ہوئے
 ہونگے۔ سرکاری تحریر کی رو سے ثابت ہے کہ بیت العوام نے سب
 سے پہلے ۱۳۳۲ء میں بیت الامر سے علیحدہ اپنا جلسہ منعقد کیا تھا
 ۱۳۵۱ء میں ارکان عوام اور امرانے علیحدہ کمروں میں اجلاس کیا اور
 ۱۳۵۲ء سے خالقہ ولیٹ منسٹر کا وہ کمرہ جس میں عملہ اسقف کی مجلس
 منعقد ہوتی تھی ارکان عوام کے اجلاس کے لیے مخصوص سمجھا جانے لگا
 اور ارکان امرانے بیت ابیض (White chamber) یا پارلیمنٹ کے
 کمرے میں اجلاس شروع کر دیا۔

(۱) پارلیمنٹ کا دو
 مجلسوں میں
 منقسم ہونا

ہشتم

دارالامرا

قومی پارلیمنٹ کے بنتے ہی مجلس عام نے آپ کو دارالامرا میں نہیں منتقل کیا بلکہ پہلی مجلس سے یہ دوسری مجلس بنی ہے، لیکن ابتداءً ان دونوں کے خصوصیات اور اختیارات میں فرق تھا مملکت کی مجلس عام کا اس "دوسرے ایوان" میں منتقل ہونا سیکڑوں برس کی جان نشانیوں اور امر اور عوام کی متعدد و نامتناہی معرکہ آرائیوں کا نتیجہ ہے؛

پہلی سوم کی نابالغی اور اس کے اخیر زمانے کے دستورات مکتوبی کی بدولت جو بطور آزمائش وضع کیے گئے تھے اس مجلس جاگیر کی شان اور شخص ہیں اور بھی اضافہ ہو گیا تھا اس نے پہلے کی بہ نسبت زیادہ صولت و سطوت سے حکومت کرنی شروع کر دی تھی۔ ایڈورڈ اول کے زمانے تک جبکہ اس نے امراء عظام اور پادریوں کو مجلس قومی میں شریک ہونے کے لئے طلب کرنا شروع کیا تو ان لوگوں نے اس کے بہت پہلے سے اپنی علیحدہ مجلسوں میں ایک جماعت کی حیثیت سے شفق ہو کر کام کرنے سے واقفیت حاصل کر لی تھی۔ اور ادنی درجے کے پادریوں کو ان کے مراعات و حقوق کے تلف ہونے کے اندیشے نے اس کی شرکت سے باز رکھا۔ لیکن امراء عظام اس میں شریک ہونے سے اس طرح انکار نہیں کر سکتے تھے اس لئے انہوں نے عوام کو اجراء محصولات، وضع قوانین اور فی الحقیقت اپنے مباحثوں میں شریک ہونے کا موقع دیا۔ ارکان امر اور عوام کے تعلقات

کی بندہ راج یکسوئی ہوئی اور بالآخر مجلس عوام کا پلہ اجرائے محصولات اور دوسرے امور سلطنت میں بھاری ہو گیا۔ لیکن یہ تغیر صدیوں کا نتیجہ ہے اور ارکان عوام نے اس جنگ میں بندہ راج دشمن کو پیچھے ہٹا ہٹا کر اپنے کو مجلس عام کی دیوار قلعہ تک پہنچایا اور اسکے لئے ان کو قدم بقدم لڑنا پڑا ہے۔ مگر مجلس عام کے بعض اختیارات حاصل کرنے میں بیت الامرا کو کسی قسم کا مقابلہ کرنا نہیں پڑا چنانچہ خاندان لینکسٹر کے دور تک پارلیمنٹ کے منعقد نہ ہونے کے قبل مجلس عام یا مجلس آرمین کے اجلاس کا مقدمہ ابجکشن کے طور پر ہونا لازم تھا اور بیت العوام کا جلسہ صرف اسی صورت میں منعقد ہوتا تھا جب منظوری رقوم کی ضرورت پیش آتی تھی۔ قیاساً اب بھی بیت الامرا سلطنت کی سب سے بڑی مجلس متصور ہوتا ہے اور اس حیثیت سے قریب کے زمانے تک یعنی سترھویں صدی میں بھی اس کا اجلاس ہوتا رہا ہے سب سے اخیر یہ مجلس اس وقت منعقد ہوئی تھی جب جیمس نے امرا کو ولیم آف اورینج کے تدابیر دفع کی نسبت مشورہ لینے کو طلب کیا تھا۔ علاوہ بریں وہ اس زمانے میں بھی ان اختیارات عدالت کا جو اس نے مجلس عام سے ارٹا پائے ہیں بلا شرکت غیرے اجارہ دار بنا ہوا ہے۔

شرائط رکنیت

جس زمانے میں کہ امرا اور ارکان عوام کے درمیان بندہ راج اختیارات کی تقسیم ہو رہی تھی دستور حکومت میں ایک تغیر واقع ہوا یعنی جاگیر دہانے کے (شرائط اہلیت کا تدبیری استیصال اور اصول تواریث کی کامیابی اور قیام کی بدولت مجلس عام بیت الامرا میں منتقل ہو گئی۔ ابتدا میں مجلس عام کی رکنیت بادشاہ کے معطی لہم تک محدود تھی۔ منشور اعظم کے بعد سے عطیہ ارضی نہیں بلکہ شفقہ شاہی کا وصول ہونا اس مجلس کی رکنیت کے لئے شرط اہلیت قرار پا گیا۔ لیکن زمانہ زیر تحریر تک مجلس عام کی ترکیب

رکنیت
مجلس عام
عطیہ ارضی
و طلب نامہ

اکثر ان خیالات اور شرائط پر مبنی تھی جن کا زیادہ تر عطیہ ارضی سے تعلق تھا اور طلب نامے کی وجہ سے اس میں کوئی نیا تغیر پیدا نہیں ہوا تھا۔ اجرائے طلب نامجات کا طریقہ قدیم زمانے یعنی بیکٹ کے وقت سے چلا آرہا تھا چنانچہ صد استقف مذکور کو جبکہ ۱۶۲۷ء میں مجلس نار تھمپٹن کی شرکت کے لیے شفقہ شاہی کے بجائے شرف کے ذریعے سے طلب کیا گیا تو سخت رنج پہنچا تھا۔ رونڈ صاحب کی رائے ہے کہ مجلس عام کے ارکان کو طلب کرنے کے طریقہ دینے طلب نامجات منفردہ پر اس لیے منشور اعظم میں زور دیا گیا ہے کہ شاہ جان کا منشا تھا کہ اس مجلس میں امرائے معاند شریک نہ ہونے پائیں اور وہ صرف اپنے وابستہ امرا کو باسانی طلب کر سکے۔ اس طرح بادشاہ کی خواہش تھی کہ ترکیب مجلس کو اپنے قابو میں لا کر اس کی جاگیری حیثیت کو مستاصل کر دے۔ بادشاہ کے اس عمل پر گیارھویں اور بارھویں صدی میں تو اعتراض نہیں ہوا لیکن تیرھویں صدی کے آغاز میں اس مجلس شاہی کی حاضری کو امرائے ایک قسم کا بوجھ نہیں بلکہ اپنا حق سمجھنا شروع کر دیا۔ جان کی بد نظمی اور اس کی حقوق و اعزاز جاگیری سے نفرت اور خصوصاً اس سبب سے کہ جو لوگ مجلس مذکور میں موجود نہ ہوتے ان کو تنہا ویز ارکان حاضر کی پابندی کرنی ہوتی تھی امرائے اپنے حق حضوری و مجلس کو اس زمانے میں نہایت بیش بہا اور ضروری خیال کرتے تھے جب اس حق کی نسبت بحث ہو کر یہ طے پا گیا کہ طلب نامہ پہنچنے کے بغیر امرائے مجلس عام میں شریک نہیں ہو سکتے تو انھوں نے اپنے طلب کیے جانے پر اصرار کیا۔ اس کے بعد کے عہد شاہی میں بھی امرائے اس کو شش کا پتہ ملتا ہے اور متعدد مرتبہ مجلس عام نے منعقد ہونے کے بعد زیادہ کام کرنے سے اس بنا پر انکار کیا ہے کہ وہ کل ارکان جن کو طلب کیے جائیگا حق حاصل ہے مدعو نہیں ہو گئے ہیں تو

۱۶۲۷ء کی پارلیمنٹ میں صرف پانچ ارکان اور اٹھارہ بیرون طلب رکینٹ ہوئے تھے۔ ارل سیمن نے عہد اپنے امرائے معاندین کو اس میں دارالامرا

۱۱ عطیہ ارضی کے
بجائے طلب نامہ کا
شرط اہلیت
قرار پانا۔

آنے سے روکا تھا۔ ایڈورڈ اول نے اپنی پارلیمنٹ میں بعض ایسے لوگوں کو بلایا تھا جن کے زمینوں پر جاگیرات امرا کا اطلاق نہیں ہوتا تھا اس طرح اس کے عہد میں سیت الامرا کی رکنیت میں وہ تغیر جو عطیہ ارضی کے بجائے شقہ شاہی کے سبب سے پیدا ہو گیا تھا تکمیل کو پہنچا۔ اس پر بھی لوگوں کے دماغوں میں یہ خیال جا رہا کہ جس طرح سرکاری ملازمت کے تجربے سے آدمی مجلس عقلا کی رکنیت کا اہل ہو سکتا ہے اسی طرح مجلس عام کی رکنیت کے لیے عطیہ ارضی کی شرط لازم ہے۔ بریٹن (Britton) جو ایڈورڈ اول کے عہد کا ایک مشہور قانون دان تھا لکھتا ہے کہ بڑے بڑے جاگیرات (Baronies) اس لیے عطا کیے گئے ہیں کہ امراے معطی لہم پر پارلیمنٹ کی حاضری و شرکت واجب ہو جائے۔ اس کے سوائے اس خیال کا کہ طلب نامہ اور عطیہ ارضی ایک ہی قسم کے حقوق تھے ایک رسم کی بنا پر ثبوت ملتا ہے، اگر کسی جاگیراد کی مالک عورت ہوتی تو اس کے شوہر کے نام خواہ وہ عوام سے ہی کیوں نہ ہو ایک منفرد و مخصوص طلب نامہ روانہ ہوتا تھا اس لیے کہ شوہر ہی اپنی زوجہ کے بدلے امیر معطی کی مجلس (عدالت) میں حاضر ہوتا اور ان فرائض کو جو زوج کی زمین عطیہ سے متعلق ہوتے بجالاتا تھا۔ سر جان اولڈ کاسل (Sir John old Castle) اپنی زوجہ کے حق کی بنا پر لارڈ کابہم (Lord Cobham) کے نام سے دارالامرا میں بیٹھا کرتا تھا اسی طرح ریچرڈ نیول اور اس کا فرزند جو "بادشاہ گر" کے لقب سے مشہور تھا مہارث کی بدولت نہیں بلکہ زوجہ کے سبب سے (باب، ارل آف سالزبری و ارل آف وارویک) (Earl of Salisbury & Earl of Warwick) بن گئے تھے۔ بعض وقت ان لوگوں نے بھی دارالامرا کی رکنیت کا دعویٰ کیا ہے جن کو امرا کے علاقے ارتقا نہیں بلکہ مہبہ اور بیج کے ذریعے سے ملے تھے اور ابتدا میں ان علاقوں کے اصلی امرا بذریعہ شقہ جات منفردہ طلب ہوئے تھے۔ قبضہ زمین اور طلب نامہ منفردہ پانے کا حق اس قدر

ایک دوسرے کے لازم و ملزوم سمجھے جاتے تھے کہ عود شاہی کے زمانے میں عطیات جاگیری کے منسوخ ہو جانے پر بھی یہ خیال لوگوں کے دماغوں سے نہیں مٹا تھا۔ دارالامرا کے فیصلے سے جو لائٹنٹ امارت برکلی (The Burkley peerage case) کی نسبت صادر ہوا ہے

اب اس بات کا قطعی تصفیہ ہو گیا ہے کہ کوئی شخص عطیہ ارضی کی بنا پر پارلیمنٹ کا امیر یعنی دارالامرا کا رکن نہیں ہو سکتا۔

عطیہ ارضی کے بجائے طلب نامے کا شرط اہلیت قرار پانا تاج کے حق میں نہایت مفید ثابت ہوا۔ بادشاہ کا دعویٰ تھا کہ وہ جن اعیان سلطنت کو طلب کرنا مناسب سمجھے اس مجلس میں مدعو کر لیا لیکن قبل اس کے کہ پارلیمنٹ اس کو تسلیم کرتی قوم میں بادشاہ کے مخالف ایک دوسرا خیال پیدا ہو گیا اور یہ امر کے لئے نفع رساں تھا۔ بادشاہ کو اختیار تھا کہ جس کو چاہے مخصوص طلب ناموں کے ذریعے سے طلب کرے لیکن جب ایک مرتبہ شقہ جاری ہو جاتا تو مرسل المیہ کو دارالامرا میں طلب ہونے کا موروثی حق پیدا ہوتا چنانچہ ۱۷۷۱ء میں فرلش ول کے مقدمے کے ذریعے سے اس حق کی تصدیق و منظوری ہو چکی ہے۔ ڈاکٹر اسٹینر کی رائے میں ۱۷۹۵ء سے وہ زمانہ شروع ہوتا ہے جب سے کہ امرا پابندی کے ساتھ بذریعہ شقہ جات منفرد طلب ہونے لگے اور اسی پابندی کے سبب سے امارت موروثی ہو گئی، لیکن ہمارے خیال میں اس طرح ایک صحیح وقت کا تعین کرنا زحمت اور شبہ سے خالی نہیں ہے۔ ۱۷۸۲ء کے ایک قانون سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس شخص کو طلب نامہ منفرد اپنیتا تھا اس کے ورثہ کو طلب ہونے کا حق پیدا ہو جاتا تھا بشرطیکہ طلب نامہ اول کی تعمیل میں مورث اعلیٰ نے پارلیمنٹ میں شرکت کی ہو۔ لیکن ہم اس کو قانون نہیں بلکہ اس وقت کا رواج خیال کرتے ہیں۔ یہ کسی بادشاہ کا زہرہ نہ تھا کہ طبقہ اعلیٰ کے مشہور اور بااثر امرا میں سے کسی کو مجلس شاہی میں طلب کرنے سے باز رہے لیکن

۱۲۲ اسناد
شاہی

ابتدائی پارلیمنٹوں میں امر کی تعداد مختلف ہوتی تھی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بادشاہ اپنے اختیار تمیزی کو نہایت حزم و احتیاط سے عمل میں لاتا تھا وہ ایک دوسرا طریقہ جس کے ذریعے سے کسی شخص کو امارت پارلیمنٹ کا حق حاصل ہوتا ہے سند شاہی ہے۔ یہ ایک کھلی دستاویز ہے جس پر سلطنت کی بڑی مہر ثبت ہو کر بادشاہ کی جانب سے اس شخص کے نام جاری ہوتی ہے جس کو بیت الامرا کی شرکت کے لیے طلب کرنا مقصود ہوتا ہے۔ ہماری رائے میں اسناد شاہی کے ذریعے سے امارت پارلیمنٹ کا عطا کیا جانا اس لیے اختیار کیا گیا کہ اُس زمانے میں امر کی خواہش تھی کہ امارت بذریعہ فرزند اکبر ان کی نسلوں میں موروثی ہو جائے۔ سب سے پہلے جان ڈی بیو کیمپ جو عداوت کا کٹر دشمن کا بیرن تھا (Jhon de Beauchamp Baron of Kidderminster)

سند شاہی کے ذریعے سے شہزادے اپنی جاگیر و علاقے کے سبب سے نہیں بلکہ اپنی شان و مرتبے کی بدولت پارلیمنٹ کا امیر بنایا گیا۔ ٹیوٹر سلاطین کے دور تک تو امارت پارلیمنٹ کے لیے طریقہ جدید مخصوص ہو گیا تھا اور پرانا طریقہ یعنی طلب نامہ مخصوصہ طاق نسیاں کے حوالے کر دیا گیا تھا مگر ناجائز اور منسوخ نہیں ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی طلب نامے کا جاری ہونا اور اس کی تعمیل میں مرسل الیہ کا پارلیمنٹ میں شریک ہونا لازم تھا۔ صرف سند شاہی کی بنا پر مرسل الیہ کیفیت پارلیمنٹ کا مستحق نہیں ہوتا تھا۔ دارالامرا کے موروثی ارکان کی شرط اہلیت دوہری ہے، اسناد اور طلب نامہ محض مخصوص اور اس بنا پر وہ اس مجلس پارلیمنٹ میں شریک ہوتے ہیں تو جب سے کہ اسکاٹ لینڈ اور آئر لینڈ کی پارلیمنٹیں انگریزی پارلیمنٹ سے متحد ہوئی ہیں اس مجلس موروثی میں ایک نیا بستی عنصر بھی داخل ہوا ہے۔ اعلان شاہی کے ذریعے سے جو ایڈن برگ میں بمقام مارکیٹ کر اس اور اسکاٹ لینڈ کے اضلاع میں پڑھ کر سنایا جاتا ہے، اعیان اسکاٹ لینڈ قصر ہولی رُوڈ میں طلب ہوتے ہیں اور وہاں یہ لوگ اپنی جماعت سے

۱۳، امرائے نیابتی

سولہ آدمیوں کو منتخب کر کے پارلیمنٹ میں اپنی نیابت کے لیے روانہ کرتے ہیں۔ آرمین آئرلینڈ اٹھائیس نائبوں کا انتخاب کرتے ہیں اور انتخاب کا طریقہ اس طرح ہے کہ انتخاب کرنے والوں کو درخواست کرنے پر رائے دینے کی چٹھیاں ملتی ہیں اور مخصوص عہدہ داروں کے روبرو ان کی خانہ پری ہوتی ہے۔ آئرلینڈ کے منتخب امرا پارلیمنٹ کے ارکان تاحین حیات رہتے ہیں مگر اسکاٹ لینڈ کے امرا صرف ایک پارلیمنٹ کے لیے منتخب کیے جاتے ہیں۔ قانون اتحاد اسکاٹ لینڈ میں اسکاٹ لینڈ کے امراے موجودہ کی تعداد کو قائم رکھنے یا بڑھانے کی نسبت کوئی قاعدہ موجود نہیں ہے۔ آئرلینڈ کی نسبت یہ طے ہو گیا ہے کہ ہر تین امرا کے فوت ہونے پر ایک نیا امیر بنایا جائے اور ہر تین امرا کے عوض ایک نیا امیر اس وقت تک بننا رہے جبکہ اس ملک کے امرا کی تعداد گھٹنے گھٹنے ایک سو سے کم رہے اس کے بعد ہر ایک امیر کے فوت ہو جانے پر ایک نیا امیر مقرر ہوگا۔

عہد اصلاح کے پہلے پارلیمنٹ کی مجلس اعلیٰ میں امراے دینی کے عنصر کو دوسرے کل ارکان پر فوقیت حاصل تھی۔ ایسے روسائے رہبان ورؤ سائے کینسہ مجلس عام میں طلب کیے جاتے تھے جن کو علاقہ جات بیرن بادشاہ سے عطا ہوئے ہوں۔ یہ دلیل بالکل سطحی معلوم ہوتی ہے کہ اساقفہ اپنے عہدہ کلیسائی کی وجہ سے طلب کیے جاتے تھے اس لیے کہ ان کو بھی بیرن کے علاقے ملے تھے اسی وجہ سے انھیں بادشاہ کے حق نمک کے متعلق رسم وابستگی ادا کرنی پڑتی اور اس کی خدمت بجا لانی ہوتی تھی۔ علاوہ بریں آئین کلا رنڈن میں بتلادیا گنیا تھا کہ مقبوضات اساقفہ کی حیثیت بیرن کے علاقوں کی سی ہے اور ۱۸۰۱ء کو بیرن پارلیمنٹ میں کنٹرہری کے صدر اسقف نے ان کل امراے کینسہ کے لیے جن کو بادشاہ سے بیرن کی جاگیس عطا ہوئی تھیں بادشاہ کی کل پارلیمنٹوں میں بحیثیت آرمین سلطنت حاضر رہنے کے حق کا ادعا کیا تھا تو

امراے دینی کا
حقوق و مراعات
امارت حاصل نہ
ہونیکا سبب

جب تک دارالامرا میں امرا کے دینی کی کثرت رہی عنصر موروثی کے لیے ممکن نہ تھا کہ اختیارات اعلیٰ کا ادا کرے یا آپ کو مراعات و حقوق امارت کا مدعی بنائے۔ لیکن ابتدا سے امراے دینی اور امراے دنیوی کی شان میں اختلاف چلا آ رہا ہے۔ پہلے گروہ کی زمینیں تاحین حیات نہیں ہوتی تھیں اس لیے کہ جب کوئی صدر اسقف یا اسقف فوت ہوتا تو اس کی زمین اس کے جانشین کے علاقہ ماتحت میں شامل ہو جاتی اور یہ سچ ہے کہ وہ اپنے ورثہ کو اپنی اراضی نہیں دے سکتے تھے لیکن قابضین جائیداد کا سلسلہ بھی منقطع نہیں ہوتا تھا۔ اسی طرح بغاوت خلاف بادشاہ یا کسی اور سنگین جرم کی پاداش میں ان لوگوں کی اراضی الخام ضبط نہیں ہوتی تھیں اور اس لیے ان جرائم کے اثرات سے ان کے ورثہ محفوظ رہتے تھے۔ اس کے برعکس اس گروہ کو شرکت پارلیمنٹ کی نسبت کسی قسم کا حق موروثی حاصل نہ تھا۔ قانون نہ ہی کی رو سے ان کو پارلیمنٹ کے ان جلسوں میں شریک ہونا منع تھا جن میں مجرم کو قصاص یا کسی عضو کے قطع کیے جانے کی سزا سنائی جاتی تھی۔ علاوہ بریں اس گروہ نے اپنے حقوق امارت پارلیمنٹ پر حقوق مراعات کلیسائی کو ترجیح دی۔ چونکہ دارالامرا بھی مثل اور عدالتوں کے پادریوں کی تحقیقات کرنے کا مجاز نہ تھا۔ اس لیے امراے دینی نے ہم رتبہ اشخاص کے ذریعے سے تحقیقات کیے جانے کا بھی ادا نہیں کیا۔ بناؤ علیہ جب عدالت میر خانہ ماں کی بنا پڑی یہ اس میں شریک نہ ہو سکے اور ان کے سواے دوسرے کل ارکان دارالامرا جو حقیقی معنوں میں اعیان سلطنت سمجھے جاتے تھے اس میں جوہی اور جی کی حیثیت سے شریک ہوتے تھے۔

اس اختلاف شان کا جو نتیجہ ہونے والا تھا وہ پہلے سے آشکارا تھا۔ عہد اصلاح کے شروع ہوتے ہی امراے دینی کی کثرت میں کمی ہونے لگی اور ان کے رتبے میں زوال آ گیا۔ امراے دنیوی نے شان اور حقوق امارت کو نہایت نمکنت سے اپنے لیے مخصوص کر لیا اور

اساقفہ کو مجبوراً ان سے گھٹا ہوا درجہ گوارا کرنا پڑا۔ اس کے پہلے سے ہنری ہفتم کے عہد میں ان کی شرکت پارلیمنٹ کے حق کا اظہار ہو چکا تھا کہ اساقفہ اپنے حق امارت کی بنا پر نہیں بلکہ جاگیرت بیرن کے قابضین کی حیثیت سے پارلیمنٹ کے جلسوں میں طلب کیے جاتے ہیں۔ امرائے دنیوی یعنی طبقہ بیرن کو تو شرکت پارلیمنٹ کی نسبت حق موروثی حاصل ہوا مگر پادری امرائے دینی وہی شرط رکیزیت باقی رہی جس کے سبب سے لوگ قدیم مجلس عام میں شریک ہوتے تھے۔ ہنری ہفتم کے عہد میں حکومت کا ارادہ ہو گیا تھا کہ امرائے دینی کی شرکت کے بغیر پارلیمنٹ منعقد ہوا کرے۔ ۱۵۳۴ء میں دارالامرا نے ایک تحریک منظور کی جس کے ذریعے سے اساقفہ کے حقوق امارت سے قطعاً انکار کیا گیا تھا۔ حکومت جمہوری کے زمانے میں اساقفہ پارلیمنٹ سے خارج کر دیے گئے تھے۔ مگر ۱۵۶۱ء میں دارالامرا کی ایک کمیٹی نے جوان کے مسئلہ امارت پر غور مکرر کرنے کے لیے منعقد ہوئی تھی پھر ان لوگوں پر دارالشوری کا در کھول دیا۔ برائیں ہم اس کمیٹی میں بھی ان کی امارت کا مسئلہ تشنہ رہا۔ ۱۵۶۹ء میں ارکان امرائے اساقفہ کو واخذہ دینی (Danby) میں بحیثیت قضاۃ شریک ہونے سے روکا ہے اور اس کا سبب یہ بتلایا گیا کہ گویہ لوگ امرائے پارلیمنٹ ہیں لیکن ان کی امارت موروثی ہے اور نہ ان میں اہیان سلطنت کا خون ہے اور ۱۵۹۲ء میں ایک تحریک منظور ہو کر ان کی شان امارت سے انکار کیا گیا۔

پارلیمنٹ کے امرائے دینی کی تعداد چھ بیس ارکان پر مشتمل ہے۔ پارلیمنٹ کے ۱۵۰۰ میں اسقفی بیچسٹر کے قیام کے لیے ایک قانون جاری کیا گیا ہے اس کی رو سے اس تعداد میں اضافہ کرنے کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ وہمہ اسقف اور لندن، ونچسٹر اور ڈرہم کے اساقفہ شہد جات کے ذریعے سے طلب کیے جاتے ہیں اور دارالامرا میں اساقفہ کے بیچ کے سرے پر بیٹھا کرتے ہیں لیکن باقی اکیس اساقفہ

پارلیمنٹ کے
امرائے دینی
کی تعداد

کی ترتیب نشست بلحاظ ان کی مدت ملازمت اور پیشے کے ہوتی ہے۔ جب تک یہ اساقفہ اپنے فرائض دینی کو انجام دیتے رہتے ہیں اُس وقت تک وہ امراء کے پارلیمنٹ متصور ہوتے ہیں۔ یہ لوگ پارلیمنٹ میں طلب نام شاہی کی بناء پر شریک ہوتے ہیں طلب نام کی نسبت ان کو حق قدامت حاصل ہے اسلئے کہ عود شاہی کے بعد قدیم جاگیرات بیرن اور جدید جاگیرات کا عطا ہونا منسوخ ہو گیا تھا اور انھیں حقوق کی بناء پر اسلئے زمانے میں اساقفہ پارلیمنٹ کے جلسوں میں شریک ہوتے تھے مگر اب یہ حقوق اور عطا یا محکمہ کمشنران کلیسا کے قبضے میں ہیں۔

امراء میں حیات

امراء میں حیات کی ایک صنف امراءے مرافعہ میں لیکن بجز ان کے دوسرے کل امراءے حیات دارالامراء کے ارکان نہیں ہیں۔ علامہ فریمین کے اعتقاد کے بموجب اسناد شاہی کے ذریعے سے اس لئے امراءے پارلیمنٹ کا بنایا جانا اختیار کیا گیا کہ بادشاہ کے اختیار طلب اعیان میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ ہو اور اس کے ساتھ ہی اسی دستاویز (سند) میں جس کے ذریعے سے رتبہ امارت عطا ہوتا تھا صراحت کر دی جاتی تھی کہ یہ وقار معطی لہ کے حیات تک ہے۔ لیکن ڈاکٹر اسٹرنس کی تردید کرتے ہیں ان کے خیال میں کبھی تاج کو اس بات کا گمان تک نہیں ہوا کہ رتبہ بیرنی کسی کو اس کے حیات تک کا دیا جائے بلکہ امراءے حیات بنانے کے اختیار کو بادشاہ صرف اسی وقت عمل میں لاتا تھا جبکہ اس کو منظور ہوتا تھا کہ بقدر عمر میں سے بعض کو زیادہ عز و وقار بخشا جائے۔ اور جب اس ذریعے سے لوگوں کو رتبہ بیرنی عطا ہوتا تو سند شاہی میں اس شرط کی پوری صراحت کر دی جاتی تھی کہ معطی لہ شرکت پارلیمنٹ سے محروم رہیگا۔

بادشاہ کے امراءے حیات کو طلب کرنے کے اختیار کی نسبت ۱۷۵۶ء میں اعتراض ہو کر بادشاہ کے خلاف اس کا فیصلہ ہوا ہے جس سند کے ذریعے سے سترجیمس پلک حیات تک لارڈ ونیز لیڈیل (Lord wens leydal) بنایا گیا تھا اس میں

اس کے بیت اعلیٰ میں طلب کیے جانے کے حق کے متعلق ایک خاص فرقہ مندرج تھا۔ اس پر بھی ارکان امرائے اس کو مجلس مذکور میں آنے سے روک دیا۔ گذشتہ چار سو برس سے کوئی امیر جین حیات تک پارلیمنٹ میں شریک نہیں ہوا تھا اور امرائے موروثی کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ مجلس اعلیٰ میں تلج اور کیبنٹ کے مقرر کردہ ارکان کی کثرت ہوگی اور یہی نہیں بلکہ اسی طرح کے ایک قدیم حق شاہی کا جس کی بنا پر نیا بت نہ رکھنے والے مقامات کو پارلیمنٹی بلا دینا یا جاتا تھا اعادہ ہوگا۔ اسی مسئلے کے دوران تحقیقات میں اس امر کا بھی تصفیہ کر دیا گیا کہ امرائے جین حیات پارلیمنٹی امرائے نہیں ہو سکتے مگر تاج کے امرائے جین حیات بنانے کے حق کو تسلیم کیا گیا۔ چنانچہ سٹائٹس میں امرائے مافوق کا تقرر ہو کر ان کو پارلیمنٹ میں شریک کر دیا گیا لیکن چونکہ ان امراکا رتبہ اور شرکت پارلیمنٹ کا حق موروثی نہیں ہے اس لیے ان کے ورثہ کو ان حقوق کی میراث نہیں پہنچ سکتی۔ امرائے مافوق کی ملازمت عدالت ان کی شرکت پارلیمنٹ کا باعث نہیں ہے بلکہ یہ لوگ بلا ملازمت عدالت اپنے جین حیات تک دارالامرائیں شریک ہوتے اور رائے دیا کرتے ہیں۔

بیج ہاٹ صاحب اس بات کو دکھلاتے ہیں کہ دارالامرائے امرائے جین حیات کو اپنے میں شریک نہ کرنے سے مجلس مذکور کی اصلاح و ترقی و پروہ کا ایک موقع زمین کھودیا امرکی تعداد نامحدود ہے اور بیت اعلیٰ میں غیر معمولی قابلیت کے لوگ بجز امارت موروثی کے شریک نہیں ہو سکتے لیکن افسوس ہے کہ امرائے موروثی اپنی شرکت پارلیمنٹ کے ساتھ اپنی مخصوص قابلیت اور لیاقت کو اپنی اولاد کے لیے میراث نہیں بنا سکتے۔ اگر اس مجلس میں امرائے جین حیات داخل کر لیے جاتے تو عقل و فہم و علم کا امارت موروثی میں اضافہ ہوتا اور اس مجلس کو لایق ارکان کی مسلسل قلت کے سبب سے زوال و انحطاط کا خطرہ نہ نگاہتا۔ لیکن ارکان امرائے جس اعتبار سے مسئلہ امارت جین حیات کے

اخراج پر دلائل پیش کیے ہیں ان میں سے اکثر دلیلیں ہمارے نزدیک مقبول اور قابل تسلیم ہیں

دارالامرا کے عدالتی اختیارات

تاج کے
باقی عدالتی
اختیارات

قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں کے قائم ہونیکے بعد بھی تاج کے یہاں چند اختیارات عدالت باقی رہ گئے تھے۔ فلیٹا (Fleta) جو تیرھویں صدی کا ایک ماہر قانون ہے لکھتا ہے کہ "بادشاہ کی کونسل اور پارلیمنٹ میں ہی بادشاہ کی عدالت منعقد ہوتی ہے۔ اس عدالت میں رؤسائے کینسز، لواب، امراء، شرفاء اور دوسرے اہل علم و فضل جمع ہو کر مشتبہ مسائل قانونی کا تصفیہ کرتے ہیں اور جن جرائم اور خلاف ورزیوں کے لیے دوسری عدالتوں میں تدارک نہیں ہو سکتا ان کے لیے چارہ کار قانونی مہیا کرتے ہیں۔ جو شخص جس انصاف کا مستحق ہوتا ہے وہ اس کو یہاں پاتا ہے۔" بادشاہ کی عدالت اور اس کی کونسل اور پارلیمنٹ سے صاف ظاہر ہے کہ مصنف مذکور کی مراد مجلس عام سے ہے جبکہ وہ بحیثیت عدالت منعقد ہوتی تھی اس لیے کہ ابتداء میں ہر ایک مجلس قومی کا مرکز بادشاہ کی کونسل تھی۔ اس کے بغیر نہ تو پارلیمنٹ اور نہ کسی عدالت کا جس میں بادشاہ کی صدارت لازم تھی منعقد ہونا ممکن تھا۔ بنا علیہ مجلس شاہی اور پارلیمنٹ کے فرائض میں مدتوں تک فرق ہونے نہیں پایا۔ بالآخر چودھویں صدی کے خاتمے پر جبکہ پارلیمنٹ کے اختیارات کو مجلس کے اختیارات سے علیحدہ کیا گیا تو تاج کے اختیارات عدالت کی تقسیم بادشاہ باجلاس چانسرری، بادشاہ باجلاس کونسل، بادشاہ باجلاس پارلیمنٹ، عمل میں آئی۔ قانون غیر موضوعہ کے ضابطے کے تغیر پذیر نہ ہونے کے سبب سے جن امور کے لیے اس کی عدالتیں چارہ کار قانونی تجویز کرنے سے قاصر ہوتی تھیں ان کا انصاف محکمہ نصف سے کیا جاتا تھا۔ جن مقتدر اور بااثر مجرموں سے تدارک کرنے کے لیے معمولی عدالتوں کو جرات نہ ہوتی ان کے خلاف مجلس شاہی مظلوم کی داد کو پہنچتی تھی۔ پارلیمنٹ کی حیثیت میں زیادہ فرق نہیں ہونے پایا وہ اسی طرح عدالت ابتداء کی منصوبہ

اختیارات کی
چانسرری کونسل
اور پارلیمنٹ کے
میں تقسیم ہوئی۔
محکمہ نصف

ہوتی رہی اور اس میں وہی مقدمے تصفیہ پاتے تھے جن کے فیصلوں میں
 ماتحت عدالتیں غلطی کرتی تھیں اور اصلاح کے واسطے انھیں بادشاہ پارلیمنٹ
 میں بھجواتا تھا۔ عدالت کی حیثیت سے یہ صرف ارکان امر اپنٹ تھے۔
 چونکہ اساقفہ قانون مذہب کی رو سے ایسے مقدموں میں جن میں قصاص اور
 قطع اعضا کی سزائیں دی جاتی تھیں شریک نہیں ہو سکتے تھے اس لیے
 انھوں نے دارالامرا کے کل عدالتی فرائض میں شریک ہونا بتدریج ترک کر دیا
 اور اپنی عدم شرکت کو اپنے حقوق و مراعات عدالتی کے اثبات کا ذریعہ
 بنایا اور اس امر کی نسبت اعتراض کیا کہ دارالامرا میں طلب ہونے کے
 سبب سے ان کے ذاتی وقار اور مراعات عدالتی میں فرق آتا ہے بلکہ
 یہ کہا کہ ہم لوگ اپنے اور اپنے جانشینوں کے لیے اپنے ان حقوق و مراعات
 عدالتی کو محفوظ کرنا چاہتے ہیں جو ہیکو از رو سے قانون میں ہیں اور ہم اس کے
 مستحق بھی تھے۔

ہر چند ارکان عوام نے دوسرے کل امور میں ارکان امر کے ہم پلہ
 ہونے کی کوشش کی ہے لیکن ان کے اختیارات عدالت کے خلاف
 انھوں نے کبھی چون و چرا نہیں کی بلکہ ہنری چہارم کے عہد میں عوام نے
 بادشاہ سے درخواست کی کہ پارلیمنٹ کے عدالتی کام سے ان کو نجات
 ملے۔ اس التجا کے بعد عوام نے جن اختیارات عدالت کے حاصل کرنے کی
 کوشش کی ہے ان کا تعلق عام عدالتی اختیارات سے نہیں ہے بلکہ
 اس سے ان کا مقصد صرف اس قدر تھا کہ وہ اپنی تحقیر کرنے والوں پر پورا
 دسترس حاصل کریں اور ان کو قید و غیرہ کی سزا دے سکیں۔ علاوہ بیس
 وہ چاہتے تھے کہ اپنی مجلس کے دستور کی ترتیب دینے میں آپ مختار
 رہیں تو۔

ہر چند دارالامرا نے مجلس عام سے ابتدائی اختیارات دیوانی میراث
 میں پائے تھے لیکن جب مجلس عام کی متعدد شاخیں ہو کر اس کے فرائض
 کی مختلف عدالتوں میں تقسیم ہو گئی تو اس مجلس پارلیمنٹ کے ان اختیارات
 دیوانی۔

کی قدر باقی نہیں رہی۔ اور ہر چند امرائے اپنے دیوانی مقدمات کو اپنے مساوی درجے کے لوگوں سے فیصلہ کرانے کے لئے اختیار واجازت طلب کی لیکن تاج نے اس کو منظور نہیں کیا۔ اس کے سوا ان لوگوں نے جو عود شاہی کے بعد امرائے گئے تھے اہم اور پیچیدہ معاملات کی نسبت قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں سے معقول اور موزوں چارہ کار نہ ملنے کی صورت میں انہی اختیارات کا ادعا کیا تھا۔ اس مسئلے کا تصفیہ ایک نظیر (اسکینر نام ایسٹ انڈیا کمپنی Skinner vs. the East India Company) کے ذریعے سے شدت میں ہوا ہے۔ کمپنی مذکورہ نے

اسکینر کا جہاز مال اور مکان اور ایک جزیرہ جس میں وہ رہتا تھا ضبط کر لیا تھا اور جن کے دلاپانے کے لئے اُس نے کمپنی کے خلاف دیوانی نالیش دائر کی تھی۔ ارکان امرائے اس کی خود سماعت کی اور اسکینر کے حق میں فیصلہ صادر کیا مگر کمپنی نے دارالامرا کی اس دست اندازی کے خلاف دارالعوام کو عرض دی جس پر ارکان عوام میں اس کی نسبت ایک تحریک منظور ہو کر مجلسین کے اس فعل کو خلاف قانون قرار دیا گیا اس کے بعد ان دونوں مجلسوں میں کچھ بحثی ہونے لگی اور یہ مسئلہ تورہ گیا اور ان کے باہمی حقوق و امتیازات کی نسبت بحث چھڑ گئی۔ بہر حال اس کا کوئی باقاعدہ اور قطعی فیصلہ نہیں ہوا مگر بادشاہ نے اس معاملے میں مداخلت کر کے دونوں ایوانوں کے مسئلوں سے اسکینر کے مقدمے کی کل رمداد کو منسوخ کر دیا۔ اُس وقت سے چونکہ دارالامرا نے اپنے اس نامسکہ و نامقبولہ اختیار کا پھر کبھی اعادہ وادعا نہیں کیا ہے اس لئے سمجھنا چاہئے کہ مجلس مذکورہ نے تسلیم کر لیا ہے کہ اس کو دیوانی کے ابتدائی اختیارات حاصل نہیں ہیں۔

دارالابتدائی
اختیارات فوجداری

اختیارات فوجداری کے لحاظ سے دارالامرا کی حیثیت عدالت ابتدائی کی ہے۔ اس کی بنیادوں ہوئی کہ اعلیٰ طبقہ کے امرائے ابتدائے اس امر کا دعویٰ کیا ہے ان کی تحقیقات کہ ان کے مساوی درجے کے اشخاص کے ذریعے سے ہوئی چاہئے نہ کہ ملک کی عدالتوں اور شاہی قضاۃ کے توسط سے یہ کوئی غیر معمولی خواہش نہ تھی۔ ہر ایک شخص کے متعلق اسکے ہم رتبہ اور ساتھیوں کے ذریعہ

سے تحقیقات کا ہونا قانون انگلینڈ کا ایک نہایت قدیم اصول تھا۔
ابتداء میں اس طریقے کو کسی خاص مرتبے کے لیے باعث وقار نہیں خیال
کیا جاتا تھا اور اس کو تحقیقات بذریعہ جوری کی بنا ٹھیکہ لگایا جاتی پلاو پکانا
ہے۔ ایک طریقے کو دوسرے سے کچھ مناسبت ہی نہیں۔ بادشاہ
کے ایک معطی لہ کے ہم مرتبہ اس کے دوسرے معطی لہم سمجھے جاتے تھے
اور یہی لوگ عدالت شاہی میں مقدمہ لے کر کسان کی تحقیقات کرنے اسکی
نسبت فیصلہ صادر کرتے تھے۔ کسی امیر و مہمانی کے ایک معطی لہ کے
ہم مرتبہ اس کے دوسرے معطی لہم (جن کے قبضے میں آزاد زمینیں ہوتی
تھیں) منظور ہوتے تھے اور یہ لوگ اس امیر کی عدالت میں وہی کام
انجام دیتے جو بادشاہ کے معطی لہم اس کی عدالت میں کرتے تھے۔
لیکن جب قانون موضوعہ کی عدالتوں کو ترقی ہوئی اور ضابطہ عدالت
میں نئے طریقوں کا اجرا ہوا اور اطلاق قانون کا کام ماہران فن قاضیوں
کے سپرد ہوا جو اکثر ادنیٰ درجے کے لوگ ہوتے تھے اس کے سوائے
خود منشور اعظم نے قرار دیدیا تھا کہ لاہر ایک آزاد آدمی کی تحقیقات سوائے
اس کے ہم مرتبہ اشخاص کے کسی اور ذریعے سے نہ ہوا کرے۔ تو امرائے
ان الفاظ کے ابتدائی معنوں کو بدل دیا اور جب شاہی جج ان کی تحقیقات
کرنے کے لیے اس امر کا اذکار کرتے کہ ہم بحیثیت نائبان شاہ ہر ایک
شخص کے خواہ وہ کتنا ہی بلند مرتبہ کیوں نہ ہو ہم مرتبہ ہو سکتے ہیں تو امرائے
نہایت حقارت اور غیظ و غضب سے ان کے اس دعویٰ سے انکار
کرتے تھے۔

بالآخر امرائے مان لیا کہ ان کے دیوانی مقدموں کا تصفیہ سرکاری
عدالتوں کے ذریعے سے ہوا کرے لیکن فوجداری نالشیوں کی نسبت ان کو
وہی اصرار رہا کہ ان کی تحقیقات اسکے ہم مرتبہ لوگوں کی رائے
سے ہونی چاہیے۔ اس دعویٰ کی تاکید میں ان کی دلیل یہ تھی کہ بغاوت
اور دوسرے سنگین جرائم کی سزا میں مجرم کی جائداد بحق تاج ضبط ہوتی ہے

اور یہ بات کس قدر خلاف انصاف ہے کہ اس قسم کے مقدمات میں جبکہ ان کی تحقیقات شاہی عدالتوں میں ہوتی ہے تو بادشاہ جس کے نام سے مقدمہ چلایا جاتا ہے مستغیث بھی بذیل ہے اور فیصلہ بھی صادر کرتا ہے اس لیے کہ نظم نے عدالت بادشاہ کے قائم مقام سمجھے جاتے ہیں اس اعتراض پر غور کرنے کے لیے ۱۳۹۱ء میں ایک کمیٹی مقرر ہوئی اور اس نے مشورہ دیا کہ امر کی تحقیقات خواہ ان سے کسی قسم کا جرم سرزد ہو سوائے ان کے ہم رتبہ امر کے کسی اور عدالت میں نہیں ہونی چاہیے جب پارلیمنٹ میں استغاثہ فوجداری کا دائرہ ہونا موقوف ہو تو لارڈ ہالی اسٹورٹ کی عدالت کا تقرر اس غرض سے عمل میں آیا کہ پارلیمنٹ کے برخاست کے زمانے میں امر کی تحقیقات بذریعہ امر ہو کر سے ہو

قدیم زمانے میں بغاوت اور سنگین جرائم کی منجانب حکومت تحقیقات نہیں ہوتی تھی اور نہ حکومت مدعی بنتی تھی بلکہ شخص متضرر جس کی حیثیت اس زمانے میں ایک گواہ سے زیادہ نہیں سمجھی جاتی اس وقت تنہا مدعی سمجھا جاتا تھا اور اس کے استغاثے کے بغیر حکومت دست اندازی نہیں کرتی تھی۔ اس شخص فوجداری نالش کو اپیل (Appeal) - استغاثہ کہتے تھے سنگین جرائم کی تحقیقات کے دو طریقے تھے۔ استغاثہ اور تحقیقات بذریعہ جنگ۔ یہ دونوں طریقے ۱۸۱۹ء تک جائز سمجھے جاتے تھے لیکن پارلیمنٹ میں استغاثوں کا پیش ہونا ہنری چارم کے ابتدائے حکومت سے موقوف ہو گیا تھا چونکہ رچرڈ ووم کے عہد میں اکثر بے بنیاد استغاثے لوگوں کو اذیت پہنچانے کی غرض سے پارلیمنٹ میں دائر ہوتے تھے اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ پارلیمنٹ نے اس قسم کی نالشوں کا پیش ہونا موقوف کر دیا ہو گا۔ اس کے سوائے امر کی تحقیقات کے وقت استغاثہ اور چالان میں فرق کیا جاتا تھا۔ اگر کسی عدالت ماتحت میں کسی امیر کے خلاف کسی سنگین جرم کی بابت استغاثہ پیش ہوتا تو وہ اپنے حقوق امارت کی بنا پر عذر نہیں کر سکتا تھا لیکن اسی طرح کسی سنگین جرم کی نسبت منجانب تاج اس کا چالان اسی قسم کی

استغاثہ

چالان

عدالت میں کیا جاتا تو اس کو اس عذر کا حق حاصل تھا کہ اُس کا مقدمہ عدالت ماتحت سے منتقل ہو کر پارلیمنٹ میں روانہ کیا جائے اس لیے کہ وہ اپنے ہم رتبہ امراء کے ذریعے سے تحقیقات کرانا چاہتا ہے پھر پارلیمنٹ نے استغاثہ کو تو موقوف کیا لیکن اس کے عوض مقدمات مواخذہ اور مخصوص تعزیری قوانین کا رواج ہو گیا۔ مواخذہ ایک قسم کی فوجداری تحقیقات ہے جس میں دارالعوام کی جانب سے دارالامراء کی عدالت میں استغاثہ پیش ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ طریقہ موقوف نہیں ہوا لیکن منسوخ العمل ہو گیا ہے۔ مورخانہ نظر سے اس کو نہایت با اثر اور موزوں طریقہ تحقیقات سمجھنا چاہیے جس زمانے میں کہ بادشاہ انگلستان مطلق العنان تھا اور وزیر اخود کو پارلیمنٹ کا ذمہ دار نہیں سمجھتے تھے پارلیمنٹ نے اسی طریقے کی بدولت ان پر اپنی نگرانی قائم کرنے میں کامیابی حاصل کی تھی۔ چودھویں صدی میں دارالعوام کے اختیارات میں ترقی ہوئی شروع ہوئی۔ ۱۳۷۶ء میں جبکہ دربار شاہی نااہل اور مسرف مصاحبین اور امراء سے بھر گیا تھا ارکان عوام کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ تھی اور بد نظمی بھی کمال کو پہنچ گئی تھی چنانچہ گڈ پارلیمنٹ کے منعقد ہونے کے پہلے تین سال بغیر پارلیمنٹ کے گزر گئے تھے اس لیے جب اس پارلیمنٹ نے اجلاس شروع کیا تو دارالعوام نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ رچرڈ لائینر

اور لارڈ لیٹیم (Richard Lyons of Lord Latimer) پر

قومی قسم کے غبن کرنے کے الزام میں مواخذہ کیا۔ یہ دونوں مجرم ثابت ہو گئے اور ارکان امراء نے قید اور خدمت سے معزول کیے جانے کا فیصلہ ان کے خلاف صادر کیا۔ ۱۳۸۶ء کی پارلیمنٹ میں بھی اسی طریقے سے مائیکل ڈی لاپول پر چارل آف سفک تھا الزام لگا کر تحقیقات ہوئی تھی۔ ہر چند ۱۳۸۷ء میں امراء نے سوائے امراء کے کسی دوسرے کے فوجداری مقدمے کی تحقیقات کرنے سے انکار کیا تھا اور اس کو وہ اپنی کسر شان خیال کرتے تھے لیکن پارلیمنٹ کی یہ دونوں مجلسیں مواخذے کی نسبت متفق

ہو گئی تھیں جس اعلیٰ عہدہ دار کو کسی نہ کسی امر میں ملزم ٹھہرا کر دارالعوام مواخذے کی تحریک پیش کرتا دارالامرا نہایت گرجوشی اور مستعدی سے اس کی تحقیقات کرتا تھا اور اس بات کا کچھ لحاظ نہ ہوتا تھا کہ ملزم ان سے کم رتبہ رکھتا ہے۔ چنانچہ ۱۳۷۷ء میں جبکہ امرا نے استغاثہ نے بادشاہ کے پانچ مصاحبوں کے خلاف جن میں دو عوام سے تھے بغاوت کا استغاثہ دائر کیا تو ارکان امر نے بخوشی اپنے اختیار کا اس طرح اظہار کیا کہ وہ ہم کو آعیان سلطنت اور ہر ایک شخص کی نسبت جبکہ اس نے بادشاہ کے خلاف بغاوت کی ہے تحقیقات کرنے کا حق حاصل ہے، اس کے دس برس بعد پارلیمنٹ نے ایک عرضی کے ذریعے سے جس میں چند اعتراضات مرقوم تھے بادشاہ کو اس امر کی طرف توجہ دلائی اور بادشاہ کی منظوری کو مثل میں درج کرایا اور وہ یہ تھی کہ پارلیمنٹ باجارت بادشاہ جس شخص پر بنا سبب سمجھے مواخذہ کر سکتی ہے اور پارلیمنٹ کے ایک دوران میں اسی شخص پر متعدد مرتبہ مواخذہ ہو سکتا ہے اس منظوری کے پہنچنے ہی ٹامس ڈی ارنڈل (Thomas de Aurenal) پر جو کنٹربری کا صدر اسقف تھا مواخذہ کر دیا گیا۔

ڈیوک آف سسکس مائی کل ڈی لاپل کا پروتا تھا اس کے مواخذے کے بعد سے جو ۱۳۷۷ء میں کیا گیا تھا اس وقت تک جبکہ مالپسن (Mopesson) سے اسی طرح باز پرس کی گئی تھی کسی تیسرے شخص پر مواخذہ کی بلا نہیں نازل ہوئی۔ مخصوص قانون تغیر بننے کی نسبت عموماً دارالامرا میں تحریک پیش ہوتی تھی۔ مواخذے کی بہ نسبت اس دوسرے طریقے میں زیادہ آسانی تھی اور مال کار بھی اس کی بہ نسبت جلد حاصل ہوتا تھا۔ یہ کوئی عدالتی تحقیقات نہ تھی بلکہ ملزمین کے خلاف مخصوص قانون تغیر وضع ہو کر احکام صادر کیے جاتے تھے۔ یہ طریقہ اصل میں بادشاہ کو اس کے دشمنوں سے نجات دلانے کے لیے اختیار کیا جاتا تھا۔ تم جانتے ہو کہ پارلیمنٹ کو نامحدود اختیارات حاصل ہیں۔ اگر وہ چاہے تو جائز فعل کو ناجائز قرار دے سکتی ہے

اور اس طرح ایک شخص کو اس کے جائز فعل کے لیے جو کسی جدید قانون کے نفاذ کے پہلے واقع ہوا ہو مگر اس قانون جدید نے اس کو ناجائز ٹھہرایا ہو سزا دی جاتی ہے۔ پھولوں کی لڑائیوں کے زمانے میں جو فرقہ غالب ہوتا وہ اپنے دشمنوں کو ان قوانین کے ذریعے سے سزائیں دلاتا تھا۔ فوجیاب فرم کی خوشامد اور اطاعت میں دارالامرا نے سب سے پہلے اس طریقے پر عمل کیا۔ اور اس کے دشمنوں کو بغاوت کے الزام میں سزائیں دیں۔ ٹیوڈر بادشاہوں نے بھی اپنے خطرناک رقیبوں اور مدعیان سلطنت کا مخصوص تعزیری قوانین کے ذریعے سے خاتمہ کیا۔ اسی خاندان کے بادشاہوں کو سب سے پہلے یہ بات سمجھائی دی کہ بددیانت اور ناقابل عہدہ داروں سے ان قوانین کے ذریعے سے پیچھا چھڑانا چاہیے اور بروں کی جگہ اچھے ملازمین کو ملنی چاہیے۔

مگر سترھویں صدی میں قوم اور بادشاہ ایک دوسرے کے دشمن جانی بن گئے تھے۔ قوم کی خواہش تھی کہ انتظام درست ہو اور وزیر اپنے کو دارالعوام کا ذمہ دار سمجھیں لیکن بادشاہ اپنے وقار اور اختیار میں کسی کمی کے واقع ہونے کا روادار نہ تھا اس لیے دارالعوام کے ہر ایک مطالبے پر خواہ وہ جائز ہو یا ناجائز بادشاہ کا غیظ بڑھتا ہی جاتا تھا۔ ہر ایک فریق اپنی تائید میں نظریہ پیش کرنا چاہتا تھا اس لیے پارلیمنٹ کی قدیم مشلوں کی بادشاہ اور پارلیمنٹ کی جانب سے تنقید کی گئی۔ ۱۶۲۱ء میں ارکان عوام نے مواخذہ کرنے کے اختیار کی نسبت پھر ادا کیا اور اس کے

ضمن میں سر جانز مالپسن Sir Giles Mopesson مشہور اجارہ دار اور میر مجلس نصف فرانسیسی لیکن پر مواخذے کا حکم ہو گیا۔ ۱۶۲۹ء میں ارل آف ٹڈل سیکرز سے جو وزیر خزانہ تھا رشوت ستانی کے الزام میں مواخذہ کیا گیا اور چارلس اول نے متعدد پارلیمنٹوں کو اس لیے ملتوی اور برخاست کر دیا کہ ان میں سوائے ڈیوک آف بکننگھم کے مواخذہ کی کارروائی کے کوئی دوسرا کام نہیں ہوتا تھا۔ اس زمانے کے طریقہ مواخذہ

کی غرض بدل گئی تھی اور مخالفین سیاسی سے نجات پانے کے لیے اُس پر عمل ہونے لگا تھا۔ مواخذہ کرنے میں پارلیمنٹ کا بھی سخت نقصان تھا اس لیے کہ اگر بادشاہ کو ملزم کی حمایت کرنی منظور ہوتی تو وہ پارلیمنٹ کو متواتر ملتوی اور برخاست کرتا تھا جس کے سبب سے پارلیمنٹ کا زور ٹوٹ جاتا تھا اور وہ اشخاص زیر تحقیقات کو ان کے کیفر کردار کو نہیں پہنچا سکتی تھی اور انتظام سلطنت میں شریک ہونے سے وہ محروم ہوتی تھی۔ علاوہ بریس وارن ہیسٹنگز سے مواخذہ ہونے کے پہلے پارلیمنٹ کے ملتوی اور برخاست ہونے کے زمانے میں کارروائی مواخذہ ختم نہیں ہو سکتی تھی بلکہ اس کے منعقد ہونے کے بعد اس کو از سر نو چلانا پڑتا تھا۔ لیکن لانگ پارلیمنٹ نے ان دشواریوں میں ایک حد تک سہولت پیدا کر دی تھی اس نے اس امر کا تصفیہ کر دیا تھا کہ بادشاہ پارلیمنٹ کی رضامندی کے بغیر اُس کے التوا اور برخاست کا حکم نہیں دے سکتا تھا۔ اور چونکہ وہ اسٹرافورڈ اور لاڈ (Strofford of Land) کو بغاوت خلاف بادشاہ کا مجرم نہیں قرار دے سکتی تھی اس لیے اس نے ان کی تحقیقات مواخذہ کو مخصوص تعزیری قوانین میں بدل دیا تو

عود شاہی کے بعد لانگ پارلیمنٹ کی اس قسم کی چیرہ دستیایں باقی نہ رہ سکیں۔ اگر دارالعوام کسی کے خلاف مواخذے کی کارروائی کا آغاز کرتا اور بادشاہ کو اس کا چلایا جانا منظور نہ ہوتا تو وہ اس کو منسوخ کرتا تھا۔ لیکن کلیئرڈن کے بچانے سے چارلس نے اغراض کیا اس لیے کہ اس کی نصیحتوں سے وہ دق ہو گیا تھا اور ڈینی کے مواخذے کے وقت اُس نے دوران تحقیقات میں معافی نامہ عطا کیا۔ چونکہ بادشاہ کے معاف کر دینے سے مواخذہ کی غرض مفقود ہوتی اور وزیر کو دارالعوام کی ذمہ داری کی پروانہ ہوتی تھی اس لیے ارکان عوام نے معافی نامے کو ملک کے حق میں نہایت مضر سمجھا اور باتفاق آرا اس کو ناجائز قرار دیکر ارکان امر سے درخواست کی کہ تحقیقات ڈینی کو ختم کر کے فیصلہ صادر کیا جائے۔

لیکن اسی اثنا میں اساقفہ کے ایک مسئلے کی نسبت کہ وہ امر کی تحقیقات میں شریک ہو سکتے ہیں کہ نہیں ارکان عوام اور امرا میں ناچاقی پیدا ہو گئی اور بادشاہ نے پارلیمنٹ کے اجلاس کو ملتوی کر دیا جس کے سبب سے یہ معاملہ یوں ہی ناتمام رہ گیا۔ آخر اس بات کا تصفیہ قانون تخت و تاج کی رو سے ہو گیا کہ کوئی شخص باخوذ معافی نامہ بادشاہ مسجل بہ مہر کلاں اپنے عذر میں پیش کر کے کارروائی مواخذہ دارالعوام سے پیچ نہیں سکتا۔ علاوہ بریں عود شاہی کے بعد سے دارالعوام نے مایات ملک کو اپنے قبضے میں کر لیا ہے اور مصارف سلطنت کے لئے رقوم نہایت چارنج پر تال سے منظور ہوتی ہیں اس لئے تاج کو زیادہ موقع نہیں ملا کہ اپنے وزیر کو دارالعوام کی زد سے بچانے کے لئے پارلیمنٹ کو ملتوی یا برخاست کیا کرے۔

خاندان پانور کے زمانے سے مواخذے اور مخصوص قوانین تغیر سے بہت کم کام لیا گیا ہے۔ مگر جب سے کیبنٹ کی ذمہ داری باہمی کے اصول کو ترقی ہوئی ہے یعنی اس کا ہر ایک رکن منفرداً اور مشترکاً ایک دوسرے کا ذمہ دار ہے پارلیمنٹ نے بہت ہی کم اور وہ بھی ایک دو شخصوں کے خلاف جبکہ وہ بغاوت اور بددیانتی کے مرتکب ہوئے تھے ان ہتھیاروں کو استعمال کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی غلط یا ناکام حکمت عملی کے لئے پوری کیبنٹ کی کیبنٹ پر مواخذہ نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے خلاف مخصوص قانون تغیر کا نفاذ ہو سکتا ہے۔ اس پر بھی طرفداران جیمس دوم کی شورش کے بعد قائلہ میں سلطنت کے مدعی اول کے اکثر ہوا خواہوں کو مخصوص قوانین تغیر کے زیر اثر سزا میں دی گئی ہیں۔ واپس ہیسٹنگز اور

(Warren Hastings & Lord melville)

لارڈ میل ول () ہیسٹنگز پر ہند میں بری حکومت پر مواخذہ ہو کر زیادہ مدت نہیں گزری ہے۔ ہیسٹنگز پر ہند میں بری حکومت کرنے کا الزام تھا اور اس کا مواخذہ ۱۷۸۰ء میں شروع ہوا اور میل ول پر محکمہ بحریہ میں غبن کرنے کا الزام تھا جس کی تحقیقات ۱۷۸۰ء میں ہوئی۔ مخصوص قانون تغیر کا جاری کیا جانا اب بھی جائز ہے اور ضرورت کے وقت

اس پر عمل ہوتا ہے۔ بعض اہل نظر کا خیال ہے کہ جب سے پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں نے ایک کمیٹی کے ذریعے سے کسی عہدہ دار یا کسی محکمے کی بد اعمالی اور بد انتظامی کو دریافت کرنے کا طریقہ اختیار کیا ہے اس وقت سے ان مجلسوں کا مواخذہ کرنے کا حق برآہل ہو گیا ہے تو

قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں کے فیصلوں کا مرافعہ سماعت کرنے کا اختیار جو دارالامرا کو حاصل ہے اس کو ملک نے صدیوں پہلے سے تسلیم کر لیا تھا اس لئے مجلس مذکور کے اس اختیار کے متعلق نہ تو جھگڑے پیدا ہوئے اور نہ ان کی تاریخ لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ یہی سبب ہے کہ اس کے تاریخی واقعات بہت کم ملتے ہیں۔ جب دارالامرا کو کونسل سے بالکل علیحدہ کر دیا گیا تو کونسل کو بھی وہی اختیارات مرافعہ حاصل تھے جو دارالامرا کو ملے تھے۔ چونکہ قانون غیر موضوعہ کی عدالتیں جبکہ مجلس شاہی مختلف محکمہ جات میں تقسیم نہیں ہوئی تھی اس کی شاخیں سمجھی جاتی تھیں اس لئے مجلس مذکور اور ان عدالتوں کے کام میں بہ نسبت دارالامرا کے فرائض کے جس کا ماخذ مجلس عام تھی زیادہ مشابہت اور یک جہتی تھی اور اسی بنا پر کونسل چند مخصوص مقصدوں کا مرافعہ سماعت کرتی تھی اور اب بھی اس کو یہ اختیار حاصل ہے۔ لیکن سترہویں صدی میں جن سے اس کی نسبت دریافت کیا گیا تھا باتفاق آراء فیصلہ کیا کہ پارلیمنٹ کے ذریعے سے عدالت کنگس پنچ کے فیصلوں کی غلطیوں کی اصلاح بصیغہ مرافعہ ہونی چاہیے۔ اور یہ فیصلہ پارلیمنٹ کی مثل میں دج ہونے سے قانون بن گیا ہے۔ عدالت دیوانی کے فیصلوں کی ناراضی سے مرافعہ اول عدالت کنگس پنچ میں اور مرافعہ ثانی پارلیمنٹ میں پیش ہوتا تھا۔ عدالت اسپیکر کے فیصلوں کا بھی دارالامرا میں مرافعہ ہوتا تھا۔ یہ ایک درمیانی عدالت تھی اس کے ماتحت محکمہ مال تھا اور اس کے فیصلوں کا اس میں مرافعہ کیا جاتا تھا اور مالی امور کی نسبت عدالت کنگس پنچ کے فیصلوں کا مرافعہ محکمہ مال ہی سنتا تھا۔ چونکہ اس زمانے میں پارلیمنٹ باقاعدہ

دارالامرا
کے اختیارات
مرافعہ

طور پر منعقد نہیں ہوتی تھی اس لئے اسپیکر کی عدالت کو ایسے وسیع اختیارات
مرافعہ مل گئے تھے۔ اگلے زمانے میں محکمہ نصف کا دارالامرا سے کوئی تعلق نہ تھا
جیمس اول کے عہد کے پہلے میر مجلس محکمہ نصف کے فیصلے کی ناراضی
سے کبھی مجلس مذکور میں مرافعہ نہیں ہونے پایا مگر اس دور سے
ارکان امرائے محکمہ مذکور کی غلطیوں کی بصیغہ مرافعہ اصلاح کرنی شروع
کردی تھی اور ۱۶۵۷ء میں مجلس مذکور کے نصف کے فیصلوں
کے خلاف مرافعہ سماعت کرنے کے اختیار پر اعتراض کیا گیا مگر
اسی سال شرلی بنام فیک (Shirly vs Fagg) کے مقدمے کے
ذریعے سے دارالامرا کے اس اختیار کا قطعی تصفیہ ہو کر ملک نے
اس کو تسلیم کر لیا ہے۔

۱۷۰۱ء میں قانون عدالت عالیہ کے ذریعے سے دارالامرا کی
عدالت مرافعہ کی حیثیت مٹانے کی فکر کی گئی تھی مگر قانون بابت اختیارات مرافعہ مجریہ
۱۷۰۶ء نے اس کی عدالتی شان کو محفوظ کر کے اس کو مملکت متحدہ
کے لئے سب سے آخری عدالت مرافعہ قرار دیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس
بات کا بھی انتظام کیا گیا ہے کہ پارلیمنٹ کے اجلاس نہ کرنے کے زمانے
میں مرافعے کے کام میں ہرج واقع نہ ہو۔ اس کے لئے چار امرائے مرافعہ
کا تقرر عمل میں آیا ہے۔ جب تک کہ ان میں سے تین ارکان موجود نہ ہوں
کسی مرافعہ کی سماعت نہیں ہو سکتی۔ ان کے سوائے دوسرے ایسے ارکان امر
بھی شریک ہوتے ہیں جنہوں نے بڑی بڑی عدالتی خدمتیں انجام دی ہیں۔
عملاً تو یہی دو رکن مرافعہ سمٹتے ہیں لیکن اصولاً ارکان امرائے ہر ایک رکن
کو اس کی سماعت میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے اس لئے
کہ دارالامرا کا ہر رکن مجلس عام ہے اور مجلس عام کے فیصلوں میں اس کا
ہر ایک رکن شریک ہوتا تھا۔

امرائے مرافعہ

باب نم

دارالعوام

اضلاع کے نمائندوں اور شہروں اور بلاد کے نائبوں کے اغراض سیاسی و تمدنی میں یک جہتی ہونے سے یہ دونوں گروہ بہت جلد آپس میں متفق ہو گئے۔ ہر چند شہروں کے وکلاء کی تعداد اضلاع کے نمائندوں سے دو چند ہوتی تھی لیکن اس کثرت کے باوجود انھوں نے دارالعوام کے قائم ہونے کے دو سو برس بعد تک اس کے کاروبار میں بہت ہی کم شرکت کی ہے۔ برسوں کی بے حد کوششوں کے بعد پارلیمنٹ کو اقتدار سیاسی حاصل ہوا اور ان معرکہ آرائیوں میں وکلاء نے بلاد سے سوائے ایک شخص کے کسی دوسرے سے کوئی کار نمایاں نہیں ہوا۔ چنانچہ ۱۵۵۷ء میں جبکہ بادشاہ اور پارلیمنٹ میں دستور حکومت کے واسطے جنگ ہو رہی تھی شہر برٹشل کے ایک نائب ٹامس ینگ نامی نے پارلیمنٹ کی آزادی تقریر کے حق کا بادشاہ کے مقابلے میں ادا کیا اور ۱۶۲۹ء کے پہلے جبکہ شہر یارمتھ کے وکلاء سے ایک نمائندہ دارالعوام کا صدر بنایا گیا تھا کسی وکیل شہر کو مجلس مذکور کی کرسی صدارت پر بیٹھنے کا شرف حاصل نہ ہوا۔ اس بات کا کہ کیوں وکلاء نے بلاد کی پارلیمنٹ میں بے قدری تھی بہت آسانی سے پتہ ملتا ہے۔ یہ لوگ اپنی رغبت سے اس میں شریک نہیں ہوتے تھے اور نہ ان کو سیاسی باتوں سے دلچسپی تھی وہ اپنے اغراض مقامی کو اغراض قومی پر ترجیح دیتے تھے انکا اکثر وقت ان کے شہروں کی مجلسوں میں بسر ہوتا تھا۔ اس لیے وہ اپنے مقامی امور

کو ترک کر کے قومی معاملات کی اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتے تھے اس کے سواے امور قومی کی شرکت کے لئے انھیں صعوبات سفر برداشت کر کے ویسٹ منسٹر کو جانا ہوتا تھا۔ ان کو بھی وکلاء اضلاع کے برابر شرکت پارلیمنٹ کے لئے قلیل اجرت ملتی تھی لیکن یہ اجرت مذکورہ بالا تکلیفوں کا بدل نہیں ہو سکتی تھی اس لئے یہ لوگ اپنے مکانوں میں رہنا پسند کرتے تھے۔ علاوہ بریں ان کی کم وقتی کا ایک اور سبب تھا۔

اُس زمانے میں شہروں کے باشندوں میں اس طرح اتفاق و مساوات نہ تھی جیسا کہ اس زمانے میں پائی جاتی ہے۔ بڑے بڑے تاجر اسپترو شہریوں سے علیحدہ سمجھتے تھے اور پارلیمنٹ میں ان کے ساتھ نہیں بیٹھا کرتے تھے۔ اس لئے ایک سچے اور ہمدرد رہبر قوم کی حیثیت سے انھیں کوئی ہدایت کرنے والا نہ تھا۔ ان تاجروں کو بادشاہ سے مخصوص تجارتی حقوق ملنے تھے اور وہ ان کے معاوضے میں اس کے مصارف سلطنت کے لئے بڑی بڑی رقمیں منظور کرتے تھے اور اسکے لئے انھیں پارلیمنٹ میں حاضر ہونے کی ضرورت نہ تھی وہ اپنے گھروں سے روپیہ بھیجا دیتے تھے۔ تاجروں کی اس حالت سے پارلیمنٹ کے شروع زمانے میں لوگوں کو گمان ہوتا تھا کہ ان کا ایک علیحدہ طبقہ بنے گا لیکن تاجروں کی مرضی اچانی زیادہ قائم نہ رہ سکی فرانس کے محادثات کے سبب سے اکثر شہروں کی تجارت بگڑ گئی تھی اور بادشاہ نے ان لڑائیوں پر صرف کرنے کے لئے شہروں پر پہلے کی بہ نسبت زیادہ محصول لگانا شروع کر دیا تھا ظاہر ہے کہ تجارت کے بگڑنے کے سبب سے اہل شہر کی آمدنی کے ذرائع محدود ہو گئے تھے اس کے سواے جو شہر کہ اپنے وکلاء پارلیمنٹ میں روانہ نہ کرتا اُس کا شمار اضلاع میں ہوتا تھا۔

ضلع کے رہنے والوں سے ان کی آمدنی کا پندرھواں حصہ اور شہریوں سے ان کی آمدنی کا دسواں حصہ بطور محصول وصول کیا جاتا تھا جو خاندان ٹیوڈر کے ساتھ ملک میں سرسبزی اور خوشحالی کا دور شروع

ہونے سے فرقہ بچار کو سلطنت کے اعلیٰ عہدوں پر پہنچنے کی امنگ پیدا ہوئی اور شہروں کی جانب سے جنھوں نے نیابت پارلیمنٹ سے دست برداری اختیار کی تھی پھر عرضیاں گزرنے لگیں کہ ان کو پارلیمنٹ میں اپنے نائبوں کے روانہ کرنے کی اجازت دی جائے۔ جن لوگوں کو نائب بننے کا اشتیاق تھا انھوں نے رسمی اجرت نہ لینے کے متعلق رضامندی ظاہر کی تاکہ انتخاب کرنے والوں کو ادائی اجرت کا خیال پست نہ بنادے۔ ۱۲۳۲ء میں ارکان عوام نے اس بات کو طے کر دیا کہ کسی شہر کا حق نیابت اگر اس کی نسبت شہر مذکور کی جانب سے غفلت ہو اور عرصہ دراز تک استعمال نہ کیا جائے تو زائل نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایڈورڈ ششم کے عہد سے منجانب تاج شہریوں کے طبقے کی مستعدی اور شوق کو مٹانے کی تدبیروں کا آغاز ہوتا ہے۔ جن شہروں کی آبادی بہت کم تھی اور ان کے باشندے اپنے شدید افلاس کے سبب سے بادشاہ کے مقرر کئے ہوئے لوگوں کو منتخب کرنے کے لیے مجبور تھے انھی شہروں کو حق انتخاب دیا جاتا تھا۔ اس تدبیر سے بادشاہ چاہتا تھا کہ دارالعوام کو اپنے ہوا خواہوں سے پرہیز کر دے۔ کچھ عرصے تک اس طریقے سے کام لیا گیا لیکن اس کے بعد شہروں کے نمائندوں کو انتخاب کرنے کے شرائط اہلیت کی مختلف قسمیں قرار دی گئیں۔ بعض شہروں کو بادشاہ کے جانب سے قیام بلدیہ کی نسبت سند عطا ہوتی اور اُس میں اس امر کی صراحت کر دی جاتی تھی کہ سوائے ارکان بلدیہ شہر کے دوسرے باشندے نائب پارلیمنٹ کے انتخاب کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ بعض شہروں میں وہاں کے کسی بڑے زمیندار یا جاگیردار کو پارلیمنٹ کا نمائندہ انتخاب کرنے کا حق حاصل ہوتا اور وہ اسی شخص کو نافذ کرتا جو سب سے زیادہ روپیہ اس کو دیتا تھا اور اُسے اس بات کی کچھ پروا نہ ہوتی کہ یہ شخص نمائندگی کی قابلیت بھی رکھتا ہے یا نہیں؟

پارلیمنٹ کے مباحثوں کی آزادی اور وقعت کا سہرا اضلاع کے دکلا کے سر ہے۔ یہی نہیں بلکہ ان کے باعث نیک طبیعت امرا اور

نیک نفس و کلا سے بلاد میں اتفاق و یک جہتی پیدا ہوئی جب بادشاہ نے اپنے اختیار و حقوق سے تجاوز کرنا شروع کیا تو سب سے زیادہ اسکا اثر ضلع کے باشندوں پر پڑنے لگا۔ یہی بات ان وکلاء کے لیے تازیانہ ہوئی۔ ان لوگوں نے چودھویں اور پندرھویں صدی میں بڑے بڑے کام کیے ہیں۔ انھی کی بدولت "جنگ دستور" میں پارلیمنٹ فتح یاب ہوئی۔ یہی تھے کہ جنہوں نے اس کی حکومت قائم کی اور انھی لوگوں نے اس امر کا ادا کیا کہ پارلیمنٹ کے ارکان کو کل امور قومی میں دخل دینا اور شریک ہونا چاہیے۔ اس بات کو نہ یادہ عرصہ نہیں گزرے یعنی پہلے قانون اصلاح کے جاری ہونے کے پیشتر جبکہ ارکان پارلیمنٹ کے اخلاق خراب ہو گئے تھے اور اُس میں رشوت کی گرم بازاری تھی اصلاح کے نمایندوں کے سواے دارالعوام کے دوسرے کل ارکان ان خرابیوں میں مبتلا تھے۔ جس طرح کہ پارلیمنٹ کی ابتدا میں یہ لوگ دستوری اصول کے حامی تھے اس وقت بھی ان لوگوں نے روایات دستوری کو بحال اور قائم رکھا تھا۔ چیتھم۔ ولکس اور پیٹ (Chatham, Wilkes & Pitt) کو جو اٹھارہویں صدی کے مصلحان دستور تھے تسلیم کرنا پڑا کہ یہ لوگ اپنے قول و فعل کے سچے اور متدین ہیں اور دارالعوام کا کوئی دوسرا فرقہ ان سے زیادہ حریت کا حامی نہیں ہو سکتا۔

قوانین اصلاح بابت ۱۸۳۲ء اور ۱۸۶۷ء کی رو سے اکثر غیر آباد شہروں کا حق نیابت زائل ہو گیا ہے اور اس کے بعد سے اصلاح اور شہروں کے وکلاء کی تعداد میں معقول مناسبت پیدا کر دی گئی تھی لیکن قانون اصلاح بابت ۱۸۸۵ء اور قانون تقسیم ثانی بابت ۱۸۸۵ء کے زیر اثر فی حلقہ انتخاب ایک رکن کا طریقہ جاری ہوا ہے جس کے سبب سے ضلع و شہر کے حق انتخاب میں اب زیادہ فرق باقی نہیں رہا۔ اس لیے اب ضلع اور شہر کے وکلاء میں بھی پہلے کے مانند امتیاز نہیں ہوتا ہے۔

نمایندگان اضلاع

تعداد وکلاء
اضلاع

ابتدائے میں بھی نمایندگان اضلاع دارالعوام کا ایک ضروری عنصر خیال کیے جاتے تھے۔ چنانچہ مونٹ کی پارلیمنٹ اور اسکے بعد کی سب پارلیمنٹوں میں سینتیس اضلاع سے بحساب دونائٹ (نمائندے) فی ضلع ہمیشہ طلب ہوئے ہیں چیسٹر اور ڈورہم نے خود مختار ضلع ہونے کے سبب سے کسی وکیل کو روانہ نہیں کیا اور ضلع مان مٹھ (Man mauth) سے بھی پارلیمنٹ کو اس واسطے نائب نہیں بھیجا جاتا تھا کہ یہ ضلع ملک ویلز (Wales) میں شمار ہوتا تھا۔ ہنری ہشتم کے عہد کے پہلے وکلاء اضلاع کی تعداد میں کبھی مستقل اضافہ نہیں ہونے پایا۔ مگر دو مرتبوں پران بہت وکلاء میں دوسرے بھی شریک ہوئے ہیں جب بادشاہ کو جنگ بروبرج (brough bridge) میں کامیابی ہوئی تو خاندان ڈسپنسر (Dispenser) کے امرانے جو بادشاہ کے مزاج میں دخل رکھتے تھے اپنے فرقے کے اغراض کو زور دینے کے لئے بادشاہ کو آمادہ کر کے بمقام یارک ایک پارلیمنٹ کا انعقاد کرایا۔ اس میں ملک ویلز سے لائق و سنجیدہ آدمی طلب کیے گئے تھے۔ اس پارلیمنٹ کے پانچ سال کے بعد ایزابیلا اور مارٹیمر (Isabella & mortimer) نے ایڈورڈ دوم کو تخت سے معزول کرنے کی غرض سے ایک پارلیمنٹ کو منعقد کیا تھا جس میں مقررہ وکلاء اضلاع کے علاوہ شمالی ویلز کے بھی نمائندے طلب ہوئے تھے۔ ۱۲۶۵ء کے بعد سے ملک ویلز کے کل اضلاع اور اُس کے ان شہروں سے جن کو ضلع کے اختیارات حاصل تھے بحساب فی ضلع دو نائب اور مان مٹھ سے دونائٹ پارلیمنٹ میں آنا شروع ہوا۔ ۱۳۷۱ء میں ضلع چیسٹر کو بھی حق انتخاب دیا گیا اور اس زمانے سے اس کی نیابت پارلیمنٹ میں ہوتی ہے لیکن ڈورہم کا ضلع ۱۳۷۱ء تک اس سے محروم رہا۔ اس تاخیر کا سبب ہماری رائے میں وہاں کے باشندوں کا مذہب کی متعلق کی طرف میلان رکھنا معلوم ہوتا ہے۔

باشندہ سے اسکاٹ لینڈ کے اضلاع سے تیس وکیل دارالعوام میں آئے گئے اور سنہ ۱۸۰۶ء میں آئر لینڈ کے اضلاع کے چونتھ رکنوں کا مجلس مذکور میں اضافہ ہوا۔

سنہ ۱۸۳۲ء کے قانون اصلاح کی رو سے انگلستان کے جو ضلع کثرت سے قانون اصلاح آباد تھے یا جن کے رقبہ بہت بڑے تھے ان سب کو اکٹھا کر کے بغرض انتخاب ناہین پیسٹھ حلقوں میں ان کی تقسیم ہوئی ہے چھوٹے اور غیر آباد شہروں کے حق انتخاب کی تنج ہو کر جو ایک سو تینتالیس وکیل انجے باقی رہ گئے تھے ان میں سے اضلاع انگلستان اور ویلز کو پیسٹھ اور آئر لینڈ کے ضلعوں کو پانچ وکیل دیئے گئے ہیں۔ سنہ ۱۸۶۷ء کے قانون نیابت کی رو سے انگلستان اور ویلز کے ضلعوں کی نیابت میں چونتھ اور اسکاٹ لینڈ کے اضلاع کی نمائندگی میں تین وکیلوں کا اضافہ ہوا ہے۔ سنہ ۱۸۸۵ء کے قوانین کے زیر اثر مملکت متحدہ کے اضلاع کو مزید بہتر وکیل ملے ہیں اس لحاظ سے انگلستان اور ویلز کے اضلاع کے نمائندوں کی تعداد اب دو سو تریس تک پہنچ گئی ہے۔ اسکاٹ لینڈ کے اتالیس اور آئر لینڈ کے پچاسی وکیل دارالعوام میں شریک ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی حلقہ جات انتخاب کی دوبارہ تنظیم ہونے پر ہر ایک حلقے کے لئے ایک نائب مقرر ہوا ہے لیکن اس انتظام سے بعض ضلعوں کی نیابت پر اس پر ہے چنانچہ رٹ لینڈ کا ایک نائب کم ہو گیا اور اس کے برعکس ضلع یارک کے مختلف حلقے چھبیس وکیل روانہ کرتے ہیں۔ سنہ ۱۸۸۴ء کے پیر لانکاشائر (Lancashire) کی چار قسموں سے آٹھ وکیل آتے تھے مگر اس قانون کے بعد سے اب اس کے تیس حلقوں سے تیس نمائندے آتے ہیں۔

وکلائے ہلاد

چونکہ شہروں کے باشندے زیادہ متمول و ذی وجاہت ہوتے تھے شہروں کی اس لئے ابستہ میں ہی بادشاہ کو ان کی جانب توجہ ہوئی اس کے سوائے نیابت

یہ لوگ بہ نسبت دوسرے افراد رعایا کے بادشاہ کی ضرورت پر رومیہ دیتے
 میں زیادہ فیاضی کرتے تھے لہذا پارلیمنٹ کے رائج ہوتے ہی شہروں کے
 وکلا طلب ہونے لگے۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ شروع میں صرف
 بادشاہ کے علاقے کے شہروں کی پارلیمنٹ میں نیابت ہوتی تھی لیکن
 ہنگو اس سے اتفاق نہیں ہے اس لیے کہ بعض شہروں کے نام خواہ وہ
 علاقہ شاہی میں واقع ہوں یا نہوں ارکان پارلیمنٹ کے انتخاب کرنے
 کے لیے حکم دیا جاتا تھا اور بعضوں کے نام یہ حکم نہیں پہنچتا تھا۔ دوسرے
 اس بات سے بھی اس خیال کی تفسیل ہوتی ہے کہ بعض شہر اپنے کو
 علاقہ شاہی میں ظاہر کر کے پارلیمنٹ میں وکلا روانہ کرنے سے انکار
 کرتے تھے اور بعض اس بنا پر عذر کرتے تھے کہ وہ علاقہ شاہی میں
 واقع نہیں ہیں مگر ان دونوں قسم کے شہروں کا عذر کبھی قبول نہیں ہوا۔
 پلینینجیٹ بادشاہوں کی خواہش تھی کہ معاشرت قومی سے جہاں تک
 ہو سکے جلد اصول نظام جاگیری کا اختراع ہو جائے اس لیے ان کے
 دور میں اس امر کی کوشش کی گئی کہ کوئی ضلع اور کوئی شہر پارلیمنٹ
 کے اثر حکومت سے آزاد نہ رہنے پائے۔ سوائے ان شہروں کے
 جن کو ضلع کے حقوق حاصل تھے شہروں کے وکلا روانہ کرنے کے لیے
 ہر ایک ضلع کے شیرف کے نام طلب نامہ بھیجا جاتا تھا اور یہ بات شیرف
 کے اختیار و امتیاز پر منحصر تھی کہ وہ اپنے ضلع کے جن شہروں کو مناسب
 سمجھتا ان کے وکلا کے انتخاب کا انتظام کرتا تھا۔ طلب نامہ موسومہ
 شیرف میں شہروں کے نام نہیں بتلائے جاتے تھے کہ کن کن شہروں
 سے وکلا روانہ کیے جائیں۔ شیرف نے اس اختیار کا بیجا استعمال کرنا شروع
 کر دیا اور اس طرح کی رپورٹ اکثر ارسال ہونے لگی کہ ”میرے (بیلف کے)
 علاقے میں کوئی شہر یا بلذ واقع نہیں ہے“ اس عذر سے اس نے اکثر شہروں کو
 جن کی اس کے پہلے نیابت ہوتی تھی وکلا بھیجنے سے باز رکھنا شروع کر دیا
 تھا آخر ۱۸۳۲ء میں اس خرابی کو قانون کے ذریعے سے رفع کیا گیا۔ جس کا

منشا تھا کہ قانون مذکور کے نفاذ کے بعد سے شیرف ان شہروں کو جہاں سے سابق میں وکلا آیا کرتے تھے نائبین بھیجنے سے باز نہ رکھے اور ان کے نام اپنی رپورٹ میں حذف نہ کرے۔ اس لئے ابتدا میں شہروں اور اضلاع کے وکلا کی تعداد میں بہت فرق ہوتا تھا چنانچہ نمونے کی پارلیمنٹ میں شہروں کے دوسو بیس اور ایڈورڈ اول کے عہد میں اس کی مختلف پارلیمنٹوں میں کل ایک سو چھ بیس شہروں نے وکلا روانہ کیے ہیں لیکن اس کے فرزند کی بادشاہی کے زمانے میں سولہ نئے شہروں نے نمائندے روانہ کیے اور ایڈورڈ سوم نے تو آٹھ سنگھ پورٹس (Cinque Ports) کے نام تک طلب نامحبات بھجوائے۔ اس پر بھی پارلیمنٹ میں شہروں کی نیابت کافی طور پر نہیں ہوتی تھی اور ہر ایک پارلیمنٹ میں بہ نسبت اسکے پہلے کی پارلیمنٹ کے ان کے وکلا کی تعداد گھٹتی رہتی تھی۔ اس خبر ملی کی اصلاح کے بجائے خود بادشاہ نے اکثر شہروں کے نام طلب نامحبات روانہ کرنا موقوف کر دیا تھا اور نو بت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ ایڈورڈ سوم کے عہد میں صرف ننانوے شہروں کی نیابت ہونے لگی تھی۔ مگر ۱۳۸۲ء کے قانون کے جاری ہونے سے جو انحطاط ان کی نیابت میں ہو رہا تھا وہ رگ گیا۔ اور شہروں کے نمائندوں کی تعداد دو سو مقرر ہو گئی۔ ان کے علاوہ لندن کے لئے دونائوں کا تعین ہوا۔ دار السلطنت کی یہ پیش بینی قابل ستائش ہے کہ وہ بادشاہ کی جانب سے تعداد وکلا کے معین ہونیکے

لہ سنکھ فرانسیسی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی پانچ ہیں۔ انگلستان کے پانچ بندریہ سینٹنگو، رامنی، ہائٹ، ڈوور اور سینٹ وچ جو مشرق و جنوبی ساحل پر فرانس کے بہت قریب واقع ہیں ابتدا سنکھ پورٹس کے نام سے مشہور تھے۔ بعد ازاں ان میں ویکل سی، رائی اور سی فرڈ کے بندر گاہوں کے شامل ہونے سے ان کی تعداد آٹھ ہو گئی۔ قدیم زمانے سے یہ کل بندر گاہ مور والطف شاہی رہے ہیں جس کے سبب سے ان کے مخصوص امتیازات تھے ۱۱۲ از مترجم

پہلے سے چار نائب اس خیال سے بھیجتا تھا کہ مبادا اس کے دکلہ کی تعداد گھٹا دی جائے تو کم از کم نصف کی تو منظوری صادر ہو سکے۔ مگر ۱۸۷۳ء میں دار الحکومت کی نیابت میں اضافہ ہو کر اس کے دکلہ کا نمبر مثل سابق چار پر پہنچ گیا۔

ان ننانوے پارلیمنٹی شہروں کی ضلعواری تقسیم میں کوئی مساوات نہیں تھی۔ اس قسم کے شہر کسی ضلع میں زیادہ اور کسی میں کم اور بعضوں میں تو تھے ہی نہیں۔ اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض اضلاع کے متول کی حالت دوسرے ضلعوں سے بہتر تھی اور اکثر متمول شہر ان اضلاع میں واقع ہوئے تھے جہاں زراعت اچھی ہوتی تھی چنانچہ لنکاشائر سے کوئی شہری (وکیل شہر) پارلیمنٹ کو روانہ نہیں کیا جاتا تھا۔ سولہ اضلاع ایسے تھے جن میں فی ضلع پارلیمنٹی شہر واقع ہوا تھا۔ اس کے برعکس ولٹ شائر سے چوبیس اور سسیکس (Sussex) سے اٹھارہ شہری پارلیمنٹ میں آتے تھے۔

قدیم زمانے میں پارلیمنٹی شہروں کی کس طرح تقسیم ہوئی تھی۔

۱۳۴۵ء کی سند شاہی کے ذریعے سے شہروں کو حق نیابت کا عطا ہونا شروع ہوا چنانچہ ہنری ششم نے آٹھ شہروں کو اور ایڈورڈ چہارم نے چار کو سندیں عطا کیں لیکن اکثر شہروں کو دو ریٹورڈوں میں حق نیابت حاصل ہوا ہے۔ ہنری ششم کے جلوس سے ملکہ ایلیز بیٹھ کی وفات تک تقریباً پچاسی شہروں کو حق نیابت کی سندیں عطا ہوئیں یا دوبارہ ان کو اجازت دی گئی کہ وہ اپنے دکلہ پارلیمنٹ میں روانہ کریں۔ اکثر شہروں سے بحساب فی شہر دو نائب آتے تھے لیکن مان متھ اور ویلز کے ضلعوں کے شہروں سے بحساب فی شہر ایک نائب روانہ ہوتا تھا۔ بعض شہروں نے بادشاہ کو عرضی دی کہ انھیں دکلہ روانہ کرنے کی اجازت دی جائے اسلئے کہ وہ سابق میں روانہ کیا کرتے تھے۔ ایسے شہروں کی عرضیاں منظور ہو گئیں اور ان کے حق نیابت کا اعادہ ہوا۔ بعض جدید شہروں کو ان کی تجارت اور اہمیت کے سبب سے سندیں ملی تھیں۔ چنانچہ ہنری ششم نے اس بنا پر چیپسٹر۔

جدید شہروں کو حق نیابت کا ملنا اور قدیم شہروں کے حق نیابت کا دوبارہ جاری ہونا۔

بڑوٹ - کیا لے۔ مان متھ اور ویلر کے ضلعوں کے شہروں سے دکل طلب
 کیے تھے اور اُس کا یہ عمل بے محل نہ تھا لیکن اکثر جدید پارلیمنٹی شہروں
 کو دو بیڑوں میں کسی دوسری غرض سے حق نیابت بخشا گیا تھا۔ بادشاہ
 چاہتا تھا کہ اُس کے مقرر کردہ لوگوں کا شہروں کی جانب سے انتخاب
 ہوتا رہے۔ اس بات کو ہم ایک مثال کے ذریعے سے صاف کر دینا
 چاہتے ہیں۔ ایڈورڈ ششم کے جلوس کے وقت کارنوال میں پانچ
 پارلیمنٹی شہر تھے۔ بلکہ ایلین بیٹھ کی وفات کے وقت اسی علاقے میں ایسے
 اکیس شہر ہو گئے تھے لیکن درحقیقت اس شاہی علاقے (ڈچی آف کارنوال)
 میں شہر تو درکنار ایسے اکیس گاؤں بھی نہ تھے۔ اسی غرض کے پورا کرنے کے لئے
 فرضی اور غیر آباد شہروں کو حق نیابت عطا ہوتا تھا۔ لیکن غیر آباد شہروں
 کو حق نیابت دیا جانا دو بیڑوں کے ساتھ ختم ہو گیا۔ جیمس اول کے عہد میں
 چھ جدید شہروں کو حق نیابت عطا کیا گیا اور سات قدیم شہروں کے
 حقوق نیابت کی بحالی ہوئی۔ چارلس اول کے دور میں جب پرانے شہروں
 کی جانب سے حق نیابت کے اعادے کے متعلق عرضیاں گزرنے لگیں تو بادشاہ
 اس کے بحال کرنے کو راضی تو ہو گیا لیکن اس کو اپنی پارلیمنٹ سے سخت اندیشہ
 تھا۔ وہ جانتا تھا کہ پارلیمنٹ ان شہروں کے دکل کو اپنے اثر میں نہیں
 رہنے دیگی اس لئے اس نے قدیم شہروں کی نیابت کو بحال کرنے سے نہیں دیا۔
 چارلس دوم کے عہد میں صرف نیوارک اور ڈربم (Newark Darham)
 کو حق نیابت بخشا گیا تھا۔ اس پر ہی قوم بگڑ گئی اور بادشاہ کی مخالفت پر آمادہ
 ہو گئی تھی۔ اس کے بعد بادشاہ کو پھر جرأت نہ ہوئی کہ دوسرے شہروں کو
 اس حق سے بہرہ اندوز کرے۔

سترھویں صدی کے اختتام پر شہروں کے نائبوں کی تعداد
 چار سو اکیس تھی اسکاٹ لینڈ سے اتحاد ہونے کے بعد پندرہ اور آئر لینڈ
 سے متحد ہونے کے بعد اُس میں پیشہ کا اضافہ ہوا۔ اس کے قانون اصلاح
 کی رو سے پچھپن شہروں کا حق نیابت سلب ہو کر اکیس شہروں کو

بحساب فی شہر ایک نائب دیا گیا۔ اس طرح جن ایک سو تین تالیس وکلاء کی جائیدادیں خالی ہوئیں ان میں سے دس وکیل لندن کو دئے گئے۔ اس کی پانچ قسمتوں کو پارلیمنٹی شہروں کا اعزاز عطا کر کے ہر ایک قسمت کو دو نائب دیئے۔ دار الحکومت کے سوائے لیورپول، لیڈز، برمنگھم اور دوسرے بلاد کے حق نیابت میں اضافہ کیا گیا۔ بہر حال اس قانون کے زیر اثر کل پینسٹھ ارکان انگلستان اور ویلز کے شہروں کے لئے اور آٹھ اسکات لینڈ کے بلاد کے واسطے مقرر کیئے گئے۔ ان میں مزید شہروں کا حق انتخاب زائل ہو کر یا کم ہو کر باون ارکان پارلیمنٹ کی جائیدادیں خالی ہوئیں اور بعض شہروں کو جدید حق نیابت دیا گیا۔ ان باون ارکان سے بیس وکلاء جدید پارلیمنٹی شہروں کو اور باقی نمائندے سابق کے حلقہ جات انتخاب کو عطا ہوئے۔ ان کے قانون کے زیر اثر جن شہروں کی آبادی پندرہ ہزار نفوس سے کم تھی ان سے فی شہر ایک نائب روانہ کرنے کا حق لے لیا گیا اور ان کی آبادی کا بلحاظ نیابت دوسرے حلقہ جات انتخاب میں شمار ہونے لگا۔ اس طرح اس قانون کی رو سے ایک سو آٹھ ارکان پارلیمنٹ کی جائیدادیں خالی کرائی گئیں اور صرف آٹھ جدید پارلیمنٹی شہروں کا تقرر عمل میں آیا۔ ملک کی کل آبادی کی حلقہ جات انتخاب میں تقسیم ہوئی ہے۔ ایک سو ساٹھ شہروں کے حق نیابت کے سلب ہونے کے بعد جس قدر وکلاء کی جائیدادیں باقی رہ گئی تھیں ان میں بارہ کا اضافہ ہو کر ان کو بلاد اور اضلاع کے حلقہ جات انتخاب میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور اور ہر ایک حلقے سے مجزئہ مقامات کے ایک رکن پارلیمنٹ کو روانہ ہوتا ہے۔ مثلاً ولوریمپٹن (Wolverhampton) سے کل شہر کی جانب سے دو نمائندوں کا انتخاب ہوتا تھا اس قانون کے بعد سے اس کی تین حلقوں میں تقسیم ہو کر اب بجائے دو کے تین وکیل پارلیمنٹ میں روانہ کیئے جاتے ہیں اس کے برعکس آکسفورڈ، کیمبرج اور ڈبلن کی یونیورسٹیاں اور اکثر ایسے شہر جن کی آبادی پچاس ہزار اور ایک سو پینسٹھ ہزار

۱۸۷۷ء

نفوس کے درمیان ہے ہر ایک حلقے سے ایک کے عوض دو وکیل پارلیمنٹ کو روانہ کرتے ہیں۔ پارلیمنٹ میں اب دو سو ترائوفے وکلا شہروں اور یونیورسٹیوں کی جانب سے آتے ہیں جن میں سے دو سویا لیس نمائندوں کا تعلق انگلستان اور ویلز سے سینٹس کا اسکاٹ لینڈ سے اور اٹھارہ کا آئر لینڈ سے ہے۔ وکلاے بلا د کو اگر وکلاے اضلاع کے ساتھ جمع کیا جائے تو ارکان دارالعوام کی تعداد انہوں چھ سو ستر ہوتی ہے تو

نایٹوں اور شہریوں کے شرائط الہیت وعدم الہیت

ہم نے اس کے پہلے کسی مقام پر بیان کیا ہے کہ بادشاہ عوام کے پارلیمنٹس وکلا کو صرف اس غرض سے طلب کرتا تھا کہ وہ قوم کی جانب سے عوام کے شریک اُن رقوم کی منظوری دیں جن کا ملک سے وصول کیا جانا بادشاہ اور اعیان سلطنت کے درمیان پہلے سے طے ہو جانا تھا اور جس حکمت عملی پر اُس روپے کو غرض تھی صرف کرنا مقصود ہوتا اُس کا بھی یہی دو فریق تصفیہ کرتے تھے چنانچہ بزرگان قوم کے نام جو شقہ جات شاہی روانہ ہوتے تھے ان میں اس بات ۱۷۹۵ء کی صراحت کر دیجاتی تھی کہ تمہارے سامنے جو امور پیش ہوں ان پر تم کو «غور کرنا» ان کے متعلق حکم دینا اور اُس حکم کی تعمیل کرنا ہوگی، مگر اضلاع اور بلا د کے وکلا کے طلب ناموں میں کام کی نسبت صرف اس قدر ہدایت درج ہوتی تھی کہ جو حکم مجلس عام سے ملے اس کی «بجا آوری» تم پر لازم ہے اس کے بعد ایڈورڈ دوم کے عہد میں نائبین عوام کے طلب ناموں میں اس بات کا اضافہ ہوا کہ جو تحریک پارلیمنٹ میں منظور ہو اس کی نسبت ان لوگوں کو اپنی رضا مندی ظاہر کرنی ہوگی۔ ان لوگوں کے طلب ناموں میں اس قدیم فقرہ مصرعہ کا قانون قرعہ اندازی بابت ۱۷۹۲ء تک اندراج ہوتا رہا۔ مگر اس قانون کے نفاذ کے بعد سے فقرہ ہدایتی منسوخ ہو کر حلقہ جات انتخاب کے نام صاف الفاظ میں حکم شاہی ارسال ہوتا ہے کہ قوم اپنے وکلا کا انتخاب کر کے پارلیمنٹ کو روانہ کرے۔ اس لیے

پارلیمنٹ کے ابتدائی زمانے میں جو لوگ صاحب اثر و جاہت ہوتے وہ ضلع اور شہر کی نیابت کے لیے اہل سمجھے جاتے تھے۔ لیکن حکومت مرکزی کی جانب سے شہروں کی آزادی انتخاب کے متعلق کسی قسم کی دشواری نہیں پیدا کی گئی تھی بجز اس کے کہ وکلاء بلاذ کو ہدایت کر دی جاتی تھی کہ وہ اپنے موکلین کی جانب سے پورے اختیارات و کالت حاصل کر کے پارلیمنٹ میں آیا کریں تو

شرائط وکلاء
اضلاع

طبقہ نائٹ کو پارلیمنٹ میں کام کرنے سے ہمیشہ گریز رہا اور ۱۳۲۵ء میں جو ہٹر وکلاء اضلاع میں سے جو پارلیمنٹ میں آئے تھے صرف ستائیس نائکین کو نائٹ ہونے کا رتبہ حاصل تھا۔ اس لیے سن ۱۳۲۵ء میں طلب ناموں میں صراحت کر دی گئی تھی کہ صرف بگوس والے نائٹ روانہ کیے جائیں اور جب طلب نامجات متواترہ میں اس امر کی ہدایت ہونے لگی تو ۱۳۲۵ء سے اسی قسم کے نائٹوں کا آنا مستقل ہو گیا باوجود اس کے جو مبارزین کہ گڈ پارلیمنٹ میں شریک ہوتے تھے ان میں کے نصف بھی اس

۱۳۲۵ء

پانے کے نہ تھے اور ۱۳۲۵ء میں حکومت کو اضلاع سے وعدہ لینا پڑا کہ وہ اپنی نمائندگی کے لیے کم سے کم شرفا کو تو ضرور روانہ کریں گے۔ اس کے ساتھ ہی طلب ناموں میں یہ حکم بھی درج ہونے لگا کہ جس ضلع یا شہر سے جس وکیل کا انتخاب ہو اس کا اس مقام میں مستقل سکونت رکھنا لازم ہے۔ انتخاب کرنے والوں کی آزادی پر اس شرط کا اثر ۱۳۲۵ء تک رہا لیکن اس کے برسوں پہلے شہروں کی نسبت یہ شرط منسوخ سمجھی جاتی تھی اس لیے کہ ۱۳۲۵ء میں تقریباً یہ منسوخ ہو چکی تھی لیکن کسی نامعلوم سبب سے اس قانون کا رجسٹر قوانین موضوعہ میں اندراج نہیں ہوا تھا تو

شرائط وکلاء
بلاذ

چونکہ مختلف شہروں کے انتظام میں فرق تھا اس لیے ان کے وکلاء کے شرائط اہلیت بھی مختلف تھے۔ پارلیمنٹ کی بری عادتوں کے انسداد کی غرض سے ۱۳۲۵ء میں شرط ملکیت قائم کی گئی۔ اس قانون کی رو سے اضلاع اور بلاذ کے نمائندوں کے لیے جائیداد غیر منقولہ (ارضی) کا

ملک ہونا لازم قرار پایا جس شخص کے ہاں چھ سو پونڈ سالانہ آمد کی زمین سے کم ہوتی وہ ضلع کی نمائندگی اور جس کے ہاں تین سو پونڈ سالانہ آمد کی زمین سے کم ہوتی تو وہ شہر کی وکالت کے لئے اہل نہیں سمجھا جاتا تھا۔ مگر اس قانون کا لوگوں پر زیادہ اثر نہیں ہونے پایا اس واسطے کہ جس طرح لوگ ان کل قوانین کے ساتھ جن کا تعلق رکنیت پارلیمنٹ کے شرائط سے تھا بے پروائی کرتے تھے اسی طرح ملک نے اس کا بھی لحاظ نہ کیا اور لوگ اس کے اثر سے آپ کو کسی نہ کسی طرح بچاتے رہے۔ اس پر بھی اس کو مشہور قانون اصلاح بابت ۱۳۸۸ء کے بعد بھی منسوخ نہیں کیا گیا بلکہ اس میں وسعت ہو کر اس کا اطلاق جائیداد منقولہ پر ہونے لگا۔ بالآخر یہ قانون ۱۸۵۸ء میں منسوخ ہوا۔

۱۹۳۸ء

۱۹۵۸ء

جو مدت سو پچیس صدی کے نصف آخر سے انیسویں صدی کے نصف شروع تک گزری ہے اس میں ارکان پارلیمنٹ کو پارلیمنٹ میں کام شروع کرنے کے پہلے مختلف طرح سے حلف کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ ۱۵۶۳ء میں سیاسی اغراض کی بنا پر صدارت بادشاہ کی نسبت ان کو حلف کرنا ہوتا تھا مگر امرا اس سے اس واسطے مستثنیٰ سمجھے جاتے تھے کہ ملکہ وقت کو ان کی ایمانداری اور وفاداری کا اطمینان کلی حاصل تھا۔ ۱۷۰۱ء سے حلف صدارت کے سوائے بادشاہ وقت کا حلف وفاداری ارکان پارلیمنٹ پر لازم کیا گیا۔ ۱۷۰۱ء میں جبکہ بغاوت پایائی کے بعد ملک پر خوف و ہراس چھا گیا تھا وہاں حلف وارا امرا پر بھی لازم کیے گئے اور پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کے لئے ایک تیسرے حلف یعنی انکار منہ استحالہ کا اضافہ ہوا ان دورانہ پیشیوں کے بعد بھی حکومت کو خطرہ داران اسٹورٹ سے خوف لگا ہوا تھا اس لئے انہیں ارکان پارلیمنٹ کو اس خاندان کے دعوے سے بری الذمہ کرنے کی غرض سے ان کے لئے ایک چوتھی قسم کا حلف تجویز کیا کہ اس سے حکومت کا منشاء و من کی تعلق غنصر کو پارلیمنٹ

۱۷۰۱ء

۱۷۰۸ء

سے خارج کرنا تھا لیکن حلف کے الفاظ کچھ اس طرح واقع ہوئے تھے کہ یہودیوں اور نان کن فرسٹ لوگوں کو بھی اس کے کرنے میں تامل تھا جس کے سبب سے یہ دونوں فرقے رکنیت پارلیمنٹ سے محروم ہو گئے تھے۔ اس کے الفاظ حسب ذیل تھے: ”ہم مسیحی دین مسیحی کی قسم کھاتا ہوں“

جن اغراض سیاسی کی بنا پر حلف صدارت اور مسئلہ استخالہ کے خلاف قرار لیا جاتا تھا انیسویں صدی کی ابتدا میں وہ مفقود ہو چکے تھے چنانچہ گراٹن اور پلنکیٹ۔ فاکس اور کیننگ (Grattan & Plunkett & Fox & Canning)

جیسے دور اندیش مدبرین کو کیتھولک لوگوں کی حریت کی نسبت اصرار تھا اور ان لوگوں نے اس مسئلے کو بار بار اپنی پرزور دلیلوں سے ثابت کر دیا تھا چنانچہ پیٹ کے سنہ اٹھیں وزارت سے مستعفی ہونے کا سبب یہی مسئلہ تھا، اُس نے آئر لینڈ کے اتحاد کے وقت وہاں کے باشندوں سے کیتھولک کو آزاد کرینکا وعدہ کر لیا تھا مگر جب اس نے اس سن معاہدے کا اظہار جاری سوم پیر

کیا تو بادشاہ کو نہایت برہم اور مخالف پایا لہذا ایسا وعدہ نہ کرنے کی مجبوری نے اس کو استعفا پیش کرنے پر آمادہ کر دیا۔ پیٹ پر جو گزرنی تھی وہ گزر گئی لیکن حکومت بھی اس کے بنی اس بات کو نہ روک سکی۔ اور جو کیتھولک انجمن کہ اوکال

(Connel) کے زیر صدارت آئر لینڈ میں قائم ہوئی تھی اور جس کی تقریروں کا اثر پوری آئرش قوم پر ہو گیا تھا اس نے اپنے کو یہ نسبت اس حکومت کے جو قصور ملن میں ممکن تھی زیادہ قوی ثابت کر دکھایا۔ بالآخر ڈیوک آف ویننگٹن کو جو وزیر اعظم تھا اپنے مقررہ اصول حکومت کو ترک کرنا پڑا اور اس نے

اس دھکی کے ساتھ جارج چہارم کو مشورہ دیا کہ ۱۸۲۹ء کا مسودہ قانون رجسٹریت کیتھولک کے لیے وضع کیا گیا تھا، نا منظور ہو گا تو میں مستعفی ہو جاؤں گا۔ قانون رجسٹریت کیتھولک بابت ۱۸۲۹ء کی رو سے مسئلہ استخالہ کے خلاف اقرار کرنا منسوخ ہو گیا ہے اور کیتھولک کے لیے حلف صدارت میں بھی ترمیم ہوئی ہے۔

اس کے بعد حکومت کو دوسرے مذہبی فرقوں کے ساتھ اسی قسم کے مراعات سے پیش آنا پڑا۔ ۱۸۳۳ء کے بعد سے کوئکر (Quakers) اور دوسرے

۱۸۷۹ء

۱۸۳۳ء

مذہبی فرقوں کے لیے جن کو ہر ایک قسم کے حلف کرنے سے عذر ہوتا تھا
 اقرار صالح مقرر ہو کر پارلیمنٹ کا راستہ کھل گیا ہے حلف بری الذمگی کی ترمیم
 ۱۸۵۸ء میں ہو کر اس سے یہودیوں کو فائدہ پہنچا ہے اور اس کے بعد
 بری الذمگی صدارت اور وفاداری کی قسموں کو ملا کر ایک حلف مقرر ہوا تھا
 مگر ۱۸۸۸ء کے بعد سے براڈلا (Bradlaugh) کے مشہور مقدمے کی بدولت
 حلف کے بجائے اقرار صالح لازم کر دیا گیا ہے۔ اور اب کوئی شخص کسی قسم کے
 حلف کے لیے کسی محکمے اور معاملے میں مجبور نہیں ہے۔
 کسی خلقی نقص یا عدم قابلیت کے سوا جس کے سبب سے
 آدمی پارلیمنٹ کی رکنیت کا اہل نہیں ہو سکتا بعض قانونی سوانحات بھی ہیں
 قانون غیر موضوعہ اور موضوعہ دونوں کے زیر اثر بعض باتوں کا اسباب عدم قابلیت
 میں شمار کیا گیا ہے۔ ان میں سے بعض کا تعلق تمدن سے اور بعض کا پیشے
 (دو حرفہ) سے ہے۔ کوئی نابالغ اور فائر العقل دار العوام کارکن نہیں ہو سکتا۔
 اگر کوئی شخص بغاوت یا کسی سنگین جرم کا مجرم قرار پائے جب تک وہ سزائے مجوزہ
 کو نہ بھگت لے یا اسے منجانب بادشاہ معافی نہ ملے پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں
 میں سے کسی ایک کا بھی رکن نہیں بن سکتا۔ چونکہ ولیم کے فرج احباب کے
 سبب سے اہل ملک غیر ملکیوں سے رشک و حسد کرنے لگے تھے
 اس لیے پارلیمنٹ نے قانون بنا کر سنہ ۱۸۷۱ء میں اجانب کو رکنیت پارلیمنٹ
 سے خارج کر دیا تھا لیکن اس قانون کی سنہ ۱۸۷۱ء میں ترمیم ہو کر اب یہ قانون
 ان پر دسیوں کے حق میں جو آپ کو انگریزی رعایا بنا لیتے ہیں اس قدر مضر
 نہیں رہا۔ امرابھی مجلس اعلیٰ کے رکن نہیں بن سکتے لیکن سنہ ۱۹۱۹ء سے
 امراکے لڑکوں کو اس میں شریک ہونے کی اجازت ہو گئی ہے۔ جب
 اسکاٹ لینڈ سے اتحاد ہوا تو شروع میں ہی طے کر دیا گیا تھا کہ وہاں کے
 امراکارکن دارالعوام ہونا ناجائز ہوگا اور پہلے قانون اصلاح کے جاری ہونے تک
 ان کے فرزند ان اکبر بھی اس سے محروم رہے لیکن آئر لینڈ کے امراکے
 ساتھ اس سے بہتر سلوک کیا گیا ہے۔ سوائے ان امرائے نائبین کے

پارلیمنٹ کی
 رکنیت کے
 اسباب
 نااہلیت
 (۱) دماغی
 (۲) قانونی
 (۳) معاشرتی

(۴) متعلق
پیشہ

جو دارالامرا میں آرکائیو کی نیابت کرتے ہیں دوسرا ہر ایک آرکائیو میں برطانیہ کے کسی نہ کسی حلقہ انتخاب کی دارالعوام میں نیابت کر سکتا ہے جن پیشوں کا اسباب نااہلیت میں شمار ہوتا ہے وہ حسب ذیل ہیں :-

۱۔ شہر کے فرمان کی رو سے دارالعوام میں پیشہ اشخاص کو رکینٹ سے محروم کیا گیا تھا اس کا سبب یہ کہا جاتا تھا کہ یہ لوگ اپنے پیشے کو انجام دینے کی فکر میں لگے رہتے تھے ان سے قومی کام میں کافی توجہ نہیں ہو سکتی تھی۔

۲۔ بریٹروں کو پارلیمنٹ کی رکینٹ سے محروم کیا گیا تھا لیکن اس قانون پر عمل نہیں ہوتا تھا آخر یہ مسئلہ میں منسوخ ہو گیا۔

۳۔ دارالعوام میں اس امر کی نسبت ایک تحریک پیش ہو کر منظور ہوئی کہ نظامائے عدالت رکینٹ سے خارج سمجھے جائیں اس وجہ سے کہ یہ لوگ دارالامرا کے جلسوں میں شریک ہوتے ہیں۔ ابھی تک اس قاعدے پر عمل ہوتا ہے۔

۴۔ شہر میں ہر ایک شریف کو اس کی ملازمت کے زمانے میں ضلع اور شہر کے جانب سے پارلیمنٹ کے رکن بننے کی مانگ کی گئی تھی مگر حقیقت میں اس ہدایت پر عمل نہیں ہوتا تھا اور ہر ایک شریف جو جس ضلع اور اس کے شہروں کے نمائندوں کے انتخاب کا انتظام کرتا ان مقامات کے سوائے دوسرے ضلع یا شہر کی جانب سے پارلیمنٹ میں نیابت کر سکتا تھا۔ لیکن آخر میں کل عہدہ داروں کو جن کے ذمے انتخاب کا انتظام تھا رکینٹ سے محروم کر دیا گیا لیکن ۱۸۳۲ء سے جبکہ شہروں کے نام طلب ناموں کا ارساں ہونا موقوف ہوا شریف بجز ان شہروں کی نیابت کے جو اس کے ضلع میں واقع ہوتے ہیں دوسرے شہروں کی جانب سے پارلیمنٹ کا رکن بن سکتا ہے۔ ایک عرصے تک اس بات پر بھی بحث ہوتی رہی کہ پارلیمنٹ کو پارلیمنٹ کا رکن بنانا چاہیے یا نہیں۔ بعض نظائر ان کی رکینٹ کے موید اور بعض اس کے مخالف تھے۔

۵۔ گرجن ہارن ٹوکی (Horne took) کا اولڈ سیرم (Old sarum) کی جانب سے انتخاب ہوا تو دوبارہ اس کے پر غور کیا گیا اور آخر

طے پایا کہ انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کے مذہب معینہ کے پادری و العوام کی رکنیت کے اہل نہیں ہو سکتے کیونکہ پادریوں کی عدم اہلیت کی نسبت تو اس کے پہلے ۱۷۹۱ء میں قانون حریت کی تھلک کے ذریعے سے طے کر دیا گیا تھا۔ مگر ۱۸۳۲ء سے مذہب مقررہ کے پادریوں کو بشرطیکہ وہ اپنا پیشہ ترک کریں رکنیت پارلیمنٹ کی اجازت ملی ہے۔ اسی طرح نان کن فرسٹ لوگوں کے پادری جس صورت میں کہ وہ اپنے پیشے کو انجام نہ دیتے ہوں رکنیت کے اہل ہو سکتے ہیں۔ اکثر سرکاری خدمتوں کے سبب سے لوگ پارلیمنٹ کے رکن بننے سے محروم رہتے ہیں قانون بھی اس خیال کا مؤید ہے چنانچہ قانون تحت و تاج کے ذریعے سے طے ہو گیا ہے کہ جو لوگ خاص علاقہ تاج میں اعزازی یا نہایت قلیل مشاہرہ کے عہدوں پر مامور ہوں رکنیت کے اہل نہیں ہو سکتے چونکہ دار العوام کا سرکاری ملازمین اور شاہی وظیفہ خواروں سے ملو ہونا قوم کے حق میں مضر تھا اور یہ بات بھی نامناسب تھی کہ وزیر اور دوسرے بڑے عہدہ داروں کے پارلیمنٹ میں شریک ہونے سے اس کا خوف ان کے دلوں سے نکل جائے لہذا قانون کے ذریعے سے ان کو روکا گیا تھا اس کے سوا اس میں ایک اور قباحت تھی عہدہ داران انتظامی کے کاموں پر جو نکتہ چینیاں پارلیمنٹ میں ہوتی تھیں اگر وہی عہدہ دار اس کے ارکان بھی ہوتے تو گویا وہی شخص جس نے کام خراب کیا ہے خود پر اعتراض بھی کرتا تھا اور جب متعترض اور متعترض میں فرق نہیں تھا تو ایسے اعتراض سے قوم کو کیا فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ علاوہ بریں ایک اور خیال بھی شرکت ملازمین سرکاری کا مانع تھا۔ وہ یہ کہ فرقہ بند حکومت کے اصول کے مطابق وزارت اور پارلیمنٹ کے بدلنے پر مختلف محکموں کے افسر نہ بدلا کریں اور جس خوبی و لیاقت سے ان محکموں میں کام ہوتا ہے وہ ہوتا رہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور دشواری محسوس ہوتی تھی۔ دار العوام میں بڑے افسروں کی ترقیات کے خلاف چھوٹے چھوٹے عہدہ داروں کا رائے دینا بھی نامناسب تھا۔

مختصر یہ کہ ان وجوہ سے عہدہ داران سرکاری کو مجلس مذکور کی رکنیت سے روکا گیا تھا لیکن ۱۹۵۱ء میں یہ بات ثابت ہو گئی کہ جب تک مختلف محکموں کے صدر پارلیمنٹ میں شریک نہوں اور ہر ایک وزیر اپنی حکمت عملی کو نہ سمجھائے اور اس کو پارلیمنٹ کے حلوں سے نہ بچائے ذمہ داری وزرا قائم نہیں ہو سکتی۔ اس بنا پر ایسے عہدہ دار جن کے عہدے ۱۹۵۱ء کے قبل سے چلے آ رہے تھے پارلیمنٹ میں داخل کر دیئے گئے اور یہ شرط لگائی گئی کہ اگر کسی رکن پارلیمنٹ کا ان میں سے کسی خدمت پر تقرر ہو تو اس کی رکنیت ساقط ہو جائیگی لیکن وہ اپنے حلقہ انتخاب سے دوبارہ منتخب ہو کر مثل سابق اس کی نیابت کر سکے گا۔ جن خدمتوں پر مقرر ہونیکے سبب سے ارکان پارلیمنٹ کا دوبارہ منتخب ہونا ضرور ہے انکی ایک فہرست مرتب ہوئی ہے اور اس میں دو وقتاً فوقتاً ایسے محکمہ جات سرکاری کے صدر اور دوسرے عہدہ داروں کے نام اضافہ کیئے جاتے ہیں جبکہ پارلیمنٹ میں شریک ہونا مناسب سمجھا جاتا ہے تو

اس قانون کے زیر اثر جس کسی رکن کو انتخاب ثانی کی ضرورت ہوتی اس کو انتخاب ثانی کے لیے سخت زحمت اٹھانی پڑتی تھی اس لیے کہ سرکاری خدمت کے فرائض کی انجام دہی میں اس کا سارا وقت صرف ہوتا تھا اور انتخاب ثانی کے اہتمام کی آفتیں اٹھانی اور اپنے حلقے کے رائے دینے والوں کی خوشامد و دلجوئی علیحدہ کرنی ہوتی تھی۔ اس پر بھی بعض وقت اس کو انتخاب ثانی میں ناکامی ہوتی تھی اور پارلیمنٹ سے اس کے علیحدہ ہو جانے سے اس کے محکمے کی مجلس مذکور میں نیابت نہیں ہو سکتی تھی لہذا مسئلہ انتخاب ثانی کی منسوخی کے متعلق بارہا مباحثے ہوئے اور آخر یہ آسان طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ جس نئے وزیر کو انتخاب ثانی کی ضرورت ہوتی ہے اس کے فرقہ سیاسی کا ایک ماتحت عہدہ دار اپنی رکنیت پارلیمنٹ سے مستعفی ہوتا ہے اور اس کی جگہ پر وزیر مذکور کا تقرر کر لیا جاتا ہے اس طرح وزیر جدید انتخاب ثانی

کی زحمت سے محفوظ رہتا ہے۔ جو عہدے پارلیمنٹ کی شرکت سے خارج سمجھے جاتے ہیں۔ سر ولیم این سن نے ان کے نام اپنی کتاب میں چند عنوانوں کے تحت میں بتلائے ہیں۔ ان میں کل ایسے عہدہ دار شامل ہیں جو تاج کے نائبوں کی حیثیت سے کام کرتے ہیں مثلاً نئی آبادیوں کے گورنر، سول سروس کے مستقل ارکان، کل سرکاری ٹھیکے دار، نظائے عدالت، عہدہ داران مال، محاسبان سرکاری، نتیج سازان حسابات اور ناظران و مہتممان املاک سرکاری و

سنائے کے پہلے رکنیت دار العوام سے مستغنی ہونا آسان نہ تھا اور نائب کو اپنے انتخاب کرنے والوں سے پیچھا چھڑانا سخت دشوار تھا۔ مستغنی ہونے کے چند طریقے تھے مگر ان میں بھی بڑی زحمت تھی۔ اگر نائب کو استعفا پیش کرنا منظور ہوتا تو وہ اپنی خرابی صحت کا عذر کرتا یا اسکا حلقہ انتخاب اس کے مجنون ہونے کی شکایت کرتا تھا لیکن ان اسباب پر غور کرنا اور ان کا تصفیہ دار العوام کا اختیاری تھا اس لئے کہ ان باتوں کا مجلس مذکور کے خاص حقوق سے تعلق تھا اور جتنی باتیں اس کی ترکیب سے متعلق ہوتی تھیں وہی ان کا تصفیہ کرتی تھی۔ اگر پارلیمنٹ کی رائے میں رکن مذکور کا مرض لاعلاج پایا جاتا تو اس کا استعفا منظور ہوتا تھا ورنہ رکنیت سے وہ سبکدوش نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر پارلیمنٹ کی عادت تھی کہ وہ ان عذرات کو کم قبول کرتی تھی۔ اس طرح جب تک کہ پارلیمنٹ برخاست نہ ہوتی یا رکن مذکور فوت نہ ہوتا اس کو یا اس کے حلقہ انتخاب کو پارلیمنٹ کے شکنجے سے نجات نہیں ملتی تھی۔ لیکن اس قاعدے کے نقض میں کہ جو شخص تاج کا ملازم ہو وہ رکن پارلیمنٹ نہیں ہو سکتا ارکان عوام کو اپنی رہائی کا ایک ذریعہ مل گیا اور اس پر سنائے سے عمل ہوتا ہے تاج کے علاقے میں چند برائے نام عہدے ہیں مثلاً چلٹن ہنڈر پڈ کی عامل یا منسٹر کی ہتھم اراضی مستردہ ان میں کے بعض عہدے اعزازی ہیں اور بعضوں کی نہایت قلیل ماہوار ہے مثلاً دو پونڈ مہینہ۔ بہر حال جب کسی

رکنیت دار العوام سے مستغنی ہونے کی دشواریاں کیونکر رفع ہوئیں

رکن پارلیمنٹ کو استعفا دینا منظور ہوتا ہے تو وہ کسی بیماری وغیرہ کے
عذر کے بجائے تاج کے علاقے میں ان خدمتوں میں سے کسی ایک پر
مأمور کیے جانے کی درخواست کرتا ہے جس کے سبب سے اس کی
رکنیت ساقط ہو جاتی ہے اور اگر وہ انتخاب ثانی کی کوشش نہ کرے تو
اس کو رکنیت سے نجات مل جاتی ہے۔

باشندگان اضلاع کا حق انتخاب

تائین اضلاع کے انتخاب کے متعلق جو طبائے نامیات شاہی شریف
کے نام روانہ ہوتے تھے ان میں ۱۷۳۵ء تک حسب ذیل حکم مرقوم ہوتا تھا
ہر ایک ضلع کے لئے "مجلس ضلع کے جلسہ عام میں" دونائٹ اور ضلع میں
جس قدر شہر و بلاد ہوں ان کے واسطے بحساب فی شہر و شہری اور فی بلدہ
دو نمائندے انتخاب کیے جائیں جب شریف کو حکمائے شاہی وصول ہوتا تو
وہ اپنے علاقے کے انتخاب کرنے والے افسروں کے نام شہروں اور
بلاد کے انتخاب و کلا کی نسبت احکام جاری کرتا اور ضلع کی مجلس عام کے
منعقدہ ہونے کے متعلق انتظام کرتا تھا۔ بہر حال نمائندگان اضلاع کا انتخاب
حقیقت میں مجلس ضلع میں ہوتا تھا۔ مگر وکلاء شہر و بلاد کا انتخاب باقاعدہ
طور پر نہیں ہوتا تھا اس لئے کہ شریف کے حکمائے نامیات کی پشت پر جن
وکلاء شہر و بلاد کے نام درج ہو کر ان کے انتخاب کرنے والے افسروں
کی جانب سے واپس ہوتے تھے پھر مجلس ضلع میں شریف ان کا انتخاب
کر کے تصدیق کرتا تھا اس کے بعد شریف شاہی حکمائوں میں ضلع، شہر اور
بلدہ کے ان مصدقہ نمائندوں کے نام درج کر کے ان کو ابتدا میں پارلیمنٹ
میں روانہ کرتا تھا مگر بعد ازاں محکمہ نصفت کو بھیجنے لگا۔

۱۷۳۵ء کے پہلے وکلاء اضلاع کے لئے صرف مجلس ضلع کا
جلسہ عام ملحقہ انتخاب سمجھا جاتا تھا لیکن جلسہ عام میں فی الحقیقت کون کون
شریک ہوتے تھے اس کی تحقیق نہیں ہو سکتی۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ

ٹائٹل ادا کرنے کے معطلی لہم کے خاتمہ سے تھے اس لیے صرف یہی لوگ ان کو مجلس ضلع میں انتخاب کرتے تھے لیکن یہ خیال صحیح نہیں معلوم ہوتا اس واسطے کہ مفتشان اسباب ہلاکت شاہی صحرا کے ناظران اشجار اور محافظان ہن عامر کا بھی مجلس مذکور کے جلسہ عام میں انتخاب ہونا تھا لیکن ان کو انتخاب کرنے والے صرف ادا کرنے کے معطلی لہم نہیں ہوئے تھے دوسرے لوگ بھی شریک ہوا کرتے تھے۔ ان مورخین کے خیال کے موافق اگر وکلاء اضلاع کو منتخب کرنے کا حق صرف ادا کرنے والے کے معطلی لہم کو دیا جاتا تو مجلس قومی کی ترکیب بالکل جاگیر اصول پر مبنی ہوتی مگر تاریخ زبان حال سے کہہ رہی ہے کہ بائیان پارلیمنٹ کا ہرگز یہ منشاء تھا بلکہ ان کا مقصد اصلی ملک سے نظام جاگیر کی کاسٹل کرنا تھا۔ اس فہرے کے کہ "ٹائٹل اپنے اپنے ضلع کی مجلس کے ٹائٹل تھے" اور مجلس ضلع اس کی کل آبادی کی نیابت کرتی تھی ڈاکٹر اسٹینہامی ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ اکل ارکان اور سوتار و منصفین چھوڑ کر اس مجلس میں شریک و حاضر ہوتے تھے ان سب کو حق انتخاب حاصل تھا اور ان کے اس حق کی بنا ان کی زمینیں نہیں بلکہ سکونت ضلع تھی، مگر ہماری رائے میں مجلس ضلع کے ذریعہ سے آبادی ضلع کی نیابت کا ہونا ایک فرضی بات ہے اور اس خیال سے مورخ کو دھوکہ ہوتا ہے۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ مجلس ضلع میں بادشاہ کے اعلیٰ درجہ کے معطلی لہم نیز امرا کے معطلی لہم شریک ہوتے تھے اور اصولاً یہ دونوں گروہ صدر اساقف، اساقف، روساے رہبان، کلیسیائی امراء، ٹائٹل اور ایسے احوار پرچن کی اس ضلع میں زمینیں واقع ہوتی تھیں مشتعل ہوا کرتے تھے، شہروں کے باشندوں کی جانب سے ان کے نائب حاضر رہتے تھے جو طلب نامہ انتخاب کے بعد پارلیمنٹ کو واپس کیے جاتے ان میں درج ہوتا تھا کہ وکلاء ضلع کا انتخاب اضلاع کی کل آبادی کے توسط سے یا مجلس ضلع کے جلسہ عام میں ہوا ہے، بظاہر تو پارلیمنٹ کو صحیح طریقے سے وکلاء اضلاع کے منتخب ہونے کی اطلاع دینا لیکن عمل اس کے خلاف ہوتا تھا

اس لئے ارکان عوام نے سترہویں بادشاہ کو اس مضمون کی عرض دی کہ نائٹ کا انتخاب ضلع کے معزز اور شریف لوگ کیا کریں اور شریف ان کے منتخب ہونے کے بغیر جس کو چاہے وکیل ضلع مقرر کر کے نہ بھیجا کرے۔ بادشاہ نے اس درخواست کو منظور کیا اور شریف کے نام فرمان صادر ہوا کہ آئندہ سے نائٹ کا انتخاب ضلع کی کل آبادی کے ذریعے اور اس کی رضا مندی سے ہوا کرے۔

چونکہ ایڈورڈ اول کے زمانے میں پارلیمنٹ کے لئے نمونے کی بنا پڑی تھی اس لئے شائقین تاریخ کو خیال ہوتا ہوگا کہ اس عہد ہایوں میں انتخاب کرنے والوں کی حالت میں بھی اصلاح ہوئی ہوگی مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایڈورڈ اول چاہتا تھا کہ نائٹ کو ضلع کے زمیندار اور ہر ایک قصبے کے چار باشندے اور وہاں کا منتظم انتخاب کرے لیکن بادشاہ کی خواہش کے موافق اُن لوگوں کا انتخاب نہیں ہوتا تھا جس کے چند وجوہ تھے۔ اُس زمانے میں احکام شاہی پھینچنے کے چالیس روز بعد وکلاء ضلع کو پارلیمنٹ میں حاضر ہونا پڑتا تھا اس لئے ان کے انتخاب کے لئے نہ مجلس ضلع کا کوئی خاص جلسہ منعقد ہوتا تھا اور نہ شریف اس کے لئے اہتمام ہی کرتے تھے بلکہ مجلس مذکور کے معمولی ماہانہ جلسے میں اُن وکلاء کا انتخاب ہوتا تھا اور اس موقع پر صرف ایسے لوگ شریک ہو جاتے جو سوتا رہتے یا اپنی کسی اور ضرورت سے وہاں آتے تھے ان کے سوائے بعض زمیندار بھی موجود رہتے جو جوری کے کام کے لئے طلب ہوتے تھے۔ اس بات سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ شریف اُن لوگوں کے علاوہ دوسروں کو بھی انتخاب میں شریک ہونے کے لئے طلب کرتا تھا لیکن صدر حکومت کی جانب سے شریف کے کام کی بگڑانی نہونے سے اس کو وسیع اختیارات امتیازی حاصل تھے اس لئے وہ خود ہی اکثر وکلاء کو نامزد کرتا تھا۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ اُن دنوں قلیل مدت میں اطلاع ہونے پر کسی مجلس نیابتی کا منعقد کرنا

اس قدر آسان نہ تھا۔ اس کے علاوہ اکثر موقعوں پر خود شیرف اس قسم کی مجلس کے برپا کرنے سے تباہل کرتا تھا۔ تیسری وجہ یہ تھی کہ لوگوں کو خود رائے دینے کے حق اور نائب کے انتخاب کی پروا نہ تھی بلکہ لوگوں نے بارہا عرضیاں دیں کہ ہم وکلانے ضلع کی اجرت ادا کرنے سے عاجز ہیں حکومت انتخاب سے مستثنیٰ کیا جائے۔ اس قسم کی درخواستوں کا نتیجہ ظاہر ہے کہ لوگ انتخاب وکلا سے محروم ہو گئے تھے۔ یہ تو ان لوگوں کی حالت تھی جن کو اراضی سے تعلق نہ تھا۔ لیکن قدیم علاقہ ہائے شاہی کے معطی لہم اور امرا کے معطی لہم اور زرعتی زمینیں رکھنے والے کسان بھی اسی طرح انتخاب وکلا میں رائے دینے سے مستثنیٰ ہونا چاہتے تھے۔ مگر ایسی درخواستیں بہت ہی کم منظور ہوتی تھیں جس کے سبب سے لوگ بادشاہ کی جانب سے بدگمان رہتے تھے۔ اس کے برعکس دارالعوام کو اصرار تھا کہ ارکان عوام کی اجرت کا بار ہر ایک ضلع کے اہل عوام پر ڈالا جائے بلکہ پارلیمنٹ کی نیابت سے پچنے کے لئے جس کثرت سے عرضیاں گزرتی تھیں اور جو بے نتیجے جوابات اُن کے دیئے جاتے تھے اور مبہم الفاظ انتخاب کرنے والوں کی نسبت ان میں استعمال ہوتے تھے اُن سب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں اضلاع کی نیابت کی حالت نہایت خراب تھی۔ ایک ہی ضلع کے انتخاب کرنے والوں کی تعداد ہر ایک انتخاب کے وقت

بدلتی رہتی تھی تو

مگر اس کے ساتھ ہی ہر ایک شخص جو وقت انتخاب مقام انتخاب میں موجود ہوتا رائے دہی کا مجاز سمجھا جاتا تھا۔ گو مجلس ضلع کو اپنے علاقے کے نمائندوں کو منتخب کرنے کا اختیار حاصل تھا لیکن پارلیمنٹ اُس کو اطمینان کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتی تھی چنانچہ ۱۸۳۸ء میں جبکہ چرٹرڈ دوم کی جانب سے حکمنامات انتخاب میں یہ ہدایت مرقوم ہوئی تھی کہ "صرف ایسے لوگوں کا انتخاب کیا جائے جو غالبہ شورشنوں اور معرکوں میں شریک نہ ہوئے ہوں" تو وہ اپنے فقرہ مذکورہ کو نکالنے پر مجبور کیا گیا۔ اور جو الزامات

کہ اس پر ۱۹۳۱ء میں لگائے گئے تھے ان میں سے ایک یہ الزام بھی تھا کہ آزادی انتخاب میں اُس کی جانب سے دست اندازی ہوتی ہے۔ ۱۹۳۱ء کے شروع کر لے والوں کو بھی اس امر کی شکایت تھی کہ پارلیمنٹ سے قانون داں لوگ محروم کیے جاتے ہیں جس کے سبب سے نہ تو اس کے اہل علم اور ناواقف ارکان کے معلومات میں اضافہ ہو سکتا ہے اور نہ وہ کام کرنے کے اہل بن سکتے ہیں۔ ہرچند کہ پارلیمنٹ کی جانب سے حق انتخاب کی بنیاد شد و مد سے نگرانی ہوتی تھی مگر نہ تو قوم اس سے کما حقہ مستفید ہوتی تھی اور نہ اُس کے صحیح استعمال سے ہی واقف تھی۔ انتخاب کے وقت کبھی تو میدان چند مقامی ذمی ثروت لوگوں کے ہاتھ رہتا اور کبھی شریف اپنے نامزد کیے ہوئے آدمیوں کے منتخب کرانے میں کامیاب ہو جاتا اور بعض وقت مجلس ضلع میں جاہل اور ناشائستہ لوگوں کی کچھ بکھی سے دکھانے کے منتخب ہوئے بغیر مجمع بر خاست ہو جاتا تھا۔

پندرہویں صدی میں منتخبین اضلاع کی دوبارہ تنظیم عمل میں آئی۔ انتخاب کے وقت تہذیب اور اسن قائم رکھنے اور قوم کی صحیح اور با اصول نیابت ہونے کی غرض سے ۱۸۳۲ء میں قانون بنایا گیا جس کی رو سے قرار پایا کہ حکمرانہ انتخاب پھینچنے کے بعد سب سے پہلے مجلس ضلع میں انتخاب ہونا چاہیئے کل حاضرین سے رائے لی جائے اور جو غائبانہ منتخب ہوں ان کے ناموں کے ساتھ رائے دینے والوں کی مہر میں بھی ثبت ہوں ۱۸۳۲ء میں طے پایا کہ انتخاب کرنے والوں اور غائبوں دونوں کے لئے سکونت ضلع لازم ہے۔ چونکہ انتخاب کے وقت مجلس ضلع میں مفلس کثرت سے شریک ہوتے تھے اور ان کے سبب سے خرابیاں پیدا ہوتی تھیں اس لئے ۱۸۳۲ء میں قانون وضع ہو کر حق رائے صرف ان زمینداروں کو عطا ہوا جن کی اراضی دفتری ہولڈ کی خالص آمدنی چالیس پونڈ ہو اور ۱۸۳۲ء میں اس میں ایک اور شرط بڑھائی گئی کہ اراضی مذکورہ کا اندرون ضلع

انتخاب کرنیوالوں کی تنظیم ثانی

۱۸۳۲ء

۱۸۳۲ء

۱۸۳۲ء

واقع ہونا ضرور ہے۔ اس وقت سے حق رائے دہی کی بذریعہ قانون تعریف و تعین ہو جانے سے حق مذکور محدود ہو گیا اور ہر ایک شخص رائے دینے کا مجاز نہیں رہا۔ چار سو برس تک اس پر عمل ہوتا رہا اور اس کے اثر سے نہ صرف ادنیٰ درجے کے زمیندار جن کی سالانہ زر تحصیل چالیس شلنگ سے کم تھی حق رائے سے محروم کیے گئے بلکہ رائے دینے والوں کے زمرے سے ایک گروہ کثیر کا جو غیر آزاد کسان تھے اخراج منظور تھا کیونکہ اس زمانے کے لحاظ سے چالیس شلنگ زر تحصیل ادنیٰ رقم معلوم ہوتی ہے لیکن اس زمانے میں سکے کی قیمت زیادہ تھی چنانچہ اُس وقت کے چالیس شلنگ کی قیمت اس وقت کے سکہ میں تیس سے چالیس پونڈ تک ہوتی ہے یہی لوگ بعد حصول حُریت، نقل و دار اور پٹہ دار بن گئے اور اس لئے قبضے میں وسیع قطعات اراضی آ گئے پو

۱۸۳۲ء سے

حق انتخاب کی حالت

نرا اس قانون میں غوبی کے ساتھ بعض خرابیاں بھی تھیں۔ بشرط رائے دہی کی آسانی اور سادگی کے سوائے اکثر طبقات قوم حق رائے دہی سے محروم ہو گئے تھے اس لئے حق مذکور سب کے واسطے ایک نہ تھا۔ بالآخر انیسویں صدی میں بذریعہ قوانین اصلاح ان خرابیوں کو رفع کیا گیا لیکن ان میں وہ سادگی اور آسانی نہیں ہے جو پہلے قانون میں تھی۔ اس کے قانون اصلاح کی رو سے چالیس شلنگ والی قدیم شرط زمینداری صرف ایسی حالتوں کے لئے محدود کر دی گئی تھی جہاں رائے دینے والے کے قبضے میں اس تحصیل کی اراضی آ جائے یا وہ بغیر خریدنے کے اس کو (میراثہ تبادلاً یا تقسیم کے ذریعے سے) پائے اس میں مزید چار شرائط ملکیت کا اضافہ ہوا تھا اور ان کو سکونت سے کوئی تعلق نہ تھا، زمینداری جین حیات جس کی سالانہ زر تحصیل دس پونڈ سے کم نہ ہو خواہ یہ زمین کسی طریقے سے حاصل ہوئی ہو، اسی آمدنی کی نقل داری زمین کا ایسا پٹہ جس کی مدت ساٹھ سال ہو اور اُس کی آمدنی (زر لگان) دس پونڈ ہو، نیز وہ پٹہ زمین جس کی مدت تیس سال ہو اور اُس کا زر لگان پچاس پونڈ ہو۔ ۱۸۶۱ء کے قانون اصلاح کے زیر اثر زمینداری جین حیات نقل داری اور

شرائط

ملکیت

پٹہ داری جس کی میعاد ساٹھ سال ہو بلحاظ مالگزاری مساوی کر دی گئی ہیں اور شرح مالگزاری پانچ پونڈ قرار پائی ہے۔ اس قانون کے بعد بھی چالیس شلنگ والی زمینداری اور پچاس پونڈ والے پٹے کا جن کا تصفیق ۱۹۳۲ء کے قانون سے تھا درائے دینے والوں کی انٹرنل ملکیت میں شمار ہوتا ہے تو

حق رائے
برائے قبضہ

اضلاع کے حلقہ جات انتخاب کو قبضہ زمین کی بنا پر حق رائے وہی کا ملنا پہلے قانون اصلاح کا ایک کرشمہ تھا۔ جس کسان یا قابض جائیداد کے ہاں ۱۱ خواہ کسی قسم کی زمینیں ہوں اگر وہ ان کے واسطے سالانہ پچاس پونڈ بطور زر تحصیل ادا کرتا ہو، اس کو رائے دینے کا حق حاصل تھا۔ ۱۹۶۷ء کے قانون نے اس میں اور بھی اضافہ کیا اور اس کی رو سے ہر ایک کسان اور کرایہ دار کو جو اپنی اراضی اور مکان و جائیداد کے لئے بارہ پونڈ سالانہ مالگزاری یا کرایہ ادا کرتا ہو اس کو حق رائے دیا گیا تھا مگر ۱۹۸۸ء میں ان دونوں شرائط میں سالانہ زر تحصیل یا کرایہ مکان کے لئے دو پونڈ کی کمی ہو کر دس پونڈ مقرر کیے گئے ہیں تو

شرط سکونت

ہر چند کہ ۱۹۶۷ء سے شہروں کے باشندوں کے لئے سکونت بھی ایک شرط اہلیت سمجھی جاتی تھی لیکن یہ صفت ضلع کے رہنے والوں کے واسطے ۱۹۸۳ء کے پہلے شرط رائے وہی نہیں قرار پائی تھی۔ اگر کوئی شخص کسی پورے مکان یا اس کے کسی حصے میں کرایہ سے رہتا ہو یا کسی مکان کے چند کمرے کرائے سے لئے ہوں اور ان میں مالک مکان کے جانب سے فرنیچر کا انتظام نہ ہو اور اس کا سالانہ کرایہ دس پونڈ ہو تو اس کو کرایہ دار یا منزل گیرین کا حق رائے حاصل ہے جب سے ان "منزل گیرین" کو رائے دینے والوں میں شامل کر لیا گیا انتخاب کرنے والوں کی یہی کثرت ہو گئی اور قوم کے تقریباً کل ذکر و حق رائے وہی سے بہرہ مند ہوئے ہیں تو

باشندگانِ بلاؤ کا حق رائے

باشندگانِ بلاؤ
اپنے حق رائے
کا آپ تعین
کرتے تھے

چونکہ استہامیں باشندگانِ بلاؤ کے حق رائے میں بادشاہ کی جانب سے کسی قسم کی رکاوٹ نہیں پیدا کی جاتی تھی اس لیے از سر نو وسطیٰ کے وکلاء بلاؤ کے طریقہ انتخاب اور ممبروں کے حق رائے کے حالات تاریخ میں بہت کم ملتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ نزاعات انتخاب کے مطالعے سے اس وقت کے طرز و طریقہ انتخاب کا پتہ ملتا ہے لیکن جب تک مسئلہ انتخاب کو لوگ اپنی زیر باری کا سبب جانتے رہے نزاعات انتخاب بہت ہی کم واقع ہوتے تھے۔ جب پارلیمنٹ میں ایک دفعہ کسی شہر کی نیابت ہو جاتی تو حکومت کو اس کے وکلاء کے طلب کرنے اور اس کے مسئلہ نیابت کو قیام رکھنے میں بہت جدوجہد کرنی نہیں پڑتی تھی۔ نیابت کی نسبت باشندگانِ بلاؤ کی غفلت کی یہی کیفیت رہی یہاں تک کہ پودھوں اور پندھوں مصلیوں میں تجارت اور صنعت و حرفت کی بدولت شہروں کی اہمیت میں اضافہ ہوا۔ اب تو ان کی بھی آنکھیں کھلیں اور یہ لوگ نیابت کی قدر سے واقف ہونے لگے۔ ایک ایک شہر کے باشندوں کی مختلف جماعتوں میں اس کے واسطے نزاع ہونے لگی۔ جہاں کہیں نزاع انتخاب پیش آتی اس کا نصفیہ کرنا نہایت دشوار ہوتا تھا اس لیے کہ پہلے سے اس کے متعلق نظائر موجود نہ تھے بعض شہروں میں انتخاب پارلیمنٹ کے لیے وہاں کے بلدیات کے قواعد و ضوابط انتخاب پر عمل ہوتا تھا اور بعض شہر مجلس ضلع کے قواعد پر کار بند ہوتے تھے جن شہروں میں ارکانِ بلدیہ مفت رہتے وہاں کے باشندگانِ شہر حق رائے سے محروم ہوتے اور ارکانِ مذکورہ ہی ان شہروں کے نمائندوں کا انتخاب کرتے تھے اور بعضوں میں حکامِ بلدیہ کی کمزوری کے باعث انتخاب کرنے کا اختیار بالکل ارکانِ بلدیہ کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ اگر کبھی کسی شہر کے جانب سے کسی نزاعی انتخاب کے متعلق

عرضی پیش ہو کر اس کا تصفیہ ہوتا تو اُس شہر کے مسئلہ نیابت کی بھی صراحت ہو جاتی تھی۔ اس لئے کہ ایک جماعت کے حق رائے کے جائز اور دوسرے کے حق رائے کے ناجائز قرار پانے سے پہلے شہر کے باشندوں کے حق رائے کا تعین ہونا تھا۔

ہنری ہشتم کے زمانے سے اسناد کے ذریعے سے شہروں کو بلدیات کا عطا ہونا شروع ہوا اور ان کے ذریعے سے وکلاء شہر کو انتخاب کرنے کا حق بالتقریح ارکان بلدیہ کو دیا جانے لگا اور جن شہروں سے بادشاہ صرف اپنے مقرر کردہ لوگوں کو ان کی نیابت کے لئے طلب کرنا چاہتا ان میں صرف مخصوص لوگوں کو حق انتخاب ملنے لگا۔ جس قدر جس شہر کی سند جدید ہوتی اسی قدر اس کے باشندوں کا حق رائے محدود ہوتا تھا۔ تجارت وغیرہ کی ترقی کے سبب سے شہروں نے مسلسل اسناد لینے شروع کر دیئے اور جس کثرت سے ان کو اسناد ملنے لگے اسی طرح ان کے وکلاء کے انتخاب کرنے والوں کی تعداد میں کمی ہوتی گئی۔

جائداد غیر منقولہ کا رکھنا شہر میں رہنا، شہر کو بلدیہ کا عطا ہونا اور خدمت بلدیہ پر مامور ہونا وکلاء شہر کے انتخاب کرنے والوں کے لئے شرائط اہلیت سمجھے جاتے تھے۔ ان میں سب سے قدیم شرط اہلیت کسی شہر کی اراضی یا مکانات کا قبضہ تھا۔ اضلاع میں جس طرح زمینداری کے سبب سے وہاں کے باشندوں کو حق انتخاب حاصل ہوتا اسی طرح شہروں کے باشندے شہروں کے مکانات اور اراضی کے عطا ہونے سے رائے دینے کے حق ہوتے تھے۔ لیکن بعض شہروں میں یہ حق صرف چند لوگوں تک محدود تھا اور دوسرے سب باشندے اس سے محروم ہو گئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں ان شہروں کی جانب سے رقم خراج یک مشت یہی لوگ یا ان کے اجداد بادشاہ کو ادا کرتے ہوئے اس لئے حق انتخاب صرف انہی کو ملا تھا۔ مگر بعض بڑے شہروں میں جن کی ضلع کی سی حیثیت تھی اور بعض چھوٹے شہروں میں جیسا کہ

باشندگان بلاد کے حق رائے میں کمی ہونا

قانون اصلاح کے پہلے باشندگان بلاد کے حقوق انتخاب کیا تھے ۱۱، جائداد غیر منقولہ

لے وِس ٹاک وغیرہ تھے مثل ضلع کے ان کل زمینداروں کو حق رائے حاصل تھا جو چالیس شینگ سالانہ زر تحصیل ادا کرتے تھے۔ اور بعض شہروں کے باشندوں کو مثلاً کرک لیڈر (Cricklade) وغیرہ میں نقل داروں اور پیٹ داروں کو بھی حق رائے دیا گیا؛

شرط سکونت کے ساتھ اسکاٹ اور لاٹ کی ادائیگی ملحق کردی رہا سکونت گئی تھی۔ شہروں کے رہنے والوں کے شرائط اہلیت میں سب سے زیادہ آسان اور کم خرچ یہی شرط تھی اس کا رواج زیادہ تر قدیم اور بڑے شہروں مثلاً نار ایچ اور نیوآرک (Norwich and newark) کو نٹری اور یارک میں تھا۔ کرایہ کے مکانوں میں رہنے والے اس کے حق سمجھے جاتے تھے مگر ٹائنٹن اور ہائی ٹن میں مستکر اور منزل گزیں دونوں کو بشرطیکہ وہ لا پاٹ والرز (Pot wallers) یعنی اپنی غذا آپ جیا کرتے اور اپنی ہانڈی آپ پکاتے ہوں، یعنی اس قدر مفلس ہی کیوں نہوں ٹائنڈوں کو انتخاب کرنے کا حق حاصل تھا۔ سر ولیم این سن لکھتے ہیں کہ ازمنہ وسطیٰ میں جس شہر کے ٹائنڈوں کے انتخاب کرنے کے جو لوگ اہل سمجھے جاتے تھے ان کا اس شہر میں سکونت رکھنا ضروری نہیں خیال کیا جاتا تھا ضلع اور شہروں کے ٹائنڈے اور ان کے انتخاب کرنے والوں کا ضلع اور شہروں میں رہتا تھا اس کے پہلے لازم نہ تھا مگر اس سنہ میں اس کی نسبت قانون بنا اور اس پر عمل ہوتا رہا تا انیکہ اس کو سٹائٹ میں منسوخ کیا گیا۔

جب کسی شہر کو حکومت بلدیہ یا اس کی کسی مقامی کمپنی کو اس کے اختیارات و حقوق بذریعہ سند بادشاہ کی جانب سے عطا ہوتے تو ان ادارات کے ارکان کو اسی سند کے ذریعے سے اسی شہر کے پارلیمنٹی ٹائنڈوں کو انتخاب کرنے کا حق ملا کرتا تھا۔ اس طرح پندرھویں صدی سے حقوق سیاسی کو حقوق تجارتی کے ساتھ ملا دیا گیا۔ لندن میں مختلف تہذیبیاں ہونے کے بعد حق رائے کے تنہا مالک وہاں کے پوری کمپنیوں مخصوص تجارتی کمپنیوں

۳۳، انکا پریشن
بلدیہ یا حیثیت
جماعت کا عطا ہونا

کے ارکان بن گئے۔ ان کمپنیوں کی رکنیت حاصل کرنے کے مختلف طریقے تھے۔ مثلاً سلسلہ نسب۔ اگر باپ ان میں کی کسی ایک کمپنی کا رکن ہوتا تو اس کا بیٹا اس کی رکنیت میراث میں پاتا تھا۔ اسی طرح شادی، انعام، سپہ، خریداری اور ملازمت کے ذریعے سے بھی لوگ کمپنی کے ارکان بنا کرتے تھے۔ بلدیہ یا انجمن تجارت کے رکن بننے کی بڑی غرض یہ تھی کہ اس زمانے میں ان ادارات کے ارکان کو نہ صرف سیاسی حقوق ملتے تھے بلکہ وہ مختلف محصولات کے بارے سے سبکدوش رہتے تھے اور انکو اپنے اپنے شہروں میں رہنے کی ضرورت بھی نہ ہوتی تھی۔ اکثر شہروں کو اختیار تھا کہ جس کو چاہیں اپنے کارپوریشن کا رکن بنا لیں۔ پارلیمنٹ کے انتخابات کے وقت اکثر شہروں کے کارپوریشن ہزاروں باہر رہنے والوں کو اپنے ہاں کے ارکان بنا لیا کرتے تھے۔ اس طرح کی مصنوعی رایوں روٹ، کا طریقہ عرصہ دراز تک جاری رہا اور ہر چند کہ ولیم سوم اور این کے عہد میں ان کے روکنے کی مختلف تدبیریں کی گئیں لیکن ۱۸۳۲ء کے پہلے ان کا کافی السہاد نہ ہو سکا۔

۱۸۳۲ء میں بلدیہ

سب سے آخری شرط اہلیت خدمت بلدیہ تھی۔ اس کا بھی عطائے بلدیہ سے تعلق تھا اور اسی کی ایک شکل تھی۔ اس کے زیر اثر بلدیہ کا ہر ایک عہدہ دار حق رائے کا اہل سمجھا جاتا تھا اور ان عہدہ داران بلدیہ کے سوائے شہر کے دوسرے کھل باشندے اس سے محروم رہتے تھے۔ اس محرومیت و حق رائے پر صرف اُسی شہروں میں عمل ہوتا تھا جنکو سلطین پیوڈر نے بدرجہ اسناد قائم کیا تھا یا بعض ایسے شہروں کے نااہلوں کے چواڑ یا عدم جواز انتخاب کا تصفیہ عود شاہی کے بعد کی غلامانہ اور خوشامدی پارلیمنٹیں کرتی تھیں۔ اور اس آخری شکل میں اکثر شہر جیسا کہ بات اور سالزبری کی کیفیت تھی اپنی حق تلفی کے خلاف اور ایک قبیل گردہ کو اختیار انتخاب و کلامنے کی نسبت نہایت شد و مد سے اعتراضات کرتے تھے لیکن کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ پہلے قانون اصلاح کے اجرا تک اکثر پارلیمنٹی شہروں کے حق رائے

بلاد

غیر آباد

کی نہایت ناگفتہ بہ حالت تھی۔ ارکان بلدیہ اور شہروں کے حکمران گروہ تک حق رائے محدود ہونے سے اکثر و بیشتر شہروں میں انتخاب کرنے والوں کی تعداد نہایت قلیل رہ گئی تھی چنانچہ بلکنگھم میں صرف عامل شہر اور اسکے بارہ ارکان کونسل کے سوا رائے کوئی دوسرا باشندہ اس سے مستفید نہ تھا۔ شہریات میں یہ حق صرف میربلد، دس شرکا، میربلد اور اس کی کونسل کے چوبیس عام ارکان تک محدود تھا۔ سالزبری اور وینچسٹر میں بھی یہ کیفیت تھی۔ ان مقامات کے میربلد اور کارپوریشن کو حقوق رائے دیئے گئے تھے اس طرح پہلے شہر میں چوپن اور دوسرے میں چونتیس انتخاب کنندہ تھے۔ اور جن شہروں میں حق رائے کے واسطے جائیداد غیر منقولہ کا پونا یا اسکاٹ ولانٹ کا ادا کرنا شرائط اہلیت قرار دیئے گئے تھے وہاں انتخاب کرنے والوں کی تعداد ان سے بھی کم تھی اگرچہ دس ٹاک کے کل زمینداروں کو حق رائے دیا گیا تھا لیکن وہاں دس سے زیادہ منتخب نہیں تھے۔ گولڈہام سینٹ مائیکل اور کیٹن کے باشندوں میں جو لوگ محصول مفلسین وغیرہ ادا کرتے تھے ان سب کو حق رائے حاصل تھا مگر اصل ان میں سے ہر ایک شہر میں سات انتخاب کنندوں سے زیادہ نہ تھے۔ اگرچہ کاکر مٹھ (Cocker mouth) کے منتخبین کی تعداد ایک سو پینٹھ بتلائی جاتی تھی لیکن اصل میں وہاں صرف ایک منتخب تھا۔ اولڈسیرم میں بظاہر صرف سات مکانات (اور اراضی) کو حق رائے حاصل تھا لیکن درحقیقت وہاں نہ کوئی مکان تھا اور نہ مکین اولڈ فیلڈ جس کی تصنیف کا زمانہ اٹھارہویں صدی کا آخری حصہ ہے لکھتا ہے کہ اولڈسیرم (Midhurst) کا علاقہ انتخاب ایک سو اٹھارہ پتھروں پر مشتمل ہے۔ اور یہ پتھر اس شہر کی اراضی کے جو بغرض زراعت منجانب بادشاہ رعایا کو عطا ہوئی تھی حدود ہیں پارلیمنٹ کے انتخاب کے وقت اس مقام کے مالک کے تین چار احباب وہاں کے مرہ اور فرض باشندوں کی حیثیت سے رائے دیتے ہیں لاکاسل رائزنگ (Castle Rising) سے صرف دو نمائندے پارلیمنٹ کو روانہ

کیئے جاتے تھے اور یہ بات کس قدر تعجب خیز تھی کہ ویسٹ منسٹر کے جانب سے بھی جس کی آبادی بیس ہزار نفوس پر مبنی تھی اتنے ہی ارکان پارلیمنٹ میں موجود رہتے تھے۔ اور سب سے زیادہ افسوس ناک حالت ان شہروں کی تھی جن کی آبادی ہزاروں سے متجاوز ہو گئی تھی لیکن پارلیمنٹ کی نیابت سے محروم رکھے گئے تھے چنانچہ برمنگھم، نیچسٹر اور لیورپول، گوان میں کے ہر ایک شہر میں پندرہ ہزار سے زیادہ مکانات تھے مگر پارلیمنٹ میں ان کی نیابت نہیں ہوتی تھی۔ ان خرابیوں کی وجہ سے لوگ تنگ آ گئے تھے اور ۱۸۳۳ء میں انجمن تجاں قوم نے ثابت کر دکھایا کہ پارلیمنٹ میں ستر ارکان ان شہروں سے آتے ہیں جن میں ایک بھی منتخب نہیں ہے اور نو دارکان ایسے حلقہ جات انتخاب سے روانہ ہوتے ہیں جن میں کے ہر ایک حلقے میں پچاس سے کم منتخب ہیں اور سیلٹیس نمائندے ایسے شہروں کے ہیں جہاں کے ہر ایک شہر میں رائے دینے والے سو شخص بھی نہیں ہیں تو

قانون اصلاح
باب ۱۸۳۲ء

ہر چند کہ قانون اصلاح بابت ۱۸۳۲ء کے ذریعہ سے ہر ایک حلقہ انتخاب کا حق رائے بحال رکھا گیا ہے لیکن قدیم طرز کے حقوق انتخاب جن کا ذکر فقرہ بالا میں ہوا ہے سلب کر لئے گئے اور بعض شہروں کو جہاں کارپوریشن کے ارکان کے حق رائے کو بہ نسبت دوسرے باشندوں کے حق انتخاب پر قدیم ہونے کے سبب سے تفوق حاصل تھا اور ۱۸۶۷ء اور ۱۸۸۴ء کے قوانین نے بھی جن کے حقوق مذکورہ ہیں دست اندازی نہیں کی تھی انکی سابقہ حالت پر چھوڑ دیا گیا برائیں ہم ارکان کارپوریشن پر شہر میں یا اس کے گرد و نواح کے سات میل کے اندر رہنا لازم کر دیا گیا اور رکن بننے کی اہلیت صرف سلسلہ نسب اور حق قدیمی تک محدود کر دی گئی۔ اس کے سوائے ۱۸۳۲ء میں ایک جدید شرط اہلیت نسبت قبضہ مکان دار اضی جس کا کرایہ یا زر تحصیل دس پونڈ سالانہ ہو قرار دی گئی ہے۔ شہروں کے کرایہ دار

اور منترل گزنیوں کے شرائط اہلیت کے متعلق ۱۸۶۷ء میں قانون بنا اور ۱۸۸۲ء سے اس کا اطلاق باشندگان اضلاع پر ہونے لگا یہ شرط نہایت وسیع ہے اور اس کے سبب سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں اشخاص چمکرائے کے مکانوں اور کمروں میں رہتے تھے حق رائے سے مستفید ہوئے ہیں۔ ۱۸۸۲ء کے قانون کے سبب سے شہروں کے حق رائے میں کسی طرح کا تفریق نہیں ہونے پایا بلکہ اس کے ذریعے سے باشندگان ضلع اور ساکنان شہر کے حقوق رائے میں مشابہت و مطابقت قائم ہوئی ہے اس پر بھی ان میں کسی قدر فرق ہے۔ شرط ملکیت سے جو باشندگان اضلاع کے لئے مخصوص ہے اب تک شہروں کے رہنے والے محروم ہیں سیکونت اور قبضہ اس دوسرے حق کے اجزائے مالاینفک ہیں۔

منتخبین اور دارالعوام پر بیرونی اثرات

انتخاب کرنے والوں کو اور ارکان عوام کو اپنے قابو میں رکھنے کی غرض سے بادشاہ اور دیگر افراد قوم نے انیسویں صدی تک مختلف ناجائز طریقوں سے کام لیا ہے۔ جب تک کہ ان اثرات کا سدباب نہیں ہوا حکومت پارلیمنٹ کی قیاسی حالت اس کی عملی کیفیت سے بالکل مختلف رہی اور اس قسم کی حکومت سے اصولاً جو فائدہ ملک کو پہنچنا چاہیے تھا وہ حاصل نہ ہو سکا۔ اگرچہ لوگ بظاہر ووٹ دینے میں آزاد تھے لیکن اکثر اوقات شریف مقامی، زمینداروں اور تاج کی جانب سے انتخابات میں مداخلت ہوتی تھی۔ یہی پارلیمنٹ کی کیفیت تھی، اگرچہ اس کے ارکان تقریر کرنے اور رائے دینے میں بظاہر آزاد سمجھے جاتے تھے مگر حقیقت حال اس کے برعکس تھی، عموماً یہ لوگ ذی اثر و بدترین کی ہدایت پر عمل کرتے تھے۔ ایسے ہر ایک بدتر کے زیر اثر ایک جماعت ان ارکان کی ہوتی تھی جو بادشاہ کے بنا کردہ شہروں کے نائبین ہوتے تھے یا جن کو مخفی طور پر تاج کی جانب سے روپیہ پہنچتا تھا اور انعام و اکرام یا منصب و وظیفہ پانے کی

امیدیں دلائی جاتی تھیں۔ ان کے سوا کسی ان بدترین کے مختلف جتھوں کے ذریعے سے ایسے ارکان پارلیمنٹ میں شریک ہوتے جو اپنی کنیت زر کی بدولت خرید کرتے تھے۔ اس طرح ضلع اور شہر دونوں مقامات کے منتخبین شریف اور زمینداروں کے پنجے میں گرفتار ہو گئے تھے۔ جب تک انگریز لفظ پارلیمنٹ کو اجراء کے محصولات کا مترادف سمجھتے رہے اور جب تک ان کے دماغوں میں وکلاء کے ضلع و شہر کی تنخواہیں دینے کی زیر باری کا خیال جارہا اور جس وقت تک ان میں سیاسیات کا ذوق سلیم پیدا نہوا منتخبین کی اسی طرح حکومت اور سردمہری میں بسمت ہوئی۔ لیکن صنعت و حرفت کی بدولت جب ملک میں مرفہ احوالی کا دور شروع ہوا اور انگلستان کے زیر نگین دوسرے ممالک آگئے تو قوم کو سیاسی زندگی اختیار کرنے کی جانب توجہ ہوئی اور جس قدر انکی حب وطنی اور معلومات سیاسی میں ترقی ہوئی اسی قدر منتخبین اور ارکان پارلیمنٹ پر دباؤ ڈالنے میں تاج کو کمزور ہوتی گئی۔ بناؤ علیہ ٹیوڈر بادشاہوں نے "غیر آباد شہروں" کی بنا ڈالی اور وہاں کے مالکان اراضی کو اپنا طر فدار بنانا شروع کیا۔ ان کی اس حکمت عملی کے باوجود ان کے دور میں یا کسی دوسرے خاندان کی حکومت کے زمانے میں انتخاب کرنے والوں اور ارکان عوام کی اس قدر ذلیل اور ناگفتہ بہ حالت نہیں ہوئی تھی جیسی کہ اٹھارھویں صدی میں جبکہ رشوت کی گرم بازاری تھی اور اس کے سبب سے سیاسیات کا مطلع غبار آلود ہو گیا تھا۔ از بسکہ انقلاب حکومت کے بعد منتخبین اور مجلس ادنیٰ پر تاج اپنا اثر علانیہ ڈال نہیں سکتا تھا اس لیے اس نے انعام و اکرام اور عہدے و مرتبے کا لالچ دلا کر ان کو اپنے قابو میں کر لیا تھا اور جب تک اس کے کیسے زر کا منہ کھلا رہا اور اس کے قبضے میں اگر انقدر اور نفع بخش مناصب اور عہدے باقی رہے پارلیمنٹی حکومت کو لوگ ایک موہوم اور بے اصل شے سمجھتے رہے و مگر مقام حیرت ہے کہ اس قدر اخلاقی خرابیوں کے باوجود قوم کا شیرازہ بکھرا نہیں اور لوگوں کے دلوں میں اولوالعزمی کے جذبات کم نہیں ہوئے۔

اس کا ایک سبب یہ تھا کہ قوم کے اکثر ہونہار اور لائق بچوں نے حق کا ساتھ دیا۔ وہ ناجائز منفعت کو اپنی لیاقت کا صلہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کی قابلیت اور شوق سیاسی کو بڑھانے والی دوسری بہت سی چیزیں تھیں۔ اب بھی اس قسم کے لوگوں کا قحط نہیں ہے اُس زمانے میں بھی نیک اور سچے مدبرین ان بد اعمالیوں کو نظر حقارت سے دیکھتے تھے اور انہی کی کوششوں کے سبب سے ان کا سدباب ہوا اور اصلاح پارلیمنٹ کے لئے راستہ نکل آیا۔ ان لوگوں کا متاخرین پر ایک اور احسان ہے اگر وہ لوگ اُس زمانے میں امور سیاسی کا اپنے کو آپ معیار نہ بناتے تو اُس وقت کی زہریلی ہوا میں اخلاق حمیدہ کا دم گھٹ گیا ہوتا۔ ان لوگوں نے دارالعوام کے مباحثوں میں جان ڈالی اور ارکان میں اس کا شوق پیدا کیا رفہ عام کی تدبیروں اور تحریکات کی پوچھا کر دی جس کے سبب سے قوم میں پارلیمنٹی زندگی کا مذاق صحیح پیدا ہوا اور ووٹ کے بکنے اور خریدنے کی چال بازیوں کا اس پر اثر نہیں ہونے لگا علاوہ بریں اس زمانے کے انتخاب کرنے والے اکثر تقسیم یافتہ ہوتے تھے اس لئے ان پر رشوت اور انعام و اکرام جاہ و رتبہ کے لالچ دلانے کا بہت کم اثر ہوتا تھا اور جب قوم پر کڑا وقت پڑتا تو وہ اور ان کے نمائندے پارلیمنٹ میں وہی کام کمر گزرتے جس میں قوم کی بھلائی ہوتی تھی ک

سب سے پہلے شیرف نے بیرونی طور پر اپنا اثر ڈالنا شروع کیا۔

ضلع اور شہر میں انتخابات کے عمل میں لانے کی نسبت انیسویں صدی کے وسط تک شیرف کو ہی احکام پہنچتے تھے اور انتخاب کے بعد ہی ان مقامات کے نمائندوں کو پارلیمنٹ میں روانہ کرتا تھا چونکہ قوم کو نائب روانہ کرنے کی نسبت رغبت کم تھی اس لئے ناجائز طریقہ اختیار کرنے کا موقع آسانی سے شیرف کے ہاتھ آتا تھا۔ اضلاع کے نمائندے تو عموماً اسی کے ساختہ و پرداختہ ہوتے تھے اس لئے کہ ان کے نامزد کرنے میں اسے زیادہ وقت اٹھانی نہیں پڑتی تھی۔ روزانہ چارٹنگ

انتخابی پر
اثرات بیرونی
کا ذکر
(۱) شیرف کا
اثر ڈالنا

ملنے کی توقع سے لوگ بخوشی خدمت نیابت کو قبول کرتے تھے۔ علاوہ بریس اگر کسی مقام پر باضابطہ انتخاب بھی عمل میں لایا جاتا تو شریف بعض وقت نتیجہ انتخاب سے ملک کو واقف نہیں ہونے دیتا بلکہ اپنے مقرر کردہ لوگوں کو پارلیمنٹ کی رکنیت کے لیے روانہ کرتا تھا۔ چنانچہ ۱۶۲۳ء کی ایک عظمیٰ انتخاب سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک موقع پر شریف نے بادشاہ کے حکم انتخاب کو دوبارہ اپنے نائبان ضلع (لفٹیننٹوں) کو یہ ظاہر کر کے کہ اس ضلع کی رعایا نے ان دو وکیلوں کا باضابطہ انتخاب کیا ہے روانہ کیا اور یہ دونوں لفٹیننٹ اس ضلع کے نائبوں کی حیثیت سے پارلیمنٹ سے اپنی اجرت برابر لیتے رہے۔

۱۶۲۶ء

اگرچہ اس قسم کی خرابیوں کے رفع کرنے کے لیے جن نمائندوں کا انتخاب کیا جاتا ان کے ناموں کے ساتھ انتخاب کرنے والوں کے ناموں کی فہرست ارسال کرنے کا طریقہ نکل آیا تھا لیکن اس ذریعے سے انتخاب کے صحیح اور باضابطہ ہونے کا پورا اطمینان نہیں ہو سکتا تھا اس لیے کہ اس قاعدے کے بعد بھی شریف کی جبرہ دستی میں کمی نہیں ہونے پائی تھی چنانچہ ۱۶۴۷ء میں ہینٹنگڈن ضلع کے ایک سو چوبیس زمینداروں کی جانب سے بادشاہ کی خدمت میں عرض پہنچی کہ درخواست گزاروں کے علاوہ دوسرے تین سو نفر نے دو شخصوں کے لیے ووٹ دیے اور ایک تیسرے نمائندے کے واسطے ستر شخصوں نے رائے دی لیکن یہ شخص "شریف النسل" نہیں ہے۔ اگرچہ اس مقدمے میں شریف نے انہی دو کلا کو روانہ کیا تھا جن کا حقیقت میں انتخاب ہوا تھا لیکن شریف کی رپورٹ میں منتخبین کی تعداد چار سو چورانوے بتلائی گئی تھی اور حکمائے انتخاب کے ساتھ جو فہرست اسمائے منتخبین منسلک تھی اس پر صرف پانچ آدمیوں کی مہریں ثبت تھیں۔ اس موقع پر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ بنظر سہولت بجائے کل منتخبین کے چند آدمیوں کی ایک کمیٹی نے ہرچہ منتخبین پر اپنی مہریں ثبت کر دی ہو مگر لیکن اس زمانے کے حالات پر

نظر کر کے ہماری رائے میں شیرف کے لئے اپنے دوستوں کا منتخب کرانا معمولی کام تھا۔ شیرف کے اس اثر اور اختیار کے بعد انتخاب کی کل کارروائی بے اصل ہو جاتی ہے اور جو انتخاب ہوتے تھے وہ محض نمائش ہی نمائش تھی۔

شہروں کی نسبت تو شیرف خود مختار تھا اور ابتدا میں اس کے اختیارات امتیازی نامحدود تھے۔ جس شہر کو چاہتا اس کی نیابت مقرر کر دیتا اور جس کو چاہتا نیابت سے مستثنیٰ کر دیتا تھا۔ چنانچہ لیڈز اور برمنگھم کے شہروں نے اس سے وپر وہ معاملہ کر کے نیابت پارلیمنٹ سے آپ کو مستثنیٰ کر لیا تھا۔ مگر ۱۸۳۲ء میں شیرف کو تاکید کی گئی کہ جب عام انتخاب کے لئے بادشاہ کی جانب سے حکم پہنچے تو ان شہروں کے نام جہاں پہلے سے نمائندے روانہ ہوتے تھے انتخاب کے عمل میں لانے کی نسبت اپنا ذیلی حکم بھیجنے میں تساہل نہ کرے۔ مگر مجلس ضلع میں چونکہ باضابطہ اور رسمی طور پر انتخاب ہوتا تھا اور وکلائے بلاد کے نام اسی کاغذ کے ساتھ منسلک ہونے جس میں وکلائے اضلاع کے نام درج ہوتے تھے اس لئے شیرف نہایت آسانی سے اپنے احباب کے نام وکلائے بلاد کے عوض داخل کر دیتا تھا چنانچہ ۱۸۳۲ء میں شیفتسبری (Shaftesbury) نے شیرف کے اس تصرف بیجا کے خلاف نمائش کی اور اس کے دوسرے سال بارنسٹیل کے شہر نے اپنے وکیل جان ہنری کی اجرت پارلیمنٹ کے ادا کرنے سے انکار کر دیا اس لئے کہ یہ نمائندہ شہر مذکور کے باشندوں کے علم و رضامندی کے بغیر روانہ کیا گیا تھا۔ ۱۸۳۲ء میں کارڈلیکن کے شہر نے شکایت کی کہ شیرف نے ان کے منتخب نمائندے کے عوض اپنے آدمی کو وہاں کا نمائندہ مقرر کر کے روانہ کیا ہے۔ ہر ایک انتخاب عام کے بعد اس طرح کی شکایتی عرضیوں کی کثرت رہتی تھی شیرف کے ناجائز اثر کو روکنے کے لئے ہر ایک ممکن تدبیر سے کام لیا گیا چنانچہ ۱۸۳۲ء

اور سنہ ۱۲۱۷ء کے قواعد و قوانین کے سواے دورہ کرنے والے نظامے عدالت کو ہدایت کی گئی کہ وہ انتخاب کے طرز عمل پر نگرانی رکھیں اور جس کسی سے قانون کی خلاف ورزی پائیں اس پر سو پونڈ تک جرمانہ کریں۔ اس کے بعد ۱۲۲۷ء میں قانون ہنگر شریف اور میران بلد کے لئے انتخابات پر ناجائز اثر ڈالنے یا کسی اور طریقے سے رعایا کے حق رائے کی پامالی کرنے کی پاداش میں سخت سزائیں تجویز کی گئیں۔ شریف کے ناجائز اثر اور مداخلت کے روکنے کے لئے جو تدبیریں اختیار کی گئی تھیں ان میں سب سے زیادہ موثر دو باتیں تھیں۔ منتخبین اور نمائندوں کے لئے سکونت شہر کی شرط لگا دی گئی تھی دوسرے یہ کہ صرف ان زمینداروں کو حق انتخاب دیا گیا تھا جو چالیس شلنگ زر مالک زاری ادا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ شریف کا تو اثر زائل ہو گیا لیکن اس کے بجائے تاج اور مالکان اراضی نے اپنا اثر ان دونوں گروہوں پر قائم کر لیا تھا۔

(۲) بڑے بڑے
علاقہ داروں
کا اثر

ہر ایک شہر اور ضلع کے انتخاب میں ابتدا سے وہاں کے بڑے علاقہ دار اور اہل ثروت کا ضرور اثر پڑتا ہو گا۔ اگرچہ اصولاً اور قیاساً ہر ایک اہل مقدمہ کو جو اپنے ضلع اور شہر کی مجلس میں حاضر رہتا رہے (ووٹ) دینے کا حق حاصل تھا اور جب سے چالیس شلنگ زر مالک زاری کی پلیدیاری شرط اہلیت قرار پائی تھی امیر اور غریب میں ووٹ دینے کی نسبت از روئے قاعدہ کوئی امتیاز نہیں رہا تھا لیکن حقیقت میں جب عوام ان اہل ثروت اور بڑے جاگیرداروں کے ساتھ انتخاب میں موجود ہوتے تو ان کے جاہ و وجاہت سے متاثر ہوتے تھے اور اسی شخص کے لئے ووٹ دیتے جو کسی بڑے جاگیردار کی جانب سے نامزد ہوتا تھا۔ عام منتخبین کو نائب کی لیاقت اور چال چلن کا مطلق خیال نہیں ہوتا تھا وہ بھی بکریوں کی طرح اس راستے پر چلنا شروع کرتے تھے جس پر سب سے پہلے کسی بھی بکری نے چلنا اختیار کیا تھا۔ ٹیوڈر بادشاہوں کے عہد میں بڑے جاگیرداروں کی یہی خواہش رہتی تھی کہ بادشاہ کے

فائدے کے لیے وہ اپنا اثر منتخبین پر ڈالیں اس لیے کہ اکثر شہروں کو حق انتخاب انہی سلاطین سے ملا تھا اور قوم اس زمانے میں بے انتہا وفادار تھی۔ ابتدا میں غیر آباد شہر اور ایسے شہر جن میں حق انتخاب ایک قلیل گزردہ کے ہاتھ میں تھا راست راست بادشاہ کے اثر و اختیار میں تھے لیکن بتدریج ان پر مقامی بڑے جاگیرداروں اور عاقلین کا اثر قائم ہوتا گیا۔ چنانچہ ملکہ میری کے عہد میں ارل آف سٹاک نے پارلیمنٹ اور نارفک کے منتخبین کے نام اپنے مقرر کردہ نائبین کو انتخاب کرنے کے متعلق تحریری حکم روانہ کیا تھا اور ۱۵۷۱ء میں لیڈی ڈارو تھی بیکننگٹن نے جو اس علاقے کی جاگیردار تھی شہر اکلزبری کے لیے اپنے طور پر دو نائب روانہ کیے۔ اٹھارہویں صدی کے اخیر میں ان اثرات کی یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ صرف انگلستان اور ویلز کے دو سو اٹھارہ وکلاء کے اضلاع و بلاد کا انتخاب وہاں کی عام رعایا نہیں کرتی تھی بلکہ ان کو ستاسی امرا روانہ کرتے تھے اور ایک سو سینتیس نمائندوں کو عوام بھیجا کرتے تھے چنانچہ ڈیوک آف نارفک کو آٹھ ارکان پارلیمنٹ انتخاب کرنے کا اختیار تھا اور ارل آف لینٹرڈیل نو اور لارڈ ڈارنگٹن سات وکلاء روانہ کرتے تھے۔

سالانہ زرخیز ادا کر لے اور روپیہ خرچ کر کے شہروں کے نائبین بننے سے لوگ پارلیمنٹ کی رکنیت حاصل کرتے تھے۔ اٹھارہویں صدی کے راست باز اور متدین مدبرین کے خیال میں یہ طریقہ نہایت مستحسن تھا اس لیے کہ قبضہ زیر اثر کے خریدار کو رائے دینے میں ہر طرح کی آزادی حاصل تھی اور ہر ایک سرپرست کو اپنے نامزد کئے ہوئے ارکان پارلیمنٹ کی سیاسی روش کو مقرر کرنے کا اختیار تھا چنانچہ ۱۷۳۲ء کے پہلے لوگ وار الامر کو «مجلس اولہ» (رہنمایاں) کے لقب سے یاد کرتے تھے اور ان کا یہ کہنا بالکل بر محل تھا۔ اس کے صدیوں پہلے سے یہی حالت چلی آرہی تھی جیسا کہ ۱۷۷۱ء میں ٹامس لانگ ساکن ویسٹ ہری اقبال کرتا ہے کہ میں نے اپنے شہر کے میر بلڈ اور ایک دوسرے شخص کو

پاکٹ بروز
حبیب پرکن
شہروں کا
اپنے حق انتخاب
کو بچ کرنا۔

چار پونڈ دیکر یہاں کی نیابت حاصل کی اور پارلیمنٹ کا رکن بن گیا۔ مگر منمول تھار اور دہندہ لویاؤں کو عام لوگوں کے پر نسبت خریداری رکینٹ کا زیادہ شوق تھا اس لیے کہ رکن پارلیمنٹ کا عرو و قار قابل رشک سمجھا جاتا تھا لارڈ وینٹھم ان باتوں سے ناواقف نہ تھا چنانچہ وہ اپنے اعتراض میں بیان کرتا ہے کہ اکثر دیگر ملکی لوگ سولے چاندی کو ذریعہ بنا کر اپنے لیے پارلیمنٹ میں جگہ نکال لیتے ہیں، جو انگریزی موروثی جامداد کے ذریعے سے منمول ہوتے ہیں وہ رکینٹ خریدنے میں باہر والوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس لیے مختلف قسم کی خرابیاں پارلیمنٹ میں پیدا ہو گئی ہیں ۱۷۹۸ء میں نیابت کی قیمت گراں ہونے سے لوگ اسکے خریدنے سے عاجز ہو رہے تھے چنانچہ لجر ہال (Ludgershall) کے نائب بننے کے لیے ایک امیدوار کو چار ہزار پونڈ دینا پڑا نیابت کے بیچے کی نسبت اکثر مشہر مثلاً سڈبری وغیرہ تہار دیا کرتے تھے شہر اکسفرڈ نے ارادہ کر لیا تھا کہ اگر اس کا قرض اسکے سابق کے مانند سے ادا کریں تو ان کا دوبارہ انتخاب کیا جائے لیکن جب ان لوگوں نے ادائی قرضے کی شرط قبول نہ کی تو شہر مذکور نے ڈیوک آف مالبرو اور ارل آف ایبنگڈن سے معاملہ طے کر لیا۔

جب رکینٹ پارلیمنٹ خریدنے سے نمل سکتی تو لوگ منتخبین کو رشوت دیکر اپنا مقصد حاصل کرتے تھے چنانچہ سردار کلارگز (Sir Walter Clarges) نے جسکو حلقہ ویسٹ سٹریٹ کی نیابت حاصل کرنے میں ناکامی ہوئی ۱۷۹۵ء میں چند گھنٹوں کی کوشش میں دو ہزار پونڈ صرف کر دیئے تھے۔ ۱۷۹۸ء میں حلقہ نارنگیٹل کی نیابت کی جنگ میں ہر ایک امیدوار کو تقریباً بیس تیس ہزار پونڈ صرف کرنے پڑے اور اسی زمانے میں ڈیوک آف پورٹ لینڈ کو حلقہ جات ویسٹ مور لینڈ اور کیمبر لینڈ کی نیابت کے لیے ستر چوبیس سو تو تھر کے مقابلے میں چالیس ہزار پونڈ خرچ کرنا پڑا۔ ۱۷۹۸ء میں یارک ضلع کی

منتخبین کی رشوت ستانی

۱۵۔ اس زمانے میں اکثر انگریز جو حکومت ہند کی ملازمت سے وظیفہ پائے کے بعد اپنی باقی عمر انکھستان میں بسر کرنے کی غرض سے ہندوستان سے واپس جاتے تو اس دولت کے ذریعے سے جس کا انہوں نے ناجائز طریقوں سے ہند میں انساب کیا تھا منتخبین کو رشوت دیکر پارلیمنٹ کے ارکان بنا کرتے تھے۔ اس بنا پر انہیں ایسے اہل وطن جسکو ہند جانیکا موقع نہیں ملتا تھا اور جو راست باز اور ملک کے بھی خواہ ہوتے تھے ان انگلو انڈین اشخاص کے جو ہندوستان کی کوئی اور دولت سے لالال ہو جا کر دربر زوریات نہیں بلکہ طریقہ مذکورہ صدر پارلیمنٹ کی رکینٹ حاصل کرتے تھے۔ ازراہ ملٹن ایٹن بنیابز Indian nababs کا حثارت کامیڈ لقب تجویز کیا تھا۔ از انجلیش کاشی کی سرکش بیسٹری مولفیس ویل لینگ میڈ طبع ہضم۔ س۔ ع۔ تروکو

نیابت کے دو امیدواروں کے مشترک مصارف و ولات کو پونڈ تک پہنچ گئے تھے تو

ابتداءً متجنبن پر بادشاہ کا زیادہ اثر نہ تھا۔ بعض وقت قانون کی مقرر بادشاہ کی ہوئی چالیس روز کی مدت سے کم وقت انتخاب کے منعقد کیے جانے کا اثر کو دیا جاتا تھا اور ۱۷۹۴ء میں کل سیٹیں روز انعقاد و تیاری انتخاب کے لیے ملے تھے اور اس زمانے کا بھی یہی قاعدہ ہے۔ ۱۷۵۲ء میں انٹھائیس دن اور ۱۷۹۹ء میں سات روز کا وقفہ انتخاب کے منعقد ہونے اور پارلیمنٹ کے اجلاس کرنے میں دیا گیا تھا۔ اس دوسرے انتخاب کے وقت بادشاہ کا مشاقت کا وہی سابق کے ارکان پارلیمنٹ کو روانہ کیے جائیں متجنبن کو نئے نمائندے چننے کا موقع نہ ملے اس لیے اس قدر قلیل مدت عطا کی گئی تھی۔ انہی باتوں پر اکتفا نہیں کیا جاتا تھا بلکہ بعض وقت حکم انتخاب تحریر ہونے کے بعد اس کی عبارت میں کمی و بیشی کی جاتی تھی یہ ہدایت درج ہوتی تھی کہ فلاں قسم کے لوگوں کا انتخاب ہو اور فلاں گروہ کو اس سے خارج کیا جائے۔ ۱۷۴۷ء کے بعد سے اضلاع سے عموماً ملاؤب لگانے والے ناٹوں کی طلب ہوتی رہی اور ۱۷۴۷ء کے بعد سے شہر کے انتخاب کیے جانے کی نسبت عموماً حکمنامہ انتخاب میں ممانعت درج ہونے لگی۔ چونکہ حکمنامہ طلب کی طرز و شکل میں اگر کچھ تبدیلی نظر آتی تو قوم بادشاہ کی جانب سے بدگمان ہوتی تھی اس لیے اس کی ہلکت و طرز عبارت میں قانون قرعہ اندازی بابت ۱۷۴۷ء کے قبل کسی قسم کا تغیر نہیں کیا گیا کبھی کبھی بادشاہ کو دارالعوام کے اپنے ہوا خواہوں سے پر کر نے میں شہر اور امر کی بدولت کامیابی بھی ہوتی تھی۔ چنانچہ ۱۷۴۷ء کی پارلیمنٹ جس نے گڈ پارلیمنٹ کے سب عمدہ کاموں کو بر باد کیا جان آف گائٹ کے طرفداروں سے بھر گئی تھی۔ اسی طرح جب ۱۷۴۷ء میں آرٹڈل پر الزام لگایا گیا تو اس نے اس امر پر اعتراض کیا تھا کہ دارالامر میں قوم کے وفادار اور بے لوث ارکان نہیں ہیں۔ پھولوں کی لڑائیوں کے

زمانے میں پارلیمنٹ میں صرف وہی لوگ طلب کیے جاتے جو کسی فقیہ یا
فریق کے ہوا خواہ اور طرفدار ہونے لگے۔

ٹیوڈر بادشاہوں کا اثر انتخابات پر دو طرح سے پڑتا تھا۔ شہروں
اور قصبوں کے بعض اہل ثروت اور بڑے جاگیردار ان کے ممنون جان
ہوتے تھے اس لیے یہ لوگ سلاطین مذکور کے ہوا خواہوں کو پارلیمنٹ
میں روانہ کرتے تھے اور دوسرا طریقہ اثر ڈالنے کا اکثر شہروں میں
قلیل گروہ کو حق رائے کا دیا جانا تھا ظاہر ہے کہ چند منتخبین کو متاثر کرنا
ان بادشاہوں کے لیے زیادہ دشوار نہ تھا۔ چنانچہ ایڈورڈ ششم
کی کونسل کے جانب سے شرف کو سرکاری گشتیاں پہنچتی تھیں کہ «لائق اور
ہوشیار لوگوں» کا انتخاب ہوا کرے اور بعض وقت ان لوگوں کے
نام بھی درج ہوتے جن کو کونسل بلوانا چاہتی تھی۔ مگر اسٹورٹ بادشاہوں
کے دور میں غیر آباد شہروں کا قائم کرنا اور ان کا بادشاہ کا طرفدار بنکر انتخابات
میں مداخلت کرنا موقوف ہوا۔ جیمس اول اور چارلس اول تو پارلیمنٹ
کی قوت کو ماننے ہی نہ تھے اور جب پارلیمنٹ عجز اختیار کرتی تو وہ اسکی
خواہشوں کی طرف کسی قدر ملتفت ہوتے تھے ۱۶۲۶ء میں فریق بمقابل
کے بعض سرداروں کو جیسا کہ کوک اور وینیٹ ورتھے تھے بادشاہ نے
شرف کے عہد و عہد پر مقرر کر دیا جس کے سبب سے وہ رکنیت پارلیمنٹ
کے اہل نہیں رہتے پائے۔ چارلس اول کی دست اندازی کی بھی ایک مثال
ہے اس کے سوائے اس نے منتخبین کے حق رائے کو محدود
کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔

لیکن عہد شاہی کے بعد جس طرح اٹھارہویں صدی میں حالت تھی
رشوت کی گرم ہاناری شروع ہو گئی۔ منتخبین اور ارکان پارلیمنٹ کی ٹھسی پھر
گرم ہونے لگی اور رشوت علم سیاست کا ایک جز بن گئی ۱۶۹۵ء، ۱۷۰۱ء، ۱۷۰۲ء
اور ۱۷۰۳ء میں منتخبین کی رشوت ستانی روکنے کی غرض سے قوانین کا نفاذ
ہوا لیکن ان کا منشا پورا نہ ہو سکا اور سب کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔

منتخبین کی
رشوت ستانی

جارج سوم کے مراسلہ موسومہ وزرا کے دیکھنے سے پھر کسی کو ان قوانین کی ناکامی کے وجہ میں شک باقی نہیں رہتا چنانچہ بادشاہ مذکور نے ۱۷۶۹ء میں لارڈ نارٹھ کو ایک خط میں لکھا تھا کہ اگر ڈیوک آف نیو کاسل کو بوقت انتخاب جنوب طلائع کی ضرورت ہو اور تم اس کا انتظام نہ کر سکو تو بڑی قیامت ہوگی اس کے علاوہ ہم اور بہت ذریعوں سے ثابت کر سکتے ہیں کہ شاہ مذکور کی جانب سے وزیر کو منتخبین کے رشوت دینے کے لئے کثیر مقدار میں روپیہ پہنچتا تھا۔

جن حلقہ جات کے منتخبین کی تعداد کثیر ہوتی ان پر اثر ڈالنے کے لئے اکثر شاہ ایک دوسرے طریقے سے کام لیتا تھا۔ ان حلقہ جات کے سرکاری اکثر منتخبین کو ملازمت سرکاری میں شریک کر لیا جاتا جس کے سبب سے ملازمت کا ان کو مجبوراً بادشاہ کے نامزد کیے ہوئے لوگوں کو منتخب کرنا پڑتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بندرگاہ والے شہروں میں محکمہ مال کے ملازموں کی تعداد میں بے انتہا زیادتی ہو گئی تھی اور جب ۱۷۶۲ء میں ان کا حق انتخاب سلب کیا گیا ہے تو حسب بیان لارڈ وراکنگھم یہ لوگ گیارہ ہزار پانچ سو سے کم نہ تھے اور ان سے تقریباً ستر حلقہ جات انتخاب بنائے گئے تھے۔ اس کے بعد ایک عرصے تک یہ حق انتخاب سے محروم رہے لیکن قوانین اصلاح کے جاری ہونے سے منتخبین کی تعداد بہت کثیر ہو گئی تھی اور اس لئے منتخبین پر شاہی ملازموں کے اثر ڈالنے کا پارلیمنٹ کو زیادہ اندیشہ نہیں رہا تھا اس واسطے ۱۷۶۸ء میں ان لوگوں کو دوبارہ حق رائے دیا گیا۔ بادشاہ کے اثر ڈالنے کی ایک یہ ترکیب تھی کہ بعض وقت اگر ملازمین شاہی کسی حلقہ انتخاب پر بسبب کثرت منتخبین اپنا اثر نہیں ڈال سکتے تو بادشاہ کے حکم سے وہ پرچہ کیفیت میں جو حکمنامہ انتخاب کے جواب میں روانہ کیا جاتا تھا وہ صرف کرتے تھے اور قوم کے انتخاب کردہ غائبانہ کے عوض شاہی امیدوار کا نام درج کر دیا جاتا تھا۔ اگر شاہی ملازموں

اور رشوت کے ذریعے سے حلقہ جات انتخاب کو اپنے اثر میں لانے میں تاج کو ناکامی ہوتی تو اور مختلف تدبیروں سے قوم کے حق انتخاب میں درست اندازی کرنے اور پارلیمنٹ کو اپنا مطیع و منقاد بنانے کی فکر کی جاتی تھی۔

پارلیمنٹ کی
بلا عملیاں
راٹھور اور
اسٹورٹ
بادشاہوں
کا عہد۔

پارلیمنٹ پر بیرونی ذریعوں سے اثر ڈالنے میں سب سے زیادہ اہمیت بادشاہ کو حاصل تھی۔ دور ٹیوڈر کے قبل جبکہ مجلس ادنیٰ ضعیف اور بادشاہ قوی تھا اور بعد میں مجلس مذکور قوی اور بادشاہ کمزور ہوا تو تاج کی جانب سے دارالعوام کی کارروائیوں میں مداخلت ظاہر اور باطن میں نہیں ہوتی تھی لیکن سولہویں صدی میں جب یہ مجلس مقتدر ہوئی اور اس کو قانون بنانے اور مالی و عدالتی امور کے تصفیہ کرنے کے اختیارات ملے تو حکومت وقت کو اس کے محکوم بنانے کی طرف توجہ ہوئی۔ اگرچہ بادشاہ اُس زمانے میں بھی ہر طرح سے مقتدر تھا لیکن ملک کی امداد اور رضامندی کے بغیر اس کی بادشاہی قائم رہ نہیں سکتی تھی۔ اس لیے اگلے زمانے کے انگریز بادشاہ دارالعوام کو اپنے قابو میں رکھنا چاہتے تھے۔ ٹیوڈر بادشاہوں کے عہد میں دارالعوام کے صدر کا تقرر بادشاہ کی جانب سے ہوتا تھا بلکہ ملکہ ایلزبتھ نے اپنے ایک معتمد خاص کو ایک حلقہ انتخاب کی جانب سے نائب بنا کر دارالعوام کو روانہ کر دیا تھا۔ جو ارکان بادشاہ کی خواہشوں کی تکمیل میں کوتاہی کرتے اور یہودی قوم کی تدبیروں کے اجراء میں شہمک رہتے ان کو کبھی کبھی سزا بھی بھگتنی پڑتی تھی۔ لیکن جب تاج کی جانب سے بھی خواہان ملک کا زیادہ تعاقب ہونے لگا تو قوم کی برافروختگی میں کمی اضافہ ہوتا گیا اور دارالعوام کو بھی اپنے حقوق کی پامالی کے روکنے کی طرف توجہ کرنی پڑی۔ چنانچہ ۱۵۵۷ء میں جبکہ چارلس اول کے حکم کی بنیاد پر پانچ معزز شخصوں کو گرفتار کرنے کی نسبت کوشش کی جا رہی تھی جن کا تذکرہ "پانچ نابینا یا آرنڈیل کے مقدس" کے نام سے

مشہور ہو گیا ہے اور جو آئندہ نوبت دار الحکومت میں پناہ گزین ہو گئے تھے لندن کے باشندے اس قدر برافروخت خاطر ہو گئے تھے کہ بادشاہ کو مجبوراً شہر سے نکل جانا پڑا۔ بعض وقت ملکہ ایلزبتھ دارالعوام میں اسے مسودات قانون کو پیش ہونے سے روکا دیتی جن کا اثر اس کے اقتدار پر پڑتا تھا۔ چنانچہ ۱۵۷۲ء اور ۱۵۹۳ء میں اس نے ان تحریکات کو دبا دیا جن کے سبب سے اقتدارات شاہی پر محکمہ چینی کرنے کا قوم کو موقع ملتا چونکہ جیمس اول اور اس کی پارلیمنٹ کی بنتی نہ تھی اس لیے شروع میں سرسری نے دل نے بذریعہ عرضداشت ایک تجویز پیش کی کہ اگر بادشاہ ارکان عوام کی بعض خواہشوں کو منظور کرے تو وہ اس امر کا ذمہ لیتا ہے کہ مجلس ادنیٰ بادشاہ کے احکام اور فرامین کی ہر طرح سے تعمیل کرے گی اس کے سوائے اور بہت سی باتیں اس نے اسی قسم کی اپنی عرضی میں بیان کی تھیں نے دل کی صلاح نہایت راست بازی پر مبنی تھی اور وہ طرفین کا بھی خواہ تھا مگر اس کے سوائے دوسروں نے محض بادشاہ کی خوشامد اور قوم کو نقصان پہنچانے کی غرض سے ارکان عوام کو بادشاہ کے مفید مطلب باتیں سمجھا کر بادشاہ کے مقصد کو پورا کرنے کی کوشش کی اور ظاہر میں کہا کرتے تھے کہ ہم نے بہبودی ملک کے لیے اپنے ذمے نہایت دشوار کام لیا ہے لیکن قوم پر جب حقیقت حال کا انکشاف ہوا تو بطور طعن ان لوگوں کا لقب اذتعد واران شاہ قرار پا گیا اس لیے کہ انھوں نے حصول غرض شاہی کا گویا تعہد لے رکھا تھا۔ از بسکہ جیمس عقل سے بے بہرہ تھا اس نے اس تدبیر کو بطیب خاطر قبول کر لیا لیکن ایلزبتھ نے جس کا تو مانہ اسکے سامنے گزرا ہے اور جو نہایت زیرک اور محتاط تھی جب اس کو اس قسم کا مشورہ دیا گیا تو ناپسند کیا تھا۔ بہر حال جیمس کی اس حکمت عملی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی دوسری پارلیمنٹ نے بھی مصارف سلطنت و جنگ کے لیے معقول رقم منظور نہیں کی اور بادشاہ سے کشمکش

ہونے کے سبب سے وضع قوانین اور انتظام سلطنت کی نسبت کوئی مفید کام نہ کر سکی اس لیے اس کا نام "معتل پارلیمنٹ" پڑ گیا۔ بالآخر جیمس اور اس کے فرزند چارلس نے تنگ آ کر پارلیمنٹ کے بغیر حکومت کرنی شروع کر دی جب تک ان کو ملک سے باہر لے کر روپہ وصول ہوتا تھا پارلیمنٹ کے منعقد کرنے کی انہیں ضرورت نہ ہوتی تھی مگر چونکہ اس کی معتلی کے زمانے میں بے ضابطگی اور ظلم و زیادتی کے بغیر زیادہ دنوں تک روپے کا وصول کرنا ممکن نہ تھا اس لیے یہ بادشاہ انعقاد پارلیمنٹ کے لیے مجبور ہوتے تھے یہی سبب تھا کہ ان کے عہد میں پارلیمنٹ کی مستقل طور پر موجودگی نہ ہو سکی۔ ہر ایک جدید پارلیمنٹ کے انعقاد کے قبل یہ سلاطین اپنے بچاؤ کی فکر کر لیتے تھے جس طرح کوئی آدمی طوفان برف و باراں میں جانے کے لیے مجبور ہوتا ہے اور اپنے محفوظ مقام سے نکلنے کے پہلے اپنے جسم کو محفوظ کر لیتا اور طوفان کے شدائد و آلام کا حتی المقدور پہلے سے اندازہ کرتا ہے اسی طرح یہ دونوں بادشاہ پارلیمنٹ منعقد کرنے کے لیے مجبور ہوتے اور اس کے اعتراضات اور تشدد کے مقابلے کے لیے پہلے سے آمادہ رہتے تھے۔

جن ذریعوں سے مٹچنین پر اثر ڈالا جاتا تھا عود شاہی کے بعد حکومت نے وکلاء ملک کے رام کرنے کے لیے انہی پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ حکومت سے ساز باز کرنے میں ارکان کو اعزاز و اکرام پائے اور مقتدر عہدوں پر ترقی کرنے کی امید ہوتی تھی اور آزادی رائے کا نتیجہ بے وقاری اور گناہی سمجھا جاتا تھا۔ حسب بیان ہر ایک تحریک کے مقابلے میں اکثر شکست ہوتی تھی اور ان کو حکومت کی ہر ایک تحریک کے مقابلے میں اکثر شکست ہوتی تھی اس لیے اس طرح کے ارکان مردہ دل ہو گئے تھے اور ان کے ہر ایک کام سے مایوسی ظاہر ہوتی تھی۔ اگر اس قلیل فرقہ مقابل کا کوئی شخص فرقہ حکومت کی کسی تحریک کے خلاف تعمیر کرتا اور حقیقت میں وہ بحال

(۲) خاندان ہائور کے زمانے میں کس طرح اثر ڈالا جاتا تھا۔

و موزوں بھی ہوتی۔ لیکن عہدہ داران شاہی اور ان کے طرفداروں کی ایک
کثیر جماعت دارالعوام کے باہر رکن مذکور کی تقریر کا مفہوم قوم کو غلط یاد کر گئی کہ
اس شخص کو خب جاہ اور توقع ملازمت شاہی نے جاہ و دیانت سے
ہٹا دیا ہے اور جس قدر یہودی و خوشحالی قوم کی تائید میں رکن مذکور اپنے
خیالات کا اظہار کرتا اسی قدر اس کی تقریر پر رنگ چڑھا کر اس کے خلاف
قوم کو سمجھایا جاتا تھا۔ ہندی نوابوں کو زر کے ذریعے سے حلقہ بگوش بنانا
نہایت آسان تھا اس لئے کہ وہ نہ کسی فرقے کی طرفداری کرتے اور
نہ ان کے اغراض و خیالات مخصوص سیاسیات پر مبنی ہوتے تھے۔ جب
انہیں روپیہ پہنچتا وہ بلا تامل قبول کر لیتے تھے اور رشوت کے لینے
میں انہیں کسی قسم کی شرم و حیا مانع نہ ہوتی تھی۔ ۱۷۵۳ء میں ہنری فاکنس نے
دارالعوام کی صدارت سے انکار کر دیا اور اس بات پر اڑ گیا کہ جب تک
نیو کاسل مجبوراً رکن عوام کو مخفی طریقے سے روپیہ پہنچانے کی کمی نہیں
بتلائیگا میں ان کا صدر نہیں بنوں گا تاکہ میں بھی ان کو اپنا مطیع بنانے کے
طریقے سے واقف ہو جاؤں اور میری کارروائیوں میں الجھن نہ پیدا
ہونے پائے۔ اس سال بارنارڈ نے بھی حلف خلاف رشوت ستانی
کی تبلیغ کے متعلق تحریک کی اس لئے کہ ارکان اپنے حلف پر قائم نہیں
رہتے اور عموماً ان سے دروغ حلفی سرزد ہونے لگی تھی۔ ہوریس وال پول
کا بیان ہے کہ جس وقت ۱۷۶۳ء کی صلح کی بابت مجلس عوام میں
مباحثہ ہو رہا تھا فرقہ حکومت کی جانب سے صرف ایک روز کی
صبح کے اجلاس میں پچیس ہزار پونڈ صرف کیے گئے تھے تو

مخفی ذریعے سے
ارکان پارلیمنٹ
کو روپیے کا پہنچنا۔

اکثر ناعاقبت اندیش اور بے وفارکان نہایت آسانی سے
عہدے اور وظیفوں کے دام میں گرفتار ہو جاتے تھے۔ بناءً علیہ
قانون تخت و تاج کے جس فقرے کے ذریعے سے ملازمان شاہی کو کثرت
پارلیمنٹ سے خارج کیا گیا تھا اس میں ۱۷۶۴ء میں ترمیم کرنی پڑی
ورنہ ایسے سرکاری ملازم بھی جن کے عہدوں کا تقرر اس کے قبل ہوا تھا

۱۸۰۱ء

۱۸۰۲ء

۱۸۰۳ء

پارلیمنٹ میں شریک نہیں ہو سکتے تھے۔ ۱۸۰۱ء کے قانون ملازمت شاہی کے ذریعے سے اکثر کم درجے کے عہدہ داروں کو پارلیمنٹ کی رکنیت سے خارج کر دیا گیا اور ۱۸۰۲ء کے قانون رکنگھم کے سبب سے اکثر قدیم اور بیگار خدمتوں کی تنبیہ عمل میں لائی گئی ہے۔ ایسا ہی فاکس کے مسودہ قانون ہند کی نسبت چونکہ لوگوں کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ اس کے سبب سے اکثر عہدے بادشاہ کے اختیار میں چلے جائیں گے اسلئے اس کو منظور نہیں ہونے لگا۔ جارج اول کے جلوس سلطنت کے وقت دو سو ستر عہدہ داران شاہی کا دارالعوام کے ارکان میں شمار ہوتا تھا۔ ۱۸۰۲ء میں اس قسم کے کل تراسی ارکان تھے اور ۱۸۰۳ء تک تو ان میں سے صرف سات باقی رہ گئے تھے۔

شاہی وظیفہ خواروں کی اس قدر طویل فہرست تھی کہ ملک کی آمدنی کا ایک معتد حصہ ان کی تقسیم میں صرف ہو جاتا تھا۔ اور خاص اسی سبب سے اٹھارھویں صدی میں تاج کو اس قدر قرض لینے کی ضرورت ہوتی تھی۔ چونکہ اسے عہدہ دار جن کی ملازمت کی بقا تاج کی خوشنودی پر منحصر ہوتی پارلیمنٹ کی رکنیت سے خارج کر دیے جاتے تھے اس لئے تاج کی جانب سے اکثر دارالعوام کے ارکان اور ان کے ازواج و اولاد کو مخفی طریقے سے وظائف دیے جاتے تھے اسی لئے تو برک کہتا تھا کہ جو کثیر رقم مصارف سلطنت کے لئے پارلیمنٹ منظور کر کے بادشاہ کے حوالے کرتی ہے ان کا مصرف اکثر لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل رہتا ہے اور اس پر بھی بحثنا کچھ نہیں۔ چونکہ بادشاہ کی ذاتی آمدنی کے کافی ذرائع موجود تھے اور بشمول اراضی موروثی شاہی آمدنی کی مقدار ایک ملین پونڈ ہوتی تھی اس لئے ارکان عوام کو بادشاہ کے وقت بے وقت کے پارلیمنٹ کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے سخت تعجب ہوتا تھا۔ ۱۸۰۲ء میں فہرست عہدہ داران دیوانی میں وظائف کی

مد کی رقم محدود کر دی گئی لیکن جب تک تاج سے اسکا ٹیلیٹڈ اور آرٹریٹڈ کے علاقہ جات شاہی کی آمدنی ضبط نہ کی گئی بادشاہ اس رقم سے اپنے ہوا خواہوں کو وظائف دیتا رہا۔ جب تک تاج کی آمدنی کے آزاد ذرائع کا سد باب نہ ہوا اور جب تک شاہی وظیفہ خواروں کی تعداد میں معقول کمی نہیں کی گئی اور مختلف محکمہ جات سلطنت کے لئے جو موازنہ کہ پارلیمنٹ کا منظور ہوتا ہے اور اس کی تخصیص رقوم کا قاعدہ جاری نہیں ہوا اس وقت تک پارلیمنٹ کی ابتری اور رشوت ستانی کا سد باب نہیں ہوا اور پارلیمنٹ پر اثر ڈالنے میں تاج کو کامیابی ہوتی رہی۔ ہر چند قوانین اصلاح میں امیدواران بنیاست کو کسی قاعدے کی رو سے منتخبین کو رشوت دینے سے نہیں منع کیا گیا ہے لیکن اس قسم کی انتخابات کی خرابیوں کا دوسرے قوانین کے ذریعے سے اشداد ہوا ہے اور جب سے غیر آباد شہروں کے حقوق رائے کی منسوخی عمل میں آئی زمینداروں کا اثر جو منتخبین اور نمائندوں پر پڑتا تھا باقی نہیں رہا۔

دوران پارلیمنٹ

پارلیمنٹ کے مقرر اور نافرمانی کے رفع کرنے کے لئے تاج کو صرف جبر اور ترغیب سے ہی کام لینے کی ضرورت نہ تھی بلکہ اجلاس پارلیمنٹ کا ملتوی اور موقوف کرنا بادشاہ کے اختیار میں تھا اور التوا و برخواست کی انھی دو تلواریں سے وہ اکثر سرکشان پارلیمنٹ کو دھکی دیتا تھا۔ پارلیمنٹ کے جلد جلد منعقد کئے جانے کی نسبت کسی قانون (موضوعہ) کا پتہ نہیں ملتا۔ ۱۳۳۷ء میں اس کے متعلق ایک قانون بنا تھا اور اس کے ذریعے سے طے پایا تھا کہ ۱۱ سال میں ایک دفعہ اور اگر ضرورت ہو تو اس سے زیادہ پارلیمنٹ کا انعقاد ہونا چاہیے لیکن بعد میں اس ہدایتی فقرے کی اس طرح پر

تبدیل کی گئی کہ ”اگر ضرورت ہو“ کے لفظوں کا اطلاق کل فقرہ مذکورہ پر
 ہونے لگا اور سن ۱۷۹۰ء سے سن ۱۷۹۱ء تک اکثر بے قاعدہ اور بہت عرصہ
 گزرنے کے بعد پارلیمنٹ کا انعقاد کیا جاتا تھا بلکہ ایلیٹ بیٹھ کے ایک
 جواب موسومہ دارالعوام واقع سن ۱۷۹۶ء سے پارلیمنٹ کے منعقد
 کیے جانے کی ضرورت اور اس کی مدت کا حال معلوم ہوتا ہے۔
 ملکہ موصوفہ کے اس پیام سے بھی حسب عادت اس کی راست بازی
 کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اپارلیمنٹ کے منعقد کرنے کا معاملہ
 میری خواہش پر منحصر ہے اور میرا اختیار ہے اور میں جب چاہوں
 اس کو ختم کر سکتی ہوں، چنانچہ سن ۱۷۹۶ء اور سن ۱۷۹۷ء کے درمیان
 اس نے اپنے اس دعوے کو ثابت کر دکھایا۔ یہ پانچ سال پارلیمنٹ
 کے بغیر گزرتے ملکہ نے ایک کو بھی طلب نہیں کیا اس کا سبب
 یہ تھا کہ ملکہ چاہتی تھی کہ اپنی شادی کے مسئلے اور وراثت تاج کے
 متعلق بحث نہ ہو اور دارالعوام اس پر اڑا ہوا تھا۔ جیمس اول اور
 چارلس اول نے اپنی پارلیمنٹوں کو خفیہ میں اگر موقوف کر دیا تھا اور
 چارلس نے تو گیارہ سال تک پارلیمنٹ کے بغیر حکومت کی بڑی
 بناؤ علیہ سن ۱۷۹۲ء میں ایک قانون نافذ کیا گیا کہ ہر تیسرے سال
 پارلیمنٹ کا منعقد ہونا ضرور ہے خواہ انعقاد کے لئے بادشاہ
 کی جانب سے طلب نامے روانہ ہوں یا نہ ہوں اور اس کے
 ذریعے سے اس امر کی ہدایت بھی کر دی گئی تھی کہ پارلیمنٹ کے
 منعقد ہونے کے پچاس روز کے اندر بادشاہ بلا رضا مندی پارلیمنٹ
 نہ اس کو ملتوی کرے اور نہ موقوف۔ چونکہ اس قانون کے سبب
 سے سطوت شاہی میں فرق آتا تھا اس لئے سن ۱۷۹۴ء میں منسوخ
 کیا گیا اس کے ساتھ ہی قانون تاسخ میں ایک ایک فقرہ دوران پارلیمنٹ
 کے متعلق داخل کیا گیا کہ کسی صورت میں تین سال سے زیادہ پارلیمنٹ
 موقوف نہیں رہ سکتی۔ سن ۱۷۹۴ء میں قانون سہ سالہ نافذ ہو کر

سہ سالہ
 پارلیمنٹ کی
 نسبت قانون
 کا بنایا جانا۔

ہر ایک پارلیمنٹ کی مدت انعقاد تین سال مقرر ہوئی، تعین مدت کی اس لیے ضرورت ہوئی کہ «وظیفہ خوار پارلیمنٹ» ۱۶۶۰ء سے ۱۶۶۶ء تک برابر چلی آرہی تھی اور اس پر ملک کا دست رس باقی نہیں رہا تھا۔ علاوہ بریس خود چارلس اس سے ناراض تھا چنانچہ اس کا مقولہ ہے کہ اد پارلیمنٹیں زیادہ عمر کو پہنچنے کے بعد مثل بوڑھی بیویوں کے بے وفا اور ترش مزاج ہو جاتی ہیں مگر ۱۶۶۱ء میں قانون ہفت سالہ نے پارلیمنٹ کے دوران کوتاہی سے پرٹھا کر سات سال تک محدود کر دیا تھا۔ ۱۶۶۴ء کے قانون اصلاح نے تاج کی منتقلی کے اثر سے پارلیمنٹ کو محفوظ کر دیا ہے۔ یہ سب تاریخی باتیں ہیں لیکن پارلیمنٹ کے باقاعدہ اور جلد جلد منعقد ہونے کی نسبت صرف دو امر موجودہ زمانے میں مویہ سمجھے جاتے ہیں ایک تو قانون تخصیص رقوم اور دوسرے قانون غدر۔ ان کا ہر سال نافذ کیا جانا ضروری ہے۔ اکثر محصولات جن کو انگریز ادا کرتے ہیں مستقل ہیں ان میں کمی و بیشی نہیں ہوتی مگر یہ لوگ سرمایہ جماعی کے ایک ثلث کی فراہمی کے ذمہ دار ہیں اور قانون غدر کے سالانہ منظوری کی اس لیے ضرورت ہوتی ہے کہ اس کے ذریعے سے ایک ناجائز فعل کو جائز بنایا جاتا ہے یعنی مستقل فوج کا زمانہ اس میں ملازم رکھنا۔

اصلاح پارلیمنٹ

حلقہ جات انتخاب کے لحاظ سے ناٹین کا منقسم ہونا، اکثر مقامات کو حقوق رائے کا ملنا اور پارلیمنٹ سے بڑے اثرات کے ازالے کو ہم نے سابق کے پیر اگر افوں میں شرح و بسط سے بیان کیا ہے لیکن اس پیر اگر اف میں اصلاح پارلیمنٹ کی نسبت ہم صرف اس کے ایک ضمیمہ کی تاریخ لکھنا چاہتے ہیں اور وہ شعبہ وضع قوانین کی اصلاح ہے۔

عہد شاہی کے بعد دار العوام کی قوت اور اُس کے ارکان پر مجلس انتظامی کے اثر میں ایک ساتھ ترقی ہو گئی۔ وضع قوانین کا کام رشوت کے اثر سے بگڑ رہا تھا۔ دونوں سیاسی فرقوں کے اعلیٰ مدیرین کی نظروں سے یہ خرابی زیادہ دنوں تک نہ چھپ سکی۔ چنانچہ برک جو رکن گھم کے فرقہ جنت پسند کا رہبر تھا پارلیمنٹ کی حکومت کو ایک فرضی شے خیال کرتا تھا وہ لکھتا ہے کہ ادارہ العوام کے فرائض میں عہدہ داران انتظامی و عدالتی اور قومی روپے کے مصرف کی شدید وسیع نگرانی داخل ہے جو شکایتیں قوم کی جانب سے پیش ہوتی ہیں ان کی تحقیقات کرنی اور اس کو ان کے آسانی سے ثابت کرنے کے لئے موقع دینا بھی مجلس مذکور کا فرض ہے۔ میری رائے میں ایک سچی اور حقیقی مجلس عوام کے یہی چند مختصات ہو سکتے ہیں لیکن ایک ایسی مجلس جس کے ارکان طرز زمانہ پر کامل اعتماد رکھتے ہوں مگر قوم اُس سے نہایت مایوس و تنگ دل ہو جو جن وزیر اپر اس مجلس کی نظر عنایت ہو قوم انہی کو نظر حقارت و عتاب سے دیکھتی ہو ان کی نسبت اس مجلس سے رائے تشکر کا اظہار کیا جائے اور قوم ان کا مواخذہ کرے تو میرے خیال میں اس طرح کی مجلس حالت اعتدال پر باقی نہیں رہ سکتی اور اس کی ہر ایک کارروائی خلاف معدلت سمجھی جائے گی خصوصاً جبکہ مجلس مذکور ان نزاعات میں جو قوم اور عہدہ داران مذکور کے درمیان انتظامات ملک کی نسبت واقع ہوں ہر وقت ایک ہی فریق (قوم) کو باعث فساد خیال کرتی ہو اور اس لئے ہمیشہ شورش اور ہنگامے کے وقت اسی کے لئے سزا تجویز کرتی ہو لیکن اس کے اسباب وقوع کی تحقیق کو پسند نہ کرتی ہو۔ اس قسم کے ارکان پر ایک با عظمت برصاحب فراست و سطوت (سینیٹ) مجلس اعیان کا اطلاق ہو سکتا ہے لیکن وہ ایک مجلس عوام جو محض عوام کی بہبودی کیلئے منعقد ہو نہیں کہلا سکتی۔

چونکہ برک صاحب بشیرت تھا اس لئے وہ ترکیب پارلیمنٹ

میں مادی تغیر کرنا نہیں چاہتا تھا بلکہ اس کا مقصد انتظامات ملک کی اصلاح کرنا تھا۔ ہرچند کہ اس نے منتخبین ٹیل سیکر کی حمایت کی اور مفت باشندوں کے عہدوں کی منسوخی اور کروڑ گیری وزیر تحصیل کے وصول کرنے والے ملازموں کی معزول اور عرائض انتخاب کی تحقیقات کی اصلاح کی نسبت زور دیا اسی طرح وہ پارلیمنٹ کے جلسوں کے موافقین و مخالفین تحریکات کی فہرستوں کی اشاعت کی نسبت رائے دیا کرتا تھا لیکن دستور پارلیمنٹ میں کسی طرح کے تغیر کو وہ روا نہیں رکھتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ جب تک کسی کل کے پرزے درست حالت میں نہوں اس کل سے صحیح اور باقاعدہ کام نہیں ہو سکتا پارلیمنٹ کی کل میں کوئی خرابی نہیں رہے مگر اس کے پرزے بگڑ گئے ہیں۔ وہ اس امر پر بھی زور دیتا تھا کہ انگریزی طرز نیابت باوجود اکثر خرابیوں کے اس قدر برتری نہیں ہے جقدر کہ بیان کیا جاتا ہے کل انسان فرشتے نہیں ہو سکتے، انگریزی منتخبین اور نائبین میں بھی اچھے اور برے لوگ ہیں لیکن بروں کی اس قدر کثرت نہیں ہے کہ نیکوں کی کارگزاری کو مٹا دے۔ عموماً انسانی کام ناقص ہوتے ہیں لہذا ان باتوں کو برطانوی حق رائے رکھنے والوں کے لیے بھی ملحوظ رکھنا چاہیے۔

رشوت ستاں شہروں کو توڑنے کی غرض سے اگرچہ لارڈ جیٹھم نے اصلاح پارلیمنٹ پہلے ۱۷۶۶ء میں اور دوبارہ ۱۷۷۱ء میں ہر ایک ضلع کی نیابت میں ایک نائب کا اضافہ کرنے کی نسبت تحریک کی تھی تاہم اس تدبیر سے جو غرض سوچی گئی تھی وہ حاصل نہ ہو سکی۔ مگر ۱۷۷۱ء میں وائٹس کو پارلیمنٹ کی رشوت ستانی کی نسبت ایک نہایت مؤثر تدبیر سوچی وہ یہ کہ فی آبادی شہروں کے حقوق رائے کا سلب کر لینا اور بعض بڑے شہروں کو ان کا دیا جانا لندن اور دوسرے بڑے ضلعوں کے نائبوں کی تعداد میں اضافہ کیا جانا۔ اس کے چار سال کے بعد ڈیوک آف چمپنڈ نے عمومیت حق رائے اور اضلاع انتخابی کی مساوات رقبہ کی تائید میں منظر ہرے

اصلاح پارلیمنٹ کی ابتدا کی تدبیریں

شروع کر دیئے لیکن دارالعوام نے اس پروگرام پر اس سال کے دوران میں کام کرنے سے سخت انکار کر دیا۔ ہر چند پارلیمنٹ اپنے ارکان کو اس خیال کی حمایت کرنے سے باز رکھنا چاہتی اور اس مسئلے کے پیش ہونے کی نوبت نہیں آنے دیتی تھی لیکن بیرون پارلیمنٹ اس کا بہت پرچا ہوا اور اس کے بہت سے مؤید پیدا ہو گئے۔ بہر حال ولیم پٹ نے ۱۷۸۳ء اور ۱۷۸۴ء میں اصلاح کی تائید میں تحریکات پیش کیئے۔ اس کے دوسرے سال اس نے بحیثیت سردار حکومت (وزیر اعظم) اصلاح کی نسبت ایک جامع اسکیم پیش کی لوگوں کو امید تھی کہ اس کے ذریعے سے نقل وادوں اور چند بڑے شہروں اور تقریباً ننانوے ہزار ذکور کو حق رائے ملے گا۔ مگر پٹ کی اسکیم کا سب سے زیادہ حیرت انگیز وہ حصہ تھا جس میں اُس نے مرتشی شہروں کو لوگوں کی خانگی و شخصی ملک قرار دیکر ان کے حق نیابت کی منسوخی کی رائے دی تھی۔ اس بنا پر پٹ کی تجویز تھی کہ ان شہروں کا حق نیابت اُن کے مالکوں کو سر ریڈ قومی سے معاوضہ دلا کر اور ان کی رضامندی حاصل کر کے سلب کر لیا جائے چنانچہ آئر لینڈ سے اتحاد پیدا کیئے جانے کے زمانے میں وہاں کے اس قسم کے شہروں کا حق انتخاب نائبین کی موقوفی کے لئے اُن کے مالکوں کو معاوضہ دیا گیا۔ ۱۷۸۵ء کی اسکیم سے مصلحان پارلیمنٹ زیادہ خوش نہیں ہوئے، بادشاہ اور وزارت وقت کو ہر ایک نیک تغیر اور اصلاح سے سخت مخالفت تھی۔ اس کے بعد ہی انقلاب فرانس کا آغاز ہوا اور اگرچہ ۱۷۹۰ء میں گرے کی اور ۱۷۹۲ء میں فلڈ کی اصلاح پارلیمنٹ کی تحریک پر بنظر اصول و قیاس پٹ نے تائید کی تھی لیکن انقلاب مذکور کے ظاہر ہوتے ہی اُس نے صاف کہہ دیا کہ اب "خطرناک تجربات" کرنے کا وقت باقی نہیں رہا۔

دوران انقلاب میں فرانس کی حکومت اور اس کی رعایا نے ایک دوسرے پر اس قدر مظالم ڈھائے اور اس طرح آپس میں

قتل و غارت کیا کہ انگلستان میں لوگوں کو جمہوری نظم معاشرتوں دینے جمہوری حکومتوں سے خوف پیدا ہو گیا تھا بلکہ جو خفیف بے چینی انگریز مزدوروں کی جماعتوں سے اُس وقت ظاہر ہوئی تھی وہ بھی بدترین ملک کی نظروں میں کھٹکتے لگی تھی اور یہی سبب تھا کہ وگ اور ٹوری کے دونوں فرقوں نے پیٹ کا طرز عمل اختیار کیا۔ اس پر بھی ارسنسن اور گرے نے ۱۸۹۷ء میں اصلاح کے متعلق پھر بیڑا اٹھایا لیکن ان کے دارالامرا میں چلے جانے سے سرفرائیس برڈٹ اُن کا قائم مقام بنا اور تنہا دارالعوام میں ۱۸۹۳ء تک اس خیال کی حمایت کرتا رہا یہاں تک کہ یہ مسئلہ کیبنٹ کی ایک تحریک بن گیا تو

۱۸۹۲ء سے لارڈ جان رسل نے اصلاح کی نسبت متعدد تحریکات کیے بعد دیگرے پیش کیں لیکن اس کی ہر ایک تحریک بکثرت آرا نامنتظر ہوئی۔ بناؤ علیہ پارلیمنٹ کے ایک ایک عضو کی علیحدہ علیحدہ اصلاح کرنے کی تدبیر اختیار کی گئی چنانچہ گرام پونڈ کا حق نیابت سلب کر کے اس کے چار نائب ضلع یارک کو دئے گئے مگر جب دوسرے شہروں سے اُن کی رشوت ستانی اور دوسری بد اعمالیوں کی سزائیں ان کے حقوق نیابت سلب کر کے اُن کے نائبوں کو ٹینچسٹر اور برمنگھم کو دئے جانے کی تحریک کی گئی تو اس تحریک کو ۱۸۹۶ء میں شکست فاش نصیب ہوئی۔ اس کے بعد دوسری چالیں اختیار کرنی پڑیں۔ ۱۸۹۳ء میں لارڈ جان رسل نے تجویز کی کہ بڑے تجارتی شہروں کو براہ راست حقوق نیابت ملنے چاہئیں اور سرفرائیس برڈٹ کے نظام العمل کے جاری کرانے کے لئے اوکافل اٹھ کھڑا ہوا جو نظام العمل کہ ان مسائل پر مبنی تھا کہ اضلاع انتخابی کو عموماً برابر کا حق رائے حاصل ہونا چاہئے اور رائے پذیر یوٹ قرعہ اندازی لینا چاہئے بالآخر امور سیاسی کی بدولت مسئلہ اصلاح اُس حد کو پہنچ گیا کہ اُس کے اجرا کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا چارلس ویم کی تدبیروں سے جو حیرت کو مٹانے والی تھیں اہل فرانس تنگ آ گئے تھے اور جب ان لوگوں نے بغیر خونریزی انقلاب پیدا کر دیا اور ایک

تحریکات اصلاح
۱۸۳۲ء سے ۱۸۳۳ء تک

کامیاب شورش کے بعد بلجیم نے اپنا طوق غلامی پھینک کر بالینڈ سے علیحدگی اختیار کر لی تو جمہور انگلستان کے جوش میں اور بھی ترقی ہوئی۔ ہر چند ایک سال پیشتر روس کی تھلک کے مسئلہ حریت کے متعلق دونوں سیاسی فرقوں میں زیادہ کشیدگی ہو گئی تھی لیکن ابھی چند واقعات کی بنا پر فریقین میں پھر اتحاد ہو گیا، قدیم حالت میں تعمیر پیدا ہونے کے لئے اب کسی قسم کی کسر باقی نہیں رہی تھی اور اس کے عمل میں لائے جانے والے آثار بالکل نمایاں ہو گئے۔ تھے کہ ڈیوک آف ویلنگٹن جبکہ دارالعوام میں خطبہ شاہی پر جس کو تخت سے پڑھ کر سنایا جاتا ہے، مباحثہ ہو رہا تھا حامیان اصلاح کے مقابلے پر اٹھ کھڑا ہوا اور اس امر کا ادا کیا کہ دوسرے طبقہ نیابت پر ملک کو اعتماد کامل ہے یا اس کے دو ہفتے بعد حکومت (وزارت) کو شکست ہوئی اور لارڈ کریم نے وزارت عظمیٰ میں شریک قبول کی کہ وہ مسئلہ اصلاح کو کیبنٹ کی تحریک قرار دے گا۔

اس وقت جدید وزیر اعظم سے دو قوتوں کا مقابلہ تھا ایک بادشاہ اور دوسرے پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کے ایسے ارکان جن کی مٹھیاں شہروں کی نیابت فردشی کی وجہ سے گرم ہوتی تھیں۔ چنانچہ اس قانون کا مسودہ پہلی قرأت میں تو منظور ہوا لیکن اس کے بعد کمیٹی کے سپرد ہو کر نامنظور ہو گیا۔ اس لئے وزارت وقت نے بادشاہ کو ملک سے استعفا کرنے کا مشورہ دیا۔ پارلیمنٹ برخاست کر دی گئی اور ملک نے اصلاح کے مؤیدین کی ایک بڑی جماعت پارلیمنٹ میں روانہ کی۔ ہر چند قانون اصلاح کا دوسرا مسودہ اس جدید دارالعوام کی تیسری قرأت میں ایک سو نو آرا کی کثرت سے منظور ہو چکا تھا لیکن دارالامرا میں نامنظور ہوا۔ ارکان عوام نے وزارت کے متعلق رائے اعتماد منظور کر کے اس کا جواب دیا اور فوراً ہی قانون مذکور کا تیسرا مسودہ پیش ہو کر ایک سو باسٹھ آرا کی کثرت سے منظور کیا گیا۔ دارالعوام نے اس اپنے منظور مسودے کو دارالامرا کی منظوری کے لئے روانہ کر دیا اور وہاں دوسری قرأت

۸۲۲ آخر کے

قانون اصلاح
کی نسبت پارلیمنٹ
میں معرکوں کا
برپا ہونا۔

میں رایوں کی زیادتی سے اس کو امرائے منظور کر تو یا لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے اس قدر اس میں ترمیمیں کیں کہ ان کا منظور کرنا منظوری کے مساوی ہو گیا۔ اس پر لارڈز کے لئے ان امرائے قوت توڑنے کی غرض سے دوسرے لوگوں کو لبرل (حریت پسند) امرائے لئے کی نسبت بادشاہ سے اختیارات طلب کیئے۔ جب اس پابست پر عمل کر گئے ہیں ولیم چارم کو پس و پیش ہوا تو وزارت مستعفی ہو گئی اور اسس بنا پر ڈیوک آف ویلنگٹن سے وزارت ترتیب دینے کے متعلق فرمائش کی گئی لیکن ڈیوک کو اس میں کامیابی نہ ہو سکی اس لئے دوبارہ وزارت مع اختیارات مطلوبہ لارڈز کے لئے کی گئی اور بادشاہ اور ویلنگٹن نے اپنے اثرات ڈال کر دارالامر کو وزارت وقت سے زیادہ مخالف نہیں ہونے دیا اور نہ ان اختیارات کے استعمال کی نوبت آنے دی۔ اب مجبور ہو کر اس مجلس کے سوا ایسے امراجن کو مسودہ مذکور سے سخت اختلاف تھا اس کے پیش ہونے کے روز غیر حاضر رہنے کے لئے راضی ہو گئے اس لئے اس کی مخالفت نہیں ہونے پائی اور وہ بائیس مخالف رایوں کے مقابل میں ایک سو چھ رایوں کی کثرت سے منظور ہو گیا تو

۱۸۳۲ء کے قانون اصلاح کے ذریعے سے نیابت کی تقسیم مافیہ تو کم کی اور حق رائے کی اصلاح ہو کر جو خرابیاں کہ پرانے طریقے کے سبب سے پیدا ہو گئی تھیں ان کا سد باب تو ہوا لیکن مزدوروں اور کاریگروں کی طرف مطلق توجہ نہیں ہونے پائی اس کے سوا کے ضلع اور شہر کے حقوق رائے میں فرق ہونے سے جب نابوں کی دوبارہ تقسیم ہوئی تو جس تدبیر سے ایک مقام کے نابوں میں اضافہ ہوتا اسی تدبیر سے دوسرے مقام کے باشندوں کا حق رائے سلب ہوتا تھا اس لئے اہم میں ایک حد تک بچیتی اور بے اطمینانی پیدا ہو گئی تھی۔ فرگنسن اور کرائوٹینیل اور کرائوٹینیل چارٹسٹ کی رہبری میں حامیان اصلاحات سیاسی نے جو چارٹسٹ کے اقب سے

مشہور ہو گئے تھے اپنی اسکیم اصلاحات کو جس کا نام "سند قوم" قرار دیا گیا تھا کامیاب کرنے کے لئے نہایت سرگرمی سے کام لیا اظہار رائے بذریعہ قرعہ اندازی، کل ذکور کو حق رائے کا ملنا مساوات اضلاع انتخابی، ارکان پارلیمنٹ کے لئے جو شرط ملکیت لگائی گئی تھی اس کی تسخیر، پارلیمنٹ کے ہر سال منعقد ہونے اور اس کے ارکان کو اجرت کے ملنے کی تدبیریں اس میں مندرجہ تھیں اور جن کا قوم مطالبہ کر رہی تھی ہر چند اُس زمانے سے اب تک ان میں کی اکثر قومی خواہشیں پوری ہو گئی ہیں لیکن جب پارلیمنٹ پر یہ بات منکشف ہوئی کہ اس نہایت طویل عرضی پر جو بطور اسکیم اصلاحات یا بالفاظ دیگر "سند قومی" پیش کی گئی تھی ہزاروں اور لاکھوں فرضی دستخطیں ثبت ہیں تو پارلیمنٹ کے نزدیک اسکیم مذکورہ کا وقار باقی نہیں رہا اور پتے ہمدردان اصلاحات کے بھی دل ٹوٹ گئے۔

اس کے بعد کے زمانے میں مسئلہ اصلاح پھر کینٹ کی تحریک قرار پائی۔ چنانچہ ۱۸۵۸ء میں شرط ملکیت منسوخ کر دی گئی۔ مزید اصلاحات کی نسبت لارڈ جان رسل نے پے در پے تین مسودے قانون کے پیش کیے لیکن اُس کو انھیں مجبوراً واپس لینا پڑا اور لو کی سرکردگی میں فرقہ قدامت پسند کے بعض ارکان کے فرقہ قدامت پسند کی طرف چلے جانے سے گلیڈ اسٹن کا مسودہ صرف پانچ موافق رایوں کی کثرت سے ۱۸۶۶ء میں منظور ہوا مگر اس قدر قلیل کثرت آرا کو وزارت نے دارالعوام کی رائے بے اعتمادی پر محول کیا اور مستعفی ہو گئی۔ لارڈ ڈربی کی وزارت میں ڈزریلی کا مسودہ اصلاح پھر ۱۸۶۶ء میں پیش ہوا۔ ہر چند فرقہ قدامت پسند کی جانب سے مسودہ مذکور کی تحریک ہوئی تھی لیکن نفس مضمون کے لحاظ کرتے اس کے ذریعے سے ٹوری اور ونگ فرقوں کی خواہش سے بھی زیادہ حکومت جمہوری بن گئی۔ بہر حال مسودہ منظور ہو گیا اور ڈزریلی کے بے سوچے سمجھے جان جو کم کام کرنے سے

تقریباً کل ملک کو حق رائے ملیگا۔ زراعتی اضلاع کے زراعت پیشہ مزدوروں کے سوائے ہر ایک شخص کو جو کرایے کے مکان میں رہتا ہو اس قانون کے زیر اثر حق رائے ملیگا۔ ۱۸۷۲ء کے قانون قرعہ اندازی کے ذریعے سے مخفی رائے دینے والوں کی جمہوری طریقے پر حفاظت کی گئی ہے۔ جن قوانین اصلاح کا سٹیم ۱۸۳۲ء میں نافذ ہوا ہے اُن کے ذریعے سے اضلاع اور شہروں کے حقوق رائے ایک کر دیئے گئے ہیں اور ہر ایک حلقہ انتخاب کو ایک نائب ملنے سے کل اضلاع انتخابی میں مساوات ہو گئی ہے۔ اس طرح ان قوانین کے ذریعے سے اکثر خرابیوں اور نقص کو جو ۱۸۳۲ء اور ۱۸۶۷ء کے قوانین اصلاح کے بعد باقی رہ گئے تھے رفع کر دیا گیا ہے۔ لیکن اب بھی بعض لوگوں کے خیال میں مسئلہ نیابت اصلاح طلب ہے اور قوم کے اکثر افراد حق رائے سے محروم ہیں۔ ہر چند اکثر اہل نظر نے پارلیمنٹ کو قلیل جماعتوں کو حق رائے دینے کی نسبت توجہ دلائی ہے لیکن یہ لوگ ابھی تک نیابت سے محروم ہیں اور حلقہ بائے انتخاب میں بھی جیسی چاہئے مساوات نہیں ہے جس کا نتیجہ یہ ہے جیسا کہ ۱۸۷۲ء میں ایک وقت پیش آیا کہ جس فرقے کی تائید میں قوم کے آرا کی کثرت ہوتی ہے اسی فرقے کے ارکان کی تعداد پارلیمنٹ میں گھٹی رہتی ہے اور کثرت دوسرے فرقے کو حاصل ہو جاتی ہے۔ اس خاص موقع پر اُن امیدواروں کے لئے ملک نے زیادہ رائے دی تھی جنہوں نے (پارلیمنٹ کے واسطے) ہوم رول کے جاری کرنے کا وعدہ کیا تھا لیکن اس عام انتخاب کا نتیجہ یہ ہوا کہ پارلیمنٹ میں اتحادیوں کے فرقے کی اس فرقے پر ایک سو سے زیادہ ارکان کے ساتھ کثرت ہوئی تھی۔

انتخابات دارالعوام

جن انتخابات کو دارالعوام کا صدر افتتاح پارلیمنٹ کے وقت انتخابات دارالعوام

دارالامرا کے صدر سے ذلحوام کے قدیم اور مسلمہ حقوق کی حیثیت سے، طلب کرتا ہے اور جن کی یہ دوسرا شخص بحیثیت نائب شاہ فوراً منظوری دیتا ہے وہ حقیق ارکان دارالعوام کا گرفتار کیے جانے سے مستثنی ہونا، تقریر کرنے اور باریاب ہونے میں آزاد رہنا ہیں۔ ان کے علاوہ مجلس اعلیٰ کا صدر یہ بھی وعدہ کرتا ہے کہ مجلس ادنیٰ کی کارروائیوں کو حتی المقدور شرف منظوری بخشا جائیگا۔ ان کے سوائے مجلس مذکور کے اور بھی امتیازات ہیں جن کے سبب سے ان کا وقار اور حریت قائم ہے۔ مثلاً مجلس مذکور اپنے ضابطے اور دستور کو آپ وضع کرتی ہے اور اس کے امتیازات کو توڑنے والوں کو خواہ وہ اس کے ارکان ہوں یا باہر والے وہ آپ سزا دیتی ہے۔

امتیازات
دارالامرا

مثلاً دارالعوام کے دارالامرا کو بھی امتیازات حاصل ہیں۔ لیکن اس مجلس کے امتیازات کی نسبت کبھی مناقشہ نہیں ہونے پایا اس لئے اُن کی تاریخ بھی نہیں لکھی گئی۔ بہ طور امر کے لئے تین طرح کے امتیازات ہیں یا پوں کہنا چاہیے کہ اس قسم کے تین حقوق سے یہ لوگ ممتاز تھے۔ پہلے یہ کہ بادشاہ کی خدمت میں ہر ایک امیر اپنی ذات سے باریاب ہوتا ہے دوسرے یہ کہ ان کے ایک قلیل گروہ تک کو اپنا اعتراض مجلس مذکور کے مشلوں میں لکھنے کا حق حاصل ہے۔ تیسرے یہ کہ ہر ایک رکن بذریعہ قائم مقام (یا وکیل) رائے دے سکتا ہے۔ مگر اس آخری امتیاز کو مجلس نے ایک تحریک ۱۶۸۷ء کے ذریعے سے زائل کر دیا۔

سب سے پہلے دارالعوام نے ۱۵۵۷ء میں بذریعہ تجویز اپنے صدر کے توسط سے امتیازات مندرجہ بالا کا مطالبہ کیا۔ ۱۵۵۷ء کے بعد سے ان امتیازات کا مانگنا معمول ہو گیا اور ۱۵۸۹ء میں امتیازات کے تصفیے کے لئے ایک کمیٹی مقرر ہوئی مگر ۱۶۸۷ء سے یہ کمیٹی ایک مستقل ادارہ قرار دی گئی ہے۔ سوائے اُن کے جو پریمی کونسل کے ممبر ہیں دارالعوام کے دوسرے کل ارکان اپنے صدر کی وساطت سے

۱۱ امتیازات

بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوتے ہیں لیکن دارالامرا کے ہر ایک رکن کو تنہا باریاب ہونے کا شرف حاصل ہے اور یہ لوگ بادشاہ کے موروثی مشیر ہیں۔ افتتاح پارلیمنٹ کے وقت جو عرضی کہ امتیازات کے متعلق دارالعوام کی جانب سے گزرتی ہے وہ محض ایک رسمی امر ہے اور یہی کیفیت اس فقرے کی ہے کہ ذاتہ تہاری تقریروں اور گزارشوں کی حتی المقدور تمہارے مفید مطلب تاویل کی جائیگی، عرصہ ہوا کہ تاج اُن امور کے خلاف جو دارالعوام میں ہوتے ہیں یا اُس کی تقریروں پر کوئی کارروائی نہیں کر سکتا۔

(۲) مفید مطلب تاویل کیے جائیں گے۔ فقرہ۔

دارالعوام کے کام میں حرج واقع نہ ہونے کی غرض سے ابھی تک اس کے ارکان اور ان کے ذاتی ملازمین کے لئے گرفتاری سے مستثنیٰ طلب کیا جاتا ہے اور انیسویں صدی کے نصف اول تک دارالعوام اپنے ارکان کے املاک کو عدالتی کارروائیوں کے اثر سے محفوظ رکھنے کے لئے استدعا کرتا رہا۔ لیکن تھلبرٹ کے ایک قانون سے اس امتیاز کا پیمانہ ختم ہو گیا اور اس کی ابتداء اسی قانون کو سمجھنا چاہیے۔ اس کے بموجب اگر کوئی شخص کسی آدمی کو جو بادشاہ کو مشورہ دینے کے لئے طلب کیا گیا ہو نقصان پہنچاتا تو اس کو عام جرم کی سزا کے مقابل دو چاند جرمانہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ ٹوٹ لے تو ان لوگوں کی جو مجلس قومی کی شرکت کے لئے اپنے مکانات سے سفر کرتے تھے یعنی آمد و رفت دونوں قسم کے سفر کے وقت ان کی مخصوص طور پر حمایت کی تھی۔ لیکن بادشاہ ٹوٹ لے کی حمایت میں کسی سارق کا شمار نہیں ہو سکتا تھا۔ علاوہ بریں جو ارکان بغاوت اور دوسرے سنگین جرائم کے مرتکب ہوتے یا اسن نام میں خلل اندازی کرتے تھے ان سے بھی اس امتیاز کو سلب کر لیا جاتا تھا۔ اس طرح اس امتیاز سے ارکان پارلیمنٹ صرف اس حالت میں مستفید ہو سکتے تھے جبکہ ایک شخص اپنا انتقام ایک رکن سے لینا چاہتا تھا یعنی مقدمات دیوانی کی صورت میں ارکان پارلیمنٹ

(۳) گرفتاری سے مستثنیٰ ہوئے۔ امتیاز۔

گرفتاری سے بچ سکتے تھے لیکن جب حکومت اُن کے مقابلے میں کھڑی ہوتی اور کسی فوجداری کارروائی میں وہ گرفتار ہوتے تو ان کو اس امتیاز سے مستفید ہونے کا موقع نہیں دیا جاتا تھا۔ اُن کے اس امتیاز کو ۱۷۳۳ء میں قانون نے بھی تسلیم کر لیا۔ چنانچہ اس بنا پر ۱۷۳۳ء میں مجلس مذکور نے اپنی ایک رکن مسی فیررز Ferrers کو اپنے اختیار سے قید سے رہا کروادیا اور جب میر مجلس عدالت نصفت کے یہاں سے حکمائے امتیاز پہنچا تو اُس کے قبول کرنے سے یہ کہہ کر انکار کیا کہ عدالت مذکورہ کو ہماری کارروائیوں کے جائز سمجھنے اور تائید کرنے کی ضرورت نہیں۔ شرلے کے مقدمے کے بعد سے جو ۱۷۶۰ء میں دائر ہوا فقہاء و اراکام کے اس اختیار کی نسبت کہ وہ اپنے ارکان کو قید سے آپ رہا کرنے کا مجاز ہے پارلیمنٹ نے ایک قانون نافذ کیا جس کی رو سے مہتمم مجلس بھی قانون کی گرفت سے جبکہ رکن پارلیمنٹ دوران قید میں فرار ہو جائے یا اُس نے رکن مذکور کی فراری میں اعانت کی ہو محفوظ کیا گیا ہے پو

ارکان پارلیمنٹ کے ملازموں کا گرفتاری سے مستثنی ہونے کا سبب قدیم زمانے کے سفر کی دشواریاں اور سڑکوں پر ٹھہرنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ چونکہ قافلوں کے ساتھ اس زمانے میں ایک مختصر محافظ فوج کا رہنا لازم تھا اور سفر کے جلد طے ہونے کے ذرائع فقہ و فقہ ہ مقام کرنے کے لئے آرام کے ہوٹل وغیرہ میسر نہ آتے تھے اس لئے مسافروں کو اپنے ہمراہ کثرت سے اسباب و ضروریات سفر اور ملازمین کو رکھنا پڑتا تھا۔ ارکان عوام کے ملازموں کے گرفتاری سے مستثنی ہونے کے ادعا کو حکومت نے بالآخر لارک اور اسمیالے کے مقدموں میں جو ۱۷۲۹ء اور ۱۷۵۵ء میں دائر ہوئے تھے تسلیم کر لیا۔ ۱۷۸۴ء میں دارالامرا کو بھی بمقدمہ لوگن اس امتیاز کے قائل کرنے میں کامیابی ہوئی۔ لیکن ان ارکان اور ان کے ملازموں اور

جائداد منقولہ کے اس طرح قانون دیوانی کے اثر سے محفوظ ہونے سے عام رعایا کا جو ان کے مقابل دعویٰ کرنا چاہتی سخت حرج ہوتا تھا از بسکہ یہ لوگ اور ان کے اموال نہ صرف پارلیمنٹ کے اجلاس کرنے کے زمانے میں عدالت دیوانی کے احکام سے مستثنیٰ سمجھے جاتے تھے بلکہ پارلیمنٹ کے انعقاد کے چالیس روز قبل سے اور اس کے برخاست کے چالیس روز بعد تک اس امتیاز کا اثر رہتا تھا۔ اس لیے سنہ ۱۷۷۵ء میں قانون کے ذریعے سے وقت کی قید اٹھا دی گئی۔ ان کے مقابلے میں جس وقت ضرورت ہو دیوانی یا فوجداری نالش پیش ہو سکتی ہے مگر اس کے ساتھ ہی گرفتاری سے مستثنیٰ ہونے کے امتیاز کو ان کا ان تک ہی محدود کر دیا گیا، اب ان کے ملازم اس سے مستفید نہیں ہو سکتے۔ اسی قسم کے اور دو طرح کے امتیاز ان پارلیمنٹ کو حاصل تھے چونکہ انھیں ملک کی سب سے بڑی عدالت میں حاضر رہنا پڑتا اس لیے یہ لوگ عذر کرتے تھے کہ انھیں دوسری عدالتوں میں گواہی دینے اور جوڑی میں شریک ہونے کے لیے طلب نہ کیا جائے۔ ان میں کے پہلے امتیاز کو انھوں نے ترک کر دیا ہے لیکن دوسرے امتیاز کی نسبت قانون کے نافذ ہونے پر سنہ ۱۷۷۵ء میں منظوری صادر ہوئی تھی

ان امتیازات میں سب سے اہم آزادی تقریر کا امتیاز ہے۔ (۴۴ آزادی تقریر)

ابتداءً اس امتیاز کو پارلیمنٹ کے عام مباحثوں تک محدود رکھا گیا تھا لیکن بعد میں اس میں ان تقریروں کا بھی تاویلاً شمول ہونے لگا جن کا تعلق امور سلطنت سے ہوتا تھا۔ پارلیمنٹی حکومت کی بنیاد اسی ایک امتیاز پر قائم ہے اور جب پارلیمنٹ کو ان لوگوں سے جو اس امتیاز کو زائل کرنے کی فکر کرتے تھے انتقام لینے میں کامیابی ہوئی اُس وقت سے اُس کی دونوں مجلسوں کو وضع قوانین میں تعلیم کرنے اور وزیر کی حکمت عملیوں پر نکتہ چینی کرنے کا حق حاصل

ہوا ہے۔ اس کی یادگاریں ابھی تک ایک عجیب و غریب رسم پر عمل ہوتا ہے۔ پارلیمنٹ کا افتتاح ہو کر جب اس کا پہلا جلسہ منعقد ہوتا ہے تو اس میں خطبہ شاہی پر غور و بحث کرنے کے قبل ایک تحریک اس مضمون کی پیش ہوتی ہے کہ پارلیمنٹ میں ان امور کی نسبت قانون بنے گا اور کارروائی ہوگی جن کا ذکر خطبہ مذکور میں نہ کیا گیا ہو۔ اس تحریک کے منظور کرنے کی غرض صرف اس قدر ہے کہ دارالعوام اپنی آزادی تقریر کا اظہار کرنا چاہتا ہے اس کو اس بات کا مطلق لحاظ نہیں ہوتا کہ خطبہ شاہی میں کن کن کاموں کے کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ آزادی تقریر کے حق کو قائم کرنے میں دارالعوام کو سب سے پہلے چودھویں صدی کے آخر میں کامیابی ہوئی اور اس کے واقعات اس طرح پیش آئے کہ ۱۳۹۷ء میں ہیکری نے بادشاہ کے خانگی مصارف کو کم کرنے کی غرض سے ایک مسودہ قانون پارلیمنٹ میں پیش کیا جب اس کی اطلاع بادشاہ کو ہوئی تو اس نے محرک کا نام دریافت کرنا چاہا۔ جس کے جواب میں ارکان عوام نے ہیکری کو بادشاہ کے حوالے کر دیا۔ اس پر پارلیمنٹ نے بغاوت کا الزام لگایا تھا اور اگر صدر اسقف آرٹھیل کی طرف سے مدد نہ پہنچتی جس نے اس کے لئے مراعات کینہ کا عذر پیش کیا تھا اس کا سزائے موت سے بچنا مشکل تھا۔ مگر ہنری چہارم نے دارالامرا کے مشورہ و منظوری سے بادشاہ سابق کے اس فیصلے کو رد کر کے مجلس ادنیٰ کی آزادی تقریر کے حق کو تسلیم کیا۔ اس کے بعد بھی پارلیمنٹ اپنے ان حقوق کا اوجہ جرات سے نہیں کر سکتی تھی۔ چنانچہ جب ۱۳۵۱ء میں ٹامس بیگ نائب پرشل کی اس بنا پر کہ اُس نے ڈیوک آف یارک کو وارث تاج تسلیم کرنے کی پارلیمنٹ میں تحریک کی تھی گرفتاری عمل میں آئی تو ۱۳۵۱ء کی پارلیمنٹ سے اُس کے خلاف میں بادشاہ کو عرضی دینے کے سوا اور کچھ نہ ہو سکا۔ ۱۳۵۱ء تک بھی دارالعوام کا ہر ایک رکن

اس حق سے مستفید نہیں ہوا تھا بلکہ اُس وقت تک صدر دارالعوام صرف اپنے لئے اس قدیم حق کو مانگتا تھا مگر اس بات کا سہرا اُس کے صدر مائل (Moyle) نامی کے سر پر ہے جس نے سب سے پہلے ۱۵۲۷ء میں آزادی تقریر کے امتیاز کو کل مجلس کے لئے طلب کیا تو

دور ٹیوڈر میں دارالعوام کی استعداد اور لیاقت میں ترقی ہونے والی دور ٹیوڈر سے اُس کی آزادی تقریر کا امتیاز بادشاہ کی نظر میں کھٹکنے لگا اور مباحثوں کی دو قسمیں قرار دی گئیں۔ ایک وہ مباحثے جن کا تعلق امور سلطنت سے ہوتا اور جن کو بادشاہ دارالعوام کی رائے کے لئے روانہ کرتا تھا اور دوسرے ایسے مباحثے جو بلا حکم بادشاہ منعقد ہوتے تھے دارالعوام بادشاہ کے سوائے کل دنیا کے مقابلے میں تقریر کرنے میں آزاد تھا اور یہ آزادی ایک قانون کے نفاذ سے ۱۵۲۷ء میں حاصل ہو گئی تھی سبب یہ ہوا کہ اسٹروڈ نے ایک مسودہ قانون اس غرض سے پارلیمنٹ میں پیش کیا تھا کہ مین کے معدن جو کارنوال میں واقع ہیں ان کے لئے ضابطہ بنایا جائے اسی بنا پر ملک کارنوال کی عدالت اسٹینری نے اس پر فوجداری مقدمہ قائم کیا تھا اور عدالت مذکور کی اس چیرہ دستی کی وجہ سے پارلیمنٹ نے ایک قانون جاری کیا جس کا مقصود ہے کہ اگرچہ امور پر پارلیمنٹ میں بحث یا تقریر کی جائے یا ارکان اس نے خیالات کا اظہار کریں اور اگر اس کے متعلق اس کے ارکان متعلقہ کے خلاف کوئی عدالتی کارروائی عمل میں لائی جائے تو وہ کالعدم اور بے اثر سمجھی جائیگی لیکن اس قانون کے نفاذ سے بھی تاج کی زد سے ارکان پارلیمنٹ کی حفاظت نہ ہو سکی اس لئے کہ بادشاہ جن اسلحہ سے اُن پر حملہ کرتا وہ عدالتی کارروائیوں سے زیادہ اذیت رساں اور مہلک ہوتے تھے تو ٹیوڈر بادشاہوں کا منشا پارلیمنٹ کو کامل آزادی تقریر دینے کا

نہ تھا۔ اُس زمانے کے لحاظ سے مصلحت بھی اس بات کی مقتضی تھی۔ اُس زمانے میں ہر ایک شخص مذہبی امور اور یورپ کے سیاسیات پر بحث کرنا چاہتا تھا۔ مذہب اور دول غیر کے معاملات پر بحث کرنا ہر ایک شخص کا کام نہیں۔ یہ مسائل نہایت نازک ہوتے ہیں۔ ان پر غور و بحث کرنے کے لئے اعلیٰ درجے کی فراسٹ اور ذہن سلیم اور اور طبع مستقیم چاہیے۔ حکومت نے اس قسم کے مسئلوں پر بحث کرنے کی ممانعت کر دی تھی مگر جب احکام کی خلاف ورزی ہونے لگی تو اس کا انسداد بھی ضرور تھا چنانچہ اسٹرک لینڈ کو ۱۵۸۷ء کو کٹھن اور وینٹ ور تھ کو پہلی دفعہ ۱۵۸۷ء اور دوسری دفعہ ۱۵۹۳ء میں اس بنا پر کہ وہ امور ممنوعہ کی نسبت بحث کرتے تھے قید کی سزائیں دی گئیں۔ بلکہ ایلینز بیٹھ نے ۱۵۸۷ء میں دارالعوام کو پیام بھیجا کہ اتم لوگ امور سلطنت میں اپنے آپ کو الجھانے سے اجتناب کرو۔ تمہارے لئے مناسب ہے کہ تم انھنی باتوں میں آپ کو مصروف رکھو جن کو حکومت تمہارے سپرد کر دے۔ بعض وقت ملکہ اُن قانونی تحریکات و مسودات کو اپنے حکم سے روکا دیتی جو اُس مجلس میں پیش ہو کر زیر بحث ہوتے تھے۔ اور ۱۵۹۳ء میں اُس نے اُن کے سب سے عظیم الشان امتیاز کی ٹھیٹ اپنے لفظوں میں اس طرح تعریف کی تھی: "انھکو آزادی تقریر دیجاتی ہے مگر یاد رکھنا چاہیے کہ تم اس امتیاز کا غلط مفہوم سمجھ ہو گے ہو۔ اُس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہر ایک شخص اپنی مرضی کے موافق پارلیمنٹ میں اپنے خیالات کا اظہار کر سکتا ہے یا جو بات اس کے ذہن میں آئے اس پر گفتگو کرنی شروع کر دے بلکہ آزادی تقریر کے متعلق ٹھکو صرف اس قدر حق حاصل ہے کہ تم ہاں یا نہیں کہہ دیا کرو، اس سے زیادہ کچھ نہیں، اس لئے جناب صدر صاحب سے، ملکہ معظمہ ارشاد فرماتی ہیں کہ اگر آپ اس مجلس کے ارکان کو مذہب کی اصلاح

یا حکومت دستوری کے بدلنے کی نسبت بیکار و فضول تقریر کرتے ہوں
 دیکھیں تو ان کو گفتگو سے منع کر دیا کیجئے اور اگر یہ لوگ ان امور کے
 متعلق کوئی مسودہ پیش کریں تو آپ اس کو نہ لیا کیجئے۔ آپ کا فرض
 ہے کہ آپ اس قسم کی یادہ گوئی اور مہمل مسودات قانون کی طرف ہرگز
 توجہ نہ کریں جب تک کہ ان امور کی نسبت وہ لوگ تقریر یا مسودات
 پیش نہ کریں جو ان باتوں کو سمجھنے، بحث کرنے اور پیش کرنے کے
 اہل مانے جاتے ہیں اور جو عقل و ادراک میں عوام رخصیت رکھتے ہیں
 اس کے ایک ہشتے کے بعد ملکہ موصوفہ نے پھر کھلا بھیجا کہ "مجھ کو
 تمہارے حرکات سے سخت حیرت ہوتی ہے میرے گزشتہ حکم
 کے بعد بھی جس کے ذریعے سے میں نے تمہیں قطعاً منع کیا تھا
 تم لوگ امور سلطنت میں مغل ہونے سے باز نہیں آتے ہو"۔

چونکہ امتیازات پارلیمنٹ کا اسٹوارٹ بادشاہوں کی جانب (دب اور دویو
 سے لحاظ نہیں کیا جاتا تھا اور بادشاہ کے اختیار کو وہ اپنی حریت کا غارتگر
 سمجھتی تھی اس لئے اس دور میں اُس نے اپنے امتیازات کی تعریف
 مقرر کر کے چیمبرس کے اختیارات (حقوق شاہی) کے تعریفات کا جو
 اس نے مقرر کیئے تھے جواب دیا۔ سن ۱۲۹۵ء میں ایک مانت نامہ
 کے ذریعے سے پارلیمنٹ نے بادشاہ کے مقابلے میں نہ صرف
 اپنے امتیازات کا اَدعا کیا بلکہ اس میں یہ بھی مرقوم تھا کہ اس عہد
 میں کل سلطنت کی حریت اور استواری کو اس درجے پر مال کیا گیا ہے
 کہ ابتدائے پارلیمنٹ سے اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ سب سے
 زیادہ آزادی تقریر کے امتیاز کو بادشاہ کی جانب سے وقت بے وقت
 اس پر ملامت ہونے سے صد مہ پہنچا تھا۔ اور جو ارکان ایمانداری اور
 راست بازی سے امور سلطنت کی نسبت پارلیمنٹ میں تقریر کرتے
 اور ہر جائز و ممکن تعظیم و اکرام سے بادشاہ کا نام لیتے تھے انہی پر عین
 کر کے اُن کو ذلیل کیا جاتا تھا۔ صرف اس سزا پر اکتفا نہیں کی گئی۔

بلکہ ۱۶۱۴ء میں جبکہ پارلیمنٹ کا اجلاس ختم ہو چکا تھا جیمس نے ان ارکان کو جو اپنی تقریروں میں طرفداران بادشاہ پر بیباکانہ چوٹ کرتے تھے قید کر دیا۔ اسی طرح ۱۶۲۱ء میں جیمس نے ایک رکن سینٹیز نامی کو جو بادشاہ کی ہسپانوی حکمت عملی پر اعتراض کرتا تھا قید کر لیا اور جب اس کا ردوائی پر دارالعوام نے اعتراض کیا تو اس کو جواب ملا کہ سینٹیز کی قید کو اس کے پارلیمنٹی چال چلن سے کوئی تعلق نہیں ہے نیز یہ کہ بادشاہ پارلیمنٹ کے جس آدمی کو چاہے اس کے حرکات و سکنات کی نسبت سزا دینے میں مختار ہے۔ اسی بنا پر دارالعوام اور بادشاہ کے درمیان اس واقعے کی نسبت ایک طویل اور کسی قدر دلچسپ مراسلت کا سلسلہ کچھ مدت کے لئے جاری رہا جیمس حسب عادت متکبرانہ اور مبالغہ آمیز تحریرات سے امتیازات پارلیمنٹ کو رد کرتا رہا اور اس امر کے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ پارلیمنٹ کو یہ امتیازات محض "میرے اور میرے بزرگوں کے مراحم خسروانہ اور الطاف شاہانہ کی بدولت عطا ہوئے ہیں" مزید براں اس نے یہ بھی وعدہ کیا کہ اگر عوام اس کے اختیارات کو کم کرنے کی فکر نکریں اور اس کے تاج کے خوشنایچوں کے نوچ لینے سے باز رہیں، تو وہ نہایت خوشی سے اُن کے امتیازات کو بحال رکھے گا۔ بادشاہ کے اس قول پر عوام نے بڑی جرات سے اعتراض کیا اور یہ ادعا کیا کہ پارلیمنٹ کی آزادی کا ماخذ عطاؤت شاہی نہیں بلکہ یہ حریت انگریزی قوم کا یقیناً جبلی اور موروثی حق ہے۔ بالآخر عوام نے اپنے ایک اعتراض کو اپنی مجلس کی سسل میں درج کر کے اس کے ساتھ امور ذیل کو بھی قلمبند کر دیا کہ "اکل اہم اور ضروری امور کی نسبت جن کا تعلق بادشاہ، یا سلطنت، یا تحفظ سلطنت، یا مذہب انگلستان، یا وضع قوانین، یا قیام امن، یا نقصان رسائی جان و مال اور شکایات قومی سے ہو پارلیمنٹ میں بحث کرنا اور ان کی نسبت

۱۶۲۱ء

مشورہ دینا جائز ہے۔ ان امور کے متعلق رائے زنی کرنے کا حق دار العوام کے ہر ایک رکن کو حاصل ہے اور ہر ایک رکن کو چاہیے کہ آزادی تقریر کو وہ اپنا حق ذاتی سمجھے۔ اس پچیس نے مجلس عوام کی مثل طلب کر کے اس کو اپنے ہاتھ سے چاک کر ڈالا اور جو اعلان کہ برخواست پارلیمنٹ کے متعلق جاری ہوا اس میں ان ارکان کے خلاف جنہوں نے اس نامناسب آزادی سے کام لیا تھا عتاب شاہی کا اس طرح اظہار کیا کہ اعلیٰ حقوق شاہی کے ساتھ طرح طرح کی معمولی اور مبتذل باتوں کا التزام کیا جاتا ہے جن کا بلا خاص حکم شاہی کے پارلیمنٹ کی بحث میں لانا نہایت نازیبا ہے۔

ہر چند اس مراسلت کے اختتام پر امتیازات پارلیمنٹ کے محدود کرنے میں بظاہر پچیس کی بات رہ گئی لیکن فی الواقع اس معرکے میں کامیابی کا سہرا پارلیمنٹ کے سر رہا۔ چنانچہ ۱۷۲۹ء کے بعد سے جبکہ سر جان ایلٹ اور دوسرے بعض ارکان کو حکم کونسل گرفتار کیا گیا تھا آزادی تقریر کے امتیاز کو سلب کرنے کی نوبت کچھ بھی نہیں آئی۔ اس گرفتاری کا سبب یہ ہوا کہ ایلٹ، اور دوسرے ارکان کے خلاف پارلیمنٹ میں باغیانہ تقریریں کرنے کی بنا پر عدالت کنگنہ بیچ میں نالاش وار ہوئی تھی۔ لیکن اس کے بعد کے عہد حکومت میں اس جت کی بنا پر کہ اجوا الفاظ پارلیمنٹ میں کہے جائیں ان کے جانچنے کا حق سوائے پارلیمنٹ کے کسی دوسرے کو نہیں اور ان کا فیصل کرنا بھی پارلیمنٹ کا کام ہے۔ فیصلہ سابقہ منسوخ ہوا۔ بالآخر قانون حقوق کے ذریعے سے طے ہو گیا کہ پارلیمنٹ کی تقریر دن اور راتوں پر مواخذہ نہیں ہونا چاہیے اور بیرون پارلیمنٹ کوئی عدالت یا محکمہ ان پر گرفت کرنے کا مجاز نہیں ہو سکتا۔

(۵۵) اضافی بحث

ادفایہ فیروں کا انرج

جب تک بحث کو مخفی رکھنے کا حق حاصل نہوا آزادی تقریر مکمل نہیں ہو سکتی۔ امرا اور عوام غیروں کو اپنی مجلسوں میں شریک ہونے سے

سیر کرنے کے مجاز ہیں۔ اسی طرح ان مجلسوں کی کارروائیوں کی اشاعت کی بھی یہ لوگ ممانعت کر سکتے ہیں۔ غیر لوگوں کے موجود رہنے سے پارلیمنٹ کے کام میں حرج ہوتا تھا اس زمانے میں سیرونی لوگ کثرت سے پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں میں در آتے تھے اور ارکان کی نشست و برخاست میں سخت تکلیف ہوتی تھی عرصہ دراز تک یہ طریقہ جاری رہا چنانچہ اس لئے میں ایک غیر شخص ارکان دارالعوام میں محسوب ہو گیا تھا چنانچہ جب موافقین و مخالفین رائے کو نتیجہ کے اخذ کرنے کی غرض سے غلیہ کیا گیا تو اس کا پتہ چلا علاوہ بریس بادشاہ کے جاسوسوں سے بھی پارلیمنٹ کو پاک صاف رکھنے کی ضرورت تھی اس لئے اخفائے مباحث کا اتنا زبھی طلب کیا جاتا تھا۔

اس لئے اس سے قاعدہ ہو گیا ہے کہ ایک رکن منفرد کی درخواست پر نہیں بلکہ پوری مجلس کی تحریک پر غیر لوگوں کا دارالعوام سے اخراج ہوتا ہے۔

رہنما
اشاعت
مستند

پارلیمنٹ کی تقریروں کی اشاعت کو سب سے پہلے انگریز پارلیمنٹ نے ۱۷۷۱ء میں منع کر کے خود ان کو بعنوان حالات پارلیمنٹ روزانہ شائع کرنا شروع کر دیا بعد ازاں ۱۸۷۱ء سے پارلیمنٹ صدر دارالعوام کے زیر نگرانی اس کے واقعات کی اشاعت ہونے لگی لیکن عہد شاہی کے بعد جب عثمان حکومت قیاس فرقہ کوٹ کے ہاتھ آئی تو ان مباحث کی اشاعت کو روکنے کی پھر تحریک شروع ہو گئی، اس لئے کہ سیرونی مداخلت سے پارلیمنٹ کے شیرازے کے بکھرے کافر فرقہ کو روکنا دیشہ لگا ہوا تھا، چنانچہ ۱۸۷۳ء میں مسئلہ اشاعت پر نہایت پر زور مباحثہ ہوا۔ ورنہ ہم کی رائے میں جو فرقہ ٹوڑی کارہر ہٹا قوم کا اپنے نائبین کے خیالات اور کارگزاری سے واقف ہونا لازم تھا اس لئے وہ اشاعت مباحث کا موید بن گیا تھا لیکن وال پول اس کے خلاف تھا۔ اس کا

خیال تھا کہ ان بحثوں کی اشاعت سے فائدے کے عوض ملک کو نقصان پہنچے گا۔ واقعات کے سمجھنے میں قوم کو غلط فہمی ہوگی جسکے سبب سے پارلیمنٹ کی رفتار میں رکاوٹ پیدا کی جائے گی۔ فرقہ وگ کے جوارکان اس روش سے دل برداشتہ تھے۔ ان کا رہبر ہیکلٹنی تھا، اُس کی بھی خواہش تھی کہ پارلیمنٹ کے ارکان اُن باتوں کے لئے جن پر وہ پارلیمنٹ میں گفتگو کرتے ہیں پس واپس پارلیمنٹ، دوسروں کے پاس ذمہ دار نہ ٹھہریں بلکہ بالآخر اس امر کی نسبت تحریک منظور ہوئی کہ دارالعوام کی کارروائیوں کی اشاعت کرنا اس کے امتیازات کی توہین اور شکست و ریخت کرنا مسترد ہوگا۔ ان سختیوں کے بعد بھی اخبار وغیرہ میں کیفیات پارلیمنٹ کی اشاعت ہوتی رہی لیکن پارلیمنٹ کی گرفت سے بچنے کے لئے میڈیا اخبارات اُن کو گاہے گاہے چھاپا کرتے اور ارکان کے فرضی نام بتلائے جاتے تھے۔ مگر اس طریقے سے اخبارات کے مقصد کی تکمیل نامکن تھی اس لئے ولکس کی تدبیر کے موافق پارلیمنٹ کی کارروائیوں کی اُن میں کم و بیشی ہو کر پھر اُسے سے روزانہ اخبارات میں اشاعت ہونے لگی اور ارکان پارلیمنٹ کے حقارت و استہزاء کیمر نام رکھے گئے تھے جو ذرا غور کرنے سے باسانی سمجھ میں آسکتے تھے کہ کس نام سے کون رکن مراد ہے۔ ان کارروائیوں اور تقریبات کے ساتھ یہ نام بھی چھپنے لگے کہ اخبار خوانوں سے پارلیمنٹ کی کوئی بات مخفی نہ رہ سکے۔ اس پر دارالعوام کو غصہ آیا اور اس نے وہیل ٹامپسن اور ملر پر جوائنڈ پٹر ان (اخبار) تھے حلیہ کیا دانش کی (لیکن ان ایڈیٹروں کی حمایت پر ولکس اور بلدیہ لندن کے دوسرے ارکان اٹھ کھڑے ہوئے۔ بالآخر اس جنگ میں دارالعوام ہار گیا اور یہ مجبوراً مقدمے سے دست بردار ہوا۔ اس واقعہ نگاروں کو بھی حالات پارلیمنٹ معلوم کرنے کا شوق ہوا اور ان میں سے

حالات بہم پہنچانے کی غرض سے ان لوگوں کا پارلیمنٹ کی عمارت کے باہر ۱۸۳۲ء تک مجمع ہوتا رہا۔ مگر اس سبب سے کہ ان کو لوٹس (مختصر حالات) قلمبند کرنے کی اجازت نہ تھی اور بیرون عمارت پہرہوں پھیرے رہنے سے طرح طرح کی تکلیفیں اٹھانی پڑتی تھیں اسلئے بہت سی باتیں یہ اپنے دل سے بنا کر اخباروں کو بھیجا کرتے تھے لیکن جب پارلیمنٹ کی جدید عمارت بن گئی تو نامہ نویسوں اور پورٹروں کی نشست کے لئے خاص مقام کا انتظام کر دیا گیا اور ۱۸۳۵ء کے بعد سے حالات اور کارروائیوں کی اشاعت میں بھی سہولت پیدا کر دی گئی ہے۔ ۱۸۳۶ء کے بعد سے دارالعوام اور ۱۸۵۷ء کے بعد سے دارالامرا کی موافقین و مخالفین رائے کی فہرستیں شائع ہونے لگی ہیں۔ جو اہل مطالع پارلیمنٹ کے حکم سے اس کی کارروائیاں اور احکام و حالات جماتے تھے وہ دوسرے اشخاص کے مقابلے میں توہین کے مواخذے سے بری کر دیئے گئے تھے۔ لیکن ۱۸۶۸ء سے کل ایسے اخبارات کے مالک جو بلا اجازت پارلیمنٹ اس کے کاغذات اور کارروائیوں وغیرہ کو اپنے اخباروں میں شائع کریں اس استثنائے شامل کر دیئے گئے ہیں البتہ اس سے مستفید ہونے کا موقع غیروں کو نہیں دیا گیا ہے مثلاً اگر کوئی شخص جس کا کسی اخبار یا مطبع سے تعلق نہ ہو اور وہ کسی ایسی پارلیمنٹی کارروائی کی اشاعت کرے جس کے سبب سے ایک دوسرے آدمی کی توہین ہوتی ہو تو وہ اس استثناء سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

دارالعوام کسی اور قوت کا محکوم نہیں ہے بلکہ وہ اپنا دستور آپ مقرر کرتا ہے۔ اس کی دستوری حکومت کے حسب ذیل چند طریقے ہیں۔ جن قانونی ناقابلیتوں کی وجہ سے لوگ اس کی نینیت کے لئے نااہل سمجھے جاتے ہیں ان کا تعین کرنا اور اپنے ارکان کو ان کا پابند بنانا اس کے اختیار میں ہے۔ بدالطوار اور

(۱) اپنی مجلس کے دستور کے مقرر کرنے کا اختیار۔

بدکار ارکان کو اپنی مجلس سے خارج کرنے کا یہ خود مجاز ہے۔ اسی کے حکم سے حکمنامہ جات انتخاب مرتب ہوتے ہیں اور یہی نزاعات انتخاب کا تصفیہ کرتا ہے پہلے اختیار کی نسبت مجلس مذکور کو ۵۲ء میں بمقدمہ الیکٹرانڈرنوویل کامیابی ہوئی چونکہ شخص مذکور کلیسا کی صدر مجلس کا رکن تھا اس لئے وہ رکنیت دارالعوام کا نااہل قرار دیا گیا۔ جو لوگ بغاوت اور سنگین جرائم کے مجرم قرار پاتے تھے ان کے خلاف بھی یہ مجلس اپنے اس اختیار کا ادا کرتی رہی چنانچہ اس نے ۵۳ء میں جلن چیل اور ۵۴ء میں مائیکل ڈے وٹ کے مقابلے میں اس بحث کو نہایت شد و مد سے اٹھایا تھا۔ بد اطواری کی سزا میں سب سے پہلے ایک رکن مال نامی جو مشہور ملازم اسمبلی کے آقا تھا ۵۸ء میں صدر دارالعوام کی توہین کرنے کی سزا میں ارکان کے الزام میں رکنیت سے خارج کیا گیا۔ ۵۹ء میں ڈاکٹر پیٹری کے ایک قانون کو جو فرقہ جیزوٹ (یعقوبی) کے خلاف نافذ کیا گیا تھا انھوں نے یہ کہنے پر اخراج عمل میں آیا۔ اور ۶۰ء میں پیورٹن لوگوں کے یکے پوم السبت کی نسبت ناسزا الفاظ کہنے کے سبب سے ایک رکن ہنری ڈیوٹامی کا یہی حشر ہوا۔ لیکن جب وٹکنس کا ایک توہین آمیز تحریر کی پاداش میں ۶۱ء میں اخراج ہوا تو لوگوں نے اس کے متعلق مباحثے شروع کر دیئے چونکہ سزائے اخراج کی بنا پر کوئی شخص رکنیت سے نااہل نہیں ہو سکتا اس لئے ٹل سیکس کے ضلع نے جس کا وٹکنس نائب تھا اس کو دوبارہ منتخب کر کے پارلیمنٹ کو روانہ کیا۔ بالآخر ۶۹ء میں دارالعوام نے جبکہ اس کا کوئی عذر نہ چل سکا تو ان ریالوں کو جو وٹکنس کے اخراج کے لئے دی گئی تھیں منظور کر کے اس کے حریف کے انتخاب کو مستند قرار دیا۔ مگر اس بات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اس مقدمے میں دارالعوام اپنے اختیارات سے متجاوز ہو کر منتخبین کے اختیارات و حقوق کو پامال کر رہا تھا۔ اس بنا پر ۷۰ء کی پارلیمنٹ میں شریک ہونے کی وٹکنس کو اجازت دی گئی اور ۸۲ء میں مجلس مذکور کی

والف اٹالونی

ناقابلیتوں کا

دوسروں کو

پابند کرنا۔

ارب بد اطواری

کی سزا میں ارکان

کو رکنیت سے

خارج کرنا۔

وج نزاعات
انتخاب کا
تصفیہ کرنا۔

مثل میں وکس کے مقدمے کی کل روڈ پر قلم پھیر دیا گیا پو
ملکہ ایلینور بیٹھو کے عہد کے پہلے دارالعوام نے نزاعات انتخاب کا
حق تصفیہ حاصل کرنے کے لئے کبھی صدا بلند نہیں کی تھی۔ ان نزاعات
کا تصفیہ ابتدا میں باعانت امرا بادشاہ (اپنی ذات سے) کرتا تھا لیکن
سن ۱۸۳۱ء کے ایک قانون کے ذریعے سے ان کا تصفیہ عدالت
اسائز کے نظام کے سپرد کر دیا گیا۔ پھر سن ۱۸۳۲ء سے بادشاہ کے ایک حکم
کی بنا پر کہ نتائج انتخاب محکمہ نصفیت کو روانہ ہوا کہ جس میں ان نزاعات کا
تعلق میجر مجلس اور قضاۃ مذکور سے ہو گیا تھا۔ سن ۱۸۳۲ء میں عہدہ داران مذکور
کے روبرو شہر نارفک کے ایک انتخاب کی نزاع پیش ہو کر فیصل ہوئی
اس پر دارالعوام میں ایک تحریک اس مضمون کی پیش ہوئی کہ یہ عہدہ دار
ارکان عوام کے اختیارات میں دست اندازی کرتے ہیں۔ مگر سن ۱۸۳۲ء
میں ان کی یہ ناراضی تحریک کی حد تک محدود نہیں رہی بلکہ ارکان عوام
نے اس اختیار کو عمل میں لانا بھی شروع کر دیا چنانچہ اس سال جیمس کی
جانب سے اعلان انتخابات میں ہدایتیں مرقوم تمغیں کہ موزوں اور
قابل آدمیوں کا انتخاب کیا جائے اور اگر اس کی خلاف ورزی ہوگی
تو منتخب شدہ اشخاص کو نا مناسب اور ناقابل قرار دیکر واپس کر دیا
جائے گا۔ نیز یہ کہ نتائج انتخاب محکمہ نصفیت کو روانہ کیے جائیں۔ اس
سلسلے میں ایک شخص گڈون کا ضلع بکنگھم کے جانب سے انتخاب
ہوا چونکہ گڈون پناہ قانون سے خارج سمجھا جاتا تھا اس لئے محکمہ نصفیت
نے اس کو نا منظور کر کے کسی دوسرے نائب کے انتخاب کے لئے
حکم دیا اور ضلع مذکور سے اس حکم کی تعمیل میں فارٹیسکیو منتخب کیا گیا۔
مگر پارلیمنٹ منعقد ہونے کے بعد دارالعوام نے گڈون کے انتخاب
کو صحیح قرار دیکر تاج کے ساتھ ایک ظولانی مناظرہ شروع کر دیا۔ بالآخر
تاج نے گڈون اور فارٹیسکیو دونوں کے انتخاب کو ناجائز قرار دیا اور
جس روز کہ ضلع بکنگھم کے نام ایک تیسرا جدید حکمنا مہ انتخاب روانہ کیا گیا

مجلس مذکور نے اور بھی انتخاب کی دو نزاعوں کا تصفیہ کیا اور اس پر تاج اور دارالامرا وغیرہ کی طرف سے کچھ اعتراض بھی نہیں ہوا۔

جب دارالعوام کا اختیار اس طرح قائم ہو گیا تو مجلس مذکور نے ایک مستقل کمیٹی مقرر کر کے امتیازات اور نزاعات انتخاب کا تصفیہ اس کے سپرد کر دیا تھا لیکن ۱۷۶۲ء سے ان امور کو پوری مجلس خود تصفیہ کرنے لگی اور اس کے صدر اسٹیلو کے زمانے میں یعنی ۱۷۶۲ء سے ۱۷۶۸ء تک

عدالتی طور پر اس قسم کے مقدمات کی سماعت و تحقیقات ہوتی رہی۔ ظاہر ہے کہ مقدمات انتخاب کا اثر پارلیمنٹ کے دو مشہور سیاسی فرقوں کی قوت پر پڑتا ہے چنانچہ جب چیپنہم (Chippenhams) کے نائب کو دارالعوام

نے ناجائز قرار دیا تو وال پول مستعفی ہو گیا اس لیے کہ اس کے نزدیک اس مقدمے کا ہار نا وزارت وقت کے لیے دارالعوام کی رائے بے اعتمادی کے مساوی تھا۔ چونکہ ان مقدمات کے تصفیوں میں انجمن کے حقوق کا لحاظ نہیں کیا جاتا تھا اس لیے قانون گیرین دلی کے ذریعے سے

ان نزاعات کی تحقیقات کے لیے ایک پندرہ آدمیوں کی کمیٹی مقرر کی گئی تھی مگر پیل نے اس کے ارکان کی تعداد چھ کر دی اور اس کے بعد پانچ کر دی گئی۔ چونکہ ارکان کمیٹی قانون سے ناواقف ہوتے تھے اور انکار کنیت پارلیمنٹ سے تعلق ہوتا تھا اور ارکان سے وہ اپنے فرقے

کے امیدواروں کی طرفدار رہنے پر فطرتاً مائل رہتے تھے بنا علیہ ۱۷۶۸ء میں ان معاملات کا تصفیہ پھر ان نظامے عدالت کے سپرد کر دیا گیا اور یہ لوگ دارالعوام کے مقرر کردہ منظور ہوتے ہیں۔ جس ضلع یا شہر کے نائبان منتخب کی نسبت تکرار ہو اس ضلع یا شہر میں

عدالت عالیہ کے دو ارکان (بج) اجلاس کر کے نزاع انتخاب کی تحقیق کرتے اور اپنا فیصلہ دارالعوام کو روانہ کرتے ہیں اور دارالعوام فیصلہ مذکور کی تعمیل کرتی ہے۔

اپنے معاملات کا تصفیہ پارلیمنٹ آپ کرتی ہے اس میں (۱) اپنے کل امور کا

جو اندرون پارلیمنٹ واقع ہوں آپ تصفیہ کرنا اور انکے لئے سزا تجویز کرنی۔

کسی دوسرے کو دخل دینے کی مجال نہیں۔ دارالعوام نہ صرف اپنے نااہل ارکان کو اپنی مجلس سے خارج کرتا ہے بلکہ بدچلنی کے لئے ان کو سزا بھی ملتی ہے چنانچہ ۱۵۴۸ء میں جان اسٹوری کو سزا الفاظ کے کہنے کے جرم میں سزا کے قید دی گئی۔ اسی طرح ۱۵۵۷ء میں پیٹر وینٹ ورتھ کو جب وہ امور ممنوعہ پر بحث کرنے سے باز نہیں آتا تھا، بحکم مجلس قید کر دیا گیا تھا۔ براڈلڈ کے جھگڑے کا جو حال کا واقعہ ہے یوں ظہور ہوا کہ اُسے حلف و فاداری کے لینے سے انکار تھا مگر بعد میں وہ اس پر راضی ہو گیا تھا۔ دوران بحث میں عدالت کی رائے دریافت کیے جانے پر جواب ملا کہ مجرم معمولی جرائم کی تحقیقات کے جن کا تعلق قانون ملک سے ہو دارالعوام ان کل امور کا جو مجلس مذکور میں پیش آئیں تصفیہ کر سکتا اور اپنے معاملات کی آپ نگرانی کر سکتا مجاز ہے۔

(۸) خلاف وزری اغیارات کی سزا

دارالعوام کا اپنے امور کی آپ نگرانی اور تصفیہ کرنے میں مختار ہونیکا ضروری نتیجہ ہے کہ وہ اپنے امتیازات کی خلاف وزری کرنے والوں کو خواہ وہ غیر ہوں یا اُس کے ارکان سزا دیتا ہے۔ عود شاہی کے قبل اس قسم کی خلاف وزریوں کے لئے عموماً جرمائے کی سزا تجویز ہوتی تھی لیکن حال کے طریقے میں تغیر ہو گیا ہے۔ اگر امتیاز کا توڑنے والا کوئی رکن ہو تو پہلے ارتکاب کے لئے اسے سزا کے اخراج دیکھائی ہے اور اگر مجرم کوئی غیر ہو تو اولاً اس کو اپنے فعل سے باز آنے کے لئے منجانب صدر منتحبہ کیا جاتا ہے مگر ارتکاب ثانی کی حالت میں دونوں قسم کے خطا واروں کو بحکم صدر سارجنٹ اسٹ آرمر کی تحویل یا کسی قید خانے میں مجبوس کیا جاتا ہے۔ دارالعوام کی سزا کے قید میں مدت کا تعین نہیں ہوتا ہے اس لئے اس کے سیشن کے اختتام پر مقید از خود رہا ہو جاتا ہے۔ اس کے بالعکس دارالامر کی حالت ہے۔ یہاں مجرم کو مدت معینہ کے لئے سزا ملتی ہے اس لئے جب پارلیمنٹ کا اجلاس بحکم بادشاہ ملتوی ہوتا ہے

تو دار الامر کی مجوزہ سزائے قید ختم نہیں ہوتی اور مجرم مجلس سے رہا نہیں ہو سکتا۔ جو امور کہ پارلیمنٹ کے باہر واقع ہوئے ہیں ان پر پارلیمنٹ کو نگرانی کا حق نہیں ہے بلکہ پارلیمنٹ کے ارکان اور غیروں کے درمیان جو مناقشات بیرون پارلیمنٹ پیش آتے ہیں ان کے تحقیقات و تصفیہ کرنے کی مجاز قانون غیر موضوعہ کی عدالتیں ہیں۔ ایسی حالت میں اگر پارلیمنٹ کے امتیازات کی خلاف ورزی بھی سرزد ہو تو کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا۔

باب دہم

فرائض پارلیمنٹ

دونوں مجلسوں کے اختیارات وضع قوانین

وضع قوانین میں عمائد سلطنت اور شاہیہ ملک سے مشورہ لینا اور ان کی رضامندی حاصل کرنے کا طریقہ زمانہ قدیم سے انگلستان میں مروج ہے لیکن یہ بتلانا کہ اس کی ابتدا کب ہوئی دشواری سے خالی نہیں۔ گو مجلس عقلا اور مجلس عام اپنے اپنے وقت میں قانون بنانے کے متعلق بادشاہ کو مشورہ دیتی ہیں لیکن ان مجلسوں کو وضع قوانین میں تقدیم کرنے کا اختیار نہ تھا اور جن قوانین کی تحریک بادشاہ کی جانب سے ہوتی تھی ان کو یہ نام منظور نہیں کر سکتی تھیں۔ مجلس عام کے بعد جب پارلیمنٹ کا وجود ہوا تو عوام کے نمائندوں کا صرف امور مالیہ کی ہم کو سر کرنے کے لئے اس مجلس قومی میں طلب ہونا شروع ہوا۔ چونکہ اس زمانے میں قانون فرامین کے ذریعے سے بننا تھا اس لئے اس طریقے کو محدود کرنے کی غرض سے ۱۲۳۵ء میں ایک یہ قانون وضع کیا گیا کہ آئندہ سے کل امور جن کا تعلق منصب شاہی یا بلتھ امر یا بلتھ عوام یا سلطنت سے ہو وہ پارلیمنٹ میں پیش ہو کر ان کے متعلق امرائے ملک، کلیسا کے امیر اور عوام کی رائے لی جائے اور اس کے بعد بادشاہ کی منظوری حاصل کی جائے۔ اس قانون کی بدولت اضلاع اور بلاؤں کے نمائندوں قریب اور شہریوں کو قوانین موضوعہ کی نسبت اپنی رضامندی ظاہر کرنے کا حق جو قدیم سے مجلس عظمیٰ کو حاصل تھا مل گیا۔ پھر بھی چونکہ قانون کو بادشاہ اپنی کونسل کے ذریعے سے بناتا اور قانون کے بننے اور جاری ہونے کے لئے رعایا بادشاہ کو عرضی دیتی تھی اس لئے بادشاہ بلا معیت پارلیمنٹ

قانون وضع کرتا تھا

اس امر کی تحقیق مشکل ہے کہ پارلیمنٹ کے شروع زمانے میں اس کے ہر ایک طبقے کی عرضی پر دوسرے دو طبقوں کی رضامندی ضروری تھی یا نہیں۔ چونکہ پادریوں کے طبقے نے اس مجلس قومی سے بہت جلد کنارہ کشی اختیار کر لی تھی اس لیے ان قوانین کی نسبت جو طبقہ عوام کی عرضیوں کی بنا پر وضع ہوتے تھے پادریوں کے طبقے کی رضامندی کے متعلق تحقیق کرنا زیادہ ضروری نہیں ہے۔ مگر اس بات کا پتا ملتا ہے کہ ^{۱۵۳۵ء} ^{۱۵۳۵ء} سے ^{۱۵۳۵ء} ^{۱۵۳۵ء} اور ^{۱۵۳۵ء} ^{۱۵۳۵ء} میں جو قوانین کہ پادریوں کے طبقے کی بنا پر وضع ہوئے تھے ان پر عوام کی منظوری لی گئی تھی اور اس زمانے کے عوام کے اعتراضات سے ظاہر ہوتا ہے کہ پادریوں کی تحریک وضع قوانین کا عوام کو علم تک نہیں ہوتا تھا بلکہ عوام کی فرضی منظوری ان قوانین پر ثبت کر لی جاتی تھی۔ امر ابھی تو عوام کی عرضیوں پر دستخط کرتے اور اس طرح ان کے شریک حال بن جاتے مگر کبھی بادشاہ کی منظوری کے ساتھ متفق ہوتے تھے یعنی عوام کی تحریکات قانونی بعض وقت طبقہ امرا کے توسط سے اور بعض وقت بدلتوسط بادشاہ کو پہنچتی تھیں۔ چونکہ امرانہ صرف پارلیمنٹ کے ارکان تھے بلکہ بادشاہ کے سورتی مشیر بھی اس لیے وہ عوام کے اعتراضات پر کونسل شاہی میں اپنی رضامندی کا اظہار کرتے تھے۔ مگر عوام کی حالت اس کے برعکس تھی۔ ان کے لیے امر کی قانونی عرضیوں پر دستخط کرنا لازم تھا

جو عرضیاں کہ مختلف چارہ کار قانونی کے حصول کے لیے گزرتی تھیں ان کو اُس قسم کے قوانین کے لیے تحریکات نہ سمجھنا چاہئے تاہم قانون اضافی کا بیج انہی عرضیوں کے ذریعے سے بویا گیا۔ جن مسودات کو امرانے ^{۱۵۳۵ء} ^{۱۵۳۵ء} اور ^{۱۵۳۵ء} ^{۱۵۳۵ء} میں اور قوم کے کل طبقات نے جن عرضیوں کو بمقام لیمنٹ ^{۱۵۳۵ء} ^{۱۵۳۵ء} میں اور بمقام ویسٹ منسٹر

تقدیم واضح قوانین
بذریعہ عرضداشت

۱۳۹ء میں بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا تھا ان کو اس طویل سلسلہ عرضداشت کا مقدمہ انجمن سبجمنٹ چاہئے جن کے جواب میں بادشاہ کی جانب سے قوانین وضع ہوتے یا فرامین شائع ہوتے تھے۔ ایڈورڈ اول کے زمانے میں عرضیوں کو وصول کرنے کے طریقے کی تکمیل و اصلاح ہوئی۔ پارلیمنٹ کی ہر ایک سیشن کی ابتدا میں ناظران و مستندان عراض کا تقریر عمل میں آتا تھا۔ ایڈورڈ سوم کے افتتاح پارلیمنٹ کے وقت دارالعوام کا صدر منجانب بادشاہ اعلان کر دیتا تھا کہ بادشاہ کو اپنی رعایا کی عرضیاں لینے میں نہایت مست ہے جس کا جی چاہے عرضداشت گزاران سکتا ہے۔

بادشاہ عراض کے ساتھ کس طرح سلوک ہوتا تھا۔

اگر ان عرضیوں کے مطابق بادشاہ کے یہاں سے جواب ملتارہتا تو اس وقت کی حالت میں رد و بدل کی ضرورت نہ پیدا ہوتی لیکن بادشاہ اپنی مرضی کے موافق رعایا کی عرضیوں میں ترمیم کرتا تھا۔ بعض وقت ان کے مطالبے کے پورا کرنے کا وعدہ ہوتا لیکن کچھ نہیں کیا جاتا تھا۔ اور کبھی کسی فرمان کے ذریعے سے چند روزہ چارہ کار ملتا تھا کبھی اس کثرت سے مستثنیات داخل کر دیئے جاتے کہ قانون کا منشا فوت ہو جاتا اور کبھی طبقہ عوام کی عرضی کے خلاف مقصود دوسرے متضاد قوانین وضع کر دیئے جاتے تھے۔ بہر حال پارلیمنٹ کو جس قدر اور جس قسم کے قوانین وہ طلب کرتی تھی اُس سے زیادہ یا کم اور دوسری قسم کے قوانین ملتے تھے۔ بادشاہ کے اس سلوک کے خلاف ہمیشہ پارلیمنٹ کو شکایت رہی اور وہ بادشاہ سے برسرِ جنگ رہتی اور عوام کے اس اصرار میں کہ پارلیمنٹ سے مصارفِ سلطنت کے لئے رقوم کی منظوری ہونے کے قبل اس کی شکایات رفع ہو جائیں بتدریج ترقی ہوتی گئی پہلے ۱۳۷۱ء اور دوبارہ ۱۳۵۲ء میں عوام نے اس بات پر زور دیا کہ پارلیمنٹ کی برخاست کے پہلے عوام کی عرضیوں پر بادشاہ کی منظوری اور مہر ثبت ہو جانی چاہئے ۱۳۷۱ء میں ارکانِ عوام نے عرضی دی کہ قوانین پر مہر ثبت ہونے کے قبل

ہم کو پڑھ کر سنا دیا جائے چونکہ تجارت کے متعلق قانون بنانا اور اس کے انتظام کرنا نہایت نازک مسئلہ تھا اور اس کے لئے پارلیمنٹ کے مشورہ و رضامندی کا حاصل کرنا بھی ضرور تھا اس لئے پارلیمنٹ نے ۱۳۵۳ء میں فرمان اسٹیبل کے اجرا پر سخت اعتراض کیا اور اس کے دوسرے سال اس فرمان کو منظور کر کے اس کو ایک "مستقل" قانون بنا دیا ہنری پنجم کو وعدہ کرنا پڑا کہ آئندہ سے ارکان عوام کی عرضی کے مطابق قانون بنا کرے گا اور قانون بنانے میں مضامین عرضی کی خلاف ورزی نہوگی جس کے سبب سے ان کو ایسے قانون کی تعمیل کے لئے جو ان کی خلاف مرضی ہو پابند نہ کیا جائیگا۔ ۱۳۷۱ء میں عوام نے درخواست کی کہ عرائض میں ترمیم ہونے کے بغیر قانون وضع ہوا کرے۔ ۱۳۷۹ء میں ان لوگوں نے اس مضمون کی عرضداشت پیش کی کہ جو عرضی قانون بننے کے لئے دیجائے اس کے مقصود کی مخالفت کرنے اور اس کی شکل بگاڑنے کے بغیر قانون بنا کرے۔ پارلیمنٹ کے اس طرح بار بار خواہش کرنے کی وجہ بادشاہ کی وعدہ خلافی تھی۔ جو قوانین کہ ناکافی طور پر وضع ہوتے یا بلا ضرورت و رضامندی پارلیمنٹ بادشاہ کی جانب سے اجرا ہوتے تھے ان کے اسناد کے لئے عرضی نہیں بلکہ ایک دوسرا طریقہ موزوں تھا۔ اگرچہ پندرھویں صدی تک عموماً ہر ایک قانون کی تحریک پارلیمنٹ کی جانب سے ہونے لگی تھی اور کل قوانین اس کے عرائض کی بنا پر بنتے تھے لیکن اس قسم کے اقتدا میں ضرور ایک خامی تھی یعنی عرضی کے نہ کہ مسودے کے گزرنے پر قانون بنتا تھا لیکن جن مسودات کی تحریک بادشاہ یا کونسل کی جانب سے ہوتی انہی کے مطابق قانون وضع ہوتا تھا یعنی ان کی شکل اور نفس مضمون میں کسی قسم کا رد و بدل ہونے نہیں پاتا تھا۔ ہنری ششم کے عہد کے اختتام پر پارلیمنٹ نے بھی مسودے کے طریقے کو اختیار کیا اور اس طرح

وضع قوانین میں تقدیم کرنے کا حق عہد مذکور میں اس کو حاصل ہوا۔ اسوقت سے بادشاہ نے مسودات قانونی میں ترمیم کرنا موقوف کیا اور اسوقت سے اس کا یہ حق جانا رہا ججز اس کے کہ وہ مسودہ (قانون) کو کلامنظور یا کلامنظور کرے۔ اور کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر اس کے مشورے پر مسودہ مذکور میں فی الواقع ترمیم کی ضرورت ہو تو "مونیٹین مسودہ" کی اجازت سے اور ان کی نگرانی میں اس میں ترمیم کی جاتی ہے۔ لیکن مونیٹین کی رضامندی کے بغیر بادشاہ مسودہ مذکور میں ترمیم نہیں کر سکتا۔ وضع قوانین کے معاملے میں تاج اور پارلیمنٹ کے اختیارات ایک دوسرے سے بدل گئے ہیں اور ابھی تبادلہ اختیارات پارلیمنٹ کی ولایت مطلقہ کی بنیاد ہے۔ "ایڈورڈ سوم" کے عہد سے قوانین کا عموماً "برٹناے درخاست" عوام "اور رضامندی" امر وضع ہونا شروع ہوا لیکن ہنری ششم کے عہد میں ان فقرات کا عمل متروک ہوا اور ہنری ہشتم کی بادشاہی میں تو قوم کے کان ان سے آشنا بھی نہیں رہے تھے۔ ان الفاظ کے عوض "الحکم پارلیمنٹ" قوانین وضع ہونے لگے اور اس طرح وضع قوانین کی نسبت دونوں مجلسوں نے اختیارات میں مساوات پیدا ہو گئی۔

وضع قوانین کی
نسبت پارلیمنٹ
اور تاج میں
رقابت کا
پیدا ہونا۔

جس طرح پارلیمنٹ کے اختیارات میں ترقی ہو کر اس کو منفرد وضع قوانین پر دسترس ہوتا گیا اسی طرح مجلس انتظامی کی رقابت میں اضافہ ہوتا گیا۔ ابتداً بادشاہ باجلاس کونسل اور بادشاہ باجلاس پارلیمنٹ کے فرائض میں فرق نہونے سے کونسل شاہی پارلیمنٹ کا ایک نہایت اہم اور با اثر عنصر متصور ہوتی تھی۔ اسی خاص سبب سے اس زمانے میں ان دونوں مجلسوں کے فرائض میں انشبا کرنا نہایت مشکل تھا اور اسی بنا پر فرمان اور قانون بلحاظ اثر و عمل ایک سمجھے جاتے تھے البتہ ان کی ہیئت ایک دوسرے سے جدا ہوتی تھی۔ فرمان کے ذریعے سے چند روزہ یا آرمائشی قواعد و ضوابط

کا اجرا ہوتا تھا اور موقعی خرابیوں کا انسداد کیا جاتا تھا لیکن جو صواب طے کہ
قانون کے ذریعے سے نافذ ہوتا وہ دوامی ہوتا تھا۔ لیکن جب بادشاہ اور
پارلیمنٹ ایک دوسرے کے رقیب بن گئے اور وضع قوانین کے
مستعلق ان میں اتفاق باقی نہ رہا تو بادشاہ نے پارلیمنٹ کے قائم
ہو جانے کے باوجود اسے قانون بنانے کے اختیار کا اعلان شروع
کر دیا۔ باوجود اس کے ^{۱۲۷۱ء} کے بعد سے فرامین شاہی کا وہ اثر
اور عمل نہیں سمجھا جاتا تھا جو ان قوانین کو حاصل تھا جو عوام اور امرا کی
رضامندی سے وضع ہوتے تھے۔ ان قوانین کا اندراج پارلیمنٹ
کی سلسلوں میں ہوتا تھا، جو لوگ ان کو وضع کرتے وہی ان کی تفسیح و تہم
بھی کرتے تھے۔ فرمان اور قانون کے مابین چودھویں صدی میں
تبدیل فرق ہونے لگا اور فرمان اسٹیل کی نسبت عوام نے جو معرکہ
کیا تھا اس کے سبب سے فرمان چند روزہ وغیرہ مستقل اور
قانون دوامی و مستقل قرار پا گیا۔

سولہویں صدی میں بادشاہ نے وضع قوانین کے معاملے
میں پھر پارلیمنٹ کے مقابلے پر مکرر باندھی اور اعلانات کا اجرا شروع
کر دیا۔ اعلانات بھی تو پروردہ فرامین ہی تھے۔ پارلیمنٹ کے منقذ ہونے سے
تاج کے اجراء کے اعلانات کی آزادی میں خلل ہوتا تھا اس لیے
پارلیمنٹ کو سقوف یا ملٹی کر کے بادشاہ ازمندہ وسطی میں اعلان سے قانون کا کام لیت
تھا۔ ٹیوڈر اور اسٹوارٹ بادشاہوں کے اپنے خاص حقوق اور اختیارات کی
نسبت کچھ عجیب و غریب خیالات تھے وہ ان کو ملکوئی اختیارات سمجھتے
تھے اور اس بنا پر ان کی رائے میں جو عظمت و شرف اعلانات کو حاصل تھا وہ فرامین
کو نصیب نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے علاوہ ملک میں ایک ایسی قوت
عدالت ایوان انجمن کی شکل میں موجود تھی جو رعایا سے ان اعلانات
کی پابندی کراتی اور خلاف ورزی کرنے والوں کے لیے مجسم
سزائے موت ہر ایک قسم کی سزا تجویز کر سکتی تھی۔ ہنری ہشتم کے

عہد میں پارلیمنٹ نے ایک قانون کو جاری کر کے اعلانات شاہی کو چند مستثنیات کے ساتھ اثریں قوانین کے مساوی کر دیا تھا اور وہ مستثنیات یہ تھے ادبشرطیکہ کسی شخص کی وراثت یا عہدہ یا مال و متاع کو اعلان شاہی کی وجہ سے نقصان پہنچتا ہو یا ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ پارلیمنٹ نے یہ قوفی سے کیوں یہ چند مستثنیات لگا دئے تھے اس لئے کہ اس کی دونوں مجلسوں کو اس بات کا یقین کامل تھا کہ بادشاہ کے نزدیک ان قیود کا لحاظ نہ کرنا ایک معمولی بات تھی اور پارلیمنٹ اس کے ہاتھ میں نہایت بے بس بن گئی تھی۔ سمرسبٹ نے جو حامی سلطنت بن گیا تھا نہایت دانائی سے اس قانون کو منسوخ کر دیا لیکن مذہبی، اقتصادی اور تمدنی امور کی نسبت اس کے زمانے میں پہلے سے زیادہ اعلانات کا اجرا ہوتا رہا اور ان کی تعمیل بھی زیادہ تشدد سے کرائی جاتی تھی۔ ملکہ میری کے عہد میں جب اعلانات کے مسئلے کی نسبت عدالت کی رائے طلب کی گئی تو اس نے طے کر دیا تھا کہ اعلانات کا اجرا قوانین نافذہ کی صراحت و تفصیل اور ان کی تعمیل کرنے کی غرض سے جائز ہو سکتا ہے۔ اس کے سوائے ان کا نفاذ ضرور کے قانون درست نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایلینر بیٹھ اور جیمس اول نے اس فیصلے کا مطلق لحاظ نہیں کیا۔ بالآخر سال ۱۶۱۰ء میں کثرت اجرائے اعلانات کے خلاف پارلیمنٹ کی جانب سے شدید اعتراضات ہوئے۔ ان اعلانات سے پارلیمنٹ کا خائف ہونا بے محل نہ تھا۔ اس کو اندیشہ تھا کہ ہمیں اعلانات مذکور اثر اور عمل میں بتدریج قوانین پارلیمنٹ کے مساوی نہ تصور ہونے لگیں جیمس نے لفظائے عدالت سے مشورہ کیا اور ان لوگوں نے میر مجلس کوک کے زیر اثر فیصلہ کیا کہ بادشاہ اعلان کے ذریعے سے کوئی جدید جرم قائم نہیں کر سکتا یعنی جو فعل کہ اعلان کے

جاری ہونے کے پہلے قانون ملک کی رو سے جرم نہیں تھا وہ بعد ازاں اعلان جرم نہیں ہو سکتا۔ مگر بادشاہ اعلانات کے ذریعے سے رعایا کو قانون ملک کی پابندی کرنے کی نسبت متنبہ کر سکتا ہے اور اس ہدایت کے بعد بھی رعایا قانون مذکور کی خلاف ورزی کرے تو اس کا جرم زیادہ سنگین متصور ہوگا۔ اس فیصلے کے بعد سے جرم ماننے اور سزا کے عائد کرنے کے اعلانات کا اجرا موقوف ہو گیا مگر جب تک عدالت ایوان انجمن کی موقوفی عمل میں نہیں آئی اس عدالت سے لوگوں کو اعلانات کی خلاف ورزی کی صورت میں خفیہ سزائیں ملتی رہیں حالانکہ عدالت مذکورہ کی یہ کارروائیاں بھی قانون ملک کی بنا پر ناجائز تھیں۔

فرامین اور اعلانات سے زیادہ تاج کے انفا اور استثنائے اختیار اختیار سے پارلیمنٹ کے اختیار وضع قوانین کو گزند پہنچا ہے۔ انفا یعنی قانون نافذہ کو معطل بنانے کے سبب سے دستوری حکومت باقی رہ نہیں سکتی اگر بادشاہ کے اس اختیار کو نہ روکا جائے تو ملک کے جملہ قوانین کو وہ بے اثر بنا سکتا ہے اور جس قانون کو چاہے آسانی سے منسوخ کر سکتا ہے۔ سب سے پہلے پوپ نے ازمسہ وسطیٰ میں اس اختیار پر عمل کیا تھا۔ چونکہ چودھویں صدی میں پوپ کے اثر کو زائل کرنے کی غرض سے انگلستان میں اس کے خلاف کثرت سے قوانین بنے تھے اس لیے وہ اس زمانے میں قوانین انگلستان کو معطل کرتا تھا جیسے اول اور چارلس اول کی پارلیمنٹوں نے بادشاہ کے اس اختیار پر سخت اعتراضات کئے تھے لیکن عود شاہی کے بعد روسن کیتھلک لوگوں کو قوانین تغیری کے اثرات سے محفوظ رکھنے کی غرض سے جب اس اختیار پر عمل ہونے لگا تو پارلیمنٹ پھر مقابلے پر اٹھ کھڑی ہوئی جس قدر اسٹوارٹ سلاطین انفا کو روسن کیتھلک کے لیے سپر بنانا چاہتے اسی قدر پارلیمنٹ

انفا اختیار
تو معطل۔

کی جانب سے اس اختیار کی مخالفت ہوتی تھی۔ چارلس دوم کے
 قانون ملاچی کو معطل کرنے کی نسبت تو پارلیمنٹ خاموش رہی مگر
 اعلان مراعات کے خلاف جو ۱۷۰۲ء میں جاری ہوا تحفہ اور
 جس کے زیر اثر رومن کیتھولک لوگوں کے خلاف جس قدر
 تفریمی قوانین نافذ ہوتے تھے ان سب کو معطل کر دیا تھا تاہم ملک
 میں شورش برپا ہو گئی اور پارلیمنٹ کی ناراضی کی تو کوئی حد نہ رہی تھی۔
 بناؤ علیہ چارلس کو باجلاس پارلیمنٹ اس اعلان کو اپنے ہاتھ
 سے منسوخ کرنا پڑا۔ چھپس دوم نے بھی اسی طرح کا ایک اعلان جاری
 کیا تھا اور پیرس کے گرجاؤں میں اس کے پڑے جانے کا حکم دیا تھا
 لیکن اس کے خلاف سات اسقفوں کے اعتراض اور اس بنا پر
 ان کی فوجداری تحقیقات پر الزام سے ان کے بری ہو جانے کی وجہ
 سے بادشاہ کی مطلق العنانی کا خاتمہ ہو گیا اور قانون حقوق تو بالآخر بادشاہ
 کے قوانین کو معطل کرنے کے "فرضی اختیار" کو ہمیشہ کے لئے ناجائز
 قرار دیدیا بشرطیکہ باجاست و رضامندی پارلیمنٹ عمل میں لایا جائے تو
 بادشاہ کے اختیار استثنائی کی چند وجوہ سے تاکید کی جاتی تھی
 مثلاً بعض قوانین کے زیر اثر بعض آدمیوں پر زیادہ سختی ہوتی تھی اور
 جب بادشاہ کو کسی مجرم کے معاف کرنے کا حق حاصل تھا تو چند لوگوں
 کو قبل وقوع جرم بعض قوانین کے اثر سے اگر وہ مستثنیٰ کرتا تھا تو
 کیا قباحت تھی۔ لیکن یہ ایسا اختیار تھا کہ بادشاہ نہایت آسانی
 سے اس پر بے موقعہ عمل کر سکتا تھا چنانچہ پندرہویں صدی میں
 بادشاہ کے بلا احتیاط مجرمین کو معافی اور برائت دینے سے قتل اور
 سنگین جرموں کے وارداتوں کی کثرت ہو گئی تھی عہد خاندان لینکسٹر
 کے دکھانے جرائم کی دو قسمیں مقرر کی گئیں ایک ایسے افعال جو
 "ہذاست خود مجرمانہ" ہوں اور دوسرے افعال جن کو "قانون نے
 جرائم قرار دیا ہو" یعنی ایسے جرائم جن کے ارتکاب سے قانون الہی

اختیار استثنائی

کی خلاف ورزی ہو اور دوسرے ایسی خطائیں جن کا کرنا قانون موضوعہ سے ممنوع ہو۔ ان لوگوں کی جبت تھی کہ بادشاہ کا اس دوسری قسم کے قانون کو معطل کرنا جائز ہو سکتا ہے۔ مگر ویر اسٹوارٹ کے باہر ان قانون نے اس امتیاز کو بھی اٹھا دیا تھا ان کا ادعا تھا کہ استثنائے بادشاہ کے خاص اختیارات میں شامل ہے اور اس لیے اس کا محدود کرنا یا سلب کرنا جائز نہیں ہو سکتا۔ اس اختیار کی اس قدر تائید ہونے کے بعد بھی قانون حقوق کے ترتیب دینے والوں کی زبردستی وہ بچ نہ سکا اور ان الفاظ میں "جیسا کہ حال میں اختیار استثنائے مخصوص اختیارات شاہی کی ایک قسم سمجھ کر اس پر بیجا عمل ہوا ہے" ان لوگوں نے اس کو ناجائز قرار دے ہی دیا

بادشاہ کسی عرضی یا قانون کو صاف لفظوں میں نامنظور نہیں کرتا تھا اس لیے کہ اکثر صورتوں میں رفع شکایات کے بغیر پارلیمنٹ فراخ دل سے مضارفت سلطنت کے لیے رقوم منظور نہیں کرتی تھی اگر کسی مسودہ (قانون) کو نامنظور کرنا ہوتا تو اس طرح عیارانہ و بدبرانہ وعدہ کیا جاتا تھا کہ "بادشاہ غور کرے گا" اور اس مسودے کے متعلق اس سے زیادہ کچھ سننے میں نہیں آتا تھا اور منظوری ان الفاظ میں "کہ بادشاہ اس کو پسند کرتا ہے" دی جاتی تھی۔ سترھویں صدی کے پہلے اکثر اس شاہی حق انکار پر عمل ہوا ہے چنانچہ ۱۵۹۲ء میں جو اکاؤنٹ مسودات قانون ملکہ وقت کی منظوری کے لیے پیش کئے گئے تھے ان میں سے صرف تینتالیس مسودوں کو شرف منظوری حاصل ہوا۔ اگرچہ اسٹوارٹ بادشاہوں کو قوانین کے منظور کرنے میں کچھ عذر نہیں تھا لیکن ان کے اثر و عمل کو وہ اپنے اختیار استثنائے اور انفا سے ذیل کر دیتے تھے۔ اگر قانون شے اثر سے مخصوص لوگوں کو بچانا منظور ہوتا تو پہلے قسم کے اختیار سے اور اگر مختلف گروہ کو مستفیہ کرنا مقصود ہوتا تو دوسرے قسم کے

شاہی اختیار
انکار۔

(مسودہ قانون)

کو نامنظور کرنے کا
اختیار)

اختیار سے کام لیا جاتا تھا۔ انقلاب (سلطنت) کے بعد ولیم سوم نے چارلیم اور سفید قوانین کو نامنظور کیا تھا منجملہ ان کے ایک قانون سے سالہ بھی تھا۔ سب سے آخری دفعہ ۱۷۰۱ء میں اس اختیار پر عمل ہوا تھا۔ ملکہ این نے اہل اسکاٹ لینڈ سے ناراض ہو کر قانون فوج اسکاٹ لینڈ کے منظور کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس زمانے میں یہ طریقہ بدل گیا ہے اور مسودہ قانون کی ابتدائی حالت میں وزارت وقت کو بادشاہ کی ناراضی کی اطلاع دی جاتی ہے۔

سوائے مالی مسودات کے دوسرے قسم کے قوانین بنانے کے متعلق ارکان امر اور عوام کو تقدیم و تحریک کرنے کے سادی حقوق حاصل ہیں اور ایک طبقہ دوسرے طبقے کے پیش کردہ مسودات کو منظور یا نامنظور کر سکتا ہے۔ لیکن اگر کسی امر کی نسبت دونوں مجلسوں کو امر ارہوتا ہے تو کانفرنس کے ذریعے سے امر یاہ التنازع کی یکسوئی کر لی جاتی ہے لیکن انیسویں صدی میں اس طریقے پر عمل ہونا موقوف ہو کر ان مجلسوں نے تکراری امور کے تصفیے کے لئے پیام کو وسیلہ گردانا عموماً پیامات کے ذریعے سے فریقین میں مصالحت ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر کسی مسودہ قانون پر جس کے نفاذ و اجراء کا ملک انتخابین نے نہایت تاکید سے حکم دیا ہو اور اس پر بھی اس کے منظور کرنے میں مجلس موروثی کو عذر ہو تو مجلس اعلیٰ کا فرقہ مخالف جدید امر کے تقررات سے مغلوب کیا جاتا ہے۔

چنانچہ ۱۸۳۲ء میں جبکہ امر قانون اصلاح کی مخالفت پر اڑے ہوئے تھے تو تقررات امرائی وہی دیکر ان کو مغلوب کیا گیا تھا۔ اور ۱۸۳۲ء میں تو ہارلے اور سینٹ جان کو صلح یوٹریکٹ کے متعلق فی الواقع اس طریقے پر عمل کرنا پڑا۔ تقررات امر کے طریقے کو بیجا دستور انگلستان کے انجن کا مخج البخار کہتا ہے۔ لیکن ایک ایسے دستور حکومت میں جہاں کہ وضع قوانین کا اختیار

دو مجلسوں کے سپرد ہوا اس «مخرج البخار» سے کام لینا خطرہ عظیم سے خالی نہیں اور جب تک کہ قوم کی خواہش حاصل نہ کرنی جائے جیسا کہ ۱۸۳۲ء میں کیا گیا تھا اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہو سکتا۔

پارلیمنٹ کے مالی فرائض

نگرانی محفل قومی کا مسئلہ ابتدا میں نہایت اہم سمجھا جاتا تھا اور اس کے حل ہونے پر محمد ودود اور غیر محمدود بادشاہی قسمت کا فیصلہ منحصر تھا۔ ابتداً پارلیمنٹ کو کل مدخل ملک پر اختیار نہ تھا اور بادشاہ امور قومی کے متعلق پارلیمنٹ سے مشورہ لینے کے لیے مجبور نہ تھا اس لیے پارلیمنٹ نے بادشاہ کے اجرائے محصولات پر جن کے ذریعے سے اس کو موردی ارتقاغات تاج کے لیے تکمیل کرنی پڑتی تھی قیود عائد کر کے شروع کر دیئے چنانچہ سند اعظم میں بھی مجلس عام کے منعقد ہونے کی ضرورت صاف الفاظ میں منظوری اجرائے محصولات بتلائی گئی ہے اور اس میں شک نہیں کہ بادشاہ نائبان قوم کو اس ایک غرض کے پورا کرنے کے لیے طلب کرتا تھا اور یہ لوگ اس کے محصول لگانے کے اختیار کو جاری کرتے تھے۔ لیکن پارلیمنٹ نے بادشاہ سے مقابلہ کر کے بتدریج کل مصارف سلطنت پر اپنی نگرانی قائم کر دی۔ اس مقابلے کو بہت طول ہوا جس کا سبب یہ تھا کہ پارلیمنٹ ہر ایک انتیاز اور حق کے بعد جو اس کو بادشاہ سے بہ ہزار وقت ملتا تھا اس اصول کے قائم کرنے کی کوشش کرتی تھی جو بالآخر قانون حقوق کے ذریعے سے طے ہو گیا کہ «بادشاہ کا مصارف سلطنت یا اپنی ذات کے لیے بہ بنائے خاص اختیار شاہی جو آدھائے غلط تھا پارلیمنٹ کی اجازت کے بغیر محصول لگانا، ناجائز اور خلاف منشور ہے لیکن بادشاہ ان قیود کو جو بذریعہ قانون اس کے محصول لگانے کے اختیار کو محدود کرنے کی غرض سے عائد کیے جاتے تھے بظاہر مان تولیتا مگر ان کے خلاف عمل کرتا تھا اور ان چند محصولات کے سوائے جن کا ذکر کسی قانون امتناعی میں ہوتا دوسرے کل محصولات کو خواہ وہ جاگیر کی طرز کے یا قومی ہوں پارلیمنٹ کی رضا مندی کے بغیر یعنی مطلق العنانی کے ساتھ وصول کرنے کا دعویٰ

کرتا تھا۔

رضامندی

کے بغیر محصول

عائد نہ کئے

جانے کی نیت

پارلیمنٹ

کی ابتدائی

کوششیں

۱۷۰۱ء

۱۷۰۲ء

۱۷۰۳ء

۱۷۰۴ء

۱۷۰۵ء

۱۷۰۶ء

۱۷۰۷ء

۱۷۰۸ء

۱۷۰۹ء

۱۷۱۰ء

۱۷۱۱ء

۱۷۱۲ء

۱۷۱۳ء

۱۷۱۴ء

۱۷۱۵ء

۱۷۱۶ء

۱۷۱۷ء

۱۷۱۸ء

۱۷۱۹ء

۱۷۲۰ء

۱۷۲۱ء

۱۷۲۲ء

۱۷۲۳ء

۱۷۲۴ء

۱۷۲۵ء

۱۷۲۶ء

۱۷۲۷ء

۱۷۲۸ء

۱۷۲۹ء

۱۷۳۰ء

۱۷۳۱ء

۱۷۳۲ء

۱۷۳۳ء

۱۷۳۴ء

۱۷۳۵ء

۱۷۳۶ء

۱۷۳۷ء

۱۷۳۸ء

۱۷۳۹ء

۱۷۴۰ء

۱۷۴۱ء

۱۷۴۲ء

۱۷۴۳ء

۱۷۴۴ء

۱۷۴۵ء

۱۷۴۶ء

۱۷۴۷ء

۱۷۴۸ء

۱۷۴۹ء

۱۷۵۰ء

۱۷۵۱ء

۱۷۵۲ء

۱۷۵۳ء

۱۷۵۴ء

۱۷۵۵ء

۱۷۵۶ء

۱۷۵۷ء

۱۷۵۸ء

۱۷۵۹ء

۱۷۶۰ء

۱۷۶۱ء

۱۷۶۲ء

۱۷۶۳ء

۱۷۶۴ء

۱۷۶۵ء

۱۷۶۶ء

۱۷۶۷ء

۱۷۶۸ء

۱۷۶۹ء

۱۷۷۰ء

۱۷۷۱ء

۱۷۷۲ء

۱۷۷۳ء

۱۷۷۴ء

۱۷۷۵ء

۱۷۷۶ء

۱۷۷۷ء

۱۷۷۸ء

۱۷۷۹ء

۱۷۸۰ء

۱۷۸۱ء

۱۷۸۲ء

۱۷۸۳ء

۱۷۸۴ء

۱۷۸۵ء

۱۷۸۶ء

۱۷۸۷ء

۱۷۸۸ء

۱۷۸۹ء

۱۷۹۰ء

۱۷۹۱ء

۱۷۹۲ء

۱۷۹۳ء

۱۷۹۴ء

۱۷۹۵ء

۱۷۹۶ء

۱۷۹۷ء

۱۷۹۸ء

۱۷۹۹ء

۱۸۰۰ء

۱۸۰۱ء

۱۸۰۲ء

۱۸۰۳ء

۱۸۰۴ء

۱۸۰۵ء

۱۸۰۶ء

۱۸۰۷ء

۱۸۰۸ء

۱۸۰۹ء

۱۸۱۰ء

۱۸۱۱ء

۱۸۱۲ء

۱۸۱۳ء

۱۸۱۴ء

۱۸۱۵ء

۱۸۱۶ء

۱۸۱۷ء

۱۸۱۸ء

۱۸۱۹ء

۱۸۲۰ء

۱۸۲۱ء

۱۸۲۲ء

۱۸۲۳ء

۱۸۲۴ء

۱۸۲۵ء

۱۸۲۶ء

۱۸۲۷ء

۱۸۲۸ء

۱۸۲۹ء

۱۸۳۰ء

۱۸۳۱ء

۱۸۳۲ء

۱۸۳۳ء

۱۸۳۴ء

۱۸۳۵ء

۱۸۳۶ء

۱۸۳۷ء

۱۸۳۸ء

۱۸۳۹ء

۱۸۴۰ء

۱۸۴۱ء

۱۸۴۲ء

۱۸۴۳ء

۱۸۴۴ء

۱۸۴۵ء

۱۸۴۶ء

۱۸۴۷ء

۱۸۴۸ء

۱۸۴۹ء

۱۸۵۰ء

۱۸۵۱ء

۱۸۵۲ء

۱۸۵۳ء

۱۸۵۴ء

۱۸۵۵ء

۱۸۵۶ء

۱۸۵۷ء

۱۸۵۸ء

۱۸۵۹ء

۱۸۶۰ء

۱۸۶۱ء

۱۸۶۲ء

۱۸۶۳ء

۱۸۶۴ء

۱۸۶۵ء

۱۸۶۶ء

۱۸۶۷ء

۱۸۶۸ء

۱۸۶۹ء

۱۸۷۰ء

۱۸۷۱ء

۱۸۷۲ء

۱۸۷۳ء

۱۸۷۴ء

۱۸۷۵ء

۱۸۷۶ء

۱۸۷۷ء

۱۸۷۸ء

۱۸۷۹ء

۱۸۸۰ء

۱۸۸۱ء

۱۸۸۲ء

۱۸۸۳ء

۱۸۸۴ء

۱۸۸۵ء

۱۸۸۶ء

۱۸۸۷ء

۱۸۸۸ء

۱۸۸۹ء

۱۸۹۰ء

۱۸۹۱ء

۱۸۹۲ء

۱۸۹۳ء

۱۸۹۴ء

۱۸۹۵ء

۱۸۹۶ء

۱۸۹۷ء

۱۸۹۸ء

۱۸۹۹ء

۱۹۰۰ء

۱۹۰۱ء

۱۹۰۲ء

۱۹۰۳ء

۱۹۰۴ء

۱۹۰۵ء

۱۹۰۶ء

۱۹۰۷ء

۱۹۰۸ء

۱۹۰۹ء

۱۹۱۰ء

۱۹۱۱ء

۱۹۱۲ء

۱۹۱۳ء

۱۹۱۴ء

۱۹۱۵ء

۱۹۱۶ء

۱۹۱۷ء

۱۹۱۸ء

۱۹۱۹ء

۱۹۲۰ء

۱۹۲۱ء

۱۹۲۲ء

۱۹۲۳ء

۱۹۲۴ء

۱۹۲۵ء

۱۹۲۶ء

۱۹۲۷ء

۱۹۲۸ء

۱۹۲۹ء

۱۹۳۰ء

۱۹۳۱ء

۱۹۳۲ء

۱۹۳۳ء

۱۹۳۴ء

۱۹۳۵ء

۱۹۳۶ء

۱۹۳۷ء

۱۹۳۸ء

۱۹۳۹ء

۱۹۴۰ء

۱۹۴۱ء

۱۹۴۲ء

۱۹۴۳ء

۱۹۴۴ء

۱۹۴۵ء

۱۹۴۶ء

۱۹۴۷ء

۱۹۴۸ء

۱۹۴۹ء

۱۹۵۰ء

۱۹۵۱ء

۱۹۵۲ء

۱۹۵۳ء

۱۹۵۴ء

۱۹۵۵ء

۱۹۵۶ء

۱۹۵۷ء

۱۹۵۸ء

۱۹۵۹ء

۱۹۶۰ء

۱۹۶۱ء

۱۹۶۲ء

۱۹۶۳ء

۱۹۶۴ء

۱۹۶۵ء

۱۹۶۶ء

۱۹۶۷ء

۱۹۶۸ء

۱۹۶۹ء

۱۹۷۰ء

۱۹۷۱ء

۱۹۷۲ء

۱۹۷۳ء

۱۹۷۴ء

۱۹۷۵ء

۱۹۷۶ء

۱۹۷۷ء

۱۹۷۸ء

۱۹۷۹ء

۱۹۸۰ء

۱۹۸۱ء

۱۹۸۲ء

۱۹۸۳ء

۱۹۸۴ء

۱۹۸۵ء

۱۹۸۶ء

۱۹۸۷ء

۱۹۸۸ء

۱۹۸۹ء

۱۹۹۰ء

۱۹۹۱ء

۱۹۹۲ء

۱۹۹۳ء

۱۹

کی نسبت اس کی خود مختاری زیادہ عرصے تک قائم نہ رہ سکی چنانچہ فی دینٹ کمپنی کے ایک تاجر نے جس کا نام ہیٹ تھا محصول ادا کرنے سے انکار کر دیا اور جب معاملہ عدالت میں رجوع ہوا تو عدالت نے بادشاہ کی تائید میں فیصلہ صادر کیا اور شہنشاہ کی پارلیمنٹ نے بھی فیصلہ مذکور سے رضا مندی ظاہر کی بناء علیہ میل نے محصولات کروڑ گیری کے متعلق شرح محصول کی ایک کتاب مرتب کر کے بادشاہ سے بذریعہ فرمان منظوری حاصل کر لی۔ فرمان مذکور میں جن خیالات کی بنا پر جیمس کی جانب سے مخصوص اختیارات و حقوق شاہی کا ادا کیا گیا تھا وہ یہ ہیں کہ خاص حقوق و اختیارات بادشاہوں کی میراث ہیں اور جب ان کو ضرورت ہو وہ کروڑ گیری اور دوسرے محصولات کے اجرا کو ارتقاع ملک کا ذریعہ قرار دے سکتے ہیں۔ ان معاملات میں سلاطین صرف اپنی عقل و شعور پر عمل کرتے ہیں کسی دوسرے سے مشورہ لینے کی ضرورت نہیں اور جب وہ مناسب سمجھتے ہیں ان محصولات کو جاری کر سکتے ہیں، ظاہر ہے کہ ان اختیارات شاہی کی بنا پر بادشاہ ہر ایک قسم کے محصول عائد کرنے میں خود مختار بننا اور پارلیمنٹ کی طرز حکومت کو مستاصل کرنا چاہتا تھا متعدد دیار لیمنٹوں نے اس قسم کے اجرا سے محصولات پر اعتراضات کیے اور بالآخر چارلس اول کے جالس کے بعد مجلس وضع قوانین کو بادشاہ کے لیے ٹینج اور پونٹج کے تاجین حیات محصولات کو منظور نہ کر کے ناراض کیا گیا کرنا پڑا۔ اگرچہ قانون حقوق میں جس کا مقصد اس زمانے کی غلطیوں کی اصلاح کرنا تھا بادشاہ کو کسی قسم کے انعام، قرضہ، بخشش محصول وغیرہ دینے کی ممانعت ہے لیکن اس میں محصولات کروڑ گیری کے عائد ہونے کے خلاف کوئی مضمون نہیں ہے۔ اسی طرح ۱۶۲۹ء کے مشہور اعتراض میں بھی اس مسئلے سے گریز کیا گیا ہے بریں ہم اعتراض مذکور میں ٹینج اور پونٹج کا جس کی منظوری پارلیمنٹ سے نہ لی گئی ہو محصول کرنا ناجائز قرار دیا گیا ہے اور اس کی خلاف ورزی کو حریت قوم کی غارت گری کے مساوی خیال کیا گیا ہے۔ بالآخر لانگ پارلیمنٹ کے دور میں ٹینج اور پونٹج اور کروڑ گیری کے کل محصولات اور زر جہاز کی صورت میں محصولات بلا واسطہ کے مسئلے پر پارلیمنٹ کا تسلط قائم

ہو گیا۔ مگر اس مخالفت کے بعد بھی چیمبرس ووم نے بذریعہ اعلان اپنے بھائی کو اپنے
 حین حیات ہی میں محصولات کر دہ گیری وصول کر لینے کی اجازت دیدی تھی اور
 پارلیمنٹ بھی بادشاہ کی اس خلاف ورزی سے اغماض نہ کرے گی۔ بہر حال انقلاب
 کے پہلے تاج اور پارلیمنٹ کے مابین اجراء کے محصولات کی بابت نزاع کا خلاصہ
 نہوسکا۔ مداخل قومی پر پارلیمنٹ کی باضابطہ نگرانی کے یہ معنی ہیں کہ پارلیمنٹ
 نہ صرف مختلف محکمہ جات سرکاری کے لئے رقم مختص کر دیتی ہے بلکہ ان رقم
 کے حسابات کی تصدیق بھی کرتی ہے اور یہ دوسرا اختیار احتساب اس کے پہلے
 اختیار کا نتیجہ ہے تعجب ہے کہ پہلے پہل بادشاہ کی جانب سے مجلس دفع قوانین
 کے محصول قومی کے مصرف کی نگرانی کے متعلق تحریک ہوئی جس کی ابتداء یوں ہوئی
 کہ ۱۳۷۱ء میں بادشاہ کے میشری ویم ہال نے جس عاکو ایک کیسٹ کے ذریعے سے
 محصول کی مقدار اس کے وصول کرنے کے طریقہ اور سلطنت کے مصارف
 پر غور کرنے کا مشورہ دیا تھا لیکن امرائے جو مجلس مذکور کے ارکان تھے اس تحریک
 کو پسند نہیں کیا۔ ایڈورڈ سوم کے عہد میں جن اغراض کے لئے روپیہ وصول کرنا
 منظور ہوتا تھا عموماً ان کی اطلاع پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کو کر دی جاتی تھی۔
 اور پارلیمنٹ موقتہ محصول کو اکثر جنگ جاری رکھنے کی شرط کے ساتھ منظور کرتی
 تھی اس پر بھی روپیہ دوسرے کاموں میں صرف ہوتا تھا اگرچہ پارلیمنٹ کی اس
 شرط کی پابندی نہیں ہوتی تھی اور اس کو مجاز سمجھا جاتا تھا لیکن لینکیسٹر خاندان کے
 دور میں اس پر عمل ہونے لگا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ خزانہ شاہی خالی رہتا تھا
 اس لئے مالیات کی اصلاح کی غرض سے محاصل ملک کے چند ذریعوں کو ناگہانی
 ضرورتوں کے لئے مخصوص کر دینا پڑا اس طرح ایک معینہ رقم بادشاہ کے خانگی
 مصارف کے لئے علیحدہ کر دی گئی۔ ہنری چہارم نے پیسج اور پوٹینج و شمنوں کے
 بحری حملوں کے دفع کے لئے مخصوص کر دیئے تھے جن زمینوں پر قلعے وغیرہ
 واقع ہوتے ان کی تحصیل بحریں اور پناہ قالون سے خارج شدہ لوگوں
 کی جائداد ہائے منقولہ سے شاہی قرضوں کی ادائی ہوئی تھی اور ان کے موقتہ
 محصول کے کچھ حصے سے کیا لے جیسے «گوہر بیش بہا» کی حفاظت اور اس کے

۱۹۸۸

تخصیص
رقوم

۳۵۷

خاندان
لینکیسٹر

اختراجات انتظام برداشت کیے جاتے تھے؛

لیکن خاندان یارک اور پیوڈور بادشاہوں کے دور میں تخصیص رقوم کا قاعدہ موقوف ہو کر ۱۶۳۲ء میں جیمس اول کے عہد میں پھر جاری ہوا اور اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ بادشاہ نے جو رقم کہ پلائینٹ کے ملک کو فوجی امداد پہنچانے کی غرض سے منظور کی تھی اُن پانچ کمشنروں کے تحویل میں کر دی جن کو دارالعوام نے منتخب کیا تھا۔ اسی طرح جمہوری حکومت کے زمانے میں مخصوص اغراض کی انجام دہی کے لئے خاص محصولات کی رقم معین کر دی جاتی تھی۔ عہد شاہی کے بعد بھی یہ قاعدہ جاری رہا چنانچہ چارلس دوم کے مشورے کے مطابق ہالینڈ کی جنگ کے لئے جو رقوم ۱۶۴۵ء میں منظور ہوئی تھیں اسی ایک کام کے لئے مخصوص کر دی گئی تھیں۔ لیکن چارلس اپنی نیک نیتی کے باعث نہیں بلکہ کلیئرٹن کی مخالفت میں دستوری طریقوں کا حامی بن گیا تھا۔ اس کو کلیئرٹن سے سخت نفرت ہو گئی تھی کلیئرٹن کی رائے میں تخصیص رقوم کے قاعدے سے مخصوص اختیار شاہی میں کمی ہوتی تھی اور بادشاہ کے اختیار کو وہ اپنے فائدے کے لئے استعمال کرنا چاہتا تھا۔

سب سے پہلے ایڈورڈ سوم کے عہد میں (قومی سرکاری حسابات کی تیق کر نے کا حق پارلیمنٹ کو ملا جس طرح قوم کی ناراضی کو کچھ مدت کے واسطے دفع کرنے کی غرض سے پارلیمنٹ کو دستوری مراعات دیئے جاتے تھے اور جب تیقینی فرو ہو جاتی تو ان مراعات پر عمل نہیں ہوتا تھا اسی طرح اس کی تیق حسابات کے اختیار کی کیفیت تھی اس کے متعلق قانون تو بنا تھا لیکن وہ عملاً منسوخ و موقوف تھا۔ ۱۳۹۱ء میں گڈ پارلیمنٹ نے پھر اس کا مطالبہ کیا۔ پہلی مرتبہ ۱۳۹۱ء اور دوسری مرتبہ ۱۳۸۱ء میں "اختراچیوں" کا تقرر عمل میں آیا اور مختلف ابواب کے لئے جو رقوم منظور ہوئے تھے وہ اُن کے حوالے کر دیئے گئے اور ان کو تاکید کی گئی کہ وہ ہر ایک مد کی رقم اسی مد پر خرچ کر لیں اور ختم سال پر آمدنی و خرچ سلطنت کا حساب پیش کریں۔ لیکن جب ۱۳۸۱ء میں ہنری چہارم سے حساب پیش کرنے کے لئے مطالبہ کیا گیا تو جواب

ملا کہ اسلاطین حساب نہیں دیا کرتے، بریں ہم اُس نے دار العوام کی خواہش کو قبول کر لینا مناسب سمجھا اور اس کے دوسرے سال مجلس مذکور کے سامنے حسابات سلطنت پیش کرنے کے لئے حکم دیدیا۔ اس زمانے سے تخصیص رقوم اور تنفیج حسابات کی ایک تاریخ ہو گئی اور بالآخر پارلیمنٹ کو یہ دوسرا اختیار چارلس دوم کے عہد میں مل گیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ جو رقم پارلیمنٹ نے ایک سال پیشتر بالینڈ کی جنگ کے لئے منظور کی تھی مسئلہ میں دریافت کرنا چاہا کہ وہ اسی جنگ سے صرف کی گئی یا نہیں۔ اس پر بادشاہ نے پارلیمنٹ ملتوی کر دی اور یہ تفتیش موقوف رہ گئی لیکن اس کے ایک سال بعد دار العوام نے تنفیج حسابات کی ایک کمیٹی مقرر کر کے اُس کو وسیع اختیارات دیئے اور اسی زمانے سے اُس کا یہ حق قائم ہو گیا ہے۔ اس کمیٹی کا سب سے پہلا کام یہ تھا کہ کسی جائز حکیمانے کے بغیر رقم ایصال کرنے کے الزام میں سر جارج کارٹرٹن کو جو محکمہ بحریہ کا خزانہ دار تھا دار العوام کی رکیت سے خارج کر دیا۔ صدر مستوفی و محاسب کے ذریعے سے تخصیص رقوم اور تنفیج حسابات پر دار العوام کی نگرانی ہوتی ہے اور اُس کے ان اختیارات کو یہی عہدہ دار عمل میں لاتا ہے۔ اس کے یہی دو کام نہیں ہیں بلکہ یہ عہدہ دار دوسرے سرکاری محکموں کے حسابات کی تنفیج کر کے اُن کو اپنی رپورٹ کے ساتھ دار العوام میں پیش کرتا ہے تو

صدر مستوفی
و محاسب

مالیات ملک کے نگران کار کی حیثیت سے انتظامی عہدہ داروں اور محکموں پر پارلیمنٹ کو بڑا وسیع اختیارات حاصل ہیں۔ قدیم زمانے میں بھی جیسا کہ ۱۳۳۹ء میں پارلیمنٹ نے رقم منظور کرنے کے پہلے شکایتوں کے رفع ہونے کی خواہش کی تھی پارلیمنٹ عہدہ داران انتظامی کو اپنا محکمہ بنانا چاہتی تھی اسی طرح ۱۴۸۱ء اور ۱۵۳۷ء میں بلارفع شکایات رقوم منظور کرنے میں پارلیمنٹ کو اصرار رہا۔ ۱۵۴۷ء میں عرضداشت پیش ہوئی کہ منظوری رقم کے قبل دار العوام کی گزارشوں کا جواب بادشاہ کی جانب سے ملنا چاہئے۔ لیکن عرضی کی تائید میں کوئی نظیر نہ ملنے سے وہ نامنظور کر دی گئی۔ اس کے بعد دار العوام سے منظوری رقوم میں تاخیر نہ ملنے لگی اور اس کو سیشن کے اخیر دن تک ٹال دیا جاتا تھا اور اب تک

مالیات پر
پارلیمنٹ کی
صداوت اور
اس کے نتیجے
الف منظوری
رقوم کے قبل
شکایتوں کا
رفع ہونا۔

یہ طریقہ بھی جاری رہا کہ جب منظوری رقم کی کمیٹی میں مجلس مذکور کے منتقل ہونے کی نسبت تحریک پیش ہوتی تو کوئی رکن کسی ایک قانون کی ترمیم کے متعلق تحریک کر سکتا تھا۔^{۱۸۴۲ء} انہیں یہ طریقہ مجلس کے دستور العمل کے ایک قاعدے کے تحت میں منسوخ ہو گیا اور اس کا اثر یہ ہے کہ مسودہ تخصیص رقوم سیشن کے ختم ہونے کے پہلے منظور نہیں ہوتا۔ جو موازنے مختلف محکموں کی جانب سے پیش ہوتے ہیں ان پر دارالعوام میں مجلس منظوری موازنات کے ذریعے سے سال کے شروع میں بحث ہوتی ہے۔ اگر مناسب معلوم ہو تو ترمیم ہوتی ہے ورنہ پورا موازنہ منظور ہوتا ہے۔ مجلس ابواب و ذرائع میں ان کے لئے رقوم کی فراہمی ہوتی ہے۔ اور وزیر مالیہ کی جانب سے موازنہ سلطنت اسی مجلس میں پیش ہوتا ہے۔ مجلس منظوری موازنات اور مجلس ابواب و ذرائع کی تحریکات کے سوا ہر آخر سال تخصیص رقوم کا مسودہ مرتب ہوتا ہے اور بعض وقت اس مسودے میں سرمایہ اجتماعی کے مسودات کا مواد جو حکومت کی مالی ضرورتوں کے پورا کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً دوران سال میں منظور ہوتے رہتے ہیں شامل کر دیا جاتا ہے تو

مصارف سلطنت کے کل رقمی مطالبات کی نسبت تحریک کرنے کا حق صرف دارالعوام کو حاصل ہے اس قسم کی جملہ تحریکات اس مجلس میں پیش ہوتی اور یہیں ابتداً وہ منظور ہوتی ہیں۔ مگر تاج کی ہدایت اور سفارش پر اس قسم کی تحریک پیش ہوتی ہے ابتدا میں بادشاہ اپنے نائبوں کے ذریعے سے دونوں مجلسوں کو اپنی مالی ضرورتوں کی اطلاع دلواتا تھا اور جب اس کا پیام وصول ہوتا تو امرا اور عوام شاہی مطالبات رقمی کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے اجلاس کرتے اور اپنے ہر ایک طبقے پر رقم مطلوبہ کا جس قدر بار ڈالنا مناسب معلوم ہوتا تھا اس کا یہ دونوں گروہ ایک جلسہ مشفقہ میں تصفیہ کر لیتے تھے لیکن ^{۱۸۳۹ء} کے بعد سے عوام نے کل ابواب مصارف سلطنت کی منظوری «مشورہ و رضامندی امرا» دینی شروع کر دی اور جب ہنری چہارم نے اپنی سال بھر کی مالی ضرورتوں کی نسبت امرا سے مشورہ لیا تو عوام نے ^{۱۸۳۹ء} میں بادشاہ کی خدمت میں اس فعل کے

وب دارالعوام کا اجرائے محصولات پر تصرف کرنا۔

خلاف اعتراض پیش کیا اس پر بادشاہ نے وعدہ کیا کہ آئندہ سے دونوں مجلسوں کے مشورے اور باہمی تصفیے کے بغیر کسی مطالبہ کی منظوری کا اطلاق نہیں وصول کیا جائے گی اور یہ اطلاع دارالعوام کے صدر کے توسط سے مجوز نام پہنچ گئی ڈاکٹر اسٹینر کہتے ہیں کہ اس انیاز کے دینے کے وقت غالباً اس کی اہمیت اور نتیجے پر کامل غور نہیں ہوا اور نہ اس آسانی سے یہ عطا کیا جاتا اس لیے کہ صرف اس ایک انیاز کی بنیاد پر جس مفلسین کا ملک کے کل مالیات پر تصرف ہو گیا ہے جس کے میں مصارف سلطنت کی منظوری عوام سے صادر ہوئی اور اس میں مجلس اعلیٰ کا نام تک نہیں ظاہر کیا گیا تھا پہلی دفعہ ۱۸۳۷ء میں اور دوسری دفعہ ۱۸۶۸ء میں عوام نے امر کے مسودات مالی کو تسلیم کرنے کے حق سے انکار کیا اور اس دوسرے موقع پر اس امر کا ادعا بھی کیا کہ ہر ایک محکمے اور شعبے کے مصارف کو منظور کرنا صرف مجلس ادنیٰ کا حق ہے اس لیے کل مسودات مالی کی ابتدا ہماری مجلس سے ہونی چاہئے۔ اس کے بعد سے امر نے مسودات مالی میں دست اندازی کرنی ترک کر دی تھی مگر عوام نے ان کی حلیم الطبعی سے اپنے خلاف شان فائدہ اٹھانا چاہا اور ایک عیارانہ چال نکالی کہ جن مسودات کے متعلق ان کو دارالامرا سے نامنظور ہونے کا اندیشہ ہوتا تھا ان مسودات کو ان لوگوں نے مسودات مالی کے ساتھ ٹاکنا شروع کر دیا تو

اگرچہ دارالامرا کے مسودات مالی کو نامنظور کرنے کے اختیار سے قوم ناراض تھی اور مجلس مذکور بہت ہی کم اس اختیار پر عمل کرتی تھی تاہم ۱۸۷۱ء تک اس کا یہ حق زائل نہیں ہونے پایا۔ اس سال دارالامرا نے ایک مسودے کو جس کے ذریعے سے محصول کا فائدہ منسوخ کیا گیا تھا نامنظور کیا اور اس کے سبب سے وزارت وقت کے مالی انتظامات میں خلل واقع ہوا۔ اس پر دارالعوام نے متعدد تحریکات منظور کر کے ایسی تدبیر نکالی جس کے سبب سے مجلس اعلیٰ کا مسودہ مالی کو نامنظور کرنے کا حق باقی تو رہ گیا لیکن نامنظوری کی وجہ سے عوام کے اعتراض کو گزند نہیں پہنچ سکتا وہ یہ کہ دارالامرا اپنے اس اختیار کا ناجائز نفاذ نہ کریں، اس کے دوسرے ہی سال عوام نے اس مفورہ راز سر بستہ

پرم عمل کیا اور مسودہ تخصیص رقوم کے متن میں کل مسودات مالی کو قلمبند کر دیا۔ اُس زمانے سے اُس کے لئے مالی مسودات کا بلا ترمیم منظور کرنا ناگزیر ہو گیا ہے۔ چونکہ امر مالی مسودوں کی ترمیم بجز ان کو کلیتہً نامنظور کرنے کے ہو کر نہ سکتے تھے اس لئے ان کو بلا چون و چرا منظور کرنا پڑتا ہے اگر ان کو وہ نامنظور کہیں تو اس سال کے حکومت کے انتظامات مالی و رہم و برہم ہو جائیں۔ اس پر بھی مجلس اعلیٰ نے نومبر ۱۸۹۹ء میں مسودہ تخصیص رقوم کی منظوری اس بنا پر ملتوی کر دی کہ جو دوسرے مسودات اس کے ضمن میں قلمبند کیئے گئے ہیں اگر ان کو منظور کیا جائے تو ملک میں انقلاب پیدا ہو گا اور ان کے متعلق ملک کی مرضی دریافت کرنی مناسب سمجھی۔ اسی بنا پر جنوری ۱۹۰۰ء میں اسکوئٹھ صاحب نے پارلیمنٹ کو برخاست کر دیا جس کے جواب میں رقوم نے صاحب موصوف کو پتھر سرداری کے لئے منتخب کیا اور دارالامرا کو منتخبین کے فیصلے کے مطابق وزارت وقت کے مسودات مالی منظور کرنا پڑے۔

حکومت عاملانہ پر پارلیمنٹ کی نگرانی

بادشاہ کا اپنی رعایا کی شکایتوں کو سننے کے لئے آمادہ ہونا اور تاج کی جانب سے دارالامرا کے صدر کے توسط سے ارکان عوام کو اس پیام کا پہنچنا ایڈورڈ سوم کے عہد سے شروع ہوا۔ اور اسی زمانے سے اس کے جواب میں دارالعوام نے قیام امن عامہ کے بہترین طریقوں کو اپنی عرضی کے ذریعے سے بطور مشورہ پیش کرنا اختیار کیا۔ بادشاہ کا اظہار آمادگی کا پیام اور عرضداشت عوام کا صرف یہی منشاء ہو سکتا ہے کہ بادشاہ دارالعوام کو نظم و نسق ملک پر یکسر چھینی کرنے کا موقع دینا چاہتا تھا۔ اس پر بھی جب کبھی عوام کی جانب سے خاص حقوق شاہی پر اعتراض ہوتا تو بادشاہ بہت جلد بگڑ جاتا تھا اگرچہ شکایتوں کے سننے کے لئے تو وہ آمادہ رہتا لیکن چارہ کا بتلانے میں اسے بہت تامل ہوتا تھا۔ بہر حال ہم کو ڈاکٹر اسمتھ کے خیال سے اتفاق ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ پارلیمنٹ کی غرضیوں سے ظاہر ہوتا ہے

کہ اس کو بد نظمی کے خلاف شکایت تھی وہ بادشاہ پر اس بات کا اظہار نہیں کرنا چاہتی تھی کہ انتظام کے سبب سے حریت قوم زائل ہو رہی ہے یا اس کی ترقی رک گئی ہے تو

نگرانی پارلیمنٹ

متعلق بہ (۱)

امور داخلہ

اگر امور داخلہ کی بابت کسی انتظامی معاملے میں اصلاح کی ضرورت محسوس ہوتی تو عرضی کا عنوان (۱) بادشاہ باجلاس پارلیمنٹ، ہوتا تھا۔ جس میں بیان کیا جاتا تھا کہ قوانین نافذ العمل کا کچھ نہیں ہوتا ہے اور اس کے متعلق جدید قانون بننا چاہئے۔ صرف گڈ پارلیمنٹ کی جانب سے ایسے امور کے متعلق ایک سو چالیس عرصیوں سے کم نہیں گزری تھیں جن کے مضامین مختلف ہیں، ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ امور تک بادشاہ کو توجہ دلائی گئی ہے چنانچہ اُس کی بعض عرصیاں شاہی رسد رسالوں کی نوٹ مار کی شکایتوں پر مبنی ہیں اور بعض میں موٹے تازے صحیح الاعضا بھک سنگوں کے انسداد کے متعلق استدعا کی گئی ہے اور بعض ان میں گے نائٹ یعنی نائبین اضلاع کے صحیح اور باقاعدہ انتخابات کی درخواستوں پر مبنی ہیں اور چند میں پارلیمنٹ کے سالانہ مفقود ہونے کی خواہش درج ہے تو

... خارجی

نہت علی

پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کا رویہ ابتداءً بادشاہ کے ساتھ اس کے امور خارجہ میں زیادہ مخلصانہ رہا ہے۔ مسائل صلح و جنگ پر بادشاہ کو مشورہ دینے میں عوام کو ہمیشہ پس و پیش ہوا ہے۔ وہ خیال کرتے تھے کہ اگر ہم کسی جنگ کو منظور کر لیں تو بادشاہ کا اس کے مصارف ہم سے طلب کرنا درست ہو گا اور بادشاہ ضرور معقول رقم چاہے گا اور اگر ہم کسی جنگ کی اپنی ذات پر فخر واری نہ لیں تو ہم کو اجرائے محصولات سے انکار کرنے کا نہایت اچھا موقع ملے گا۔ لیکن اگر ہم مالیات ملک پر اقتدار حاصل کر لیں تو باواسطہ سہی۔ مگر ہماری تمام خارجہ حکمت عملیوں پر نگرانی قائم ہو جائے گی۔ اس کے بالعکس بادشاہ کو پارلیمنٹ سے مشورہ کرنے کی سخت ضرورت تھی۔ اور جن وجوہ سے امور خارجہ کی نسبت پارلیمنٹ اپنی رائے کا اظہار کرنا نہیں چاہتی تھی انہی اسباب کی بنا پر بادشاہ اُس سے

مشورہ کرنا ضروری سمجھتا تھا۔ ایڈورڈ اول کے عہد سے بادشاہ نے پارلیمنٹ کے مشورے کے بغیر کسی جنگ یا فوجی مہم پر جانا ترک کر دیا۔ اگرچہ اس کا علم میں امر (دیرین جو دائہ لامر کے ارکان تھے) سے فلائڈزر کی جنگ کے متعلق مشورہ لیا گیا تھا لیکن انھوں نے محض اصطلاحات قانونی کا فائدہ اٹھا کر لڑائی پر جانے سے انکار کر دیا۔ ۱۲۸۵ء میں ایڈورڈ سوم نے امر اور عوام کے کہنے سے اپنے حقوق سے جو اس کو تاج اسکاٹ لینڈ پر حاصل تھے دست برداری کی اور اس کے دس سال بعد عوام کی اگر گزارش مخلصانہ کی بنا پر اس نے اس جنگ عظیم کا آغاز کیا جس کا مقصد تخت فرانس کا حاصل کرنا تھا لیکن جنگ کو طویل ہونے اور اس کے مصارف کے تحمل نہ ہونے سے عوام کے جوش و حرارت میں کمی ہوئے لگی اور اس کی ذمہ داری لینے سے بالآخر عوام نے انکار کر دیا۔ ۱۳۲۹ء سے عوام نے امور خارجہ کی نسبت مشورہ دینے سے یوں انکار کرنا شروع کیا کہ جن امور کا ہم کو علم نہ ہو ہم ان کے متعلق کیونکر رائے دے سکتے ہیں اور ۱۳۸۵ء میں ان لوگوں نے بادشاہ سے صاف کہہ دیا کہ ہم جاہل اور بے شعور ہیں اس لئے ایسے اہم امور میں ہم کو مشورہ دینے سے معاف رکھا جائے البتہ ہم اس بات کا وعدہ کرتے ہیں کہ جن امور کا کونسل کے جلیل القدر اور باشعور ارکان تصفیہ کریں ہم ان کی پابندی کرنے کو تیار ہیں۔ ۱۳۸۵ء میں عوام نے جس خوشحالی و رغبت سے بادشاہ اور امر کے عاقلانہ تجاویز سے اتفاق کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا تھا اسی سرگرمی سے دوبارہ وہ اس جنگ کے متعلق صلح کی تجویز منظور کرنے کو رضامند ہو گئے۔ اسی طرح ریچرڈ و سوم کے دور میں عوام نے محاربات وغیرہ کے متعلق بادشاہ کو کبھی صاف جواب نہیں دیا اور جب ۱۳۸۴ء میں اس نے جنگ کو جاری رکھنے یا بادشاہ فرانس کے پیش کردہ شرائط کے بموجب اس سے صلح کرنے کے متعلق عوام کی رائے دریافت کرنی چاہی تو ان لوگوں نے وہی مذہب سا جواب دیا کہ اگرچہ ہم صلح کو جنگ پر ترجیح دیتے ہیں لیکن ہم بادشاہ کو صلاح نہیں دے سکتے

کہ اگر اس کو فرانس کے لینے کا حق حاصل ہے تو وہ اپنے دعویٰ سے دست بردار ہو جائے گا

لیکن ہنری پنجم کی پارلیمنٹ بادشاہ کی خارجہ حکمت عملی میں اس کی موید تھی اور اس کے محاربات فرانس کے لئے کثرت سے روپیہ منظور کرتی رہی۔ اسی طرح جب شہنشاہ چیمپینڈ کے ساتھ ۱۴۱۳ء میں صلح ٹھہری اور ۱۴۲۰ء میں صلح ٹرائے کا موقع آیا تو پارلیمنٹ بالکل بادشاہ کے ہنجیال بن گئی۔ ہنری ششم کے عہد میں پارلیمنٹ دو مخالف فرقوں کے اثر میں آگئی تھی ایک فرقے کا سرکار جو صلح کا حامی تھا دوسرے فرقے کی سرداری جو جنگ کا موید تھا گلاسٹونہری تھی۔ بہر حال سوٹھویں صدی میں پارلیمنٹ کو یہ بات سوچھائی دی کہ جس طرح دوسرے قومی امور میں وہ دخل دیتی ہے اسی طرح امور خارجہ کے متعلق اس کو اپنا مشورہ دینا چاہئے۔ لیکن ٹیوڈر بادشاہوں نے پارلیمنٹ کو امور خارجہ میں دخل دینے سے منع کر دیا تھا اور ملکہ ایلیزبیتھ کا خیال تھا کہ امور مملکت اور معاملات خارجہ پارلیمنٹ کی سمجھ کے باہر ہیں چیمس اول نے بھی جبکہ اس کے فرزند کی نسبت ہسپانیہ کی شہزادی سے ہورہی تھی اور جب اس کے داماد کا ملک دپلائینٹ، دشمنوں کی جولان گاہ بن گیا تھا پارلیمنٹ سے مشورہ لینے کو اختیار جانا۔ اس نے پارلیمنٹ کو امور سلطنت وغیرہ پر بحث کرنے اور بادشاہ کے خاص اختیارات پر جب ان پر پارلیمنٹ کے مشورے کے بغیر عمل ہو تو اعتراض کرنے سے سخت ممانعت کر دی تھی لیکن جب کبھی پارلیمنٹ امور ممنوعہ پر بحث کرتی اور بادشاہ کی کارروائیوں میں دخل دینا چاہتی تو اس کو نہایت حیرت ہوتی تھی۔ بالآخر ۱۶۲۱ء میں پارلیمنٹ نے بادشاہ کے حقارت آمیز کلمات کو ایک تحریر کے ذریعے رد کر دیا جس کا مطلب تھا کہ پارلیمنٹ کو کل امور پر جن کا تعلق بادشاہ کی ذات، سلطنت، مذہب قومی اور تحفظ مملکت سے ہو آزادی سے بحث کرنے اور رائے دینے کا حق حاصل ہے اس کے بعد ۱۶۲۳ء میں چیمس کو آخر کار پارلیمنٹ کے ۱۶۲۱ء کے دعوے کو ماننا پڑا اور

اسی زمانے سے پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کو قوم کی خارجی حکمت عملی پر بحث کرنے اور مشورہ دینے کا پورا حق حاصل ہو گیا ہے۔

پارلیمنٹ کے ان اختیارات کے پہلو بہ پہلو حکومت عاملانہ کو بھی جنگ و صلح کرنے کے پورے اختیارات حاصل ہیں۔ بجز ان صورتوں کے جن میں روپے کا صرف یا جن میں قوم کے حقوق حریت پر اثر پڑتا ہو کل مسائل جنگ و صلح کو حکومت عاملانہ پارلیمنٹ کے مشورے کے بغیر طے کرتی ہے۔ ۱۸۹۱ء میں جبکہ جرمنی کے ساتھ صلح ہو رہی تھی لارڈ سالزبری کی ہیلی گولینڈ کی واپسی کے متعلق دارالعوام میں مسودہ پیش کرنے پر مسٹر گلپٹ اسٹن اور سر ولیم ہارکورت نے ان کو تاج کے اختیارات کا غارتگر ٹھہرا کر مسودہ مذکور کو ٹرکوا دیا۔ لہذا اس مسودے کے ذریعے سے ہیلی گولینڈ کی واپسی کے متعلق دارالعوام کی رائے لیجا رہی تھی لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ مجلس مذکور کو اس صلح کے کل امور متعلقہ پر رائے زنی کرنے کا موقع ملتا۔ اگرچہ پارلیمنٹ کو تاج کے اختیار صلح و جنگ پر نگرانی کرنے کا حق حاصل ہے لیکن وہ ان کی صرف اس وقت نگرانی کرتی ہے جبکہ وزیر کے غلط مشورے کی بنا پر ان کا ناجائز استعمال کیا جاتا ہے اور اس کی نگرانی کے یہ معنی ہیں کہ وہ ایسے خاطی وزیر کو سزا دیتی ہے یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جارج سوم نے جبل الطارق کی واپسی کے متعلق ہسپانیہ سے مراسلت کی لیکن اس کا نتیجہ کچھ نہیں نکلا اس کا سبب یہ تھا کہ جارج کے وزیر کو پارلیمنٹ کے مقابلے کی تاب نہ تھی۔ اسی طرح جب صلح ہو کر امریکہ کی نوآبادیاں آزاد ہو گئیں تو وزارت وقت کو جس کے ساتھ اس صلح کا معاملہ طے پایا تھا مستعفی ہونا پڑا اور ایسا ہی جنوبی افریقہ کی جنگ کے بعد چونکہ اس کا سبب حکومت قدامت پسند کی حکمت عملی تھی قوم کا خیال فرقہ قدامت پسند کے خلاف ہو گیا اور اس لیے پارلیمنٹ میں اس فرقے کی کثرت نہ رہی تا آنکہ ۱۸۵۱ء میں حکومت مذکور مجبوری مستعفی ہو گئی۔

وضع قوانین اور مالیات پر پارلیمنٹ کی صدارت قائم ہونے کے بعد ملک کی عام حکمت عملی کے مسئلوں پر اس کی نگرانی کرنے کے حق کو حکومت عاملانہ نے تسلیم کیا۔

ہے۔ چونکہ وزیر مختلف محکموں کے حکام بالادست ہوتے ہیں اسلئے ان لوگوں کے پارلیمنٹ کے ارکان بننے سے پارلیمنٹ کی نگرانی کا کام بہت سونہ ہو گیا ہے اس کے سوائے پارلیمنٹ میں سرکاری کام شروع ہونے کے پہلے ہر ایک سرکاری مسودے کے غور و بحث کے لئے وقت مقرر کر دیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ سرکاری معاملات کی نسبت قانون بننے میں زیادہ وقت بحث وغیرہ میں ضائع نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ چونکہ کیبنٹ کے ارکان کا درپردہ پارلیمنٹ کی جانب سے تقرر ہوتا ہے اور کیبنٹ ان لوگوں سے بنتی ہے جو مجلس اعلیٰ کے فرقہ کثیر کے رہبر ہوتے ہیں اس لئے عام حکمت عملی پر پارلیمنٹ کی نگرانی ہونے سے حکومت عالمانہ کے اختیارات میں ضعف نہیں آسکتا۔

باب یازدہم

واورسی

قدیم زمانے میں دنیا کی قومیں عدالتوں کی ضرورت سے واقف نہ تھیں اگر ایک شخص سے دوسرے کو جسمانی ضرر پہنچتا تو فریقین کے قراہت داروں میں جنگ چھڑ جاتی اور بعض صورتوں میں نزاع کا سلسلہ اُن کے پشتہا پشت تک جاری رہتا تھا لیکن کچھ زمانہ گزرنے اور حکومت کو استحکام ہونے کے بعد انتقام لینے کا طریقہ بدل گیا جرم کے ارتکاب سے ایک شخص کو ضرر پہنچنے کے بجائے کل قوم یعنی حکومت اس سے متضرر ہونے لگی اور حکومت نے مجرم کے خلاف چارہ کار اختیار کرنا شروع کر دیا اور جتہ ارک کہ مجلس قومی مقرر کرتی تھی متضرر اس کو مجبوراً منظور کرنے لگا۔ اگرچہ انگلستان میں مستقل حکومت قائم ہونے کے مدتوں بعد بلکہ ایڈمنڈ کے عہد تک قتل کی صورت میں فریقین کے عزیزوں میں جنگ ہونے کا طریقہ باقی رہ گیا تھا لیکن اس کی پہلی سی حالت نہیں رہی تھی۔ اگر مجرم خون کے عوض روپیہ ادا کرتا یا پناہ قانون سے خارج کر دیا جاتا یا اور کچھ سزا پاتا تو مقتول کے ورثہ کو اس سے لڑنے کا حق باقی نہیں رہتا تھا دیت کی شرح مقرر کر کے اس کی ایک فہرست مرتب کر دی گئی تھی ہر شخص کی دیت کی مقدار اس کے رتبے اور شان پر منحصر ہوتی تھی قتل کے سوائے دوسرے جرائم کے لئے جرمانوں کی شرح نہایت تفصیل سے مقرر کی گئی تھی ہر ایک جرمانے کے دو جزو ہوتے ایک حصہ جس کو باٹ کہتے متضرر یا اس کے قراہت دار کو بطور تادان دیا جاتا اور دوسرا حصہ (دایٹ) بادشاہ کو ایصال ہوتا تھا

کیوں کہ وہ اس عامہ کا محافظ سمجھا جاتا تھا۔ بعض جرائم کے مواخذہ سے مجرم مثلاً کسی شخص کا اپنے مالک و حامی یا بادشاہ کے خلاف بغاوت کرنا یا اس کو پوشیدہ طور پر قتل کرنا جرم نہ دیکر نہیں بچ سکتا تھا۔ اس طرح کے مجرم کو حمایت قانون سے خارج کر دیا جاتا حکومت اس کا مال ضبط کر لیتی اور اس کا خون بہا ہوا جاتا تھا۔ قید کی سزا بہت کم دی جاتی تھی موت اور قطع اعضا کی سزائوں کا رواج نہ تھا۔ اگر اس قسم کی سزا تجویز ہوتی تو پوری «حضرت عیسیٰ کی رحم دلی کا واسطہ» دیکر سزا میں تخفیف کر دیتے تھے ان لوگوں کے اس طرح اثر ڈالنے سے مجرم کو اپنے جرم کی تلافی کا موقع ملتا اور حکومت کوئی ہجرت ناک سزا تجویز نہیں کر سکتی تھی لیکن نارمن فتح کے بعد سے قطع اعضا اور موت کی سزا کا رواج ہوا اس وقت تک طریقہ دیت میں بہت پیچیدگیاں پیدا ہو گئی تھیں بعض صورتوں میں مجرم کو اپنی استطاعت سے بہت زیادہ دیت دینی پڑتی تھی۔ ایک ہی قسم کے جرم کے لئے دیت کی مختلف ضلعوں میں مختلف شرحیں تھیں۔ منسٹر کلارنڈن کے وزیمے سے جرائم کی دو قسمیں کر دی گئی تھیں۔ (۱) سنگین جرائم جن کے لئے مجرمین کو موت اور ضبطی جائداد کی سزا دی جاتی تھی اور ان کی معافی کا حق صرف بادشاہ کو حاصل تھا۔ (۲) معمولی جرائم جن کے مرتکب کو جرمانہ یا رقم تاوان ادا کرنا پڑتا تھا۔ وایٹ (جرمانہ بادشاہ کو دیا جاتا تھا) کے عوض تاوان اور باٹ (دیت) کے بجائے جرمانہ اس دوسری قسم کے جرائم کے لئے عدالت سے تجویز ہونے لگا۔ حقیقت میں طریقہ جدید طریقہ قدیم سے زیادہ مختلف نہ تھا لیکن جدید تغیرات اور اس کے ضابطے میں آسانی سے کم و بیشی ہو سکتی تھی، قدیم تغیرات مقامی خصوصیتوں کی بنا پر بنائے گئے تھے اس لئے ان کا کل تک پیرا طلاق کرنا اور ان کے ضابطے میں تغیر و تبدل کرنا دشواری سے خالی نہ تھا۔

سنگین اور
معمولی جرائم

ہنری دوم کے عہد میں تحقیقات کے بعض نئے طریقے اختیار کئے گئے۔ اس کے پہلے کل جرائم کی ایک سی تحقیقات ہوتی تھی لیکن جرم کے سنگین ہونے کی صورت میں مجرم کے خلاف زیادہ سختی سے کام لیا جاتا تھا۔ قدیم زمانے کی تحقیقات کے صرف چند طریقے تھے اور ضابطے کی رسمی باتوں کی بہت پابندی کی جاتی تھی چند اصطلاحات اور کارروائیوں پر جن کو اُس زمانے کے رسم و رواج نے مقرر کر دیا تھا بہت زور دیا جاتا تھا اگر کسی اصطلاح یا فقرے کے کہنے میں مجرم کی زبان بگڑ کر جاتی تو اُس کو اس کے غلطی ہونے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ اسی قسم کی تحقیقات میں بچت کا مجرم تو بری ہوتا لیکن بے گناہ اور ڈپوک بچھنس جاتا تھا۔ کسی عہدہ دار مثلاً اسقف، الڈرین، شیرف اور اُس کے نائب کی صدارت میں عدالت کھلے میدان میں منعقد ہوتی اور وہاں جرائم کی تحقیقات ہوتی تھیں۔ بعض اشخاص سے سوتار (منصفین) کا کام لیا جاتا تھا اور یہ لوگ تحقیقات کے طریقے کو معین کرتے تھے اور ان کی اس تجویز کا نام ڈوم (Doom) تھا۔ یہ لوگ نہ تو مقدمے کے واقعات کو سنتے اور نہ ملزم کی مجرمیت یا بے گناہی کا فیصلہ کرتے بلکہ کس طریقے سے مقدمے کی تحقیقات ہونی چاہیے اس کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرتے تھے۔ اگر ملزم الزامِ مشوبہ سے انکار کرتا یعنی مستغیث کو جھٹلاتا تو سوتار بجائے واقعات کو جانچنے کے معاملے کا تصفیہ کسی کرامت یا فوق العادت امر پر منحصر کرتے تھے۔ ذیل کے طریقے پر ہر ایک الزام کی تحقیقات ہوتی تھی۔ فریقین عدالت میں حاضر ہوتے۔ مستغیث مقررہ الفاظ میں ملزم کے خلاف زبانی استغاثہ پیش کرتا اور حلف یا گواہوں کی شہادت سے یا اپنے جسم کے زخموں کو دکھا کر وہ اپنے بیان کی تائید کرتا تھا۔ ملزم مقررہ الفاظ اور مقررہ طریقے سے مستغیث

قدیم زمانے میں تحقیقات کے کیا طریقے تھے۔

کے بیان سے انکار کرتا اس پر سوتار کی جانب سے ثبوت الزام کا طریقہ تجویز ہوتا تھا یعنی یہ لوگ اپنا فیصلہ (دوم) سناٹے کہ فریقین میں سے کس فریق کو اور کس طریقے سے اپنی بے گناہی ثابت کرنی چاہیے۔ اس لیے تحقیقات سے پہلے فیصلہ صادر ہوتا تھا عموماً ثبوت کا بار مدعی علیہ یا ملزم پر ڈالا جاتا اور جب تک خدا کی طرف سے اس کی بے گناہی کا اظہار نہ ہو وہ خطا کار متصور ہوتا تھا اگر وہ اس آزمائش میں کامیاب ہو جاتا تو جھوٹے مستغیث پر جرمانہ کیا جاتا تھا اور اگر ملزم خدا کی طرف سے مجرم قرار پاتا تو اس کے جرم کی سنگینی کے لحاظ سے اسکو جسد مانے یا کسی اور قسم کی سزا دی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ دروغ حلفی کے سبب سے اس کی سزائیں اور بھی زیادتی ہوتی تھی؛

حلف

اثبات جرم کے دو طریقے تھے حلف اور آزمائش غیبی اسی طرح رد الزام کی بھی دو صورتیں تھیں۔ ملزم اکثر حلف اٹھانے کے سوائے اپنی صفائی میں دوسروں کی شہادت بھی پیش کر سکتا تھا لیکن اس کے گواہ اس کے بیان کی تائید کرنے کے بجائے اپنے حلف سے اس کے حلف کی تصدیق کرتے اور اس لیے وہ دہمویہ میں حلف کہلاتے تھے اور اس طریقہ ثبوت کا نام ویجر آف لائے تصدیق حلفی تھا۔ چونکہ اس قسم کے گواہوں کو اصل میں ملزم کی چال چلن کی تصدیق کرنی ہوتی تھی اور ان کو مقررہ الفاظ میں حلف اٹھانا پڑتا تھا اور یہ کام نہایت نازک تھا اس لیے لوگوں نے اس کو ترک کر دیا اور بارہویں صدی تک آزمائش غیبی رائج ہو گئی، آزمائش آب میں ملزم کے ہاتھ پیر باندھ کر اس کو پانی میں پھینک دیا جاتا تھا۔ جس طرح پانی بذات خود پاک کرنے والی شے ہے اور کسی نجاست یا کثافت سے ملنے کے بعد وہ اپنی خالص حالت پر قائم نہیں رہ سکتا اس لیے اس زمانے کے نیم وحشیوں کا خیال تھا کہ

آرڈیل
آزمائش غیبی

پانی ملزم کی خطا کی آمیزش کو رد کرتا ہے لہذا ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ پانی میں بے گناہ ڈوب نہیں مرنے اور مجرم جان بچا نہیں سکتا۔ اس کے سوائے آزمائش واحدہ کے دواور طریقے تھے۔ آزمائش آتش میں ملزم کو ایک پوند وزنی جلتی ہوئی لوہے کی سلاخ ہاتھ میں لیکر تین قدم چلنا پڑتا یا کھولتے ہوئے پانی میں ہاتھ ڈبانا ہوتا تھا۔ اس کے بعد اس ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر مہر کر دی جاتی تھی اور تین روز تک ہاتھ اسی طرح سر مہر رکھا جاتا تھا۔ اگر اس مدت میں ہاتھ اچھا ہو جاتا تو ملزم قصور سے بری ورنہ مجرم سمجھا جاتا تھا۔ اگر جرم سنگین ہوتا یا اُس کے ارتکاب سے ملزم کی بے رحمی و شقاوت پائی جاتی تو اس کی تحقیقات بھی نہایت سختی سے کی جاتی تھی چنانچہ ایسے ملزم کی آزمائش کے بعد دیگرے ان تینوں طریقوں سے کی جاتی تھی۔ مگر نارمنوں نے تحقیقات بذریعہ جنگ کو انگلستان میں رائج کیا اس میں فریقین مقدمہ کی آزمائش ہوتی تھی اور اس پر صرف فوجداری مقدمات کی تحقیقات میں عمل ہوتا تھا۔ مستغنیث اپنے الزام کے ثبوت میں اپنی ذات سے ملزم سے جنگ کرنے کی خواہش کرتا اور اگر مستغنیث علیہ انگریز ہوتا تو وہ الزام منسوب سے انکار کر سکتا تھا ورنہ نارمن کے پہلے بخیر مدعی کے پیام جنگ کو قبول کرنے کے اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ دیوانی نالشات میں جن کا اکثر تعلق اراضی سے ہوتا تھا مدعی کسی مشاق مشت زن کو اپنے جانب سے لڑوا کر اپنے دعوے کا ثبوت دیتا تھا اکثر زیندار اس غرض کے لئے پیشہ ور مشت زنوں کو نوکر رکھتے اور اپنے دعووں میں اپنے عوض ان کو لڑواتے تھے۔ جنگ طلوع آفتاب سے شروع ہو کر غروب تک جاری رہتی اور اگر شام ہونے کے پہلے خواہ نالش فوجداری ہو یا دیوانی مدعی یا اُس کا عوضی مدعی علیہ سے تصفیہ کرنے والا فقرہ "ایس ہار گیا" (کر لون Craven میں آبیگی التجا کرتا ہوں) نہ کہوا لیتا تو دعویٰ جھوٹا سمجھا جاتا تھا۔

جرم کی دو قسمیں ہیں قابل ادائیگی جرمانہ ناقابل ادائیگی جرمانہ ناقاضی کے عوض سوتار کا فیصلہ صادر کرنا، کراست یا فوق العادت حالت کے ذریعے سے ناشات کی تحقیق ہونا، موت، قطع اعضا یا جرمانے سے سزا کا ملنا ازمنہ و سنی کی دادرسی کے مختصات تھے لیکن تیسری دوم نے جدید اصول اور ضابطے کو رائج کر کے تحقیقات کے قدیم طریقے کو بالکل بدل دیا پھر بھی بارہویں صدی کے پہلے بادشاہ اپنی ذات سے عدل و انصاف نہیں کرتا تھا لیکن بعض مقدمات جن کے تصفیے سے مانتخت عدالتیں عبث ہوتی تھیں بادشاہ کی خاص عدالت کے لئے مخصوص ہو گئے تھے اور اسی طرح جن مقدموں کا مراجعہ مقامی عدالتوں میں نہیں ہو سکتا تھا ان کی تحقیقات و سماعت عدالت شاہی میں ہوتی تھی۔ ابتدایہ امور کے نزاعات کا تصفیہ تعلقہ ضلع، بلدیہ اور جاگیر کی عدالتوں سے ہوتا رہا لیکن جب بادشاہ کی حکومت مستحکم ہوئی اور اس کی ذات منبع انصاف سمجھی جانے لگی اسوقت قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں کا قیام ہوا اور قوم اپنی دادرسی کے لئے ابھی شاہی عدالتوں میں رجوع کرنے لگی تو

قومی عدالتیں

چونکہ انگلستان کو جوٹ، انگل، سیکسن قوموں نے مختلف وقتوں میں علیحدہ علیحدہ فتح کیا تھا اس لئے جب ریاست ویسیکن کے زیر فرمان دوسری چھوٹی ریاستیں متحد ہو کر ایک بڑی سلطنت قائم ہوئی تو ملک لامحالہ متعدد اضلاع میں منقسم ہو گیا۔ ہر ایک ضلع ایک چھوٹی (خود مختار) ریاست تھی۔ اس سے بڑا علاقہ ریاست (کنٹڈم) اور اس سے چھوٹا تعلقہ (ہند رڈ)۔ (Hundred) کہلاتا تھا۔ ان میں سے اکثر ضلع ویسٹ سیکسن قبائل کے انگلستان میں آباد ہونے سے چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستیں بن گئیں اور ان کے اطراف و اکناف دوسری چھوٹی ریاستوں کے واقع ہونے سے ان ضلعوں کے حدود

ضلع کی کیونکر
ابتدا ہوئی۔

فطرتی طور پر قائم ہو گئے تھے۔ مثلاً جن ضلعوں میں ڈائریس ولسٹن اور سمرسٹس قبیلے آباد ہوئے تھے وہ ان کے نام سے منسوب ہو گئے اور کینٹسٹ، ایسیکسٹر، سسکسٹر، سسکسٹر ڈل سیکسٹر کی ریاستوں کی حکومت خود اختیاری ویسیکسٹر کی ریاست کے ماتحت ہونے کے بعد بھی بحال رہی ایڈورڈ اکبر نے فرسبیا کو فتح کرنے کے بعد اس میں ضلع کی حکومت قائم کر دی۔ بعض مشہور شہروں کے اطراف و جوانب کی آبادیوں کی متعدد حلقوں میں تقسیم ہو کر ہر ایک شہر کے چند حلقے مقرر ہوئے اور ان چند حلقوں کی آبادی اور زمین کا نام اس شہر سے منسوب ہو کر وہاں کا ضلع قرار پایا گیا۔ ایسٹ انگلیا اور نارٹھمیریہ کے اضلاع کسی قوم یا خود مختار حکومت کے قائم ہونے سے نہیں بلکہ قدرۃً بنے ہیں اور دوسرے اضلاع کے بہ نسبت بہت دنوں بعد آباد ہوئے۔ نارٹھمیریہ قوم صوبہ ایسٹ انگلیا میں آباد تھی اس صوبے کے دو حصے ہو کر ایک حصے کا نام نارٹھک اور دوسرے کا سفک پڑ گیا۔ نارٹھمیریہ میں صرف یارک شائر کی تنظیم فتح کے پہلے مثل ضلع کے قرار پائی۔ اس کے دوسرے اضلاع اس سے بہت پہلے بنے تھے اور ان کی تاریخ علیحدہ ہے۔

تاریخ دستوری کے بعض پیچیدہ اور لاینچل مسئلوں سے ایک مسئلہ تعلق کی ابتدا کو دریافت کرنا ہے۔ اگرچہ اس کے متعلق کثرت سے مناظرے ہوئے ہیں اور کوئی صحیح نتیجہ اخذ نہ ہو سکا تاہم اس کی ابتدا کو دریافت کرنا مورخ کا فرض ہے۔ اس کے متعلق ڈاکٹر اسٹرنز کا نظریہ اکثروں کا مقبول ہے۔ ڈاکٹر موصوف ان مورخین کے زمرہ میں ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ انگریزی دستور حکومت جرمنوں کے ساتھ جرمنی سے آیا اور جب سے کتاب «جرمانیہ» تصنیف ہوئی اس طرز حکومت کا سلسلہ چلا آ رہا ہے۔ اس کی ترقی کبھی رکینے نہیں پائی۔ اس نظریے کے بموجب اس گروہ کا بیان ہے کہ ایڈگر صلح جو

تعلق کی ابتدا

نے سب سے پہلے تنظیم تعلقہ کے متعلق ایک فرمان موسوم بہ "منشور تعلقہ" جاری کیا تھا۔ اس فرمان کے اُس زمانے کی تاریخ میں تعلقہ کا نام کسی اور مقام پر پایا نہیں جاتا۔ لیکن نہایت قوی شہادت قیاسی کی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ ایڈگر کے تین سو سال پیشتر ایک چھوٹی ریاست کی حیثیت سے تعلقہ ارض انگلستان پر موجود تھا۔ چنانچہ ایٹمھاسٹن کے قوانین سے ریف (حاکم تنظیم Reeve) اور سپرنٹنڈنٹ (ضلع) کا پتا ملتا ہے۔ ریف کی مجلس (جیمو Gemot) چار ہفتوں پر ایک بار منعقد ہونے کی نسبت ایڈورڈ اول کا بھی قانون تھا۔ وٹھراڈ (Whitraed) بادشاہ کنیٹ کے قوانین میں جو سنئے میں نافذ ہوئے تھے "سایرری وان" اور انی بادشاہ ویلیکنہ کے قوانین میں جو وٹھراڈ کا معقر تھا "سرین" اور شائر پائے جاتے ہیں۔ اس زمانے میں لفظ شائر کے مختلف معنی تھے۔ ان سے بھی پہلے ٹوڈیر اور ایڈرک کے قوانین سے پایا جاتا ہے کہ اگر ایک شخص کو دوسرے کے خلاف کسی جرم کی نسبت نالش کرنی ہوتی تو اُس کو مٹھل (Methel) - شیرف یا ٹھنک (Thing) - تعلقہ سے رجوع کرنا ہوتا تھا اور مستغیث کے حق میں عدل و انصاف سے پیش آنا اس عہدہ دار کا فرض تھا۔ ان کے علاوہ سیکسن انگریزوں کی بعض کتب دیہی میں جو ساتویں صدی میں مرتب ہوئی تھیں الفاظ ریجینیز (Regiones) - قطعات ملک (درج ہیں جن سے اس زمانے کے ہنڈریڈز (Hundreds) - تعلقے مراد ہو سکتے ہیں۔ ہنڈ نے بھی ایسے قطعات ملک (ڈسٹرکٹس - Districts) کا ذکر کیا ہے جو اُس زمین رہائیڈ (Hyde) سے بڑے ہوتے تھے جس پر ایک خاندان بستا تھا اور ایک چھوٹی ریاست یا ضلع سے جم جوئے ہوتے تھے۔

اگر تعلقے کی ابتدا کے متعلق ہم اس سے زیادہ تحقیق کریں تو ہم کو محض قیاسات سے کام لینا پڑتا ہے لیکن ہم کو صرف انہی قیاسات

پر عمل کرنا چاہیے جن سے مخالطہ ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ بہر طور اکثر مغربین کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس قطعہ زمین کو دسویں صدی میں بھنگ کہتے تھے وہی اس زمانے کا تعلق ہے۔ ڈاکٹر اسٹینر کا عقیدہ ہے کہ تعلقہ ابتدا میں سوسپاہیوں کی بستی کا نام تھا۔ کتاب الاجرانیہ میں چھٹی صدی کے ایک سو قدیم فرانسیسی سپاہیوں کی آبادی کو سینٹیٹنا (دیک صد) اور چوتھی اور پانچویں صدی کے اسی قسم کے قطعہ آبادی کو میلس (Mallus) لکھا ہے بناء علیہ ڈاکٹر اسٹینر نے انگلستان کے ہینڈ ریڈ کو الاجرانیہ کے پیکس (Pagus) کا شبیہ سمجھا۔ ہر ایک پیکس میں اس کا حاکم جو ڈشہزادہ کہلاتا تھا سوا سیسہ دس یا قانون دانوں کے ساتھ عدالتی کاروبار انجام دیتا تھا۔ شہزادہ عدالت کا صدر ہوتا اور اسیسہ قانون بیان کرتے تھے۔

لیکن فوسٹل کے کو لائٹر صاحب کے قول کے مطابق اگر ڈاکٹر اسٹینر کے متشابہات پر تاریخی نظر سے تبصرہ کیا جائے تو ان کے خیال کی اصلیت باقی نہیں رہتی۔ کتاب الاجرانیہ میں جس جمہوری اور مقامی دادرسی کے طریقے کا ذکر ہے نقاد صاحب مذکور اس کو رد کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ شہزادہ اور اس کے سو قانون دان معاویہ حقیقت میں دورہ کرتے والے عہدہ دار تھے پہلا شخص فیصلے کرتا اور دوسرے اشخاص اس کو اس کے فیصلوں میں مشورہ دیتے اور اس کے تصفیوں کی تصدیق کرتے تھے۔ اسی طرح میلس کی عدالت میں جمہور کے ذریعے سے مقدموں کے فیصلے ہونے کا انھیں انکار ہے ان کا دعویٰ ہے کہ عدالت مذکور سے فرانسیسی (فرانک) رومی، پادری اور غیر پادری آزاد اور غیر آزاد سب کے حق میں برابر کا انصاف ہوتا تھا۔ اصل میں یہ ایک شاہی عدالت تھی اور اس کے عدل و انصاف سے کل قومیں اور نسلیں برابر فیض پاتی تھیں اس میں قانون رومی اور فرانسیسیوں کا قانون دونوں جاری تھے۔

سین ٹینا کی نسبت وہ کچھ کہنا نہیں چاہتے اس لیے کہ پولس کے اغراض سے ملک کی ایسے متعدد حلقوں میں تقسیم ہوئی تھی اور ہر ایک حلقے میں سو پولس کے جوان رکھے گئے تھے۔

علامہ میٹ لینڈ کا خیال ہے کہ جرمن قبیلوں نے سب سے پہلے جنوبی انگلستان کے ضلعوں کو آباد کرنا شروع کیا۔ ان اضلاع میں وِل (Vill - قصبہ) اور ہنڈریڈ کی ایک ہی وقت میں ابتدا ہوئی اور دونوں مساوی رقبے کے ہوتے تھے۔ اگرچہ تاریخ سے ان کے نزدیک قصبے میں مقامی عدالت کا ہونا ثابت نہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آسکتی کہ ایک زرعی آبادی اپنے طریقہ کاشت اور رسم و رواج کے امور کے تصفیے کے لیے باہر والوں سے اضافہ کی خواہش گزار ہوتی ہوگی۔ ہمارے خیال میں علامہ میٹ لینڈ کو اس طرح نتیجہ اخذ کرنے کی ضرورت اس لیے ہوئی کہ چھوٹے سے چھوٹا حلقہ آبادی جس پر ضلع کا اطلاق ہوتا تھا بہ نسبت تعلقی کے رقبے میں بڑا ہونا تھا لیکن انگلستان کے صوبہ متوسط اور شمال و مغرب کے اضلاع جنوب کے ضلعوں سے بڑے تھے اس بنا پر علامہ موصوف نے جنوبی تعلقات کو دیہات کے مساوی (ہم رقبہ) تصور کیا ہے۔ علاوہ بریں ہمارے خیال کی تائید بعض ایسے قصبات سے ہوتی ہے جو ایک دوسرے کے متصل آباد ہیں اور متعدد قصبوں کا ایک ایک مجموعہ بنا ہے ہر ایک مجموعہ اور اس کے منفرد قصبوں کا ایک ہی نام ہے لیکن ایسے کل مجموعوں کے مختلف نام ہیں جسکے سبب سے ایک مجموعہ قصبات دوسرے سے علیحدہ سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ ذیل کے مواضع ہمارے استدلال کے موافق ہیں۔ لیم ریجس - بری ریجس - لینگٹن - میٹر ورس اور ورٹھ میٹر ورس (Lyme Regis, Berris Regis, Langton Matravers, & Worth Matravers)

مبصرین کا خیال ہے کہ ابتدا میں ایک قبیلہ ایک گاؤں میں آباد ہوا

اور جب آبادی کی کثرت ہوئی تو اسی قبیلے کی مختلف شاخوں نے پہلے قصبے کے ارد گرد اور گاؤں آباد کیے چونکہ پہلے قبیلے کے افراد ان جدید قصبوں کو بساتے تھے اس لیے ایک مجموعے کے کل قصابات پہلے قصبے کے نام سے مشہور ہو گئے۔ علاوہ بریں جنوب انگلستان میں آبادی زیادہ تھی ایک ایک برادری کے لیے ایک ایک گاؤں کافی نہیں تھا لہذا وہ قرب وجوار کے مختلف دیہات میں پھیل گئی اور ایک ایک قبیلے سے ایک ایک مجموعہ قصابات آباد ہو گئے بناؤں علیہ مجموعہ قصابات یعنی تعلقہ بلحاظ برادری جنوب انگلستان میں ایک موضع کے برابر سمجھا گیا لیکن اصل میں جیسا کہ ہم بتلا چکے ہیں دونوں میں فرق تھا۔

ہمارے خیال میں ملک شمال و مغرب کے تعلقات کو جماعت مزارعین نے آباد نہیں کیا۔ اس رائے سے علامنٹ ہیٹ لینڈز کو بھی اتفاق ہے۔ چنانچہ جنوب کے تعلقات کا اوسط رقبہ دو تین مربع میل ہوتا اس کے برعکس لنکاٹائر کے تعلقات کا اوسط رقبہ اکثر تین سو مربع میل ہوتا تھا اس کے سوائے ان بڑے تعلقات کے مشاہدے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو بے ہوشی سے زیادہ عرصہ نہیں گزرا ایک قوی قیاس کی بنیاد پر ہم سمجھتے ہیں کہ فتح کے بعد جب بادشاہ وے سیکز کی حکومت میں ملک کے اور حصے آ گئے تو اس نے ان کو بھی مثل جنوبی انگلستان کے اختیار خود انتظامی دیے اور تعلقات ہی اس زمانے میں ملک کے سب سے چھوٹے خود انتظامی حصے سمجھے جاتے تھے لیکن آبادی کم ہونے سے اور حسب مناسبت مقام حدود قائم کر دیے جانے سے شمال و مغرب کے تعلقات کے رقبے بہ نسبت جنوبی تعلقات کے بہت وسیع قرار پائے۔

ابنہ ابیں ملک کے سب سے چھوٹے خود انتظامی حصوں

کے لیے کوئی مخصوص اصطلاح نہیں تھی۔ کینٹ میں اس طرح کے
 قطعات لیتھس (Lathes) کہلاتے تھے۔ شمال کے چار ضلعوں
 میں ان کا نام وارڈ (Ward) تھا۔ یارک شائر، لنکن، ڈاربی اور
 نارٹھمپٹن، ہائٹنگم شائر اور لیڈسٹر میں یہ سپین ٹیک (Wapentake)
 کے نام سے مشہور تھے۔ ان ناموں کے جس قدر ملک کے حصے تھے وہ
 خاص اغراض سے بنائے گئے تھے اصل میں یہ آبادی کے حلقے
 تھے یعنی شائر یا ڈسٹرکٹ مثلاً شہر یارک کے سات حلقے شائر
 کہلاتے تھے اور ایسا ہی انتظامی وجوہ سے کارن وال کی سات قسمتوں
 میں تقسیم ہوتی تھی۔ اگرچہ ابتدائے الفاظ شائر کا اطلاق شہروں کے قسمتوں اور تعلقات
 پر بھی ہوتا تھا لیکن اس کو بعد ازاں چھوٹی ریاستوں اور انگلستان متفقہ کے
 بڑے بڑے خود انتظامی قسمتوں کے لیے جو چھوٹے حلقوں کے نمونے
 پر بنائے گئے تھے محدود کر دیا گیا چھوٹی قسمتوں کے لیے ہنڈریڈ یا
 سپین ٹیک کا لفظ استعمال ہونے لگا لیکن بعض مقامات میں کچھ مقامی
 ناموں کی خصوصیت سے تعلق کے لیے بھی ضلع کا لفظ استعمال ہوتا رہا۔
 جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے قدیم فرانسیسیوں کے سین ٹینا (Centena)
 کی مشابہت پر ہنڈریڈ کی اصطلاح قرار پائی۔ لفظ سپین ٹیک اہل
 اسکاٹلینڈ کی نیویا کی انگلستان پر حکومت کو یاد دلاتا ہے۔ ان دونوں قطعات
 ملک کا ایک ہی طرز کا انتظام تھا۔ اجرائے محصولات و داری اور کوٹوں
 کے لیے یہ تعلق اپنا آپ انتظام کرنے تھے اور اس لیے ملک کے
 سب سے چھوٹے خود انتظامی حصے سمجھے جاتے تھے۔ اختیار خود
 انتظامی میں تعلق سے بڑھ کر ضلع کا درجہ تھا۔

ضلع اور تعلق کی عدالتوں کی ایک سی ترکیب اور اختیارات
 تھے لیکن عدالت ضلع کے اختیارات حدود ارضی بہ نسبت عدالت تعلق
 کے بہت زیادہ وسیع ہوتے تھے۔ ازبکہ ان عدالتوں سے صرف
 طریقہ تحقیقات کی تجویز ہوتی تھی اور کسی شخص کی مجرمیت یا بے گناہی
 اختیار

تعلق اور ضلع

کی عدالتیں

(۱) ان کے

اختیارات

یا کسیکے حق یا ناحق پر ہونے کا تصفیہ نہیں ہوتا بلکہ ان امور کا فیصلہ خدا پر چھوڑ دیا جاتا تھا اس لئے عدالت تحت کے فیصلے کی ناراضی کا رافعہ عدالت بالا میں نہیں ہوتا تھا۔ اگر کسی کے دعوے کا ایک وقت معینہ میں عدالت تعلقہ سے تصفیہ نہیں ہوتا تو وہ عدالت ضلع میں رجوع ہوتا اور اگر وہاں بھی طوالت ہوتی یا فیصلہ کرنے سے انکار ہوتا تو مدعی بالآخر بادشاہ سے داد رسی چاہتا تھا۔ لیکن سیکسن سلاطین اصول داد رسی کو ملحوظ رکھ کر مقدموں کو مقامی عدالتوں میں واپس کر دیتے تھے۔ یہ بادشاہ کا رخصتہ کو اپنے ذمے لینا نہیں چاہتے تھے بلکہ داد رسی کی نگرانی کو اپنا فرض خیال کرتے تھے ان کی کوشش تھی کہ رعایا فیوض عدالت سے محروم نہ رہنے پائے۔ مقامی عدالتیں ہر ایک قسم کے مقدمے کی سماعت اور تصفیہ کی بجائے ان میں ٹکے کے رسم و رواج پر فیصلہ ہوتا تھا۔ اور بادشاہ عدالت سے اپنی آمدنی کی خیر منانہ تھا۔

عدالت ضلع کا سال میں دو مرتبہ اور عدالت تعلقہ کا چھ مہینے میں ایک دفعہ اجلاس ہوتا تھا۔ بحیثیت نائب شاہ ضلع کی عدالت کا میر جلیس شریف ہوتا تھا۔ ایڈگر کے حکم سے ضلع کے اسقف اور ایڈمرین بھی اجلاس میں شریک ہوتے تھے۔ شریف کے نائب کی حیثیت سے تعلقہ کا ریف یا جیریفا عدالت تعلقہ میں صدارت کرتا تھا۔ دونوں مقاموں کی عدالتوں میں فصل خصوصیات کا کام وہاں کے کل سوتارا اہم دیتے تھے۔ نارمن فتح کے پہلے ان عدالتوں کی جو ترکیب تھی اس کی نسبت ہمارے معلومات کا وزیر جموعہ قوانین ہنری اول ہے۔ اس کے مولف نے اس مجموعے میں نہایت قابلیت سے ان سب قوانین کو جمع کیا ہے جو ایڈورڈ نائب نے نافذ کیے تھے اور جن میں نارمن بادشاہوں نے ترمیم و اضافہ کیا تھا اس کتاب کے بموجب عدالتوں کے قرب و جوار کے کل مالکان اراضی اور سرکاری عہدہ داروں کو عدالت میں حاضر ہونا پڑتا تھا۔ مالکان اراضی کے

اس مقام پر مختلف معنی ہیں لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اس سے مراد کل فری ہولڈرز یعنی زمیندار تھے بڑے زمیندار اپنے عوض اپنے عمال کو عدالت میں حاضر رکھنے کے مجاز تھے اور اگر کوئی بڑا زمیندار یا اس کا نائب کسی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتا تو ان لوگوں کی اور ہر ایک قصبے کی نیابت مقامی عدالتوں میں قصبے کے پادری اور چار سنجیدہ خوش فہم اشخاص سے ہوتی تھی۔ اس کے سوا جو لوگ منفرداً نہیں طلب ہوتے تھے ان کی نیابت بھی یہی اشخاص مذکور کرتے تھے۔ قصبے کے نائبوں کا مقامی عدالتوں میں حاضر ہونا قابل غور امر ہے اس لیے کہ اس واقعے کی بنیاد پر مورخین کا قیاس ہے کہ شاید سیکسن انگریزوں کے دور میں بھی انتظام سلطنت میں جمہور کی نیابت ہوتی تھی اگرچہ ہنری اول کے قوانین سے ہر ایک ضلع کے باشندوں کی وہاں کی عدالت میں نیابت کرنے کا پتہ ملتا ہے لیکن اس دعوے کی کہ سیکسن ادارت نہ صرف ابتدا میں بلکہ ان کے عہد کے اختتام تک جمہوری اصول پر مبنی تھے زیادہ تصدیق نہیں ہوتی۔ فتح کے پہلے کے حالات کا اب سراغ لگانا ممکن نہیں۔ اگر ہم زمانہ قبل فتح کے واقعات اور اس شہادت سے جو ہم کو ویسی ادارات اور ویسیوں کی تحریرات سے بہم پہنچتی ہے ہنری اول کے قوانین کی تائید و تصریح کریں تو دو عواید مذکور بالکل بے اصل ثابت ہوتا ہے۔ بہر حال قیاسات اور دلائل اس موقع پر زیادہ مفید نہیں ہو سکتے جو کچھ ان قوانین سے مواد ملتا ہے وہ یہ ہے کہ ہنری اول کے عہد میں اور نارمن فتح کے ایک سو سال پیشتر مقامی عدالتوں میں کل مشہور اور لا سبر برآوردہ اشخاص، شریک ہوتے تھے اور ان عدالتوں کے ضابطے اور رسم و رواجات ان قوانین میں جو ایڈورڈ نائب اور ہنری اول کے نام سے منسوب ہیں سرسری طور پر بیان کیے گئے ہیں تو ڈاکٹر اسٹیمپر خیال کرتے ہیں کہ کام میں سہولت پیدا کرنے کی

عرض سے کل سوتار کے عوض اُن کے بارہ آدمیوں کی کمیٹی سے
ججوں کا کام لیا جاتا تھا۔ چونکہ ایڈگر کے قانون کی بنا پر کل بیع و شری اور
نین دین وغیرہ بارہ منتخب گواہوں کے روبرو ہوتی تھی اور ایٹھ سال
کے قانون کے مطابق ہر ایک قلعہ میں وہاں کے بارہ مغیر زمینداروں
کے سپرد وہاں کے زمین اور مشتبہ اشخاص کو عدالت میں چالان
کرنے کا کام تھا اسی طرح ریجز اور الائی (Ratsey & Ely) میں
جو مشرقی انگلیا کے ضلع کی عدالتیں تھیں چھتیس بیرن مقدموں کا
تصفیہ کرتے تھے اس لیے ڈاکٹر موسوف نے ان واقعات کی
بنا پر قیاس مذکورہ قائم کر لیا۔ مگر اس قیاس کے ثبوت کے لیے
یہ دو تین نظیریں کافی نہیں ہو سکتی ہیں کیونکہ بعض مقامات میں
رسم و رواج کی بنا پر یا انتظامی ضرورت سے کچھ مدت کے لیے
عدالتی کام اُن بارہ یا چھتیس اشخاص کے سپرد کیا گیا تھا جن کا
ابھی ذکر ہوا ہے

نارمن فتح کی بدولت مقامی عدالتوں کی ترکیب میں بہت کچھ
تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ عدالت ضلع سے آلڈرین کی صدارت موقوف
ہو گئی۔ چونکہ ولیم اول نے مذہبی عدالتوں اور ملکی عدالتوں میں فرق کر دیا
تھا اس لیے ضلع کے اسقف نے بھی شرکت عدالت ترک
کر دی بنا علیہ کل مجلس کا شریف تنہا مالک بن گیا اور اس لیے پہلے
کے بہ نسبت اُس کے عہدے کی اہمیت اور شان بڑھ گئی۔ اس دور میں
شریف اپنے سابقہ فرائض کے سوا ادنیٰ درجے کے جاگیرداروں
سے محصولات و رسوم جاگیری وصول کرتے لگا جنگ میں فوج روٹھ
(فوج قومی) کی افسری اس کو ملنے لگی اور ادنیٰ درجے کے فوجی معطلی لہم
اس کے علم کے پیچھے جمع ہوئے گئے۔ اس کے بعد کی صدی میں
وادرسی اور کوتوالی کی نسبت اس کے اختیارات میں بتدریج اضافہ
ہونے لگا۔ اس بنا پر اس زمانے کے امرا (بیرن) اس خدمت کے

قومی عدالتوں
پر فتح نارمن کے
اثرات

(شیرف کی
خدمت کا زیادہ
اہم اور شاندار
ہونا)

پانے کی آرزو کرتے تھے اور اس کے موروثی ہو جانے کا خوف لگا رہتا تھا۔ فتح کے بعد جاگیرى عدالتوں کا قیام ہوا اور اگرچہ نارمن سلاطین نے ان مقامی عدالتوں کو جاگیرداروں کے عدالتی اختیارات کے ٹوٹنے کی غرض سے قائم رکھا تھا لیکن فتح کی بدولت ان کا خاتمہ بھی ہوا۔ اور وہ اس طرح کہ بادشاہ کے جانب سے صوبے کی عدالتوں میں دست اندازی ہونی شروع ہو گئی۔ «مقدمات تاج» کو اپنے لیے مخصوص کر لینے سے جس قدر دادرسی کا فوجداری مقدمات سے تعلق تھا وہ بادشاہ کے ہاتھ میں چلی گئی اور ضلع و تعلقے کی عدالتوں سے شاہی عدالتوں میں مقدمات کے منتقل ہونے سے ان دونوں عدالتوں میں ضعف پیدا ہو گیا۔ اس کے سوائے شاہی عدالتوں میں ان مقامی عدالتوں سے زیادہ نصف جلد ہوتے تھے اور جو لوگ تخت کی عدالتوں کے فیصلوں سے ناراض ہوتے تھے ان کا مراجعہ بھی شاہی عدالتوں میں ہوتا تھا اس لیے مقامی عدالتوں کا کام بہت ہی کم رہ گیا تھا۔

حوال عدالت
تعلقہ۔

فتح کے پہلے سے ضلع اور تعلقے کی عدالتوں میں فرق پیدا ہو گیا تھا لیکن فتح کے بعد سے دونوں کے تاریخی حالات زیادہ مختلف ہو گئے۔ اکثر تعلقات رعایا کو عطا کر دیے گئے تھے۔ عدالت تعلقہ کی صدارت ریف کے محض امیر (جاگیردار کے عامل) نے کرنی شروع کر دی۔ گیارہویں صدی کے بعد غیر سرکاری عدالتوں کی کثرت ہونے سے عدالت تعلقہ کا مرجعہ بہت کم ہو گیا۔ ہنری دوم کے عہد میں ضابطہ عدالت کی اصلاح ہو جانے سے زیادہ اہم دیوانی مقدمات کے لیے عدالت ضلع مخصوص ہو گئی اور فوجداری مقدمات کا بادشاہ اجارہ دار بن گیا اس طرح تیرہویں صدی تک تو عدالت ضلع میں صرف قرضے کے ادنیٰ ادنیٰ دعوے اور ایسی فوجداری نالیشیں جن کی سزا ادائی تاوان (یا ہرنج) پر مبنی ہوتی تھی پیش ہونے لگیں اور ان کاموں کے لیے ہر تیسرے ہفتے کو اس کا اجلاس ہونے لگا۔ لیکن جتنا جتنا عدالت

تعلقہ قمر گناہی میں ڈوبتی گئی اتنا ہی عدالت ضلع کے کام میں اضافہ ہوتا گیا۔ اگرچہ ہنری اول کے قوانین کی رو سے عدالت ضلع چھ چھ مہینے بعد اجلاس کیا کرتی تھی لیکن منشور اعظم کی شلٹن کی اشاعت سے ان عدالتوں کا مہانہ اجلاس مقرر ہوا اور ہنری دوم کے ایک فرمان کی بنا پر اصلاح کی اہمیت کی عدالتیں ہر دوسرے ہفتے میں اجلاس کرنے لگیں۔ اگرچہ نوٹ ہیں اضافہ اور ہنری اول کے قوانین میں عدالت ضلع کے لئے شش ماہی اجلاس مقرر کیا گیا تھا لیکن یہ عدالت اس مدت کے پہلے بھی حسب ضرورت منقذ ہو سکتی تھی۔ مگر جب سے یہ مہانہ اجلاس کرنے لگی اس وقت سے اس کے مخصوص اور بڑے بڑے اجلاسوں کے لئے بڑے اضلاع کا لفظ مخصوص ہو گیا۔ دیوانی اور فوجداری دونوں کام شریف انجام دیتا تھا اور اگرچہ ضابطے میں تحقیقات کی چند صورتیں مقرر ہو جانے سے اکثر دورہ کرنے والے نظامے عدالت فوجداری مقدمات کا نصفیہ کرنے لگے تھے علاوہ برائیں فوجداری مقدمات کو بادشاہ اپنے لئے مخصوص بھی کر چکا تھا باوجود ان سب باتوں کے شریف کا کل وقت دیوانی مقدمات کے نصفیوں میں صرف ہو جاتا تھا بالآخر قانون ۱۲۷۸ء گلاسٹر کے ایک فقرہ کی تعبیر کی بنا پر شریف کا دیوانی مقدمات کو سماعت کرنے کا اختیار محدود کیا گیا۔ اس قانون کی رو سے ایسے دعویٰ جن کی مالیت چالیس شلنگ سے کم ہو، قابل سماعت بادشاہ قرار دئے گئے تھے لیکن اس کی تعبیر اس طرح کی گئی کہ ایسے تمام دعویٰ جن کی مالیت چالیس شلنگ سے زیادہ ہو ان کو سماعت کرنے کی صرف شاہی عدالتیں مجاز ہیں۔ قانون مذکور کے دفعہ مذکور کی اس طرح تاویل ہوتے ہی مقامی جاگیریں اور قومی عدالتوں کے لئے پیام اجل آپہنچا۔ چونکہ اگلے زمانے میں روپے کی قیمت بہت زیادہ تھی اس لئے ایک ورڈ اول کے عہد میں شاہی عدالتوں کی سماعت کے لئے مقدمے کی مالیت کا چالیس شلنگ کے اوپر تعین کیا جانا ان عدالتوں کی شان کے منافی نہیں ہو سکتا تھا کہ

شیرف کی
عدالت

کام کے کم رہ جانے اور اختیارات کے سلب ہونے کے بعد بھی شیرف چند فوجداری مقدمات کی تحقیق کرتا تھا۔ سال میں دو دفعہ وہ اپنے ضلع کے کل تعلقات کا دورہ کر کے اس امر کی متیج کرتا تھا کہ جن لوگوں کو اپنے معشر (Tithing) میں رہنا چاہیے وہ اس میں رہتے ہیں کہ نہیں۔ ایسے موقع پر جو عدالت کہ شیرف کے لئے منعقد ہوتی اُس میں نہ صرف معمولی سوتار حاضر رہتے بلکہ قصبات کے ٹائڈے اور سرداران معاشرہ بھی شریک ہوتے تھے معائنہ ضمانت اسن کی ابتدا ہنری اول کے عہد میں ہوئی تھی لیکن زمانہ زیر تحریر میں بھی یہ طریقہ جاری رہا۔ ہنری دوم نے اس کو اور بھی اہم بنا دیا۔ مشور کارٹڈن بابت ۱۱۶۷ء کی بنا پر ہر ایک ضلع اور قلعے کے ملزمین کی تحقیقات دورہ کرنے والے قضاۃ اور شیرف کے ذریعے سے ہونے لگی۔ فرمان مذکور کی رو سے ہر ایک قلعے کے لئے بارہ اور ہر ایک قصبے کے واسطے اُس کے منظم اریف اور چار شخصوں کو اپنے علاقے کے ملزمین کے خلاف چالان کرنے کا کام سپرد کیا گیا۔ قلعے کی اُس بڑی عدالت میں جہاں شیرف پہلے ضمانت اسن کی تحقیق کرتا تھا اب جرائم کی دریافت کے لئے اُس کا اجلاس ہونے لگا اور اس کچہری کا نام عدالت شیرف (Sheriff's Tournorleet) پڑ گیا۔ ہمارا اگمان غالب ہے کہ شیرف مروجہ ضابطے سے جرائم کی تحقیقات کرتا تھا۔ جن لوگوں کے سپرد اپنے ہمسایوں کے خلاف جبکہ وہ از نکاب جرائم کے مشتبہ ہوں چالان پیش کرنے کا کام تھا ان لوگوں نے انھی ہمسایوں کے خلاف جھوٹے قصبے بیان کرنا شروع کر دیے۔ قلعے کے بارہ مجاز شخصوں کی جوڑی کے سامنے نابین قصبات ملزمین کے خلاف چالان پیش کرتے تھے۔ سرسری تحقیقات کے بعد یہ ابتدائی جوڑی بعض چالانوں کو منظور اور بعض کو نامنظور کرتی اور منظورہ چالانوں کو وہ شیرف کی عدالت میں پیش کرتی تھی لیکن شیرف تمہا اس امر کا تصفیہ کرتا تھا کہ کن مقدمات کو دورہ کرنے والے قضاۃ کے سامنے پیش کرنا چاہیے اور کون اُس کی سماعت کے قابل ہیں۔ دوسری قسم کے مقدمات

۱، معائنہ

ضمانت اسن

(۲) ملزمین کا

چالان ہونا

میں سوتار کی جانب سے زمین کے لیے جبرمانہ پختہ ہو کر رہا کر دیئے جاتے تھے۔ ایک عرصے کے بعد شیرف کے فرائض کو توالی اعزازی زوال اختیارات نظامے فوجداری کے سپرد ہوئے اور اس کے عدالتی فرائض کو دورہ شیرف کرنے والے قضاۃ انجام دینے لگے۔ مقامی قومی عدالتوں اور شیرف کے عروج و زوال کی ایک سی تاریخ ہے کہ

عدالت کی حاضری سے زمیندار بہت جلد اکتا گئے جس شخص مقامی عدالتوں کو چند ایک زمین بادشاہ یا کسی دوسرے سے ملتی ضلع اور تعلقے کی عدالتوں میں اس کا حاضر رہنا ضرور تھا اور کسی قابض یا کسان کی زمین دوسروں پر تقسیم ہوتی تو نئے قابضین پر عدالت کی حاضری لازم نہ ہوتی تھی اور اس سے حاضرین عدالت کی تعداد میں اضافہ نہیں ہوتا تھا اس کے برعکس ہرچہ یہ بات خلاف عقل تھی کہ اگرچہ زمینوں کا ایک کسان کی زمین سے الحاق ہوتا تو ان زمینوں کی مجموعی حاضری کے لحاظ سے حاضر باشوں کی تعداد میں جو ان ملحقہ زمینوں کی جانب سے عدالت میں حاضر رہتے زیادتی ہونے کے عوض کمی ہوتی تھی۔ علاوہ بریں بادشاہ کے معطلی اہم اور ان کے کسان عدالت کی حاضری سے مستثنیٰ تھے اور جو جاگیردار یا کسان حاضری عدالت سے مستثنیٰ ہوتے ان کی جاگیریں اور زمینیں "برہی از بار عدالت" ("Quit of all Shires") کہلاتی تھیں۔ اسی طرح شاہی سندات کے ذریعے سے جو شہروں کو ملتی تھیں ساکنین شہر مقامی عدالتوں کی حاضری سے مستثنیٰ کیئے جاتے تھے۔ بعض لوگوں نے عدالت کی حاضری ترک کر دی اور جب ایک عرصے تک عدالت نے ان کی بغیر حاضری سے چشم پوشی کی تو وہ حق قدامت کی بنا پر اپنی ذات کو مستثنیٰ کرنے لگے ان کا ادعا تھا کہ ہمارے بزرگ عدالت میں حاضر ہو کر عدالتی کاروبار انجام نہیں دیتے تھے اس لیے ہم بھی یہ کام کرنا نہیں چاہتے لہذا ہم حاضری عدالت سے معاف رکھے جائیں۔ اس کے علاوہ ان لوگوں کی شکین قلب کے لیے

جو کسی شاہی سند یا حق قدامت کی بنا پر حاضری عدالت سے معافی نہیں پاتے تھے چند اسباب پیدا ہو گئے تھے جاگیرداروں کی جانب سے ایک عرصہ سے حاضری عدالت اُن کے عمل دیکھتے تھے اور اگر یہ عمل بھی جائز نہ ہوتے تو قصبات کے نمائندے ان کی حاضری کو روک دیتے تھے لیکن ۱۷۳۶ء میں قانون مرٹن کے نفاذ سے کل آزاد آدمیوں کو اپنے ناموں کے ذریعے سے حاضر ہونے کی اجازت مل گئی اور ہر ایک بڑے جاگیردار کی کل زمین سے حاضری عدالت کا بار اٹھا کر صرف اس کے چند مخصوص ایکڑ زمین پر ڈالا گیا جس کے لیے اس کو بھی حاضری عدالت کا کام اپنے نائب سے لینے کی اجازت مل گئی۔ قانون مائل برنو نافذ ۱۷۷۶ء کے ذریعے سے ان سب لوگوں کو عدالت شریف کی حاضری سے مستثنیٰ کر دیا جس کا رتبہ نائٹ سے زیادہ تھا مگر ان مستثنیٰ اشخاص میں سے شریف جس کو چاہتا خاص طور پر طلب کرتا اور وہ حاضری عدالت سے عذر نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن جب دورہ کرنے والے قضاۃ نے ہر ایک ضلع کے باشندوں کو بلا امتیاز رتبہ واستثناء طلب کرنا شروع کیا تو ان سب مستثنیات کا خاتمہ ہو گیا پلو

قدیم مقامی
عدالتوں کا
مرتبہ جانا

مقامی عدالتوں کے موقوف ہونے کے سیکڑوں برس پہلے سے لائق اور مستعدی سے کام کرنے والے سوتار کا ان میں آنا بند ہو گیا تھا اور اسی بنا پر ان عدالتوں کی عظمت باقی نہیں رہی تھی۔ جب عدالت کا کام نئے طریقوں پر ہونے لگا اور اس کے لیے ایک ضابطہ بن گیا تو سوتار سے نظامے عدالت کا کام لینے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اہل مقدمات اور گواہوں وغیرہ کو عدالت میں طلب کرنے کے نہایت آسان اور موثر طریقے نکل آئے۔ اس کے بعد سے جس شخص کو کسی مقدمے میں کسی قسم کا تعلق نہ ہو اس مقدمے سے اس کی شرکت موقوف کر دی گئی۔ اگرچہ ان قدیم عدالتوں میں کچھ کام نہیں ہوتا تھا لیکن

یہ مسئلہ اب تک باقی رہیں۔ آبادی کے مختلف حلقوں کے لیے اس سال قانون بنکر جدید کوئی عدالتوں کا قیام ہوا، ان کو شائر و ضلع سے کوئی تعلق نہیں۔ قدیم عدالتوں سے ان کے اختیارات دیوانی سب ہو کر ان جدید عدالتوں کو ملے ہیں۔ اس قانون کے نفاذ کے بعد بھی نابینا اضلاع کا انتخاب شیروں کے منہاجہ میں قدیم عدالت ضلع میں ہوتا رہا اور اگر کسی شخص کے لیے پناہ قانون سے خارج کر دینے کی سزا تجویز ہو تو اس کا فیصلہ اسی عدالت میں سنایا جاتا تھا اور اگر اسے عدالت قانون اس طرح کی سزا کا تجویز ہونا چاہئے تو اب بھی فیصلہ اسی عدالت سے صادر کیا جاسکتا ہے۔

امراء کی عدالتیں

امراء کی عدالتوں کی دو قسمیں تھیں۔ جاگیردار اور اقلیاری پہلی قسم کی عدالتوں کو صرف دیوانی اختیارات حاصل تھے۔ امیر و نذر پانڈہ دار و کسان کے تعلق کی بنا پر ان عدالتوں کا قیام ہوا تھا۔ دوسری قسم کی عدالتوں کو علاوہ دیوانی کے فوجداری اختیارات بھی حاصل تھے بادشاہ جس شخص کو چاہتا اس قسم کے اختیارات عطا کرتا تھا اس کے لیے جاگیردار یا زمیندار ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔ اگر جب نامن فتح کے قبل بادشاہ کی اجازت کے بغیر کوئی غیر سرکاری عدالت قائم نہیں ہو سکتی تھی لیکن اس طریقے کی بنا پر کہ ہر ایک امیر سے اس کے زیر حمایت آدمیوں اور ہر ایک جاگیردار سے اس کی رعایا کے منعلق سرکاری عدالتوں میں رجن میں قانون نافذ ہو کر عمل ہوتا تھا، بائبرس ہوتی تھی اور ان کو حاضر کرنا پڑتا تھا غیر سرکاری عدالتیں قائم ہو رہی تھیں اس کے خلاف انتیاری عدالتوں کی حالت تھی۔ چنانچہ کتاب بندوبست ہے ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر تعلقات امراء وغیرہ کو عطا کر دیئے گئے۔ تھے چنانچہ ضلع و سرطر کے بارہ تعلقات میں سے سات تعلقات پر شیروں کو

امراء کی عدالتوں کا نام من فتح کے قبل انگلستان میں پایا جاتا۔

کسی قسم کا اختیار نہیں تھا جن میں سے دھائی تعلقوں پریٹیل اے بے (Battle Abbey) کے راہبوں کو عدالتی اختیارات حاصل تھے اور ان اختیارات کی بنا پر وہ ان علاقوں کی تحصیل داری دیتے تھے۔ ایڈمز صاحب (Mr. Adams) کا دعویٰ ہے کہ خانگی عدالتوں کی بنیاد ورڈ کے سبب سے ہوئی جس طرح نارمن سلاطین کو دیسیوں سے ہمدردی نہ تھی اور وہ انہی دیسی رعایا کو نارمن امرائے ظلم و تعدی کا شکار بنانا چاہتے تھے اسی طرح ایڈمز کو بھی رعایا پر امرائے مظالم کی پروا نہ تھی۔ پھر بھی نارمن فتح کے پہلے عدالت امیر ایک نیا ادارہ سمجھی جاتی تھی۔ اس عدالت کو نارمن فتح کا پیش خیمہ سمجھنا چاہئے۔ ہمارے نزدیک ایڈمز صاحب کا دعویٰ درست ہے اس لیے کہ سیکسن انگریزوں کے بادشاہ جن شرائط کے ساتھ لوگوں کو عدالتی اختیارات دیتے تھے ان کا یہی مفہوم ہے۔ اگرچہ ایڈمز سائب کے عہد کے پہلے قانونی تحریرات میں کہیں کہیں اور نوٹ کی بادشاہی کے پہلے تو الفاظ "سیک اینڈ سوک" (Sake & Soke) لکھے نہیں جاتے تھے لیکن اُس زمانے کے شاہی اسناد وغیرہ میں جہاں کہیں یہ الفاظ نظر آئے ہیں ان سے مراد اختیارات عدالت اور تحصیل عدالت ہوتی ہے لیکن علائم میٹ لینڈ کا خیال ہے کہ یہ ہم آواز الفاظ جن میں ججنیس لفظی و معنوی موجود ہے ضبط تحریر میں آنے کے بہت پہلے سے لوگوں کے زبان زد تھے۔ ان الفاظ کی ہیئت اور اثر جن کے ذریعے سے لوگوں کو شخصی عدالتیں قائم کرنے کا اختیار ملتا تھا ان شاہی اسناد اور تحریرات کے برابر تھا جن کی بنا پر رعایا کو امتیازات دیئے جاتے تھے اس قسم کا حکمنامہ شاہی گیارھویں صدی میں زبان نلکی میں تحریر ہوتا تھا لیکن اس کے قبل اسی قسم کی دستاویز یعنی سند یا کتابچہ زمین لاطینی زبان میں لکھی جاتی تھی۔ اس قسم کے اسناد و کتب تقریباً پانچ سو ابھی تک موجود ہیں اور جن کا تعلق نویں اور دسویں صدی سے ہے اور ان کی

صحت کی نسبت کسی قسم کا شک نہیں ہو سکتا۔
 ہر ایک سند و کتابچہ میں زمین عطا شدہ کا بیان اُس کے
 معطی اور معطی لہ کے نام اور غرض عطا درج ہوتی تھی اور عموماً اس میں
 ایک فقرہ امتیازات کے متعلق رہتا اور خاتمے میں کلیسا کی نفیرین اور
 ترک معاشرت کا تنبیہی فقرہ لکھا جاتا تھا جس کے سبب سے معطی
 اپنی عطا کو توڑ نہیں سکتا تھا۔ عموماً زمین کا بخشنے والا بادشاہ اور اس کا
 پانے والا کلیسا تھا اور غرض عطا بادشاہ کی روح کے لئے ایصال ثواب
 ہوتی تھی۔ ان کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک شخص دوسرے
 کو زمین منتقل کرتا تھا لیکن اصل میں زمین نہیں بلکہ معطی اہم کو شاہانہ
 اختیارات دیئے جاتے تھے۔ اس کے سوا بے بادشاہ اپنے
 روحانی فائدے کے لئے وسیع قطعات ملک جو اکثر آزاد باشندوں
 کی املاک ہوتے تھے دوسروں کو نہیں عطا کر سکتا تھا بلکہ ان پر
 جو حق حکومت و جاگیر داری اس کو حاصل ہوتا وہ دیا جاتا تھا۔ اس بات
 کی تصدیق امتیازات والے فقرے سے ہوتی ہے۔ اسناد میں اس قسم
 کے شرائط درج ہیں کہ زمین عطا سے کسی قسم کا ”جرمانہ“ وصول نہونا
 چاہئے اور عطا ہر ایک دنیوی (غیر مذہبی) خراج ادا کرنے سے بلکہ
 کل دنیوی محصولات اور زیر بار یوں سے مستثنیٰ ہے۔ لیکن بعض اسناد
 میں زمینوں پر غیر مذہبی خدمتوں کا بجالانا جیسے تین فوجی محصولوں کی ادائی
 جو بعد میں ”ضروریات ثلاثہ“ کے نام سے مشہور ہوئی لازم کیا گیا
 ہے۔ ان شرائط سے ثابت ہوتا ہے کہ بادشاہ کا نشا امتیازات
 کے عطا کرنے میں ان زمینداروں کو جو علاقہ ہائے عطا شدہ میں
 رہتے تھے دنیوی محصولات اور تحصیل کے ادا کرنے سے معاف
 کرنا نہیں تھا۔ بلکہ ان امتیازات کے دینے سے بادشاہ کا مقصد
 تھا کہ جو محصولات اور جرمانے اُس کو وصول ہوتے ہیں ان میں کا
 کچھ حصہ کلیسا کو ملا کرے۔ اس میں شک نہیں کہ عدالتی اختیارات

اور تحصیل عدالت کو پانے کا حق ان امتیازات سے بالکل مختلف ہے۔ لیکن علامہ میسٹ لینڈ بیان کرتے ہیں کہ "نظام جاگیری کے نزق کے زمانے میں بھی عدالت قائم کرنے کے اختیار سے صرف مالی ضرورتوں یعنی زر تحصیل وغیرہ کے وصول کرنے میں کام لیا جاتا تھا اس کو دیوانی اور فوجداری اختیار اس سے زیادہ تعلق نہ تھا علاوہ بریس یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مقامی عدالتوں کی شہر ف صدارت کے اُن کی تحصیل کو بادشاہ کے لئے وصول کرتا تھا اور فصل خصومات کو سونا را انجام دیتے تھے۔ لیکن جب بادشاہ نے لوگوں کو تحصیل عدالت وصول کرنے کا حق دیدیا پھر شہر ف کو ان عدالتوں سے کوئی تعلق نہیں رہا اور صاحب امتیاز اُن میں صدر بھی بننے لگا اور جرمانے اور رسوم وغیرہ کی رقوم خود لینے لگا۔ اسی طرح مقامی عدالتیں شخصی اور غیر سرکاری بن گئیں اور تعلق کے منتظم یا عامل شاہی کے عوض ان میں جاگیر داروں کے عمال صدارت کرنے لگے پو

ہم نے اسناد اراضی کی جو اوپر تاویل کی ہے اس کی تصدیق بارہویں اور تیرھویں صدی کے واقعات سے ہوتی ہے۔ اُن روایات کی بنا پر معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں بھی بادشاہ لوگوں کو قطعات ملک دیا کرتا تھا چنانچہ مرسیا کے بادشاہ آفا کے عہد میں اکثر قطعات رعایا کو عطا ہو گئے تھے۔ اس کے سوا اُسے سیکسن انگریزوں کے زمانے کے تحریرات ہیں مثلاً ایٹھکسٹن کے قوانین جن کی بنا پر بعض جرمانے اور ضبط شدہ جائیدادیں اس علاقے کے زمیندار یا امیر (Land Rica or hleford) کو ملتے تھے۔

ان قوانین سے نظام جاگیری کے دو مخصوص اصولوں کا اظہار ہوتا ہے ایک یہ کہ اُزبین کا کوئی حصہ بغیر مالک کے نہیں رہ سکتا اور دوسرے یہ کہ مالک زمین اس زمین کی رعایا اور باشندوں کے لئے وادرسی کرنے کا مجاز ہے لیکن زمانہ زیر تحریر تک

ان دونوں باتوں میں سے ایک بھی مستحکم اور مکمل نہیں ہوئی تھی چنانچہ بعض وقت تعلقے کا کچھ حصہ کسی امیر کو دیا جاتا اور وہ اس حصہ عطا شدہ میں اپنی عدالت بھی قائم کر لیتا تھا لیکن جو کسان سوتار بننے کے لئے اُس کی عدالت میں حاضر نہیں ہوتے بدیں عذر کہ ان کو تعلقے کی سرکاری عدالت میں سوتار کا کام انجام دینا ہے اُن کا عذر قبول ہو جاتا تھا اور جاگیردار مذکور اکثر اپنے اس حصہ تعلقہ کی تحصیل اور دوسرے محصولات اُس تعلقے کے سرکاری عمال کی معرفت وصول کر لیتا تھا۔ اس کے بالعکس علامہ وے لوگر آڈفٹ کا خیال ہے وہ کہتے ہیں کہ تعلقوں کے جو حصے رعایا کو عطا ہو گئے تھے اُن کی عدالتوں اور جاگیری عدالتوں میں فرق کرنا ممکن نہیں اور نارمن فتح کے ایک صدی پہلے اکثر ملزمین اپنے امتیازات کے کچھ حصے اپنے تابعین کو دیا کرتے اور ان امتیازات کے ساتھ اپنی زمینوں میں سے بھی ان کو چند زمینیں عطا کرتے تھے اس طرح ایک شخص جو ایک امیر کا کسان دیا معطل نہ ہوتا دوسرے کی عدالت کی حدودارضی میں یعنی اس کے زیر اختیار سمجھا جاتا تھا۔

فتح کے بعد ملک میں غیر سرکاری عدالتوں کی کثرت ہو گئی اور ان کے اختیارات کی بھی کوئی حد نہیں رہی۔ جب فتح کے زیر اثر ملکیت زمین اور عدالتی اختیارات کے ایک معنی ہو گئے تو ملک میں ایک نئے اصول کا رواج پڑ گیا۔ اس وقت سے یہ دونوں حقوق ایک دوسرے کے لازم و ملزوم بن گئے اور ایک کا دوسرے کے بغیر تصور نہیں ہو سکتا تھا لہذا اس زمانے سے ہر ایک جاگیردار اور امیر کے لئے اپنی رعایا کی دادرسی کے واسطے عدالت کا قائم کرنا نہایت آسان ہو گیا تھا اور عطا در عطا کے وسیع سلسلے سے جاگیری عدالتوں کی ملک میں ایک اعلیٰ و مقدس حکومت قائم ہو سکتی تھی۔ اس پر بھی اس بات کو سورا اتفاق سمجھنا چاہئے

نارمن فتح کے پہلے امریکی عدالتوں کی دادرسی تکمیل کو نہیں پہنچی تھی۔

فتح نارمن کے باعث جو تغیرات واقع ہوئے۔

کہ انگلستان کی اکثر جاگیریں عدالتیں میئر کی (یعنی امرائی) عدالتیں تھیں کیونکہ جاگیریں اصول کی بنا پر ایسا ہر ایک امیر جو متحدہ میئر کا مالک ہوتا اپنے کل فری ہولڈ رکھنے والے اسامیوں کے لئے اپنے علاقے میں عدالت قائم کر سکتا تھا اور بیرن (امرا) بھی جن کے اختیار رات کی عرضی سے جو بمقام اکسفرڈ بادشاہ کے ملا خطے میں گزری تھی ہر ایک میئر میں ایسی تین جاگیریں عدالتوں کا موجود ہونا پایا جاتا ہے جن میں سے ایک کو دوسری پر تفوق ہوا دہریہ انگلستان میں آئر (یعنی امرا) کی عدالتوں کی کمی نہیں رہی لیکن اس پر بھی جاگیریں عدالتوں کے مدارج میں فرق نہیں ہوا۔ عدم تعین مدارج کا زیادہ تر سبب یہ ہوا کہ بادشاہ امرا کے اسامیوں کو مختلف طریقوں سے جکھا کر سابق میں کیا گیا ہے متاثر کر کے ٹیکے و شوار مقدموں کو جو جاگیر کی سب سے بڑی عدالت کے واسطے محفوظ کر دئے جاتے تھے شاہی عدالتوں میں منگوالیت اختیار اور امرا جب کبھی اپنے معطی لہم کی عدالتوں کے فیصلوں کا مرافعہ سننا چاہتے تھے ان کو بادشاہ کے مقابلے میں سخت ہزیمت اٹھانی پڑتی تھی۔ اس بنا پر مالک زمین (یعنی جاگیردار) کو اس کی جاگیریں عدالت سے بہت ہی کم مالی نفع پہنچ سکتا تھا اور جاگیرداروں کو جو حق اپنی رعایا پر عدالت قائم کرنے کا ملا تھا اس سے وہ بہت ہی کم فائدہ اٹھاتے تھے، بجز اس کے کہ ہر ایک میئر کا مالک صرف اپنی رعایا پر عدالت قائم کرے اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

لیکن فتح کے سبب سے نہ تو جاگیریں اور امتیازی عدالتوں کے اختیارات کا تعین ہوا اور نہ جاگیریں عدالتیں قائم ہوئیں۔ فتح کے شروع زمانے میں اکثر امرا کے یہاں کسان تو تھے لیکن ان کی خاص عدالتیں نہیں تھیں لیکن بعضوں کے ہاں تھیں تاہم یہ عدالتیں جاگیردار اور کسان یا مالک اور مملوک کے تعلقات کی بنا پر نہیں بلکہ بادشاہ کی جانب سے ان مخصوص امرا کو عدالتی اختیارات ملنے کے سبب سے قائم ہوئی تھیں۔ بہر حال مہتری دوم کی بادشاہی کے پہلے

جاگیری اور انیازی عدالتوں میں فرق کرنا ممکن نہیں مگر اس پر بھی بعض امرا کی عدالتوں کے نہایت وسیع اختیارات تھے اور ان کے خلاف حکومت وقت کو بھی کوئی تعرض نہیں تھا۔ ان اختیارات کی بنا حق قدامت سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ ایڈورڈ اول کے تفتیش کرنے پر کہ امرا نے کن حقوق کی بنا پر عدالتیں قائم کی ہیں ان میں کے اکثروں نے جیسا کہ صدر اسقف یارک وغیرہ تھے ساہا سال کے طریقت عمل کو اپنے حق کی بنا بتلایا اور بعضوں نے جو اپنے دعوے میں حق قدامت کا حوالہ نہیں دے سکتے تھے جیسا کہ ارل وارین کا جو اسب تھا زنگ آلود شمشیر پیش کی۔ بہر تقدیر صاحبان انیازیات نے اس کثرت سے حق قدامت کو جاگیری عدالتوں کی بنا بتلایا کہ ایڈورڈ کو لامحالہ رجسٹرڈ اول کی سلطنت سے اس حق یعنی قبضے کے لئے مدت ٹھہرائی پڑی اس زمانے سے انیازی عدالتوں کے اختیارات کا تعین ہو کر ان کی صراحت ہو گئی اور دورہ کرنے والے قضاۃ کے روبرو اگر ان کے ہر ایک دورے میں امرا کی طرف سے ان انیازیات کا ادعا نہوتا تھا تو اس قسم کے عدالتی اختیارات سلب ہو جاتے تھے تو

جاگیری عدالتوں کو صرف دیوانی کے اختیارات حاصل تھے۔ جاگیری عدالتوں ان میں کوئی فوجداری کارروائی نہیں ہوتی تھی۔ قرضہ، مداخلت، بیجا اور اراضی کے مقدمات کا ان میں تصفیہ ہوتا تھا۔ لیکن ہمیری دوم کے عہد سے کل زمینداری (فری ہولڈ - Free hold) کے دعووں کے متعلق مدعی کو نالش کے پہلے بادشاہ سے خاص حکم حاصل کرنا پڑتا اور اگر وہ چاہتا تو اپنے اس قسم کے مقدمے کے لئے آسانی سے عدالت ضلع میں رجوع ہو سکتا تھا۔ چونکہ دورہ کرنے والے قضاۃ کو نقل داری (کاپی ہولڈ - Copy hold) کی زمینوں کے متعلق یا جو رسم و رواج کی بنیاد کسانوں کو دیجاتی تھیں حالات سے واقفیت نہیں ہوتی تھی اس لئے ان زمینات کے نزاعات کا تصفیہ کرنے کی صرف جاگیری عدالتیں

جاگیری عدالتوں کے اختیارات۔

مجاز تھیں۔ علاوہ برائیں ہر ایک جاگیر دار اپنے کسان کے مقابل اپنی جاگیر کی عدالت میں نزاعات زمین کے متعلق دعویٰ کر سکتا تھا اور جب اختلاف حالات کی ضرورت ہوتی تو ایک تفتیش کرنے والی جوری کے ذریعے سے وہ اپنی جاگیر کے جن رسوم کی خلاف ورزی ہوتی تھی ان کی تحقیق کر سکتا تھا۔ اس طریقے سے کسانوں کے حقوق کو کسی قسم کا گزند نہیں پہنچتا تھا اس لئے کہ وہی لوگ جو عدالت ضلع کے لئے سوتار بننے جاگیر کی عدالت میں بھی تصفیہ کرتے تھے۔ کوک کا بیان ہے کہ جاگیر کی عدالتوں کی دو قسمیں تھیں "کورٹ بیرن" (Court Baron)

زمینداروں اور

رسمی کسانوں

کی عدالتوں

میں فرق

(عدالت زمینداران) اور "کورٹ کسٹمری" (Court Customary) عدالت نقل داران)۔ پہلی قسم کی عدالت میں زمینداروں کے نزاعات ارضی کا اور دوسری عدالت میں نقل داروں کے زمینی دعوؤں کا تصفیہ ہوتا تھا۔ پہلی عدالت میں سوتار فیصلہ صادر کرتے تھے اور دوسری عدالت میں امیر (جاگیر دار) اپنے عامل کے ساتھ فصل خصومات کو انجام دیتا تھا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ نظام جاگیری کے زوال کے زمانے میں اسطرح کا امتیاز آزاد اور غیر آزاد کسانوں میں ہونے لگا اور نہ نظام مذکور کی وادرسی کی کمال ترقی کے دور میں زمینداروں (Free holders) اور

دیہاتیوں یا غیر آزاد کسانوں (Villians) کے مقدمے ایک ہی جاگیر کی عدالت میں پیش ہوتے اور ان کا تصفیہ فریقین کے ہم رتبہ لوگ کرتے تھے ہمارے نزدیک جب تک کہ تحقیقات بذریعہ جوری کا طریقہ نہیں نکلا اس وقت تک جاگیر کی عدالتوں میں زمیندار اور نقل دار یا رسمی کسان میں فرق نہیں کیا جاتا تھا۔ اس طریقے کے رائج ہونے کے بعد جاگیر دار اپنے علاقے کے کسی زمیندار کو اثبات دعوے کے لئے حلف کرنے یا دوسروں کے حلف سے اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے مجبور نہیں کر سکتا تھا لیکن غیر آزاد کسانوں پر اس کو اس قسم کا اختیار حاصل رہا۔ اور زمینداروں نے بجائے جاگیر کی عدالت کے شاہی عدالتوں

میں رجوع ہونا شروع کر دیا۔ اسی سبب سے ہر ایک جاگیر کے مختلف کسانوں کی جماعتوں میں امتیاز ہونے لگا اور چونکہ جاگیری عدالتیں کسی کسانوں کے لئے مخصوص ہو گئی تھیں اس لئے جاگیرداروں کو زمینداروں پر صرف ایک درمیانی قسم کا عدالتی اختیار باقی رہ گیا تھا یعنی اُن کے ابتدائی نزاعات ارضی جاگیری عدالتوں میں پیش تو ہوتے لیکن ان کا مرافعہ شاہی عدالتوں میں ہونا تھا۔ لیکن ہم خیال کرتے ہیں کہ جن وجوہ سے سرکاری مقامی عدالتوں کو زوال آ رہا تھا اُنھی اسباب سے جاگیری عدالتوں کا بھی انحطاط ہو رہا تھا۔ جس قدر حاضری عدالت کا بار زمین پر پڑنے لگا سو تار کی تعداد میں کمی ہونے لگی اور جاگیری عدالتوں کے اختیارات پر زوال آنے لگا یہاں تک کہ اُن کے زیر اختیار صرف غیر آزاد کسان رہ گئے۔

جو امتیازات کہ امرا کو اسناد شاہی یا حقِ قدامت کی بنا پر ملتے وہ امتیازی مختلف قسم کے ہوتے تھے۔ بلحاظ اختیارات سب سے چھوٹی عدالتوں امتیازی عدالت شریف کی عدالت کے مساوی سمجھی جاتی اور اس لئے عدالتوں «کورٹ لیٹ» (Court Leet) کہلاتی تھی۔ اسی بنا پر امتیازی عدالتوں کو ضمانتِ امن کی تحقیقات اور کوٹوالی کے انتظامی اختیارات حاصل تھے ان اختیارات کے علاوہ بعض چھوٹی امتیازی عدالتوں کو اپنے علاقہ جاگیر کے ایسے سارقوں کو جو از نکابِ جرم کی حالت میں گرفتار ہوئے سولی دیئے کا اختیار بھی تھا۔ بڑی امتیازی عدالتوں کے ان سے بھی زیادہ وسیع اختیارات تھے اور مجزہ خدو جہاری مقدموں کے جو ناشاناتِ تاج (سرکاری مقدمات) کے نام سے مشہور تھے اور جن کی تحقیقات صرف شاہی عدالتوں میں ہوتی اور جن کی آمدنی بادشاہ کو ایصال ہوتی تھی یہ بڑی عدالتیں کل قسم کے مقدمات تحقیق و سماعت کرنے کی مجاز تھیں۔ لیکن ان امتیازات کی ۶۶ء میں منسوخ ہو کر پھر کسی غیر سرکاری عدالت کو کسی قسم کا اختیار باقی نہیں رہا اور یہ اختیارات

خود مختار علاقے

دورہ کرنے والے قضاۃ کو مل گئے۔ اس پر بھی بعض بڑے اہل ان شاہی قضاۃ کو اپنے علاقوں میں عدالتیں منعقد کرنے کے لئے مجبور کرتے اور ان میں ان کے ساتھ خود بھی اجلاس کرتے تھے چنانچہ اس کام کے انجام دینے کی غرض سے دورہ کرنے والے قضاۃ بے وزلی (Beverly) اور بی رن (Bippon) کو یارک کے صدر اسقف کے عدالتی امور میں دردمانے جاتے اور آل آف کارنوال کی خواہش پر نیرنبرو (Knaresborough) میں اپنے اجلاس کرتے تھے بمقام ڈنستبل (Dunstable) وہاں کارمیس میر ان قضاۃ کا اُن کی عدالت میں شریک رہتا اور لوگ اُس کو "سر پریور" (Sir prior) شاہی ناظم عدالت کے لقب سے خطاب کرتے تھے۔ سب سے اعلیٰ درجے کے امتیازات خود مختار اضلاع (The Palatine earldoms) کو دیئے گئے تھے ملک کی بیرونی دشمنوں سے حفاظت کیے جانے کی غرض سے ولیم فاتح نے اس قسم کے چار علاقے قائم کئے تھے چنانچہ شراب شائر اور چیسٹر کے ڈے ویلز کے سرحدی محلوں کی محفوظ رکھنا قرار پایا تھا۔ کینٹ کا کاٹھا کہ جنوبی انگلستان کے تنگ آب نالوں سے دشمنوں کو عبور نہ کرنے دے۔ ڈرہم اسکاٹ لینڈ کے سرحدی دشمنوں کے حملوں سے ملک کو بچاتا تھا۔ اس کے بہت عرصے کے بعد ایڈورڈ سوم نے اپنے فرزند جان آف گائٹ (John of Gaunt) کے لئے لینکے شائر کے خود مختار کو قائم کیا۔ کینٹ کا خود مختار ادارہ انتظام میں آئے ہیں اور ڈے کے بغاوت کے بعد جاتا رہا۔ رابرٹ رئیس بے لیسمر (Belesme) کی شورش کے بعد جوستانہ میں برپا ہوئی تھی شراب شائر ضبط کر لیا گیا۔ ۱۲۳۷ء میں چیسٹر کے قدیم نوابوں ازلز کا سلسلہ رنسب منقطع ہو جانے سے وہ ملک میں شامل ہو گیا لیکن پھر ۱۲۵۳ء میں ایڈورڈ کے تلیک نامے ازواج میں داخل کیا گیا اور اُس وقت سے بادشاہوں کے لڑکوں کے لئے وقف ہوتا رہا۔ ایڈورڈ چہارم نے لینکے شائر کی علاقے میں داخل کر لیا۔ اور یہاں کے نوابوں کو اگرچہ پورے شاہی اختیارات حاصل تھے لیکن وہ بادشاہ کے زیر حمایت سمجھے جاتے تھے۔ چیسٹر

ڈورسم اور لینکینسٹر تو بالکل خود مختار تھے بادشاہ کے نام کے گرفتاری کے حکمناموں وغیرہ کی ان علاقوں میں تعمیل نہیں ہوتی تھی بلکہ یہاں کے نوابوں کے نام سے دادرسی ہوتی تھی۔ ان علاقوں میں ان کے مخصوص قانون غیر منوعہ اور نصف کی عدالتیں قائم تھیں اور ہنری ہاشم کے پہلے نظام عدالت کا تقرر ان علاقوں کے نواب کرتے تھے۔ سسٹم میں جیسٹر کی خود مختاری چھین لی گئی لیکن لینکینسٹر اور ڈورسم کی نصفی عدالتیں ابھی تک باقی ہیں اور دوسرے خود مختار علاقوں کی عدالتیں سسٹم میں قانون محکمہ ہاست عدالت کے نفاذ پانے سے منسوخ ہوئیں گے

کلیسائی عدالتیں

نارمن فتح کو کلیسائی عدالتوں کا بانی سمجھا جائے۔ اس کے قبل مذہبی مقدموں کا تصفیہ اگرچہ اسقف کرتا تھا لیکن اس کا اجلاس سرکاری عدالتوں میں ہوتا تھا۔ چونکہ عدالت کے مذہبی اور غیر مذہبی معاملات اور اختیارات میں خلط ملط ہو گیا تھا اس لئے ایڈورڈ اول نے عدالتی اختیارات میں تمیز پیدا کرنے کی غرض سے ایک حکم صادر کیا کہ ”اے گالش“ کلیسائی عدالتوں کے اختیارات۔
Circumspecte Agatis جاری کر کے ملکی عدالتوں کو کلیسائی عدالتوں سے جدا کر دیا۔ لیکن اس امتیاز سے موخر الذکر عدالتوں کو زیادہ فائدہ پہنچا۔ اگرچہ مذہبی عدالتوں نے بعض ملکی عدالتوں کے اختیارات اپنے ہاں قائم رکھے تھے لیکن اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا۔ اس کے سوائے کلیسائی عدالتیں ان کل مقدموں کا جن کا تعلق اراضی خیرات سے ہوتا تھا تصفیہ کرتیں اور محصول وصول کرتی تھیں اور اپنے کل فیصلوں کی تعمیل قومی عدالتوں کے توسط سے کرتی تھیں جو لوگ پادریوں کے پیشے کو انجام دیتے تھے بصورت ارتکاب جرم ملکی عدالتوں میں ان کی تحقیقات نہیں ہوتی تھیں اور جو سزائیں ان کو کلیسائی عدالتوں سے ملتی وہ بقاء بلڈ سزائے عدالت ملکی نہایت خفیف ہوتی تھیں

مجرم پادریوں
کی تحقیقات

اس سلسلے میں ہمارا فرض ہے کہ ہم ہنری دوم اور بیکیٹ کی نزاع کا حال جو مجرم پادریوں کی تحقیقات کے مسئلے کے متعلق پیدا ہوئی تھی بالا جمال بیان کریں۔ اس نزاع کے متعلق مورخین نے مختلف تاویلات کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ہنری قانون میں پادری اور غیر پادری کی ایک حیثیت قائم ہونے کی غرض سے ملزم پادریوں کی ملکی عدالتوں کے ذریعے سے تحقیقات کرانا چاہتا تھا۔ ہنری کی تجویز کے پہلے بھی ملکی عدالتوں سے پادریوں کے مجرم و غیر مجرم ہونے کا تصفیہ ہوتا تھا۔ یہاں تک تو ہنری کا ادعا بجا تھا لیکن اہل نظر کا خیال ہے کہ ہنری کلیسائی عدالتوں کے مذہبی مقدموں کو سماعت کرنے کے اختیار میں دست اندازی کرنی چاہتا تھا۔ اس کی تجویز تھی کہ ایک شاہی نائب کے سامنے مذہبی مقدمات کی تحقیقات ہوا کرے۔ علامہ میٹ لینڈ آئین کلائرنڈن کے اس فقرے کی دوبارہ تعبیر جس کا تعلق بادشاہ اور بیکیٹ کے جھگڑے سے ہے اسی طرح کرتے ہیں اور ان کے اس خیال کی تائید اس زمانے کے بعض واقعات سے ہوتی ہے۔ چنانچہ ہر ایک ملزم پادری کی دوسرے اہل ملک کے مثل جن کے خلاف کسی جرم کا شبہہ ہوتا تھا شاہی عدالتوں میں سب سے پہلے تحقیقات ہوتی تھی اس پر وہ پادری اپنے پیشے کا عذر کر کے پادری گری کے امتیاز کا خواہاں ہوتا تھا جس کے سبب سے اس کو بلا تحقیقات کسی کلیسائی عدالت کے سپرد کر دیا جاتا اور وہاں اسکے الزام کی باقاعدہ تحقیقات ہوتی تھی۔ اگر وہاں وہ مجرم ثابت ہوتا تو پادریوں کے پیشے سے خارج ہو کر اور غیر پادریوں کے مانند ملکی عدالت کے حوالے ہو جاتا تھا جہاں بلا مزید تحقیقات اس کے لئے موت یا قطع اعضا کی سزا تجویز ہوتی تھی۔ اور جب عدالت کلیسا میں ملزم کی تحقیقات ہوتی تو ایک شاہی افسر اس غرض سے کہ قیدی مذکور بھاگ نہ جائے حاضر رہتا تھا۔ مذہبی جرم کی تحقیقات سے بادشاہ کو کوئی سروکار نہ تھا اور نہ ہنری دوم کا منشا کلیسائی عدالتوں کو ملکی عدالتوں کا ماتحت بنا کر ان کو

تھیر کرنا تھا۔ بلیکٹ نے اپنے جواب میں بادشاہ کو لکھا کہ ”خدا نے بھی کسی کو دو مرتبہ سزا نہیں دی“ اور اس نے مشورہ دیا کہ جب کسی پادری کو ایک مرتبہ اس کے پیشے اور عہدے سے معزولی کی سزا مل جائے تو پھر ملکی عدالتوں سے مزید سزا نہیں ملنی چاہیے۔ لیکن بادشاہ کے نزدیک پادری کے اپنے پیشے سے خارج ہونے کی سزا خصوصاً قتل کے مقدمات میں سزا نہ دینے جانے کے مساوی تھی لہذا وہ چاہتا تھا کہ صدر اسقف مذکور کلیسا کے ایک قدیم طریقے کو دوبارہ جاری کرے یعنی جس پادری کا جرم عدالت کلیسا میں ثابت ہو جائے اس کے لیے عدالت ملکی سے سزا تجویز ہو کر کے اسے بلیکٹ کے عذر کو نہ کہ آئین کلا رٹڈن کو بدعت (پرانی رسم کو بدلنے والی شے) سمجھنا چاہیے اور یہی عذر بادشاہ اور صدر اسقف کی مباحثت کا اصل سبب تھا۔

مرعات کینسہ سے ملک کی فوجداری عدالتوں کی تحقیقات سے پادریوں کا متنبہ ہونا مراد ہے۔ ہر ایک مجرم پادری اس امتیاز سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔ جن پادریوں پر بغاوت (خلاف بادشاہ) کا الزام لگایا جاتا یا جو فریڈن جنگلات کے مطابق تو انین جنگلات کی خلاف ورزی کرنے کے ملزم قرار پاتے بوقت تحقیقات ملکی عدالتوں میں اس امتیاز کا عذر نہیں کر سکتے تھے۔ ابتدا میں امتیاز مذکور سے مستفید ہونے کا موقع صرف ان پادریوں کو دیا جاتا تھا جو حقیقت میں اس پیشے کو انجام دیتے تھے لیکن ایک حیرت انگیز واقعے کی بنا پر کہ چونکہ قدیم زمانے میں صرف پادری پڑھے لکھے ہوتے تھے اور تعلیم و تعلم کا کام انہی لوگوں کے لیے مخصوص سمجھا جاتا تھا اس لیے جو ملزم پڑھا لکھا ہوتا تھا وہ بھی امتیاز مذکور کو طلب کرنے کا ابتدائے ادواتیں حاکمیت سے ان تعلیم یافتہ غیر پادریوں کو فی الحقیقت پادری تصور کرنے لگیں ان کے علاوہ ہر ایک شخص جو نیوک ورس (Neok verse) کتاب زبور کی ۱۵ مزامیر کی آیت یاسبت (کو پڑھ کر سنا تا پادری خیال کیا جاتا اور ایسا ملزم مرعات کینسہ سے فائدہ اٹھاتا تھا پھر ہی مقسم اور اسکے بعد کے سلاطین کے عہد میں

مرعات گنیمت کے دیئے جانے میں اکثر مرتبہ رکاوٹ پیدا کی گئی یہاں تک کہ یہ رجحایت جارج چارم کے عہد میں مٹنے لگی۔

شہروں کی عدالتیں

علامہ میٹ لینڈ کا عقیدہ ہے کہ فوجی ضرورت سے شہر کی بنا ہوئی ہر ایک ضلع کے چند اکنہ کی حفاظت اور تعمیر و ترمیم وہاں کے بعض سربراہان اور مسئول محکمین (Thegus) باشندوں کے سپرد تھی اور اس طرح اس ضلع کیلئے ان مستقل افواج کا قدرۃ انتظام ہو جاتا تھا جو قلعوں کی محافظ ہوتی ہیں اس میں شک نہیں کہ نظام جاگیر کے عہد کے شہروں کی اکثر ایسی اراضی سے جو رعایا کو خدمت فوجی یا ادائی مالگزار می کے عوض دی جاتی تھیں ان بلاد کی فصلوں کی حفاظت اور تعمیر و ترمیم متعلق رہتی تھی چنانچہ اگر فوڈ کے میو رل ہوزس (Mural Houses) اکنہ جن کے ذمے حفاظت و تعمیر شہر پناہ ہوا کی بنیادی امر خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن اکثر مورخین کا خیال ہے کہ بعض شہروں کی ابتدا تجارتی اغراض سے ہوئی ہے لوگوں نے ان مقامات کو مرکز تجارت نہیں بلکہ محفوظ جگہ سمجھ کر آباد کرنا شروع کیا اس کے علاوہ جن قریوں کو سیکسن انگریزوں نے آباد کیا تھا وہ اصل میں مورچہ بند مٹی کے پستے ہوتے تھے اور ان کے اطراف آبادی نہیں ہوتی تھی بلکہ بعض ان میں کی ایسی بستیاں تھیں جو مورچہ بند پستوں پر واقع ہوئی تھیں۔ علامہ میٹ لینڈ اپنے نظریہ کی تائید اس دلیل سے کرتے ہیں کہ ان قریوں اور بلاد کے ساکنین دور دور کی جاگیر می عدالتوں کے ماتحت تھے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ اس دلیل سے ہمارا یہ خیال کہ تجارت سے شہروں کی بنا قرار پائی غلط نہیں ہو سکتا بلکہ علامہ مذکور اس امر کے معترف ہیں کہ جیسی جیسی شہروں کی فوجی ضرورت میں کمی ہوتی گئی ویسا ویسا ان میں تجارت کو فروغ ہوتا گیا اور ان شہروں اور قریوں کے مالکوں نے جن کی وہ جاگیر میں تھیں اپنی اس قسم کی راہی کو

پئے پر اور اس طرح کے اکمنہ کو کرایہ پر دوسروں کو دیا ہوگا۔ خواہ ان کو ہم محفوظ و مورچہ بند خواہ تجارتی مقامات خیال کریں لیکن فتح کے ایک صدی پہلے ان قریوں کی فضیلوں کے اندر جہاں مختلف قسم کے لوگ آباد ہو گئے تھے عدالتوں کا موجود ہونا ثابت ہے۔ عدالت شہر و قریہ کو ابتدا میں شہروں کی کل سائینس پر اختیار نہیں تھا کیونکہ اسکے بعض سائینس کو شہر کے باہر اپنے جاگیرداروں عدالتوں کی مالکوں کی عدالتوں میں سوتا رہنا پڑتا تھا اور اگر کسی ایسے موضع کے مالک اور جاگیردار کے ابتدا میں کیا یہاں کسانوں کی کافی تعداد ہوتی تو وہ قریہ میں اپنی علیحدہ عدالت ان کسانوں کے لئے حالت تھی۔ قائم کرتا تھا اور اس طرح اس کو ایک چھوٹے پیمانے پر عدالتی اختیارات حاصل ہو جاتے تھے۔ ایسے چھوٹے شہروں کی عدالتوں کے سوا غالباً شہری (Burgeesses) بنوتے تھے۔ شہریوں سے ہماری مراد وہ کل کسان ہیں جن کو ان قریوں اور شہروں کی زمینیں بعض مالگزاری دی جاتی تھیں۔ ایڈ کر کے ایک قانون کی رو سے عدالت شہر کاسال میں تین دفعہ اجلاس ہوتا تھا۔ لیکن کبھی کبھی عدالت کے کام میں زیادتی ہونے اور عدالت کو مختلف مسائل کے تصفیے کی ضرورت پیش آنے سے ایک مستقل جماعت قانون پیشہ لوگوں (Dooms) کی جسطرح قوم ڈین کے شہروں میں قانون دان (Law men) ہوتے تھے۔ بجٹی۔ عدالت کی صدارت منظم قصبہ (ریف) کرتا تھا اور یہ شیپ کے پاس جو اسکا تقرر کرتا اپنی عدالت کی ہر ایک بات کیلئے ذمہ دار تھا۔ ہر ایک چھوٹے شہر میں اسکا مالک اپنے کسانوں یا معطلی لہم پر حکومت کرتا تھا اور اگرچہ جغرافیہ کی رو سے ہر ایک بورو (Borough) کے حدود ارضی معین تھے اور اسکی ایک انفرادی ہستی قائم تھی لیکن اس طرح کے چھوٹے شہر بتدریج بادشاہ کے زیر نگیں آتے آئے اور بادشاہ ان کا مالک سمجھا جانے لگا۔ ان شہروں کے اصلی مالکوں یعنی جاگیرداروں کے عدالتی اور دوسرے قسم کے اختیارات بتدریج سلب ہو کر ان کل اختیارات کے معاوضے میں صرف ان کا زر قبیلہ وصول

نئے شہر

کرنے کا حق تسلیم کیا گیا۔ بارھویں اور تیرھویں صدی میں اکثر ایسے جدید چھوٹے شہروں کی بنا ہوئی ہے لیکن حقیقت میں یہ شہر نہ تھے بلکہ جاگیرداروں کو عدالتی اختیارات ملنے سے لوگ انھیں بھی بروڈر (شہر) کہنے لگے۔ اگر کوئی جاگیردار اپنے علاقہ میں غلامان زرعی سے کام کے عوض زر مالگزاری لینا یا اپنے کسانوں کو عدالت جاگیر میں سوار (منصفین) کام انجام دینے کے عوض یکمشت رقم ادا کرنے کی اور سیلف (عامل جاگیر) کو انتخاب کرنے کی اجازت دیتا تو وہ اپنی جاگیر (Manor) کو شہر (Borough) کے نام سے منسوب کرنے اور اس کو امتیازات شہر کے دینے کا مجاز سمجھا جاتا تھا۔ اس کے سوا اے ددزر (اجارہ بلاد) (Firma burgi) کی تتبع میں جو بادشاہ کو قدیم شہروں سے بطور مالگزاری مختلف رقوم کے عوض یکمشت معینہ قسم وصول ہوتی تھی۔ اگر جاگیردار اپنی رعایا سے اپنے علاقے میں بازار بنا کرنے کے حق کے عوض جو اس کو بذریعہ سند شاہی ملا ہو یکمشت رقم لیتا تو اپنی جاگیر کو شہر کا رتبہ دے سکتا تھا۔ چونکہ پارلیمنٹ میں شہروں کے نائب طلب ہوتے تھے اور ہر ایک شہر کو اپنے دو نائبوں (شہریوں) کی اجرت ادا کرنی پڑتی تھی اور اجرت کی شرح بھی زیادہ تھی اس لئے لوگوں کو امتیازات شہری طلب کرنے کی جرات کم ہوتی تھی اور اسی سبب سے شہروں کی تعداد بھی بڑھنے نہیں پاتی تھی۔

شہروں کی
عدالتوں کو
مختلف امتیازی
اختیارات
حاصل تھے

لیکن شاہی اسناد نے قدیم اور جدید شہروں کی عدالتوں کے اختیارات یکساں کر دیئے۔ ان اسناد کے عطا ہونے کے پہلے سے ان میں شہروں کی اور ایسی جاگیری عدالتیں جن کو بادشاہ سے اختیارات ملے تھے موجود تھیں۔ شہروں کی عدالتوں کے عام طور پر اختیارات بیان کرنا ممکن نہیں اس لئے کہ مختلف امرا (پرنس) کو مختلف عدالتی اختیارات دیئے جاتے تھے اور وہی مختلف اختیارات مختلف شہروں کی عدالتوں کو منتقل ہوئے تھے۔ بعض وقت شہریوں

کو بحران زمینوں کے دعووں کے متعلق جو شہروں کے باہر واقع ہوتی تھیں اپنے دوسرے نزاعات کے لئے شہروں کے باہر کی عدالتوں میں رجوع ہونے کی ضرورت نہ تھی۔ اس طرح قدیم شہروں میں جہاں جاگیرى عدالتیں باقی رہ گئی تھیں متعدد دما کے اُن شہروں کے مالک ہونے کے سبب سے اُن کا خاتمہ ہو گیا۔ اکثر شہروں کی عدالتیں جدید ضابطے کے اثر سے محفوظ تھیں۔ ان میں تحقیقات بذریعہ جنگ اور تحقیقات بذریعہ جوری پر عمل نہیں ہوتا تھا۔ اس استثنا کا سبب اس کے سوائے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ کل ملک امتیازات پر مبنی تھا اور شہروں کو جو اس کے قوی تر اعضا تھے اور بھی زیادہ امتیازات حاصل تھے ان کی عدالتیں بھی امتیازی تھیں پھر ان میں جدید ضابطہ کیونکہ مروج ہو سکتا تھا۔ شہروں کی عدالتوں میں قانون اور ضابطہ رائج تھا جس پر دوسرے شاہی اختیارات رکھنے والے ادارات عمل کرتے تھے۔ چونکہ شہروں کی عدالتیں ہر ایک قسم کے حکماء کی تعمیل کی مجاز تھیں اس لئے ملزمین کو گرفتار کرنے اور شہریوں کے مال و جائداد کو قرق و ضبط کرنے کے لئے ایسے افسر جو شریف کے ماتحت تھے شہروں میں داخل نہیں ہو سکتے تھے لیکن اگر کسی کو اراضی یا جائداد غیر منقولہ کے متعلق دعویٰ کرنے کی ضرورت ہوتی تو اس کو شہر کی عدالت میں رجوع ہونے کے پہلے اپنے دعوے کی نسبت بادشاہ سے اجازت نامہ حاصل کرنا ضرور تھا اور بعد ازاں دعویٰ داخل ہو سکتا تھا۔ یہی حال دوسری عدالتوں کا تھا۔ شہر کی عدالت کے فیصلے کی ناراضی سے شاہی عدالتوں میں مرافعہ ہو سکتا تھا لیکن مرافعہ کرنے کے لئے بادشاہ سے اجازت نامہ حاصل کرنی پڑتی اور یہ اجازت حکماء تحقیق فیصلہ غلط کہلاتی تھی پھر رچرڈ دوم کے عہد کے پہلے شہروں کے نظامائے فوجداری کے اختیارات محدود تھے لیکن یہ لوگ ایسے سارقوں کو جو چوری کی حالت میں گرفتار ہوں سزا دے سکتے تھے۔ عہد مذکور کے بعد اسناد بلاد میں شہریوں کو اپنے لئے آپ اغوازی نظامائے فوجداری مقرر کرنے کی اجازت

دورہ کو دفعتاً
قضاۃ کی
عدالتوں کی
شہروں کی
نیابت کا بننا
ملنے لگی۔ سب ان شہروں کے جن کو اضلاع کے اختیارات انتظامی ملے تھے
باقی شہروں کو اپنے اپنے علاقے سے بارہ نائب شاہی دورہ کرنے والے
قضاۃ کے اجلاس پر جبکہ وہ اضلاع کی عدالتوں کو منعقد کرتے تھے روانہ
کرنا لازم تھا۔ اس طرح ہر ایک شہر کے ملازموں کا چالان اس شہر کے بارہ
نائب اپنے ضلع کی عدالت میں کرتے تھے اور کل شہروں کو بشمول لندن
دورہ کرنے والے قضاۃ کے اختیارات کو ماننا پڑتا تھا۔ یہ نظام عدالت
اکثر ولی مارٹن کے بڑے رُجے میں اجلاس کر کے لندن کی عدالت کے غلط
فیصلوں کا مرافعہ سنا کرتے تھے پُر

بعض بلدی
عدالتوں کا
باقی رہنا
ابھی تک بعض قدیم بلدی عدالتیں باقی رہ گئی ہیں۔ منچسٹر اور
سال فرڈ ملکہ تعلقہ سالفورڈ کیلئے ایک عدالت منعقد کرتے ہیں لیورپول
کی عدالت پیسج (Court of Passage) اور برمنگھم کی
عدالت ٹالزی (Talzey Court) اب بھی موجود ہیں۔ لیکن ۱۸۳۵ء
کے قانون عدالتوں کے اضلاع کا نفاذ عام ملک پر ہونے سے شہروں
کی عدالتوں کے دیوانی اختیارات سلب ہو گئے اور جو کچھ ان کے فوجداری
اختیارات باقی رہ گئے تھے ان کی ۱۸۳۵ء کے قانون اصلاح شخصیات
بلدی کے ذریعے سے از سر نو تنظیم عمل میں آئی ہے۔ بعض شہروں
کو اگر ان کے جانب سے درخواست گزرے تو علیحدہ علیحدہ سہ ماہی
فوجداری عدالتیں دی جاتی ہیں۔ ان کا ناظم جس کا پیشہ وکالت ہوتا ہے
ریکارڈر (The Recorder) کہلاتا ہے۔ یہی اس عدالت کا میجر مجلس
اور اصلی قاضی ہوتا ہے۔ اس ایک رعایت کے سوائے قانون مذکور
کے اثر سے شہروں کی عدالتوں کے فوجداری اختیارات اضلاع کے
اعزازی نظام عدالت کو منتقل ہو گئے ہیں۔ اس پر بھی ہر ایک شہر
کے لئے دو اعزازی ناظم فوجداری مقرر ہوا کرتے ہیں۔ ان میں کا ایک
اُس وقت کا میجر شہر اور دوسرا سابق میجر شہر ہوتا ہے۔ بشمول ان شہروں
کے جہاں سہ ماہی فوجداری عدالتیں ہوتی ہیں اکثر شہروں میں اعزازی

نظمائے فوجداری کی عدالتیں ہیں لیکن ان کی مجلسیں ہوتی ہیں یہ منفرداً جرائم کی تحقیقات نہیں کرتی ہیں۔ ان عدالتی مجلسوں میں اصلاخ کے اور شہروں کے بھی اعزازی نظمائے فوجداری شریک ہوتے ہیں۔ جن شہروں کی آبادی پچاس ہزار یا اس سے زیادہ نفوس پر مشتمل ہوتی ہے وہاں کے نظمائے فوجداری کو وظیفہ ملتا ہے اس وظیفے کا تقدر شہر کی خواہش پر موقوف ہے۔ اس طرح اعزازی نظمائے فوجداری کا اکثر کام آزمودہ کار اور واقف فن و کلا سے لیا جاتا ہے۔

جنگلات کی عدالتیں

قدیم زمانے کے شاہی جنگل کو جنگل یا چراگاہ خیال کرنا درست نہیں ہے اس لیے کہ اکثر سرکاری جنگلات میں قابل زراعت مگر افتادہ زمینوں کے وسیع قطعات ہوتے تھے اور حدود مقرر ہو کر محصور کر دیئے جاتے تھے اور یہ جنگل بادشاہ کی خاص شکارگاہ کا کام دیتے تھے۔ انکا انتظام مقامی اور مرکزی آفسروں کے سپرد تھا اور اسکے لیے مخصوص مجموعہ قوانین تیار کیا گیا تھا بادشاہ کے کسی نہ کسی اختیار کی بنا پر ملک کے مختلف جنگل اسکی شکارگاہ بن گئے تاریخ سے صاف طور پر ظاہر نہیں ہوتا لیکن اس بات کا پتہ ملتا ہے کہ ملک نے ان کی اس حیثیت کو دسویں صدی کے آخری حصے سے تسلیم کرنا شروع کر دیا تھا۔ چونکہ نارمن سلاطین کو شکار سے بے حد شوق تھا اسلئے انھوں نے ملک کے مزید قطعات کو سابق کی شکارگاہوں میں شامل کر دیا اور فن شکار بادشاہ کے لیے مخصوص ہو گیا۔ ولیم اول نے جنگل نو (The New Forest) کی بنائی۔ بیان کرتے ہیں کہ اس کو سرخ ہرن بہت پسند تھا اور اسکی اس طرح رداخت کرتا تھا جس طرح کہ ماں باپ اولاد کی پرورش کرتے ہیں جنگل مذکور کے قیام کے لیے اس نے نہایت بے پروائی سے کلیساؤں کو منہدم کر دیا اور فضیوں کو جو قطعہ مذکور پر واقع تھے جلو ادیا مہری اول نے بھی امر کو رضامند پا کر سینے جنگل کو برقرار رکھا بلکہ اسیں ملک

کے مزید حصے شامل کیے۔ لیکن ملک کے جو حصے ہنری نے اس نئے جنگل میں داخل کیے تھے وہ اسٹیفن کے عہد میں واپس کر دیے گئے اور جو زمینیں کہ جان کی ابتداء حکومت میں شاہی جنگل میں شامل ہو گئی تھیں وہ سند اعظم کے ذریعے سے ملک کو واپس مل گئیں۔ ہنری سوم کو جو ۱۲۱۵ء میں پینشور جنگلات کا اجرا ہوا ایک کمسن لڑکا تھا شاہی جنگلات کی پیمائش اور حدود قائم کرانے پر راضی ہونا اور ان زمینوں کو جو رچرڈ اول کے عہد سے ان جنگلات میں شامل کر لی گئی تھیں چھوڑ دینا پڑا سن ۱۳۰۷ء میں ایڈورڈ اول نے بھی رتبہ شاہی کی یہ منقضت جو دامتد کرہ بالا مشورات، کے ذریعے سے کی گئی تھی بحجوری قبول کی پڑی

جنگلات کی عدالتوں کی بانی نارمن فتح ہے۔ جو لوگ شاہی جنگلات میں رہتے ان پر عدالتوں کے اختیارات جاری ہوتے تھے۔ ان بیچاروں کی نہایت سخت اور تکلیف رساں قوانین سے داورسی ہوتی تھی ہنری دوم کے زمانے میں سب سے پہلا قوانین جنگلات کا سند مجموعہ مرتب ہو کر فرمان جنگلات (The Assize of Wood stock) کے لقب سے مشہور ہو جس ضلع میں شاہی جنگلات واقع ہوتا وہاں کی کل آبادی پر عدالت جنگلات کا تسلط قائم ہوتا اور کوئی شخص ناظم جنگلات کے طلب نامے کی تعمیل سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ اور یہ قانون جنگلات کی خلاف ورزی کرنے والوں کو مراعات کنیسہ سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملتا تھا۔ رچرڈ اول کے زمانے میں ضلع کے ہر ایک باشندے کے لئے جنگلات کے دورہ کرنے والے قضاۃ کی عدالتوں میں حاضر ہونا معمول قرار پا گیا تھا لیکن اس حکم کو منشور اعظم نے منسوخ کیا اور جو سخت سزائیں فرمان جنگلات کی رو سے مقرر ہوئی تھیں وہ بھی کم ہوئیں منشور مذکور کے بعد سے موت اور قطع اعضا کی تعزیر جو ان قوانین کی خلاف ورزی کے لئے معمولی سزا سمجھی جاتی تھی موقوف ہو گئی

قانون
جنگلات

جنگلات کی عدالتیں
وڈ موٹ

وڈ موٹ (Wood mote) جنگل کی عدالت قریبی تھی اور چونکہ یہ چالیس روز

کے لئے اجلاس کرتی تو اس کو کبھی "عدالت چہل روزہ" بھی کہتے تھے۔ اس کے عدالتی افسروں کا مجلس ضلع میں انتخاب ہوتا تھا جو محلفین جنگلات و Verderes کہلاتے تھے۔ ان کی عدالت میں شہداء و دستکمل کے ملزمین کو جنکی نسبت جنگلات کے درختوں یا شکاری جانوروں کو گزند پہنچانے کا شبہ ہو جانا کرتے تھے۔ عدالت سوین موٹ (The court of swain mote)

کی صدارت جسٹس کے محلفین کرتے اور اس کا اجلاس سال میں تین دفعہ ہوتا تھا۔ داروغگان جنگلات اور ہر ایک قصبے کا منتظم ریف اور دہاں کے چار لائق اشخاص جو قصبے کے نائب متصور ہوتے تھے ملزمین کو اس عدالت میں چالان کرتے اور ملزمین کے ہمسایہ کی شہادت پر وہ مجرم قرار پاتے یا بری کر دیئے جاتے تھے۔ مجرمین کو عدالت جسٹس سیرٹ (The Court of Justice seat) سے فیصلہ سنایا جاتا اور یہ عدالت ہر تیسرے سال یا اگر بادشاہ کے یہاں سے خاص حکم پہنچے تو اس کے پہلے منعقد ہوتی تھی۔ سوین موٹ کی عدالت سے جو لوگ مجرم قرار پاتے ان کو اس دوسری عدالت کے فیصلے کے سنفٹنگ مقید رکھا جاتا تھا۔ ان معاملات کی نسبت عدالت جسٹس سیرٹ کے نہایت وسیع دیوانی اور فوجداری اختیارات تھے۔ عدالت مذکور کے منعقد ہونے کے پہلے ناظران جنگلات شاہی جنگلوں کے ہر ہر مقام کی تنقیح و معائنہ کر کے افتادہ زمینوں کے حصاروں اور رعایا کے مکانات بنانے سے اگر ان حصاروں اور حدود کو نقصان پہنچتا یا جنگلوں کی زمین کم ہو جاتی تو ان کے متعلق مفصل رپورٹ پیش کرتے تھے۔ تاریخ میں جنگلات کی ان خود مختار عدالتوں کو اس لئے اہم خیال کیا جاتا ہے کہ ملک کے اکثر وسیع قطعات قومی، جاگیریں اور قانون غیر موضوع کی عدالتوں کے حدود ارضی سے خارج ہو کر جنگلات کی عدالتوں کے زیر اختیار ہو گئے تھے۔ موزالذکر عدالتوں کے اختیارات اس قدر وسیع اور جابرانہ تھے کہ ان کی نظیر انگریزی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اگرچہ

پیوڈر بادشاہوں کی شاہی عدالتیں بھی قیاساً خود مختار تھیں لیکن ان میں اُسی قانون پر عمل ہوتا تھا جو ملک کی دوسری معمولی عدالتوں میں نافذ تھا شاہی اور معمولی عدالتوں میں فرق صرف اس قدر تھا کہ مقدمہ الکر عدالتیں حسب صواب دید قانون ملک میں کی جیتی اور تبدیل و تغیر کر سکتی تھیں۔ اگرچہ بعض ایسی عدالتیں اب بھی موجود ہیں لیکن جاگیر کی عدالتوں کی طرح ان پر بھی زوال آگیا ہے۔ جنگلات ڈیپن اور نیچے جنگل (The forest of Dean & new forest) کے محافظین اب بھی

اپنی عدالت دسویں سوٹ منعقد کرتے ہیں اگرچہ گوشت آہو کی حفاظت اب ان کا کام نہیں رہا لیکن درختان صحرا اور ان میوؤں کی حفاظت جن کو ہرن کھاتے ہیں ان کے ذمے ہے۔ ان کے فیصلوں کا مرافعہ نہیں ہو سکتا بالفاظ دیگر ان کے فیصلے قطعی ہوتے ہیں اور معمولی بیرسٹروں کو ان کی عدالتوں میں وکالت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

قانون غیر موضوعہ کی عدالتیں

بارھویں صدی میں انگلستان پر عدالتیں اور ان کے مختلف قسم کے اختیارات چھائے ہوئے تھے، ان سب میں زیادہ رفیع الشان بادشاہ کی عدالت تھی۔ لیکن مقامی عدالتیں بھی جن میں عوام کی داورسی ہوتی تھی خود مختار تھیں۔ اس کے علاوہ قومی رجاگیری اور بلدی عدالتوں میں علیحدہ علیحدہ رسم و رواج پر عمل ہوتا تھا لیکن جب تک بادشاہ کو عدل گستری کا کامل اختیار حاصل نہیں ہوا اس وقت تک انگلستان کے قانون غیر موضوعہ کی عدالتیں نہیں پڑی مگر ویسٹ منسٹر میں عدالت شاہی کے مستقل قیام اور دورہ کرنے والے ججوں کے ذریعے سے قانون غیر موضوعہ جس کو وہ لوگ عدالت شاہی سے اخذ کرتے تھے مقامی عدالتوں میں پہنچنے لگا اور مختصر یہ کہ صرف مرکزی یا مقامی عدالتوں میں ابند اس قانون پر عمل ہوتا رہا لیکن جب زمام داورسی ایک مرتبہ بادشاہ کے ہاتھ میں آگئی تو

شاہی عدالتوں کے ذریعے سے مقامی عدالتوں کو عضو معطل بنانا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ موخر الذکر عدالتوں کے انحطاط کے دو سبب تھے۔ بادشاہ کے حکم سے ان کے اختیارات محدود کر دیے جاتے یا ایسی تدبیریں اختیار کی جاتیں جس کے ذریعے سے فریقین مقدمہ لاریزادہ ارزاں اور سریع الحصول شے کی خریداری کی طرف مائل کر لئے جاتے تھے۔ اس طرح مقامی عدالتوں کے زوال کا باعث نہ صرف قانون غیر موضوعہ کی تین عدالتیں ہیں جن کا ویسٹ منسٹر میں اجلاس ہوتا تھا بلکہ ایک خاص قسم کے شاہی حکمناموں کا اجرا بھی ہے جنکے ذریعے سے اہل مقامات اپنے مقدموں کو مقامی عدالتوں سے مرکزی عدالتوں میں منتقل کرانے کے مجاز کیے جاتے تھے جن کے علاوہ ضابطہ عدالت میں جدید طریقوں کے رائج ہونے سے جن پر مقامی عدالتیں عمل نہیں کرتی تھیں شاہی عدالتوں کے کام میں اضافہ ہوا اور چونکہ دورہ کرنے والے قضاۃ جدید طریقہ تحقیقات پر عمل کرتے تھے اس لیے ہر ایک زمیندار کو ضابطہ جدید سے فائدہ اٹھانے کا موقع ان عدالتوں میں ملنے لگا۔

کتاب کی ابتدا میں چند مقامات پر بادشاہ اور اس کی مجلس عقلا کے عدالتی اختیارات کا ذکر آچکا ہے۔ جس طرح سیکسن بادشاہ کو باجلاس مجلس عقلا عدالتی اختیارات حاصل تھے اسی طرح نارمن بادشاہ باجلاس مجلس اعیان وزمینداران سلطنت ان اختیارات کو عمل میں لاتا تھا۔ بادشاہ کے مواجہ میں جو عدالت کا صدر ہوتا تھا سو تار مقدموں کو فیصلہ کرتے تھے۔ لیکن کوئی شخص جب تک کہ مقامی عدالتوں سے اس کے دعوے کے فیصلے کی نسبت انکار نہیں ہونا مجلس عقلا یا مجلس عام میں رجوع ہونے کا مجاز نہ تھا۔ اس پر بھی اہل مقامات کسی نہ کسی جیلے سے مثلاً مقامی عدالتوں کے قانون گو لوگوں پر غلط بیانی کا الزام لگا کر اپنے مقدموں کو شاہی عدالتوں میں لے آتے اور اس طرح مقامی عدالتوں کے فیصلوں سے گریز کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجلس عام بادشاہ کے معطلی لہم ابڑے جاگیرداروں کے لیے مخصوص عدالت بن گئی۔

۱) باجلاس عقلا
۲) نارمن کونسل
۳) عدالتی
۴) اختیارات

۲۲ عدالت شاہی
کے اختیارات

یہ بڑے آدمیوں اور بڑے مقدموں کی عدالت ہو گئی؛
چونکہ بادشاہ اور اس کی کونسل کے ارکان جوان امور میں اس کے مشیر
تھے عدالتی کاموں کو انجام دیتے تھے اس لئے سونپنا کو اپنی شکایات
کے لئے بادشاہ کی عدالت (کیوریا - The Curia) میں رجوع ہونے کی
جرات ہونے لگی۔ ابتداً مجلس شاہی (کیوریا) کے عدالتی اور انتظامی کاموں
فرق نہیں تھا لیکن من بعد ملک کے کل انتظامی اور عدالتی ادارے بتدریج
اسی مجلس سے پیدا ہوتے گئے۔ اکثر بادشاہ کے حکم سے مقدموں کا فیصلہ
کیوریا میں ہوتا تھا اور مقامی عدالتوں کے مقدمات قبل فیصلہ اس عدالت
میں طلب کر لئے جاتے تھے۔ اور جب حکمناموں کا طریقہ نکل آیا تو
اہل مقدمات اس عذر کی بنا پر کہ مقامی عدالتوں کے فیصلے غلط ہوتے ہیں
خاص بادشاہ کے ہاتھ سے چارہ کار پانے کے خواستگار ہونے لگے۔
اس طرح ہنری دوم کے عہد تک دوسری عدالتوں کا بہت سا کام عدالت
شاہی میں منتقل ہو گیا اور ہر ایک قسم کے دعوے کی اس میں سماعت و تحقیق
ہونے لگی۔ اس لئے ہنری دوم نے کیوریا کے انتظامی اور مالی فرائض کو
اس کے عدالتی کاموں سے علیحدہ کر کے ^{۱۸}۱۱۸۰ء میں فصل خصوصیات کا
کام مجلس مذکور کے پانچ ارکان کے تفویض کیا جن میں سے دو پادری اور
تین ملکی عہدہ دار تھے۔ جس امر کا یہ لوگ فیصلہ نہیں کر سکتے اس کو بادشاہ
کی رائے کے لئے رکھ چھوڑتے تھے بادشاہ اور ملک کے عقلمند لوگ
حسب صواب و ید اپنے ایسے پیچیدہ اور اہم امور کو فیصلہ کرتے تھے
ڈاکٹر اسٹیمز کا خیال ہے کہ اس مستقل جڈیشل کمیٹی سے عدالت کنگس پیچ کی
ابتدا ہوتی ہے اس لئے عدالت مذکور میں ان کل دیوانی اور فوجداری
امور کا فیصلہ ہوتا تھا جن کو بادشاہ کے خاص حقوق اور اختیارات سے
تعلق تھا۔ لیکن جن موضوعین نے اس مسئلے پر ڈاکٹر موصوف کے بعد
خاصہ فرسائی کی ہے ان کا عقیدہ ہے کہ کمیٹی مذکور کنگس پیچ کی نہیں بلکہ
عدالت دیوانی (The Court of Common Pleas) کی ماخذ ہے

جس میں نزاعات مابین رعایا کا فیصلہ جس کے فیصلوں کی ناراضی سے عدالت کنگس پہنچ میں مرافعہ ہوتا تھا اور

عدالت دیوانی

ان پانچوں ججوں کی ماہریت اور اختیارات اور کام کی نسبت جن کے سپرد رعایا کے فصل خصوصیات کا کام تھا تحقیق نہیں ہو سکتی اس زمانے میں ان کے دیوانی اور فوجداری اختیارات مخلوط تھے "انکو کونسل شاہی دیکھو یا اس سے علیحدہ ہونے کی اجازت نہ تھی" یہ لوگ "بموجودگی بادشاہ" غلطیوں کی اصلاح کرتے یعنی ماتحت عدالتوں کے فیصلوں کا مرافعہ سماعت کرتے تھے اور کل مقدموں کے لیے ایک ہی قسم کے اشلہ اور رجسٹر رکھے جاتے تھے۔ باوجود اس بڑی عدالت اور اس کے کام میں فرق نہ ہونے کے اس کے ججوں کی دو جماعتیں تھیں۔ ان میں کا ایک گروہ ویسٹ منسٹر میں اجلاس کرتا اور دوسرا گروہ "بموجودگی بادشاہ" رعایا کے حق میں دادرسی کرتا تھا۔ بادشاہ کے ویسٹ منسٹر میں رہنے کے زمانے میں بھی اکثر یہ دونوں گروہ متفق ہو کر کام نہیں کرتے تھے تاہم یہ کبھی کبھی مل بھی جاتے تھے۔ بہر حال یہ دونوں گروہ ہر ایک قسم کے مقدمے کو فیصلہ کرنے کے مجاز تھے اور اس طرح عدالت شاہی کے جو دو حصے ہو گئے تھے ان میں کے کسی ایک حصے کے کام کو یہ دونوں علیحدہ علیحدہ انجام دے سکتے تھے۔ اگرچہ منشور اعظم کے ذریعے سے بادشاہ نے عدالت دیوانی کے ساتھ ۱۲۱۵ء ایک ہی مقام پر منعقد ہونے اور اپنے ہم رکاب نہ رہنے کے متعلق وعدہ کیا تھا اور اگرچہ اس وعدے سے لوگوں کو امید بندھ ہی تھی کہ عدالت دیوانی کا ایک مستقر اور اس کے ارکان و میر مجلس مستقل ہوں گے لیکن ہنری سوم کی نابالغی کے سبب سے عدالت شاہی اور ان ججوں کی عدالت میں جو ویسٹ منسٹر میں اجلاس کرتے تھے اتنی زیادہ ہوتے ہوئے رہ گیا۔ ان دونوں عدالتوں کے کام کی نگرانی کونسل نیابت کرنے لگی۔ اور پھر دونوں عدالتوں کا کام مخلوط ہو گیا۔ بالآخر ۱۲۳۵ء میں جبکہ ہنری مذکور ملک میں دورہ کرنے کے لیے ججوں کی ایک جماعت کے ساتھ روانہ

ہوا اُس وقت سے عدالت شاہی کے دو حصے ایک دوسرے سے علیحدہ سمجھے جانے لگے اور ان کے اسلہ اور رجسٹروں میں فرق ہونے لگا جن مقدمات کا فیصلہ قضاۃ ہمراہی بادشاہ کے دور میں کرتے تھے اُنکے اسلہ علمیہ مرتب ہو کر مواجہہ بادشاہ کے اسلہ (Coram rege rolls) کہلانے لگیں اور جن مقدمات کا فیصلہ ویسٹ منسٹریں ہوتا تھا اُن کی مسالیں (اعدالتی اسلہ) کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ بہر حال ایڈورڈ اول کے ابتدائے عہد میں عدالت دیوانی کی ایک جداگانہ ہستی قائم ہوئی اور اُس کے اختیارات کا دائرہ نزاعات مابین رعایا تک محدود ہو کر اُس کے لیے ایک خاص سیر مجلس کا تقرر عمل میں آیا۔

عدالت مال
دکڑٹ آف
(اسپیچیکر)

عدالت دیوانی کی مستقل اور جداگانہ ہستی قائم ہو کر زیادہ عرصہ نہیں گزرے تھا کہ ایک جدید انتظام کی بنیاد پر مجلس مال کو بھی عدالتی شان بخشی گئی۔ اگرچہ مجلس مذکور بارہویں صدی سے محکمہ مال کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دے رہی تھی اور اس کے ارکان سلطنت کے بڑے بڑے عہدہ دار ہوتے تھے لیکن اصل میں یہ مجلس شاہی (کیوریا رجس) کا صیغہ مال سمجھی جاتی تھی اور اس بنیاد پر سلطنت کے انتظامات میں یہ شریک ہوتی تھی مگر ہنرمی سووم کے عہد سے اس کا انتظامات ملک میں دخل دینا موقوف ہو کر اُس کے کام کے لیے خاص عہدہ داروں کا تقرر عمل میں آیا۔ ابتداً اس کے فرائض میں محاصل شاہی ملک کی مالگزاری کی نگرانی داخل تھی اور جو مالی نزاعات اُس کی کارروائیوں کی بنیاد پر پیدا ہوتے ان کا تصفیہ امرائے مجلس مال کرتے تھے۔ ان امرائے بغض ایسی تدبیریں نکالی تھیں جس سے مقدمات مال کا بہت جلد اور آسانی سے فیصلہ ہوتا تھا اور دوسری عدالتوں میں جہاں قانون اور ضابطے کی پابندی کیجاتی تھی فیصلہ مقدمات میں بہت طول ہوتا تھا اور فریقین قانون کی بھول بھلیوں میں برسوں حیران رہتے تھے۔ اس بنیاد پر اہل مقدمات نے خصوصیات دیوانی کے لیے بھی اسی عدالت مال میں رجوع ہونا شروع کر دیا۔ اگرچہ آرٹی کیولی سوپر کارٹاس کے

وزیر سے عدالت مال کو مقدمات دیوانی کے سماعت کی مخالفت کر دی گئی تھی لیکن اس کے چند ہی روز بعد عدالت مال کے لئے ایک میر مجلس مقرر ہو کر اس کا لقب ریچیف میرن آف دی کسچیکر صدر المہام مال قرار پا گیا اور اہل مقدمات کو اسکی تحقیقات سرسری اور طریقہ کار روانی سے جس کے باعث مقدمے کا بہت جلد انفصال ہوتا تھا فائدہ اٹھانے کی اجازت مل گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجلس مال بھی قانون غیر موضوعہ کی تین عدالتوں سے ایک عدالت قرار پائی۔ امرائے مال (قضاۃ عدالت مال) کو ان کے فیصلوں کا دوسری عدالتوں میں مرافعہ ہونا نہایت ناگوار گزرتا تھا بالآخر اس طریقے کے خلاف ان کی کوشش بار آور ہوئی اور عدالت مال کے فیصلوں کے لئے ایک مخصوص عدالت مرافعہ کا تقرر ہو کر وہ عدالت ایوان مال (The court of exchequer chamber) کہلائے گئی۔ اس عدالت مرافعہ

کے ارکان افسران محکمہ مال اور ارکان عدالت ہائے شاہی پر مشتمل تھے لہذا اس میں عدالت مال کے فیصلوں کی نگرانی ہوتی تھی۔

چودھویں صدی کے اختتام کے پہلے عدالت جو "بوجودگی بادشاہ" عدالت کنگس منقذہ ہوتی تھی اس میں اور کونسل شاہی میں فرق نہیں تھا چنانچہ اکثر مقدمات "بادشاہ باجلاس کونسل" کے عنوان سے فیصلہ ہوتے تھے ان کے مسئلہ اب بھی موجود ہیں۔ اس کے علاوہ جب عدالت دیوانی کا اجلاس ویسٹسٹر میں مستقل طور سے ہونے لگا تو اس کی جداگانہ ہستی قائم ہوئی پھر یہ عدالت جس میں صرف ایسے مقدمات کی تحقیقات ہوتی تھی جو بادشاہ کی جانب سے بحیثیت مستغنیث پیش ہوتے تھے بادشاہ کے ہم رکاب رہنے لگی۔ ہنری سوم کے عہد سے ان مقدمات کی تحقیقات جو "بوجودگی بادشاہ" فیصلہ ہونے لگیں ایک میر مجلس اور ماہرین فن ججوں کی مجلس کے سپرد ہوئی۔ اس کے بعد کی سلطنت میں اس عدالت کو کنگس بینچ کا لقب عطا ہوا اور اس طرح اس میں اور اسی قسم کی ایک دوسری عدالت میں جس میں بادشاہ اجلاس نہیں کرتا تھا اور کامن بینچ کے نام سے مشہور تھی

عدالت ایوان مال۔

عدالت کنگس بینچ۔

فرق ہونے لگا۔ لیکن اس عدالت میں جب بادشاہ کو منظور ہو وہ اپنے ارکان کو نسل کے ہمراہ بطور تقنن طبع اگر اجلاس کرتا تھا اور بادشاہ اور ارکان کو نسل مقدمات کو فیصلہ کرتے تھے۔ عدالت شاہی کے ان دو حصوں میں سے خواہ بڑا حصہ ہو کہ چھوٹا جس میں جس کا جی چاہے رجوع ہو سکتا تھا اور جو مقدمہ ایک میں شروع ہو وہ دوسری میں بلازحمت لے لیا جاتا تھا اور اُس کی کارروائی میں وہی تسلسل قائم رہتا تھا۔ ۱۷۹۰ء کے بعد سے اس عدالت کے اس تصفیہ کی کارروائیاں جس میں واقف فن قضاہ ہوتے تھے علیحدہ اسلئے میں درج ہونے لگیں۔ اور وہ عدالت جو بضرع تفریح منعقد ہوتی تھی بادشاہ باجلاس کو نسل باجلاس پارلیمنٹ کے نقیب سے مشہور ہوئی اور بالآخر دارالامرا اور بادشاہ باجلاس کو نسل کو اُس نے اپنے عدالتی اختیارات کا وارث قرار دیدیا۔ اسی زمانے سے عدالت کنکس بینچ کی بالکل جداگانہ ہستی قائم ہو گئی لیکن اس میں مقدمات کا "بوجودگی بادشاہ" فیصلہ پانا موقوف ہو گیا۔

رواج حکماء مجاہد عدالتی و ترقی تحقیقات بذریعہ جوری

عدالتی
حکماء

عدالتی کارروائیوں کا شاہی حکماء سے شروع ہونا حقیقت میں نامن فتح کی یادگار ہے۔ اگر مقامی عدالتوں میں کسی سبب سے کسی فرقہ کی وادری نہیں ہو سکتی تو ابتدا میں عدالت شاہی سے اس قسم کے حکماء کے ذریعے سے مقامی عدالتوں کو کسی خاص دعوے کے انفصال کی نسبت شاہی فرمان پہنچتا تھا لیکن کچھ عرصے کے بعد کل دیوانی مقدمات کے آغاز کے لیے ان عدالتی حکماء کو اجراء مخصوص ہو گیا اور اس ذریعے سے مدعی اپنے مقدمے کو جاگیری عدالت سے وہاں کے ضلع کی عدالت میں اور اس کے بعد عدالت ضلع سے کسی شاہی عدالت میں آسانی سے منتقل کرنے لگا۔ ضابطہ عدالت میں جن نئی کارروائیوں اور چارہ کار کا احوال ہوا تھا ان کی تاریخ سے واقف ہونے میں عدالتی حکماء کا اثر اور عمل جن کے ذریعے سے

مقامی عدالتوں کے مقدمات مرکزی عدالتوں میں منتقل ہوتے تھے بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے۔

اکثر اہل فن نے تحقیقات بذریعہ جوری کی نسبت عقلیں لڑائی ہیں اور مورخین عصر کا فیصلہ ہے کہ تحقیقات بذریعہ جوری کو انگریزوں نے شاہ الفریڈ سے میراث میں نہیں پایا اور نہ ان کے قدیم آبا و اجداد اس کے بانی ہو سکتے ہیں۔ ایک فرانسیسی مورخ کا عقیدہ کہ تحقیقات مذکور کے موجود اہل فرانس میں لیکن کس زمانے سے اُس کی ابتدا ہوئی اس بات کا سراغ نہیں ملتا اور بلیک اسٹن کا قول کہ اس طریقہ تحقیقات پر نہایت قدیم زمانے سے انگلستان میں عمل ہوتا ہے مگر اب وقت کا تعین کرنا ممکن نہیں بلکہ جب سے ملک میں منظم حکومت قائم ہوئی اُس وقت سے یہ جاری ہے، ناقابل اعتبار ہو گئے ہیں۔ بہر حال اس میں شک نہیں کہ تحقیقات بذریعہ جوری کے بانی فرانسیسی نہ کہ انگریز ہیں اور اس کو انگلستان میں بادشاہ نے کہ قوم نے رواج دیا اس لیے کہ انگریزوں کے حقوق کا یہ پائدار قلعہ، قدیم فرانسیسی بادشاہوں کے جو انگلستان کے فرمانروا ہوئے ہیں خاص حقوق و اختیارات سے تعمیر ہوا ہے۔ ان سلاطین نے ابتداً تحقیقات بذریعہ تفتیش یا حلفی شہادت کو رواج دیا اور یہی اسکے بعد آنے والے طریقے یعنی تحقیقات بذریعہ جوری کی اصل ہے۔ شہود حلفاً واقعات کو بیان کرتے تھے اس سے بحث نہیں کہ وہ سچ کہتے بھی تھے یا نہیں۔ ان کو منصفین سے کوئی واسطہ نہ تھا اپنی حلف سے فریق مقدمہ کے حلف کی یعنی اُس کے نیک چال چلن کی تصدیق کرتے تھے۔ اور نہ ان کو مقامی عدالتوں کے سوتار سے جو ان میں طریقہ تحقیقات کے متعلق فیصلہ کرتے تھے کوئی سروکار تھا۔ طریقہ تفتیش حلفی کو نارمنوں نے اپنے ساتھ لاکر انگلستان میں رواج دیا اور اس کے یہاں آنے کے بعد خوب ترقی ہوئی۔ جس مرتبہ بوم میں کہ اُس کانچ بویا گیا تھا وہاں اس کا پودا نشوونما نہ پاسکا اور لوگ اُس کو جلد فراموش کر گئے ولیم اول نے سنہ ۱۱۵۵ء میں

تحقیقات

بذریعہ جوری

کی ابتدا۔

تحقیقات بذریعہ

تفتیش یا حلفاً

حلفی۔

انگریزوں کے رسم و رواج کی نسبت حلفی تفتیش سے اپنے معلومات بہم پہنچائے۔ اضلاع، تعلقات اور قصبات کی مجلسوں کے فیصلوں کی بنیاد پر فتح مذکور نے سائنہ میں ملک کی کل اراضی کی پیمائش کرا کے ان کی کیفیت قلمبند کرائی اور اس میں یہ بھی دکھلایا گیا کہ رعایا سے ہر ایک شخص پائیش مذکور کے ما قبل کس قدر محصول اپنی زمین پر بادشاہ کو ادا کرتا تھا اور آئندہ اس کو کس قدر ادا کرنا چاہیے۔ اس کے سوا بارہویں صدی کی جو رسمی جوڑ مالگزاری کی تشخیص کرتی تھی اسی اصول کا نتیجہ ہے جب کبھی بادشاہ کے حقوق کی پامالی ہوتی تھی وہ عدالت کے عام ضابطے سے گریز کر کے اسی جدید ضابطے سے کام لیتا تھا یعنی عدالت کے قرب و جوار میں رہنے والوں کے فیصلے پر نزاع کا تصفیہ ہوتا تھا اور کبھی کبھی ان خاص حقوق سے سلاطین بعض بعض رعایا کو بھی فائدہ اٹھانے دیتے تھے۔

قدیم ضابطے سے جس میں مدعی مقررہ الفاظ کے ذریعے سے ملزم پر الزام لگاتا اور ملزم مقررہ الفاظ اور رسم معینہ کے ساتھ مستغیث کے بیان سے انکار کرتا تھا اور عموماً ملزمین کا الزام منسوبہ سے جھٹ سے "انہیں" کہہ دینا اور جس کا نام جواب دعوے (تھورٹ اٹنے۔ مبارزہ Thwert-utnay) قرار پا گیا تھا اور مستغیث اور ملزم کے فیصلے کے لئے خدا سے رجوع کرنا قوم کی نظروں میں ان طریقوں کی تہ تیغ و قسمت زائل ہو رہی تھی اور ان کا اعتبار مٹ رہا تھا۔ اس کے بعد شاہ ۱۲۱۵ء میں لیٹرن کونسل کے ایک حکم نے پادریوں کو تحقیقات بذریعہ آزمائش غیبی میں شریک ہونے کی ممانعت کر دی۔ بہر حال اس حکم کی بنا پر تحقیقات کے اس طریقے کا بہت جلد انگلستان میں خاتمہ ہو گیا۔ برابری ہم ۱۸۱۹ء کے پہلے قانون نے تحقیقات بذریعہ جنگ کو ممنوع نہیں قرار دیا اور "تائید حلف" ۱۸۳۳ء میں منسوخ ہوئی تو

ہنری ووم نے بعض مقدمات کی تحقیقات کے لئے تفتیش حلفی کے طریقے کو عام کر دیا تھا جس شخص کو منظور ہوتا وہ اپنے دعوے کی تحقیقات اس طریقے سے کر سکتا تھا ہنری کو تحقیقات بذریعہ جوڑی کا اگر یہ معنی نہیں تو پدر رضاعی سمجھنا چاہیے لیکن یہ ملحوظ رہے کہ ہنری کے زمانے کی جوڑی

آجکل کی جوری سے بالکل مختلف تھی اس عہد کے شہود (Recognitors) یا اہل خبر کا صرف دیوانی مقدمات سے تعلق ہوتا تھا جو بداری مقدموں کے لیے وہ طلب نہیں کیے جاتے تھے۔ دوسرا فرق اس بات کا تھا کہ شہود کو اپنے معلومات سابقہ کی بنیاد پر عدالت میں امور تفتیشی کی نسبت واقعات بیان کرتے تھے لیکن اس زمانے کے اہل جوری عدالت میں جو کچھ شہادت مقدمے کی تائید و البطل میں پیش ہوتی ہے اس کو جانچتے ہیں اور ان کو امور شرعی کے متعلق پہلے سے کسی قسم کا علم نہیں ہوتا۔ اس لیے تحقیقات بذریعہ تفتیش کے طریقے کو سمجھنے کے لیے ہمارا چاہیے کہ ہم زمانہ حال کی جوری کی نسبت پہلے سے جو ہمارے خیالات اور معلومات میں ان کو بھول جائیں اس وقت ہم کو اگلے زمانے کی جوری کے حالات پر عبور ہو سکتا ہے۔ اس کے سوا کے تحقیقات بذریعہ شہادت ملنی کا تعلق ایک خاص عدالت سے ہے۔ ابتداً جس جلسے میں کہ بادشاہ اور اس کے وزراء عدالتی امور کو انصاف دیتے تھے وہ اسائز (Assize) یعنی عدالت یا عدالتی مجلس کہلاتا تھا بعد ازاں جو فرمان (یعنی قانون) اس مجلس میں مرتب ہوتا تھا اس کو بھی اسائز کہنے لگے۔ اس دوسرے معنوں سے لفظ مذکور متجاوز ہو کر اس کا اطلاق بالآخر کسی ایسے طریقہ تحقیقات پر ہونے لگا جس کا کسی فرمان کے ذریعے سے اعلان ہوتا تھا۔ نیز اسائز کا لفظ اس قسم کی جوری کے لیے مستعمل ہو گیا جو اراضی متنازعہ فیہا کے قرب و جوار میں رہنے کے سبب سے اپنی شہادت سے نزاعات کو فیصلہ اکبر پاتی تھیں۔ اس کے علاوہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس مقام پر قبضہ اور ملک کے فرق کو بھی ظاہر کر دیں۔ نیز اس بات کو بھی بیان کر دیں کہ اس زمانے میں عدالت جو اسائز کہلاتی تھی ملکیت کا نہیں بلکہ قبضے کا فیصلہ کرتی تھی۔ ملکیت ایک ایسا حق ہے جس کے استقرار کے لیے مدعی ہر ایک شخص کے مقابلے میں دعویٰ کر سکتا ہے لیکن قبضہ (دعویٰ) کی نالاش صرف بیدخل کرنے والے کے مقابلے میں ہو سکتی ہے۔

صرف چار قسم کے قبضہ پانے کے دعووں میں تفتیش کے ذریعے

ملکات سے فیصلہ ہوتا تھا اور وہ حسب ذیل تھے۔ زمین خیرات، دعوے زمین خیرات، وعلیائی دعوے وراثت اور دعوے تولیت خانقاہ۔ ان مقدموں کے چند مشترک خصوصیات تھے۔ ان کی جاگیر عداوتوں میں تفتیق نہیں ہوتی تھی بلکہ فریق متفرک کی درخواست پر بادشاہ کے یہاں سے شرف کے نام مخصوص جوہری شہود کے بیانات شاہی قضاۃ کے روبرو قلمبند کرا کے مسائل کی نالاش کا تصفیہ کرانے کے متعلق فرمان روانہ ہوتا تھا۔ اور القبض دلیل الملک کے اصول پر فیصلہ بنی ہوتا تھا۔ قابض جدید کے خلاف زیادہ مدت گزرنے کے بعد نالاش کرنا سودمند نہیں تھا۔ قبضہ مخالفانہ کے لئے بہت ہی تھوڑی مدت مقرر تھی۔ اقتحام مدت یر مدعی علیہ کا قبضہ جائز سمجھا جاتا اور مدعی کو اس وقت استقرار حق ملکیت کا دعوے کرنا پڑتا تھا۔ اس کے لئے دوسرے قسم کے دعوے کا طریقہ معین کیا گیا تھا جو گرانڈ اسائز کہلاتا تھا پانچ

۱۰ دعوے چونکہ خیرات کی زمینوں کے نزاعات کا تعلق کلیسائی عداوتوں سے تھا اور اس چیلے سے یہ عداوتیں اکثر زمینوں کو جو اصل میں ملکی عداوتوں کے زیر اختیار تھیں اپنی حدود و ارضی میں شامل کر لیتی تھیں۔ اس لئے ۱۱۶۴ء میں ہڈریچ فرمان اراضی خیرات کی تحقیقات کا آغاز ہوا جو جوہری کہ اس غرض سے طلب ہوتی وہ صرف زمین زیر تفتیش کی نسبت بذریعہ خلف اپنی معلومات کا اظہار کرتی تھی یعنی زمین مذکور خیرات کی غرض سے کلیسا کو دی گئی تھی یا اس کا تعلق کسی جاگیر یا خانے سے تھا۔ ۱۱۶۷ء کے فرمان نار تھمپٹن کے ذریعے سے وعلیائی کی ناشوں کا طریقہ رائج ہوا چونکہ بادشاہ کے جانب سے صرف قبضہ قدیم کی حمایت ہوتی تھی اور ملک کا لحاظ نہیں کیا جاتا تھا اس لئے کہتے ہیں کہ بریکٹن پر اس تفتیش کے زمانے میں اکثر ایسی رائیں گزریں کہ فکر سے اس کی پلک سے پلک نہیں ملنے پائی اگر افسیدہ علی کی ناشوں کے مقابل میں جو فی الواقع بلیک ایکر کا مالک ہی کیوں نہ ہوتا پیش کرتا اور کہتا کہ اس کو ب نے حال ہی میں بیڈل کیا ہے تو اس کی نسبت جوہری

۱۰ دعوے
زمینات
خیرات
باب ۱۱۶۴ء

۱۲ دعوے
وعلیائی کا طریقہ
۱۱۶۷ء میں
راج ہوا۔

(شہود) سے شہادت طلب کی جاتی اور اگر اہل جوہری بیان کرتے کہ چند روز پیشتر تک زمین مذکور پر الف کا قبضہ تھا تو زمین الف کو دلا دی جاتی تھی اور زمین انزاعی پر الف کے مقابلے میں ب کے حق ہوئے کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا تھا۔ (۳۴) دعویٰ۔

تحقیقات وراثت کی بنا بھی فرمان مارٹھمپٹن بابت ۱۲۹۲ء سے ہوئی۔ اس چارہ کار سے کسانوں کی زمینیں ان کے ورثہ پر بحال ہوتی تھیں۔ چونکہ کسان کی فوتی پر اُس کی زمین اس کے جائیداد کے قبضے میں چلی جاتی اس لئے تحقیقات وراثت سے امر کو سخت نقصان پہنچا اور انکی قوت ٹوٹی اور اسی غرض سے تحقیقات مذکور کو رائج کیا گیا تھا۔ مثلاً اگر بلیک ایکریل قابض ہوتا اور م دعوے کرتا کہ جائیداد مذکور پر اس کے باپ کا قبضہ تھا اور وہ مرتے دم تک اس پر قابض رہا۔ اگر اہل جوہری ان کے مرتے دم تک کے قبضے کو بیان کرتے اور کہتے کہ ان کا وارث م ہے تو جائیداد انزاعی بلا لحاظ اس امر کے کہ زمین مذکور پر م سے بہتر حق رکھتا ہے زمین انزاعی م کو مل جاتی اور عدالت ملکیت کے پہلو پر منطق غور نہ کرتی۔ بالآخر جب کسی پادری کے عہدے یا معاش کے خالی ہونے سے اگر دو دعویداروں میں نزاع ہوتی تو بذریعہ دعوے تولیت اُس کا فیصلہ عدالت کرتی تھی۔ خانقاہ یا کلیسا کے قرب و جوار میں رہنے والوں کی ایک جماعت کو حلف دیکر دریافت کیا جاتا کہ مامور طلب جائیداد پر اُس کے پہلے کس فریق نے یا کس فریق کے وارث نے پادری کو مقرر کیا تھا یا اس معاش کو جس کا خدمت مذکور سے تعلق ہو یا نے گا کون فریق مستحق ہے۔ جس فریق کی تائید میں جوہری مذکور شہادت دیتی اُس کے حق میں فیصلہ ہو جاتا تھا۔ تولیت کے دعووں میں اہل مقدمات کو بہت عجلت کرنی پڑتی تھی اس لیے کہ اگر تولیت تین مہینے تک بلا تقرر متولی خالی رہتی تو حق تولیت اسقف متعلقہ کو مل جاتا تھا۔ لیکن ان چار قسموں کے قبضے کے دعووں سے کسی کا حق ملکیت زائل نہیں ہوتا تھا۔

جو فریق قبضے کے دعوے میں ہار جاتا وہ اپنی ملکیت کو اگر فی الواقع دعوے استقرار حق مذکور اسے حاصل ہوتا استقرار حق کے دعوے کے ذریعے سے حق

ثابت وقائم کرتا تھا اور جو جوری اس تصفیے کے لیے مقرر ہوتی وہ گرانڈ اسائنر کہلاتی تھی۔ استقرا حق کی نالاش میں آزمائش غیبی اور طویل و پیچیدہ کارروائیوں سے کام لینا پڑتا تھا۔ ابتدائے ملکیت کی نسبت جاگیردار کی عدالت میں دعوے پیش ہو کر جنگ کے ذریعے سے فیصل ہوتا تھا۔ لیکن ہنری دوم کے عہد میں قانون کے ذریعے سے طے پایا کہ کوئی شخص اپنی آزاد زمین کے متعلق جب تک کہ بادشاہ کی جانب سے حکم نہ پہنچے ملکیت میں کا دعوے نہ کرے اس لیے اس زمانے سے استقرا حق کے دعوے میں مدعی کو بادشاہ کے یہاں سے «حکمائے حق» جاری کرانا پڑتا تھا۔ حکمائے مذکور جاگیردار کے نام مرتب ہوتا تھا اور اس میں ہدایت کردی جاتی تھی کہ اگر درخواست گزار کے حق میں انصاف نہ ہو گا تو مقدمہ کسی عدالت شاہی میں منتقل کر دیا جائیگا۔ اس وقت کے بنیاد پر مدعی جاگیردار کی عدالت میں حاضر ہو کر اثبات دعوے کے لیے کسی پہلوان کو اپنے جانب سے پیش کرتا تھا۔ مدعی علیہ اگر چاہتا تو جنگ قبول کرتا تو وہ گرانڈ اسائنر کے ذریعے سے مقدمے کی تحقیقات ہونے کی درخواست کرتا تھا۔ اس بنیاد پر مدعی کو بادشاہ کے یہاں سے ایک دوسرا حکم نکلوانا پڑتا جس میں جاگیردار کو ہدایت ہوتی کہ ضلع کے چار نائیٹ سفید پوشوں کو منتخب کر کے ان کے سپرد اس حلقے کے بارہ سفید پوشوں کا انتخاب کیا جائے جو اراضی متنازعہ کے قرب وجوار میں رہتے ہوں۔ عموماً مدعی علیہ گرانڈ اسائنر کے ذریعے سے مقدمہ فیصل ہونے کے لیے پہلے درخواست کرتا اور اس کے بعد حکمائے چار نائیٹ کے ذریعے سے جاگیردار کی عدالت سے شاہی عدالت میں مقدمہ منتقل ہوتا تھا اور اہل جوری کو طلب کرنا شیروں کا کام تھا۔ اہل دیہات کی رائے پر فریقین اور ان کے درمیان ملکیت کا فیصلہ ہوتا تھا۔

۱۔ لاطینی مصدر (Praecipere) کے معنی احکام دہا یا ایات صادر کرنا ہیں اور انگریزی precept (یعنی حکم و حکمائے نامہ اسی سے مشتق ہے writ of praecipe کے ذریعے سے مدعی علیہ جوابدہی کے لیے طلب کیا جاتا تھا۔ یہ ایک حکمائے نامہ تھا جواب منوٰخ ہو گیا۔ ہے۔ مع ۱۰

اگرچہ ملکیت کے لئے استقرار حق کا طریقہ بہت پہلے مکمل آیا تھا لیکن یہ اس قدر مقبول نہیں ہوا جیسا کہ اس کے بعد کے قبضے کے دعووں کو مقبولیت حاصل ہوئی۔ عدم مقبولیت کا سبب اُس کی طولانی اور ملال انگیز عدالتی کارروائیاں تھیں۔ مثلاً فریقین کو اُن چار ٹاپس کی نسبت جن کا انتخاب جائیداد یا شیف کمر اعراض کرنا موقع طاعت اور جوہری جس کو یہ چار ٹاپس انتخاب کرتے مختلف جیلوں سے غیر حاضر رہتی تھی۔ اس کے علاوہ مدعی علیہ اُس منحوس تاریخ کو جو گرانڈ سائز کے صدر فیصلہ کے لئے مقرر ہوتی تھی مختلف عذرات کی بنا پر بدلو اتار رہتا تھا۔ قبضے کے دعووں میں بھی جواب دعوے پیش کرنے کا مدعی علیہ کو حق تھا لیکن چونکہ اہل دیہات (جوہری) کے فیصلے کا اثر دائمی نہیں ہوتا تھا اور جب فریق متضرر چاہتا استقرار حق کے دعوے کے ذریعے سے اپنی ملکیت ثابت کر سکتا تھا اس لئے قبضے کے دعووں میں مدعی علیہ سے جواب لینے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔

چونکہ عذرات یا جواب دعوے کے سبب سے تفتیش کا کام بڑھ گیا جو اب دعوے تھا اور تفتیش ماخذ ہے تحقیقات بذریعہ جوہری کی اس لئے ہم عذرات کی اس مقام پر تھج کر دینی مناسب خیال کرتے ہیں۔ ملکیت کے مقدموں میں جوہری (سائز) کے طلب ہونے کے قبل اور قبضہ پانے کے دعووں میں جوہری مذکور کے خلاف لینے کے پہلے مدعی علیہ جواب دعوے کے ذریعے سے تفتیش جوہری کو موقوف کرانے کی عرض سے اپنے خاص وجوہ بیان کر سکتا تھا۔ اس کے پہلے جو تفتیشات دیئے گئے ہیں ہم ان میں سے ایک تفتیش کی موجودہ مطلب کے سمجھانے کے لئے صراحت کرتے ہیں۔ ب کے مقابلے میں الف و خلیا کی نالاش پیش کرتا ہے۔ اور ب الف کے دعوے سے انکار کرتا ہے۔ قبل اس کے کہ اہل دیہات (جوہری) کو اثبات دعوے کے لئے طلب کرانے ب کو اپنے جواب میں دو قسم کے عذرات پیش کرنے کا حق حاصل ہے۔ ب کہہ سکتا ہے کہ الف کا دعوے جھوٹ ہے اس کے سوا بے جوہری کے طلب ہونے اور فیصلہ کرنے کے قبل وہ الف کے دعوے کے خلاف دوسرا

بھی پیش کر سکتا ہے مثلاً الف ہی نے اس کو بلیک ایکری قبضہ دیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی سماعت دعوے کو روکنے کی غرض سے وہ مخصوص وجوہ بھی بیان کرتا ہے۔ ب جوری سے عذر جدید کے قصلے کے لئے مجبوری راضی ہوتا ہے اور اگر وہ مدعی علیہ کے اس دعوے کی تحقیق کے لئے رضامند نہ ہو تو اصل مقدمہ اس کے خلاف فیصلہ ہونے کا اس کو اندیشہ لگاتا ہے۔ جو اسائر (جوری) کہ پہلے دعوے کے قصلے کے لئے طلب ہوتی تھی ابھی بارہ آدمیوں کو مدعی علیہ کے اس دوسرے دعوے کا فیصلہ سپرد کیا جاتا تھا۔ لیکن اس زمانے کی اسائر اور زمانہ مابعد کی جوری اصولاً ایک دوسرے سے مختلف تھیں۔ مدعی کی درخواست اور بادشاہ کے فرمان پر اسائر طلب ہوتی تھی لیکن جوریٹا (Jurata) کو طلب کرنے کے لئے مدعی اور مدعی علیہ کی باہمی رضامندی ضرور تھی۔ اسائر کے سامنے مدعی علیہ کا دعوے سے انکار کرنا یعنی جھٹ سے "نہیں" کہہ دینا بعد کے زمانے میں ایک معمولی بات ہو گئی تھی اس پر عدالت چنداں توجہ نہیں کرتی تھی لیکن مقدمے کی جان جواب دعوے سمجھا جاتا تھا۔ اس طرح اسائر کی قائم مقام جوری بن گئی اور اس نے زمین کے قبضے اور ملک کے دعووں کے سوائے ہندو پنج دوسرے مقدمات کا بھی تصفیہ کرنا شروع کر دیا۔ ہنری سوم کے عہد میں جوری کے فیصلے کی اس قدر وقعت قائم ہو گئی تھی کہ فریقین جس وقت چاہتے دوران کارروائی میں امور تینچ طلب کا فیصلہ جوری کے ذریعے سے کرا سکتے تھے اور فیصلہ جوری کی پابندی فریقین پر لازم ہو گئی تھی جس طرح قدیم زمانے کی اسائر اپنے علم سے امر نزاعی کا فیصلہ کرتی اسی طرح ابتدا جوری بھی اپنے معلومات کی بنا پر مقدموں کا فیصلہ کرتی تھی۔ اس لئے اگر کسی شخص کو جوری کا کام کرنا منظور نہ ہوتا تو وہ حالات مقدمہ سے اپنی لاعلمی ظاہر کر کے شرکت جوری سے بچ سکتا تھا۔ لیکن اہل جوری زمانہ حال کے گواہوں سے مختلف ہوتے تھے ان میں کاہر ایک رکن علیحدہ علیحدہ شہادت ادا نہیں کرتا تھا اور نہ اس پر جج کی جاتی تھی۔ اس کے سوائے اہل جوری دعوے کے صحیح یا غلط ہونے کی نسبت اپنی مشترک اور مجموعی رائے کا اظہار کرتے تھے

۱۱ جوری
مقدمات
دیوان

یعنی ان بارہ آدمیوں کا ایک ہی جواب ہاں یا نہیں ہوتا تھا۔ اگرچہ اُن کی رائے مقدمے کے واقعات کے علم پر مبنی ہوتی تھی لیکن اُن کا علم ذاتی نہ ہوتا تھا بلکہ وہ حالات مقدمہ دوسروں سے سن کر اُن کو اپنے علم کا ذریعہ بناتے تھے۔ چونکہ سنی سنائی باتیں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں اور سچ بات کی تہ کو پہچاننے کے لیے فریقین کے حالات اور واقعات سے واقف ہونے کی ضرورت ہے اس لیے اہل جوڑی نے شہادت کو فراہم کر کے اس کی تصحیح کرنی شروع کی اور اس جانچ پر ناں کے بعد واقعات کا جو علم اُن کو حاصل ہوتا تھا اس پر وہ اپنا فیصلہ صادر کرنے لگے۔ اس طرح اُن لوگوں کا جو جوڑی کو حالات مقدمے سے اطلاع دیتے عدالت میں حاضر کرنے کا طریقہ نکل آیا اور جوڑی نے ان گواہوں پر عدالت میں سوالات کرنے شروع کر دیئے جو واقعات کہ یہ لوگ بیان کرتے اور جو دستاویزات عدالت میں پیش ہوتے تھے اُن پر جرح ہونے لگی۔ اگرچہ لوگوں کے دماغوں میں یہ خیال کہ اہل جوڑی اپنے ذاتی علم سے مقدموں کو فیصلہ کرتے ہیں مدتوں چلا لیکن چودھویں صدی کے آخر یا پندرھویں کے پہلے زمانے میں جوڑی اور گواہوں میں اچھا خاصا فرق ہو گیا تھا۔ ۱۷۳۳ء میں یہ بات قاعدے میں داخل ہوئی تھی کہ جوڑی کے ارکان میں سے کم سے کم چھ آدمی فریقین کے ہمسایہ مقرر کیے جاتے تھے کہ وہ مقدمے کے واقعات سے واقف رہ کر جوڑی کے دوسرے ارکان کو واقعات سمجھائیں اور اُن کے معلومات میں اضافہ کریں۔ بہر حال اٹھارھویں صدی کے پہلے زمانہ حال کی جوڑی کی ابتدا نہیں ہوئی۔ اُس وقت سے جوڑی کا کام سوا نہ شہادت ہو گیا ہے اور وہ فریقین میں سے کسی فریق کی طرف راہ نہیں ہو سکتی پڑ

جس طرح دیوانی مقدمات میں جوڑی کو مقبولیت حاصل ہوتی گئی (۲) جوڑی مقدمات اسی طرح فوجداری مقدموں میں اُس کی شرکت کو ترقی ہونے لگی۔ اہل نظر کا خیال ہے کہ سیکسن انگریزوں کے دور آخری میں فوجداری جوڑی کی بنی ہوئی۔ الف پچلانی ایٹھویں صدی کے حکم کی بنیاد پر ایک تعلق میں ناظم قریہ اور بارہ معزز و قابل آدمیوں جوڑی کے سپرد وہاں کے ملزمین کا چالان کرنا قرار پایا تھا۔ بعض موزین کا خیال ہے کہ

ملک کے اُن حصوں میں جو پین ٹیک کہلاتے تھے چالانی جوری کا تقرر ہوا ہوگا لیکن ہم کہتے ہیں کہ انگلستان کے ہر ایک حصے میں اس قسم کی جوری کا ہونا ممکنات سے ہے اس لئے کہ اُس زمانے میں چالانی جوری سے براعظم یورپ کے دوسرے ملکوں میں کو توالی کا کام لیا جاتا تھا اور ایڈگر اور ٹونسٹن نے جو یورپ کے منظم ملکوں کے طرز انتظام و قانون کے دل سے شیدا تھے ضرور چالانی جوری کے طریقے کو ملک میں عام کیا ہوگا۔ ہنری دوم نے ۱۱۵۴ء میں ملک نارمنڈی میں اور ۱۱۶۴ء میں انگلستان میں اس کا دوزندہ کی تحقیقات کی نسبت جو کلیسائی عدالتوں میں ہوتی تھی ملزمین کے پڑوسیوں کی جانب سے حلفی اطلاع وصول ہونے کو لازم قرار دیا۔ اُس کا قول ہے کہ یہ ایک نہایت عمدہ اور قدیم کلیسائی طریقہ ہے۔

بہر طور الزام لگانے والی جوری کی کسی نہج سے ابتدا ہوئی لیکن ۱۱۶۶ء تک فوجداری معاملات میں اس کی خاص وقعت قائم ہو گئی تھی۔ ممکن ہے کہ ہنری نے چالانی جوری کی جو پہلے سے ملک میں پولس کا کام کر رہی تھی بنا ڈالنے کے عوض اُس کے رواج میں مزید ترقی دی ہو۔ معاینہ ضمانت امن کا طریقہ عہد ہنری کے سیکڑوں برس پہلے سے چلا آ رہا تھا۔ جن لوگوں کے سپرد ضمانت مذکور کی تصدیق تھی انہی کو اس نے ملزموں کے چالان کرنے کے لئے مقرر کیا ہو۔ بہر حال منشور کلارنڈن کے زیر اثر تعلقہ اور ضلع کی عدالتوں میں شیریف اور شاہی قضاہ کے سامنے تعلقات اور قصات کے نائب اپنے اپنے علاقوں کے مشتبہ اشخاص پر جن کے خلاف اُن کو انھیں کے پڑوسیوں سے اُن اشخاص کے ارتکاب جرم کے حالات معلوم ہوتے تھے الزام قائم کرنے لگے۔ منشور نارٹھمپٹن نے ۱۱۶۴ء میں جرائم کی تعداد میں جن کی نسبت تعینت ہوتی تھی اور بھی اضافہ کیا۔ شیریف کی عدالت کے طریقہ تحقیقات کا سابق میں ذکر ہو چکا ہے۔ شاہی عدالتوں میں عدالت شیریف سے زیادہ حتمی کے ساتھ تحقیقات ہوتی تھی اور مجمع بھی زیادہ رہتا تھا۔ سوتار کے سوائے دوسرے قضاہ کے عہدہ دار، امتیازی عدالتوں کے نظما، قصبوں تعلقوں اور شہروں

کے نائب حاضر رہتے تھے۔ ۱۹۳۱ء کے پیلے تک انہیں تعلقہ پولیف تعلقہ انتخاب کی حالتوں کرتا تھا لیکن اس سال کے بعد سے ضلع کے چار نائب جن کو مجلس ضلع منتخب کرتی تھی ان کا انتخاب کرنے کے یہ چار نائب دوسرے دو نائبوں کو منتخب کرتے اور ان دو منتخب نائبوں کے لئے اپنے تعلقے سے کسی دس آدمیوں کا انتخاب تھا۔ پہلے دو اور ان دس نائبوں کو ملکر تعلقے کے لئے چالانی جوڑی بنائی جاتی تھی۔ قضاۃ کے زمانہ دورہ میں تعلقات کی چالانی جوڑیاں ان ملزمین کو چالان کرتی تھیں اور شرف اپنے طریقہ ان کی تحقیقات کر سکتا تھا۔ ملزم کے چار نمائندوں کو جو اس کے پڑوسی ہوتے تھے اور قصبوں کے نائبوں کو قضاۃ مذکور حلف دیکر واقعات الزام و ریافت کرتے تھے اور جب ان کے نزدیک ملزم کے گاہوں کے اور اس کے تعلقے کے نائبوں کے بیانات سے الزام کی پوری تائید ہوتی تو ملزم کو آزمائش غیبی کے ذریعے سے رد الزام کی اجازت دی جاتی تھی۔ لیکن ہنری و ویم کے عہد تک لوگوں کا اس آزمائش کی جانب سے عقیدہ اس قدر بڑھ گیا تھا کہ جو ملزم اپنی آزمائش سے صحیح و سالم نکل آتا وہ ملک چھوڑنے کے لئے مجبور کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ لیڈرن کو سلسل کے ایک حکم کی بنا پر جو ۱۸۷۱ء میں جاری ہوا تھا پادریوں کو تحقیقات بذریعہ آزمائش غیبی میں شریک ہونے کی ممانعت تھی خصوصاً اس دوسری وجہ سے آزمائش مذکورہ کا طریقہ قریب قریب سٹ چکا تھا۔ آزمائش غیبی کے منسوخ اہل ہونے کے بعد اثبات و دعوے کا صرف ایک طریقہ باقی رہ گیا تھا اور یہ ضابطہ دیوانی سے یہاں لیا گیا تھا یعنی فیصلہ اہل ملک یا بالفاظ دیگر تحقیقات بذریعہ جوڑی ۱۲

جوڑی

چونکہ فریقین کی رضامندی کے بغیر جوڑی مقدمے کا تصفیہ نہیں کر سکتی تھی اس لئے ملزم کو مختلف تدبیروں سے مجبور کر کے تصفیہ جوڑی کے لئے رضامند کیا جاتا تھا۔ چنانچہ ۱۸۷۱ء میں پہلے قانون ویسٹ منسٹر کے ذریعے سے مشہور اور سنگین جرائم کے ملزمین کو "قید میں تغیر شدید اور تکلیف جسمانی پہنچانے کی نسبت حکم دیا گیا اور جب تک وہ اپنی ضد سے باز نہیں آتا اس کی جسمانی

ایذا رسانی موقوف نہیں کی جاتی تھی۔ یہ قانون "تغزیر شدید و تکلیف جسمانی" کہلاتا تھا جہاں اس کے زیر اثر ملزم کی غذا میں تبدیلی کی جاتی تھی اور اس کو قانون پر رکھا جاتا تھا اور اس قدر جسمانی تکلیف پہنچی جاتی تھی کہ وہ جوڑی کے طلب کر لئے پر راضی ہو کر جرم سے اقبال کرتا یا ہلاک ہو جاتا تھا۔ یہ طریقہ قانوناً جائز سمجھا جاتا تھا۔ چونکہ سنگین جرائم کی سزائیں ملزمین کی جائداد وغیرہ منقولہ وغیرہ ضبط ہوتی تھیں اور ان کے ورثہ کو ان کا مال و متاع نہیں ملتا تھا اس لئے اپنی ہلاکت کو اقبال جرم اور طلبی جوڑی کی نسبت رضامند ہونے پر ترجیح دیتے تھے اور چونکہ ملزمین کے خلاف بلا تصفیہ جوڑی جرم ثابت نہیں ہو سکتا تھا اس لئے ان کے ہلاک ہونے کے بعد ان کی جائداد کے مالک ان کے ورثہ ہوتے تھے۔

اگر ملزم اہل ملک (جوڑی) سے تصفیہ کرانے پر راضی ہوتا تھا تو اس کے تعلق کی جوڑی اس کی مجرمیت یا براہوت کا فیصلہ کرتی تھی۔ اکثر ملزمین تحقیقات جوڑی کے بعد رہا بھی ہو جاتے تھے اس لئے کہ چالانی جوڑی بسا اوقات شہادت سامعی اور اشتباہ پر لوگوں کو ملزم قرار دیتی تھی۔ اس کے علاوہ اگر اہل جوڑی قوی شہادت کے بغیر کسی ملزم کو مجرم قرار دیتے تو ان کے فیصلے کی دودھ کر کے والے قضاہ کی عدالت میں ٹکرائی ہو کر ان کو جرمائے کی سزا دی جاتی تھی۔ اگر ملزم کا جرم ثابت ہوتا تو ملزم کے قرب و جوار کے چار قصبوں کے ساکنین اور بعض وقت اس کے کسی نزدیک کے اور تعلق کے ساکنین کو حلف دیکر ملزم کے خلاف مزید شہادت لی جاتی تھی۔ اگر یہ دوسری جوڑی بھی پہلی جوڑی کی رائے سے متفق ہوتی تو اس وقت جرم کو سزا دی جاتی تھی۔

پندرہویں صدی کے اوائل میں مفتشین اسباب موت نے باقاعدہ طور پر ناگہانی اموات وغیرہ کی تحقیقات کرنی شروع کر دی تھی لیکن ابتداءً ان کے ذمے کل فوجداری مقدمات کی تفتیش تھی۔ چنانچہ ۱۳۹۷ء میں ان کو "محافظان مقدمات تاج" یعنی محکمہ کو توالی قرار دیکر ان کو ملزمین کے چالان کرنے پر مقرر کیا گیا۔ یہ لوگ چار چار یا چھ چھ قصبوں کے ساکنین کی جوڑی کی معیت سے

مفتش اسباب
ہلاکت
تحقیقات
کارونر

ناگہانی اموات کی تفتیش کرتے تھے اور قصبات کی جانب سے جن مشتبہہ اشخاص کا چالان ہوتا تھا اُن کو جیل میں بھیجتے تھے لیکن جب دورہ کرنے والی عدالتوں کے قدیم اور پیچیدہ ضابطے میں تبدیل ہونے سے طریقہ تحقیقات میں ترقی ہوئی اس وقت سے کارونر کی تفتیش اور شریف کی عدالت میں ملزمین کا چالان ہونا دورہ کرنے والے قضاۃ کے سامنے اُن کے چالان کئے جانے کے لئے کافی سمجھا جانے لگا ورنہ اصلاح ضابطہ کے پہلے تعلقات کی جو ری کو دورہ کی عدالتوں میں انہی چالانی ملزمین کو دوبارہ چالان کرنا پڑتا تھا۔

اس کے بعد کے زمانے کی تحقیقات بذریعہ جو ری کے صبح تاریخی حالات کا معلوم کرنا مشکل ہے۔ لیکن اس بات کا پتہ ملتا ہے کہ اُس زمانے میں لوگوں کے دلوں سے الزام لگانے والی جو ری کے صحت بیان کا اعتبار بہت بچ کم ہو رہا تھا۔ قوم اس بات کو نامناسب سمجھنے لگی تھی کہ جو لوگ کسی شخص کو ملزم قرار دیں وہی اُس کے جرم کی تحقیق بھی کریں لہذا ۱۸۵۳ء میں ایک قانون کے ذریعے سے چالانی جو ری سے تحقیقات جرائم کا کام لے لیا گیا اور جب یہ خیال قوم کے ذہن نشین ہو گیا تو پھر ایک جو ری کے فیصلے کو دوسری جو ری کے فیصلے سے تصدیق کرانے کی ضرورت باقی نہیں رہی اور دونوں جو ریوں کو ملزم کے قصے و تعلقات سے طلب کرنے کا طریقہ موقوف ہو گیا۔ ضابطہ جدید کی رو سے پرانی جو ریاں منسوخ ہو کر جو ری کلاں اور جو ری خرد کا وجود ہوا ہے۔ جو ری کلاں سابق کی چالانی جو ری اور جو ری خرد تحقیقات کرنے والی جو ری کے کام کو انجام دیتی ہیں۔

دورے کی عدالتیں

چالانی مقدمات کی بذریعہ جو ری شاہی قضاۃ کے روبرو ان کے دورے کی عدالتوں میں قدیم سے تحقیقات ہوتی تھیں۔ سیکس سلاطین انصاف رسانی کی غرض سے ملک میں دورہ کرتے تھے اور سال میں تین مرتبہ عدالت شاہی منعقد ہوتی تھی جس میں بادشاہ ناچ پہنکر مجمع عام میں اجلاس کرتا تھا۔ جو مقدمات

دورے کے
قضاۃ کی
کس طرح
بنائی۔

کہ بادشاہ کے خاص فیصلے کے لئے ۱۷۰۹ء اور ۱۷۱۹ء کے درمیان جمع ہو گئے تھے ان کے لئے ایک مجلس قضاۃ مقرر ہوئی اور بمقام سینٹ جانز چرچ ہاؤس میں ایک دوسری مجلس قضاۃ نے ڈیون اور کارول میں دورہ کر کے چالانی مقدمات کی تحقیق کی۔ نظام مالی کی اصلاح کے بعد ہنری اول نے مجلس مال کے عہدہ داروں کی جو عدالت شاہی، دیکوریا، گے ارکان بھی تھے زر مالگزاری کی تشخیص کے لئے ملک میں دورہ کرنے کا حکم دیا۔ چونکہ قضاۃ اور عمال مال شاہی نائبوں (کمشنروں) کی حیثیت سے ملک میں دورہ کرتے تھے اور مقامی مقدمات کے لئے فریقین اور گواہوں وغیرہ کو ملک کے دوسرے حصوں سے مرکزی عدالت شاہی میں آنے میں مختلف تکلیفیں اٹھانی پڑتی تھیں اس لئے دورہ کرنے والے قضاۃ کے سپرد تحقیقات و سماعت مقدمات مقامی کا کام کیا گیا ہوگا۔ لیکن اس پر بھی دورہ کرنے والے افسروں کے صحیح اختیارات کی تاریخ نہیں ملتی۔ ہمارا خیال ہے کہ سنگین جرائم جن کی تحقیق کرنے کا شرف مجاز نہ تھا اور نیز ایسی مالی اور عدالتی کارروائیوں کی جن کی نگرانی عدالت شاہی میں ہوتی تھی عمال مذکور اپنے دورے کے زمانے میں سماعت و تحقیقات کرتے ہوئے۔ لیکن ان عہدہ داروں کو بڑی بڑی انقیاہی عدالتوں پر اختیار نہونے اور مقامی امور و مقدمات پر بشرف کا اثر پڑنے سے ان کا کام بڑھنے نہیں پاتا تھا اور جن نتائج کی دورے کی عدالتوں سے امید کی گئی تھی وہ برآمد نہیں ہوتے تھے پو

نظام عدالت
دورہ۔

دورہ عدالت

دورہ اور

اسکی تنظیم

ہنری دوم کے عہد میں دورے کی عدالتوں کی تنظیم ہونے سے مقامی اور مرکزی عدالتوں میں تسلسل و تعلق پیدا ہوا۔ منشور کلا رنڈن کے زمانہ اجرا سے شاہی عہدہ داروں نے باقاعدہ اور متواتر دورے شروع کر دیئے۔ سب سے پہلے ۱۷۱۳ء میں دورہ کرنے کے اصول کارواج ہوا اور اس غرض سے ملک کی چھ قسموں میں تقسیم ہو کر منشور نارٹھمپٹن کی رو سے ہر ایک قسمت کا عدالتی کام تین دورہ کرنے والے قضاۃ کے تفویض ہوا اور ۱۷۱۳ء میں چار قسموں کے لئے انکی تعداد اکیس ہو گئی۔ منشور کلا رنڈن

کی رو سے ہر ایک امتیازی عدالت پر ان کو اختیار دیا گیا اور اس کے دس سال بعد کل چالانی مقدمات کی تحقیقات کے مجازیہ شاہی قضاۃ کر دیئے گئے۔ عدالتوں کا سند اعظم نے بھی اس کی توثیق کی بلکہ اسائیز کی عدالتوں کا کام بھی انھی کے سپرد کیا۔ اگرچہ سند مذکور کی رو سے یہ لوگ سال میں چار دفعہ مذکورہ عدالتوں والے قضاۃ کو منقذ کرتے تھے لیکن سند اعظم کی اشاعت ثانیہ نے ان کا انعقاد کے ماتحت ہونا سالانہ کر دیا۔

اس کے پہلے عام دورے کی عدالتوں کا رواج تھا اور چونکہ ان میں ضلع، تعلقے اور قصبے کی کل عدالتوں کے سوتار کو حاضر رہنا پڑتا تھا اس لیے ان کے اجلاس جلد جلد اور پابندی سے نہیں ہو سکتے تھے۔ اگرچہ ان دشواریوں کے بعد بھی یہ عدالتیں کام کرتی رہیں لیکن ایڈورڈ اول کے عہد تک دورہ کرنے والے قضاۃ کا رواج پڑ گیا تھا اور وہ قضاۃ دورہ (Justices of Assize) کہلاتے تھے۔ بادشاہ کے فرمان میں چند عہدہ داروں کا نام درج ہو کر ان کو ملک میں دورہ کرنے اور فصل خصوصیات وغیرہ کو انجام دینے کا حکم صادر ہوتا تھا۔ اس قسم کے چند مخصوص عدالتی فرامین تھے۔ مثلاً تحقیقات نقض اس، تصفیہ مقدمات چالانی، تحقیقات زمین مجبوس اور سماعت مقدمات دیوانی ضلع کے لیے ان ناموں کے فرامین (کیشن) دورہ کرنے والے قضاۃ کی علیحدہ علیحدہ جاعتوں کے نام جاری ہوتے تھے۔ فرمان لائسنسی پرائس، سب سے پہلے ۱۲۸۵ء میں صادر ہوا تھا اور اس کے ذریعے سے اضلاع کے مقدمات دیوانی کی سماعت و تصفیہ کی رحمت قضاۃ مذکور سے اٹھائی گئی اور بجائے عدالت ضلع کے ان کے لیے ویسٹ منسٹر مستقر قرار پایا جو تاریخ کہ سماعت مقدمے کے لیے عدالت ویسٹ منسٹر میں مقرر ہوتی تھی اگر اس کے پہلے (Nisi prius) دورہ کرنے والے قضاۃ ضلع میں نہ پہنچتے مقدمہ مذکور کو عدالت ویسٹ منسٹر جس کے ارکان دو جج اور ضلع کے ایک یا دو نمائندے ہوتے تھے بمعیت جوری جج ضلع مذکور سے طلب ہوتی تھی سماعت و فیصلہ کرتی تھی۔

ایڈورڈ اول نے دورے کی عدالتوں کے اجلاسوں اور اوقات کا تعین کر کے ان کے انعقاد کی تعداد بڑھا دی اور ان کو باضابطہ بنا دیا۔ پانچ مختلف کمیشنوں (عدالتی فرامین) کو ایک کر کے مختلف قضاۃ کی اس نے ایک مجلس مقرر کی اور اس عدالتی مجلس کے سپر و بمقام دورہ ان پانچ قسمتوں کے مقدمات کا تصفیہ کر دیا جس کے لیے اس کے پہلے مختلف ناموں کے کمیشن جاری ہوتے تھے اس کے سوائے ان قضاۃ کے بعض اختیارات کم ہو کر اعزازی نظامے فوجداری کو مل گئے۔ دور ٹیوڈر میں بعض فوجداری اور دیوانی اختیارات میں سہ ماہی فوجداری عدالتیں دورہ کرنے والی عدالتوں کے ہم پایہ ہو گئی تھیں اگرچہ انیسویں صدی کے پہلے سہ ماہی فوجداری عدالتوں اور دورے کی عدالتوں کے اختیارات کا باقاعدہ تعین و تصفیہ نہیں ہو سکا۔ سترھویں صدی سے سنگین سزاؤں کی تجویز کرنا دورے کی عدالتوں کے لئے مخصوص ہو گیا تھا۔ ۱۸۷۱ء میں اضلاع کی عدالتوں کے قیام سے نظامے اسائیز یعنی دورے کی عدالتوں کے باقی ماندہ دیوانی اختیارات بھی سلب ہو گئے۔

اعزازی نظامے فوجداری

اگرچہ ابتدا سے سلطنت کے کارندے کے تفویض تحفظ امن اور مختلف امور کی انجام دہی تھی لیکن شروع سے اس کی نشان ایک خاص عہدہ دار کو توالی کی سی رہی ہے۔ ان اعزازی نظام کے قیام کے پہلے سے قوم کو جمعیت کو توالی میں بھرتی کرنے اور اس کے ذریعے سے امن قائم کرنے کے مختلف طریقے ملک میں رائج تھے چنانچہ رکنہ اور مالک کی ضمانت نیز عشیرہ کی مشترکہ ضمانت پر پہلے سے عمل ہوتا تھا۔ ان میں کی سب سے آخری قسم کی ضمانت نارمن فتح کے بعد سے بھر حصہ شمالی تمام ملک میں رائج ہو گئی تھی اور اس پر آزاد و غیر آزاد باشندے عمل کرتے تھے۔ لیکن کچھ مدت کے بعد چونکہ آزاد باشندے صاحبان زمین ہوتے تھے اس لیے ان سے ان کی خوش اطواری کی نسبت ضمانت عشیرہ کا طلب کیا جانا موقوف ہوا اور اگر

قدیم کوتوال
انتظامات
رضامت قبیلہ
والک عشیرہ

ان سے کسی قسم کا جرم سرزد ہوتا تو اس کا اثر اُن کی زمینوں پر پڑتا تھا۔ ایڈمز کے زمانے میں اہل حلف و فاشکاری کے رواج ہوا۔ ہر ایک شخص کو اس بات (۲) حلف کی قسم کھانی پڑتی کہ وہ اپنے کسی قرابت دار یا کسی غیر کے باغیانہ خیالات اور تدبیروں کو حکومت سے نہیں چھپائے گا۔ ٹوٹ کے حکم سے ہر ایک شخص سے جس کی عمر بارہ سال سے زیادہ ہوتی تھی حلف لیا جاتا تھا کہ وہ خود چوری کرے گا اور نہ کسی دوسرے کی چوری کا علم ہو تو حکومت سے اُس کو مخفی رکھے گا۔ اس کا اعادہ ہر چڑاول کے عہد میں ہوا۔

مجرمین فراری کو دوسرے طریقوں سے گرفتار کیا جاتا تھا اور سزا دلائی جاتی تھی۔ فوج قومی بھی ایک حد تک فراریوں کی گرفتاری میں مدد دیتی تھی علاوہ برین سبرر قصبہ اور تعلقے تک تعاقب کر کے ان کو گرفتار کرنا قوم کے ہر ایک متنفذ کا فرض تھا اور اس پر ایڈمر کے عہد سے عمل ہو رہا تھا۔ ہنری سوم اور ایڈورڈ اول کے دور میں نظام کو توالی کو تہ تی ہوئی اور جس طرح قدیم زمانے میں کل قوم سے فوجی کام لیا جاتا تھا اسی طرح کو توالی کا کام بھی تمام قوم سے متعلق ہو گیا۔ تحفظ اسن کی بابت ۱۲۳۳ء میں ایک حکم نافذ ہوا ۱۲۵۲ء اور ۱۲۵۳ء میں اس کی مزید صراحت ہوئی اور اُس کے زیر اثر ہر ایک قصبہ کے دروازوں کی حفاظت و نگہ رانی چار ساکنین قصبہ کے سپرد ہوئی اور چار چار اہل قصبہ باری باری سے طلوع آفتاب سے غروب تک گاہوں کے دروازوں پر پہرا دینے لگے۔ اجنبی لوگوں کو یہ اپنی حراست میں رکھتے تھے اور جو آپ کو حوالے کرے یا راضی نہ ہو تا یا فرار ہو جاتا تو یہ شور و غل مچاتے ہوئے اس کا قریہ بہ قریہ تعاقب کر کے اُس کو گرفتار کراتے تھے۔ جو لوگ شہروں اور گاؤں کے دروازوں پر پہرا دینے سے انکار کرتے یا اپنی باری کے روز غیر حاضر ہوتے تھے اُن کو دوسرے کی عداوتوں میں پیش کر کے سزا دلائی جاتی تھی۔ ۱۲۵۲ء میں ہر ایک گاؤں کے بئے ایک جوان کو توالی اور ہر ایک تعلقے کے مستقر کے واسطے ایک جہدار کو توالی مقرر کیا گیا۔ گاؤں اور تعلقوں کے رہنے والوں میں لوگ سپاہ گری کی نسبت حلف کرتے تھے ان پر ان

جوانان کو قوالی کے احکام کی تعمیل واجب تھی اور حفظ امن وغیرہ کے متعلق ان لوگوں کو جوانان مذکور کے ساتھ کام کرنا لازم تھا۔ اس طرح فوج قومی کے فرائض میں پہرا دینا اور حفاظت ملک شامل کر دی گئی تھی۔ تحفظ امن کی نسبت جس قدر قدیم احکام تھے ان کو اور متعدد قوانین اسلحہ کو ملنا کر قانون و مجسٹر مرتب کیا گیا تھا۔ قانون مذکور کے زیر اثر مجسٹروں اور جوروں سے اہل دیہات کو محفوظ رکھنا فوج قومی کا فریضہ تھا۔ ہر ایک شخص کو اپنے مکان میں امن بادشاہ کے تحفظ کے لئے اپنی حیثیت کے موافق زرہ بکتر اور اسلحہ کا رکھنا لازم تھا۔ ہر ایک تعلقے اور ایسی جاکسوں میں میں اثیازی عدالت ہوتی تھی سالانہ دو کو قوالی کے جوانوں کا انتخاب ہوتا تھا کہ یہ لوگ وہاں کے سیکنین کے گھروں میں جا کر ہر ایک گھر میں اس قسم کے زرہ بکتر اور اسلحہ کی تنسیج کریں فراریوں کی گرفتاری کے لئے مشور و غوغا مچائیں اور مجسٹروں اور بد معاشوں کو یکدم گرفتار کر لیں۔ اس کے علاوہ اشرار سے جو لوگ ان جوانوں کے مشور و غوغا مچانے پر اشرار و فراریوں کے تعاقب کرنے سے جی چرانے یا ان کو عداً گرفتار کرتے تھے ان کو بھی یہی جوانان کو قوالی اعزازی نظامے فوجداری کی عدالتوں میں چالان کرتے تھے۔

اعزازی نظامے

فوجداری۔

یہ معینہ قضاۃ قانون و مجسٹر کے احکام کی قوم سے تعمیل کراتے تھے اور وہ اعزازی نظامے فوجداری کے پیش رو تھے۔ بلکہ نظامے مذکور کے قیام کے سو سال پہلے سے ان کا پتہ تاریخ میں ملتا ہے جس مرد کی عمر پندرہ سال سے زیادہ ہوتی تھی اس سے حفظ امن میں خلل انداز ہونے کی نسبت حلف لیا جاتا تھا لیکن سٹریٹس میں اس حلف دوانے کے لیے ٹایٹ مقرر کیے گئے۔ ہر ایک ضلع کے لیے سٹریٹس میں ایک محافظان دسٹوس پکس - Custos pacis اکاتین ہو لیکن سٹریٹس سے عدالت ضلع میں اس کا انتخاب ہونے لگا۔ ۱۲۵۵ء کے بعد سے شہریت نظامے دیوانی و فوجداری جو بوقت دورہ فصل خصوصیات کرتے تھے لوگوں کو قانون و مجسٹر کا پابند بنانے لگے۔ لیکن ان کے عوض سٹریٹس میں ہر ایک ضلع میں

حفظ اس کے سینے نیک اور وفادار لوگ مقرر کیے گئے اور ان کو جراثیم کی تحقیق کرنے اور مجربین کو مزائیس دینے کا اختیار دیا گیا اس کے دو برس بعد ان لوگوں کو چالانی مقدمات کی سماعت کرنے اور ملزمین کو دورہ کرنے والے قضاۃ کی عدالتوں میں سپرد کر کے کامزید اختیار ملا۔ ۱۸۳۳ء سے اس کام کے لئے پہلے سے لائق ہوں کی ایک جماعت مقرر ہونے لگی اور وقت ضرورت ان میں سے چند اور بعض دوسرے لائق اور قابل قانون دان اشخاص کو شریک کر کے سنگین اور ادنیٰ جرائم کی سماعت و تحقیقات ان کے سپرد کی جاتی تھی بالآخر ۱۸۳۷ء میں ہر ایک ضلع کا حفظ امن، ملزمین کی گرفتاری، مجوسی اور سنگین و ادنیٰ جرائم کی سماعت و تحقیقات کے لئے ضلع کے ایک سربراہ اور وہ اسیر تین چار نہایت قابل آدمی اور چند قانون دانوں کا تقرر عمل میں آیا۔ اس کے دو سال بعد یہ نظام سال میں دو مرتبہ ہر دو سال قانون اجلاس کر سکتے تھے۔

اس طرح اعزازی انڈسٹریل فوجداری حکومت ضلع کی کل کے مستقل اور (۱) عدالت ضلع ضروری پڑے بن گئے۔ ادارہ مذکور کے بعد سے سو برس تک ان کے کے ساتھ اُنکے اور عدالت ضلع کے مساوی اختیارات رہے لیکن اس ووسری عدالت کے ذمی مرتبت سوتار کے پندرہویں حاضری عدالت سے مستثنیٰ ہونے سے اس کے ہاں زیادہ تر مفتشیں اسباب موت، محافظین جنگلات اور ضلع کے نمائندوں کا انتخاب کرنا دیا گیا اس کے برعکس قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں کو ترقی ہونے اور دورہ کرنے والے قضاۃ کو عدالتی اختیارات ملنے کے بعد جو کچھ فوجداری عدالت خفیہ کا کام شریف انجام دیتا تھا وہ ان مقیم اور مستقل نظامے عدالت کی طرف منتقل ہو گیا۔ اس کے سوا جب یہ اعزازی نظام سہ ماہی فوجداری عدالتوں کے اجلاس میں شریک ہونے لگے تو یہ دورہ (۲) دورہ کرتے رہے کرنے والے قضاۃ کے ہمسر بن گئے اس لئے کہ ان کو بھی مجرم بناوٹ کے کل چالانی مقدمات کی تحقیقات کا اختیار مل گیا تھا۔ ابتداً ان کے دیوانی اختیارات محدود تھے لیکن مقامی عدالتوں کے اغلط کے سبب سے

ان کے ان اختیارات میں بھی ترقی ہوئی اور بلحاظ اختیارات دیوانی عدالت دورے کے نظام کے یہ ہم پلہ ہو گئے تھے۔ اگرچہ سترھویں صدی میں قانون نے ایسے جرائم کی تحقیقات جن کی سزا موت ہوتی تھی دورے کی عدالتوں کے لیے مخصوص کر دی تھی اور اُس زمانے میں اکثر جرائم کی سزا گین دیئے موت ہوتی تھی لیکن سہ ماہی فوجداری عدالتوں کا سنگین جرائم کو تحقیق کرنا ۱۸۳۲ء کے پہلے قانوناً موقوف نہیں ہوا اور جب تک اضماع کی جدید عدالتوں کا قیام نہوا جبچہ مخصوص مقدمات دیوانی کی سماعت کے اعزازی نظام سے فوجداری کے دیوانی اختیارات سلب نہیں کیے گئے و

عدالتی امور میں اعزازی نظام سے فوجداری کنگس بیج کی عدالت کے ماتحت سمجھے جاتے تھے۔ عدالت مذکور حکمانہ سینڈامیس (Mandamus) کے ذریعے سے نظام مذکور کی عدالتوں سے مقدمے اپنے یہاں منتقل کر لیتی تھی اور جن امور کے فیصلے کے وہ مجاز نہوتے ان کی نسبت حکمانہ انتناعی جسامی ہوتا تھا۔ اور یہ لوگ تحقیقات و دسرت اندازی سے روک دیئے جاتے تھے۔ ایسا ہی جن مقدمات کی سماعت و تحقیقات ان کے اختیار کے باہر ہوتی تھی یا جن مقدموں کے لیے دوسری عدالتیں مخصوص تھیں اور غلطی یا کسی اور سبب سے وہ ان میں پیش ہوتے تو یہ لوگ ایک اصدات تہا کے ساتھ کنگس بیج میں ان مقدموں کو منتقل کر دیتے تھے لیکن اب یہ نگرانی عدالت عالیہ کی طرف منتقل ہو گئی ہے۔ اگرچہ اس وقت اعزازی نظام سے فوجداری کے اختیارات پہلے سے کم ہو گئے ہیں لیکن فوجداری مقدمے تین چوتھائی یہی لوگ فیصلہ کرتے ہیں و

ہر ایک اعزازی ناظم بحیثیت محافظ امن وارنٹ (حکمانہ گرفتاری) کر سکتا اور جو انان کو توالی پر مشہور قانون مجمع ناجائز کے رو سے احکام صادر کرنے کا مجاز ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ بلوی اور شورش کی انتہائی حالتوں میں اگر ضرورت ہو تو فوج کو طلب کر کے اس کے ذریعے سے فساد کو فرو کر سکتا ہے۔ دو اعزازی ناظم وقت ضرورت اپنے مشورے سے مخصوص پلس کے

(۲) قانون غیر
موضوعہ کی
عدالتوں کے
ساتھ ان کے
تعلقات۔

اعزازی ناظم
فوجداری کے
اختیارات

جوانوں کا تقرر کر سکتے ہیں۔ جو لوگ صحیح و تندرست ہوں اور جن کو کوئی قانونی عذر نہ ہو اگر اس قسم کی پولیس میں طلب ہوں تو ان کو ان اعزازی نظام کے احکام کی تعمیل کرنی لازم ہے۔ لیکن مستثنیٰ لوگوں کو اس کام کے لیے وزراء اعلیٰ سلطنت میں سے کوئی ایک وزیر مجبور کر سکتا ہے۔ جس طرح اس ادارے کے قیام کے پہلے شریف ملین کے چالان کرنے کے لیے ابتدائی تحقیقات کرتا تھا اسی طرح اعزازی ناظم اس کام کو انجام دیتا ہے لیکن ملزم کی ضمانت کی کارروائی کا اُن کے متفقہ جلسے میں پیش ہونا لازم ہے۔ ادنیٰ درجے کے جرائم کی تحقیقات کے اختیارات جس میں جوڑی کی شرکت نہیں ہوتی ہے ان نظام کو کچھ عجیب و غریب طریقے سے ملے ہیں۔ متعدد قوانین کے ذریعے سے ان کو جرائم مذکورہ کی سماعت اور مجرمین کو سزا دینے کے اختیارات تو دیئے گئے لیکن اُن جرموں کو تحقیق کرنے کا طریقہ نہیں بتلایا گیا ہے اور ان میں اس بات کا بھی پتا نہیں ملتا کہ کس زمانے سے اس طرح کی تحقیقات کا آغاز ہوا۔ بہر حال ۱۸۴۸ء میں سرسری تحقیقات کی نسبت قانون منضبط ہوا اور ۱۸۶۹ء میں اُن متعدد جرائم کے لیے جو معمولی یا ادنیٰ کہلاتے تھے اور جن کی سرسری تحقیقات ہوتی تھی ایک معیار قرار پایا۔ ایسے کل جرائم جن کی سزا دو ہفتوں کی قید یا بیس شلنگ جمانے سے زیادہ نہ ہو سرسری تحقیقات کے قابل ہیں۔

سہ ماہی فوجداری عدالت کے دو یا زیادہ نظام کا متفقہ جلسہ عدالت خفیہ کہلاتا ہے۔ خفیہ عدالتوں کے اختیارات زیادہ تر قدیم اضلاع کی عدالتوں کے مماثل ہیں۔ ۱۸۲۸ء میں ان عدالتوں کی باقاعدہ تنظیم عمل میں آئی اُس کے پہلے اُن کے اختیارات اور ترکیب وغیرہ میں نہایت ابتری تھی۔ اس سال اختیار ملنے پر سہ ماہی فوجداری عدالتوں کے نظامے خفیہ عدالتوں کے قیام کے لیے ملک کی مختلف حلقوں میں تقسیم کی۔ اس طرح ہر اگرچہ ہر ایک ضلع کے لیے بہت سے دورہ کرنے والے قضاة کا تقرر ہوتا ہے لیکن ضلع کا عدالتی کام زیادہ تر وہی اعزازی نظام عدالت خفیہ میں انجام دیتے ہیں۔

خفیہ فوجداری
عدالتیں۔

جو اس ضلع میں مستقل سکونت رکھتے ہوں۔ عدالت خفیہ کے بھی تقریباً وہی اختیارات ہیں جو ایک اعزازی ناظم کے ہوتے ہیں لیکن ان میں ان مقدار کا فیصلہ ہوتا ہے جن کی سماعت و تحقیقات کا اعزازی ناظم مجاز نہیں ہے ہر ایک عدالت خفیہ کا ایک صدر اور پندرہ مستقل ارکان ہوتے ہیں۔ اس کا ایک معینہ عمارت میں اجلاس ہوتا اور اس کے لئے ایک مستقل سرشتہ دار مقرر کیا جاتا ہے۔ سررشتہ دار مذکور قانون سے دو وقف رہتا اور ان اعزازی نظما کو جو قانون سے ناواقف ہوتے ہیں قانون بتاتا اور سمجھاتا ہے۔ سہ ماہی عدالت فوجداری کا بھی ایک سررشتہ دار ہوتا ہے اور اس کے بھی اسی طرح کے فرائض ہیں۔ منفرد اعزازی نظماے فوجداری اور خفیہ فوجداری عدالتوں کے سربراہ فیصلوں کی ناراضی سے سہ ماہی عدالتوں میں مرافقہ ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ دوسری عدالتیں جو جوری کی شرکت کے بغیر ان مراضوں کا فیصلہ کرتی ہیں لیکن چالان کے مقدمات جو جوری کلاں کی جانب سے پیش ہونے میں ان کی تحقیقات جو جوری خرید کی معیت سے ہوتی ہے۔ چونکہ بہت ہی چند برطانوی شہروں میں ماہوار یا ب نظماے فوجداری مقرر ہوتے ہیں لہذا اس سے ظاہر ہے کہ یہ اعزازی ناظم جن کا پیشہ قانون دانی نہیں ہے نہایت لیاقت اور مستعدی سے عدالتی کام انجام دیتے ہیں۔

سہ ماہی
فوجداری
عدالتیں

۱۸۸۸ء میں ہر ایک ضلع کے لئے علاوہ نظماے عدالت دورہ چھ اعزازی فوجداری ناظموں کا رکھا جانا قرار پایا تھا لیکن بہت ہی جلد اس قاعدہ کی پابندی ترک کر دی گئی۔ اس زمانے میں تو قانون مذکور پر عمل ہی نہیں ہوتا چنانچہ لنکا شایر کا نظماے فوجداری کا طبقہ آٹھ سو سے زیادہ افراد پر مشتمل ہے اور ملک میں ان کی کل تعداد بیس ہزار کے اوپر ہے لیکن ان میں کے اکثر نظما عملاً کوئی عدالتی کام نہیں کرتے بلکہ ان کے نام اسمان فرامین میں درج ہوتے ہیں جو ان عدالتوں کے انقضاء کے متعلق سال میں کئی دفعہ نفاذ پاتے رہتے ہیں چنانچہ اس قسم کے ہر ایک فرمان میں پریوی کونسل کے کل ارکان کے نام درج ہوتے ہیں لیکن کونسل مذکور کے

صرف وہی ارکان اعزازی نظامے فوجداری کا کام کر سکتے ہیں جو ملک کی فوجداری خفیہ عدالتوں میں منصرم اعزازی ناظموں کی خدمتوں پر رہے ہوں۔ لیکن پریوی کونسل کا ہر ایک رکن اعزازی ناظم فوجداری کے بعض ادنیٰ فرائض کو ملک کے کسی ایک حصے میں انجام دینے کا مجاز ہے۔ چونکہ پیوڈر بادشاہوں کے عہد میں مقامی اعزازی نظام پر ہی کونسل کے ماتحت ہوتے تھے اور ان کے فرائض اکثر و بیشتر سیاسی اغراض پر مبنی تھے اس لیے اب بھی اسی قدیم رسم کی پابندی سے پریوی کونسل کے ارکان کے نام فرمان میں جب کے درجے سے اعزازی نظامے فوجداری کا تعین کیا جاتا ہے مرقوم ہوئے ہیں۔

پیرچرڈو دوم اس خدمت پر ناٹھ معزین اور شرفا کو مقرر کرتا تھا۔ اعزازی نظامے ہنری پنجم نے ان اوصاف کے سوائے اعزازی نظام کے لیے ضلع کی سبکدستی کے فوجداری کے لازم کردی تھی اور ہنری ششم نے بیس پونڈ والی شرط ملکیت کا اضافہ کیا تھا۔ اوصاف جاریج دوم کے زمانے میں شرط ملکیت سو پونڈ کردی گئی۔ بعض بعض وقت (شرائط ایسا) عورتوں نے بھی اس خدمت کو انجام دیا ہے۔ چنانچہ ہنری ہشتم کے عہد میں بیٹ کی لیڈی برک لے (Lady Burkle of yate) جس کا علاقہ ضلع گلاسٹرس واقع تھا تو اور باندھ کر عدالت خفیہ اور دوسرے عدالتوں میں نظام کے جلسوں میں شریک ہو کر عدالتی کام کرتی تھی۔ اور جس زمانے میں یہ عدالتیں بند رہتی تھیں وہ اپنے علاقے کی رعایا کے فصل خصوصیات میں مشغول ہوتی تھی۔ چونکہ ان نظام کی مدت ملازمت اُن کی نیک اطواری اور بادشاہ کی خوشنودی پر منحصر ہوتی تھی اس لیے اگر ان دونوں باتوں میں یہ ثابت قدم پائے جاتے تو مدت العمر وہ اپنی خدمت سے نہیں ہٹائے جاتے تھے۔ جس طرح نظام جاگیر کے زمانے میں امراءے جاگیر دار سے داورسی کا تعلق تھا اُسی طرح اس زمانے میں بھی اسی طبقے کے ہاتھ میں عدل گسٹری ہے۔ از بسکہ انگلستان میں ابتدا سے طبقہ امرا کو بادشاہ کی جانب سے عدالتی اختیارات عطا ہوتے رہے ہیں اور جس طرح قدیم زمانے میں بادشاہ اُن کے ان اختیارات کو سلب کرنے کا مجاز تھا اب بھی ہے اس لیے یہ بات یاد رکھنے کے قابل

ہے کہ برطانوی امرا کے عدالتی اختیارات ہمیشہ نظام جاگیر کے عدالتی اختیارات سے مختلف رہے ہیں اور ایک کو دوسرے سے کبھی کسی قسم کا تعلق نہیں رہا۔ انگلستان کے امراے جاگیردار بادشاہ کے نائبوں کی حیثیت سے اپنے عدالتی اختیارات پر عمل کرتے ہیں اور کرتے تھے لیکن نظام جاگیر کے عدالتی اختیارات کے معنی بادشاہ کے عدالتی اختیارات کا سلب ہونا ہے۔ پہلی شکل میں حاکم یا جاگیردار کی ملکیت و امارت ہے اس کے عدالتی اختیارات کا انحصار ہوتا تھا اور دوسری شکل میں اختیارات عدالت کو ملکیت اور حکومت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ پورے ضلع کے لئے بذریعہ فرمان اعزازی نظام فوجداری کا تقرر ہوتا ہے۔ ان کے صدر کا لقب محافظ دفتر (Gustos Rotulorum) ہے اور یہی عہدہ دار ضلع کا لارڈ لیفٹیننٹ بھی ہوتا ہے۔

اعزازی نظام
فوجداری کے
انتظامی قرض

اعزازی نظام فوجداری کے انتظامی فرائض ان کے عدالتی اور کو توالی کاموں سے کم اہم نہ تھے۔ جس طرح عدالتی امور میں یہ لوگ رعایا اور بادشاہ کے درمیان واسطہ ہوتے تھے اسی طرح انتظامی امور میں بادشاہ ان کے توسط سے اپنے اغراض کا قوم سے اظہار کرتا تھا۔ چنانچہ ان کی معرفت رسد، زہر، جہاز، قرضہ جات، بخشش اور قرضہ جبریہ کے متعلق بادشاہ کی فرمائشیں قوم تک پہنچتی تھیں نظام مذکور مقامی محصولات کی تشخیص کر کے ان کو وصول کرتے اور جن ضیعوں میں ان محصولات کی رقم صرف ہوتی ان کی نگرانی بھی ہی لوگ کرتے تھے۔ مزدوروں کی اجرت اور اشیاء کا نرخ بھی مقرر کرتے اور انھی کے حکم سے مفلسوں کو امداد ملتی تھی۔ نان گن فرست اور ان لوگوں کے خلاف جو نہی امور میں بادشاہ کی صدارت کے منکر تھے یہی لوگ متعلقہ قوانین تحریری کو نافذ کراتے تھے۔ انھی کی معرفت کل مقامی عہدہ داروں کا تقرر ہوتا تھا۔ راستوں، پلوں، قند خانوں اور کل سرکاری عمارتوں کی ترمیم و تعمیر کے یہی ذمہ دار تھے اور ان کی نگرانی انھی کے سپرد تھی عہدہ ٹیوڈویس یہ لوگ ضلع کے حاکم بن گئے تھے۔ ان پر بجز شاہی کونسل اور کنگس بنچ کے کسی دوسرے محکمہ کا دباؤ نہ تھا۔ انھی کے ذریعے سے

کل قوانین جن کا تعلق طرز معاشرت اور کو توالی سے ہوتا تھا تعمیل کرائی جاتی تھی۔ علامہ میرٹ لینڈ کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے اس قدر متعہ و اور مختلف فرائض تھے کہ ان کے ہر ایک کام کے لئے حروف تہجی میں سے ایک حرف مخصوص ہو سکتا ہے۔ جس طرح زمانہ حاضری کی سلطنت کے کام کثیر اور مختلف قسم کے ہوتے ہیں اسی طرح ان کے فرائض کی کثرت تھی اور یہی کیفیت ٹیوڈر سلاطین کی پرلوی کونسل کے کاموں کی ہو گئی تھی اسی کونسل کے ہاتھوں میں یہ لوگ کٹبتیل بن گئے تھے۔ کونسل اپنے کل اغراض ان کے ذریعے سے پورے کراتی تھی۔ ان نظما کو مختلف کام کرنا پڑتا تھا اور ان کے انتظامی اور دوسرے فرائض کے متعلق اس کثرت سے قانون بنایا جاتا تھا کہ جیمس اول کے عہد میں لیمبرڈ قوانین کے انبار کے انبار دیکھ کر تنگ آ گیا تھا اس زمانے میں چھاپے کے بڑے حروف ہوتے تھے اور بڑے بڑے کاغذوں پر قانون وغیرہ طبع ہوتا تھا۔ اس لیے اس کو یقین ہو گیا تھا کہ اگر قوانین کے انبار اعزازی نظما کے پشت پر رکھے جائیں تو ان کی پشت خم ہو جائے گی لیکن اضلاع کی مجلسوں کے قیام سے ان کے انتظامی فرائض میں بہت کچھ کمی ہو گئی ہے ان مجلسوں کی نسبت قانون بنکر ۱۸۸۹ء میں نافذ ہوا اور اس زمانے سے یہ لوگ صرف عدالتی کام انجام دیتے اور بعض اجازت ناموں کے قوانین کی تعمیل کراتے ہیں لیکن ضلع کی کو توالی کا انتظام اب بھی انہی سے متعلق ہے اور ان کے دوسرے انتظامی فرائض جن کا مقامی مالیات و انتظامات سے تعلق تھا مجلس ضلع کی طرف جس کے ارکان کا انتخاب ہوتا ہے منتقل ہو گئے ہیں ضلع کی جمعیت کو توالی کی نگرانی اور وہاں کے بعض عہدہ داروں کا تقرر مجلس ضلع اور عدالت سہ ماہی کے ارکان کی ایک مشترک کمیٹی کرتی ہے ؎

عدالت چانسلری

سب سے پہلے ایڈورڈ تائب کے عہد حکومت میں چانسلر کا تقرر عمل (چانسلر ناظم صفت)

میں آیا۔ یہ بادشاہ کا یہ منشی اور محافظہ کلاں یعنی مہر سلطنت ہونا تھا۔ چانسلر کی انسیبل (Cancelli) سے مشتق ہے کیا انسیبل کے معنی پروے کے ہیں۔ چانسلر کی نشست پروے کے پیچھے مقرر تھی جہاں وہ اپنے فرائض انجام دیتا تھا۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ چونکہ چانسلر غلط فیصلوں کو منسوخ کرتا تھا اس لیے یہ لفظ کینسل (Caneel) سے جس کے معنی منسوخ و رد کرنے کے ہیں مشتق ہے لیکن یہ خیال غلط ہے۔ چانسلر سے کینسل کو کوئی تعلق نہیں۔ شروع سے چانسلر کی خدمت ہتھ بانشان بھیجی گئی ہے۔ بادشاہ کا نمکدان اس کے ماتحت تھا اس سے یہ کل دیوبی و غیر مذہبی امور میں بادشاہ کا متبع علیہ ہو گیا تھا اور چونکہ مہر سلطنت اس کے یہاں رہتی تھی اس لیے جس قدر اسے ہم کو افندہ و فرائین سے جو بارگاہ شاہی سے اجرا ہوتے تھے اور جن پر مہر مذکور ثبت ہوتی تھی وہ واقف رہتا تھا علاوہ بریں تعمیر شاہی کے پادریوں کا افسر ہونے کی وجہ سے اس کو ان کی انسیبی حاصل تھی اس لیے وہ بادشاہ کے اخلاق حسنہ و رحم دلی اور ایمان کا گویا محافظ بن گیا تھا۔ چانسلر کے کارِ انشا کی اقتینا بہت کثرت ہوئی اور یہ زیادہ تر مختلف حکمناموں کے مسودات پر مبنی تھا المختصہ وہ کل حکمِ جہت سلطنت کا معتمد و وزیر سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ سپیکٹ کی چانسلری کے زمانے میں اس کے ماتحت پچاس منشی ان کاموں کو انجام دیتے تھے۔ کیور یا (مجلس شاہی) اور محکمہ خزانے کے عہدہ داروں میں سب سے زیادہ اہم یہی سمجھا جاتا تھا اور جب صدر اعظم کا عہدہ عدالتوں کے غیر مجلسوں کے تقرر سے ٹوٹ گیا تو یہ شاہی عہدہ داران سیاسی کا ممد و افسر یعنی معتمد خاص بن گیا۔

اگرچہ ابتدا میں چانسلر کے مخصوص عدالتی اختیارات نہیں تھے لیکن کونسل شاہی کا میسر مجلس اور امرائے خزانہ میں سے ایک امیر ہونے کی حیثیت سے ان دونوں اداروں میں وہ عدالتی امور انجام دیتا تھا۔ ایڈورڈ اول کے حکم سے اس کی ابتدا اسے حکومت میں چانسلر اور دوسرے حکام عدالت نے رعایا کی کلی عہدہ داروں کو جانپنا شروع کیا۔ جو عرفیاں بادشاہ کے ملاحظے اور فیصلہ کے لائق ہوتی تھیں ان کو یہ لوگ بادشاہ کی خدمت میں ارسال کرتے اور جن کا

چانسلر کے
عدالتی اختیار

فیصلہ خود کر سکتے ان کو بادشاہ کے ملاحظے میں پیش نہیں کرتے تھے۔ اس کے بعد حکم شاہی کی بنا پر عرصوں کی پانچ پلندوں (حصوں) میں تقسیم ہونے لگی۔ جو عرصیاں چانسلر کے فیصلے کے قابل ہوتی تھیں ان کا پلندہ اس کے ہاں روا نہ ہوتا تھا۔ لیکن اس انتظام کو پارلیمنٹ اور کونسل کی تنظیم ثانی نہ کہ چانسلر کے عدالتی اختیارات کی بنا سمجھنا چاہیے۔ جس طرح پریوی کونسل کے عدالتی اختیارات کا منبع بادشاہ کے باقی ماندہ اور ناقابل انفسخ عدالتی اختیارات کو سمجھنا چاہیے اسی طرح بادشاہ کے توسط سے نہ کہ کسی خاص حکم یا قانون کے ذریعے سے چانسلر نے بھی عدالتی اختیارات حاصل کیے۔

ایڈورڈ سوم کے عہد سے چانسلر کی مستقل عدالت قائم ہو گئی جب کبھی اس کو بادشاہ کی حضوری سے فرصت ملتی وہ اپنے عدالتی فرائض انجام دیتا تھا لیکن ایڈورڈ مذکور کے ابتدائے حکومت سے اس نے بادشاہ کی ہمراہی ترک کر دی اور مستقل طور پر اپنی عدالت میں کام شروع کر دیا۔ عدالت چانسلری میں قانون غیر موضوع اور نصف دو نوں پر عمل ہوتا تھا۔ جن امور کا شاہی حقوق سے تعلق ہوتا تھا ان کے فیصلے اور شاہی حکمناموں اور عطیات کی تاویلات قانون غیر موضوع پر مبنی ہوتی تھیں۔ اگرچہ ایڈورڈ سوم کے جلوس کے باسیسویں سال ایک قانون کی رو سے ان کل امور کا فیصلہ جو بادشاہ کے ترحم و انصاف کے محتاج سمجھے جاتے تھے چانسلر کے تفویض کر دیا گیا تھا لیکن چانسلر اپنے نصفی اختیارات بر کونسل کے باہر عمل نہیں کرتا تھا بلکہ نصفی امور کو وہ بحیثیت رکن کونسل فیصلہ کرتا تھا۔ اس پر چرچہ و دھوم کے عہد میں محکمہ نصفی ایک مستقل اور جدا گانہ عدالت قرار پانگیا اور اگرچہ دارالعوام کو ہمیشہ اس سے عناد رہا لیکن اس نے عدالت مذکور کو ان دارالسیوں کے عطا کرنے کے لئے اپنا نائب بنا دیا جن کی قانون غیر موضوع میں نایابی ہونے سے رعایا کے حقوق کی پامالی ہوتی تھی اور فریق متضرر قانون مذکور کی سختیوں سے نالاں رہتا تھا۔ ایڈورڈ چہارم کے عہد سے عدالت چانسلر کو کونسل کے درمیان امتیاز شروع ہو گیا اور اس کے نصفی اختیارات

چانسلری کی
علیحدہ عدالت
کا قائم ہو

چانسر کے
نصفی
اختیارات

کو ملک نے تسلیم کر لیا
چونکہ قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں میں فریق مقتدر دیوانی مقدمے میں
کامیاب ہوتا تھا اور وہ عدالتیں با اثر اور مقتدر اشخاص کے مقابلے میں
کمزور اور بیکیس فریق کے حق میں پورا انصاف نہیں کرتی تھیں اس لیے
چانسلر کو دیوانی مقدمات کے فیصلے میں زیادہ تر اپنے نصفی اختیار است
پر عمل کرنا پڑتا تھا۔ اور اُس زمانے میں بد قسمتی سے کمزور اور بے بس لوگوں
کی زیادہ تعداد ہونے سے وہ چانسر کے ممکن التاویل اور موثر ضابطہ سے
فائدہ اٹھانا چاہتے تھے اسی بنا پر اُن کے حریف جو اُن سے کہیں زیادہ
مقتدر اور با اثر ہوتے تھے کمزور کو بیدستیا کرتے تھے۔ چونکہ عدالت چانسر
حکمرانہ تعزیر (جرمانہ) کے ذریعے سے مدعی علیہ کو جواب پیش کرنے کے لیے
مجبور کر سکتی اور اس کو حلف دیکر اس پر سوالات کرتی تھی اور جس کے سبب
جھوٹ اور سچ کی حقیقت کا انکشاف ہوتا تھا اس لیے اگر مدعی حق پر ہوتا تو
عدالت مذکور کے فیصلے سے نہایت مطمئن و آسودہ ہوتا تھا۔ اس کے
برعکس قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں کو مدعی علیہ کو حلف دیکر سوالات کرنے کا
اختیار نہ تھا لیکن چانسلر بھی چونکہ جوری کے ذریعے سے مقدمے کی تحقیق کا مجاز
نہیں تھا اس لیے اگر کسی مقدمے میں امور تفتیح طلب پیدا ہوتے تھے تو وہ
ان کو کنگس بنچ کی عدالت میں منتقل کر دیتا تھا۔ اس کے سوا عدالت چانسر
کے ذریعے سے اکثر ان حق تلفیوں کی وادری ہوئی تھی جن کا چارہ کار نہ ہونے
سے قانون غیر موضوعہ میں انصاف نہیں ہو سکتا تھا۔ عدالت مذکور کے
اختیارات بڑھنے کا سبب زیادہ تر امانتیں ہوں گی ہیں۔ چونکہ قانون غیر موضوعہ
کی عدالتیں ان کو تسلیم نہیں کرتی تھیں اس لیے اُن کی نسبت ان عدالتوں میں
وادری نہیں ہو سکتی تھی۔

چانسر اور
قانون غیر موضوعہ
کی عدالتیں۔

اگرچہ قانون غیر موضوعہ کی عدالتیں چانسر کے نصفی اختیار است کی
نہایت شکا رہی ہیں لیکن انھیں کو اس کے ان اختیارات کی بانی سمجھنا چاہیے۔
بقول اسٹرن لا قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں کی تباہ کن مہرجانی اور تعصب

کے سبب سے لغت کا وجود ہوا۔ چونکہ یہ عدالتیں قوم کے خیالات اور مذاق کے موافق جن میں تغیر ہو گیا تھا عمل نہیں کرتی تھیں اور عدالت چانسلری اس کے ہم خیال و ہم مذاق واقع ہوئی تھی اس لیے اس کو ان پر فروغ ہوا۔ مگر بدستی سے قانون داں حضرات (نظامی عدالت و طبقہ وکلاء) نے ابتدا میں ہی قانون غیر موضوعہ اور اس کے ضابطہ اور عدالتی حکمناموں کو مختلف قسم کی وادرسی کے لیے کٹھنی خیالی کر کے چانسلر کے اختیارات کے خلاف صدا بلند کرنے شروع کر دی اس زمانے میں ہر ایک دعوئے کے پیش کرنے میں ایک خاص قسم کے حکمنام کی ضرورت تھی اس قسم کے چند حکمنامے مروج تھے اور ایسے وہ کل دیوانی ناظم کیلئے بکار آمد نہیں ہو سکتے تھے۔ چونکہ یہ عدالتیں چانسلری کی مخالفت پر آمادہ ہو گئی تھیں اس لیے وہ اس کے قیام کے چند ہی روز بعد ہنری سوم کے عہد میں اس کے اختیار اجرا سے حکمنامہ جات جدید کے مقابلے پر آمادہ ہو گئیں چنانچہ دستور آکسفورڈ کی رو سے چانسلر کو بجز قدیم و مروج حکمناموں کے کسی جدید حکمنامہ پر بادشاہ باجلاس کو سنل کے حکم کے بغیر مہر کرنے کی نسبت حلف کرنا پڑتا تھا اس طرح جدید ہنگاموں کی نسبت بلا اجازت بادشاہ جدید حکمناموں کا اجرا ناجائز قرار پایا اور ان عدالتوں کے نظام نے حکمناموں کے جواز و عدم جواز کا فیصلہ کرنا جن کے ذریعے سے کل قانونی کارروائیوں کی ابتدا ہوتی تھی اپنے اختیار میں لے لیا۔ اگرچہ پوپنچسٹر کے دوسرے قانون سے چانسلر کو ایسے جدید حکمناموں کے جاری کرنے کی اجازت مل گئی تھی جو اس وقت کے قانون کے منافی و متضاد نہوتے ہوں لیکن حکام عدالت کی مخالفت نے اس حکم کو منسوخ العمل بنا دیا تھا۔

لیکن جب عدالت چانسلری نے قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں کے فیصلوں کو غیر موثر بنانا شروع کیا تو مذکورہ عدالتوں کو بھی شکایت کا موقع مل گیا اور ان کا شاکی ہونا بجا نہ تھا مختلف طریقوں سے چانسلری ان عدالتوں کی کارروائیوں میں دست اندازی کرتی تھی مثلاً اتنا ہی حکمنامے کے ذریعے سے مدعی اپنے مقدمے کو جو کسی قانون غیر موضوعہ کی عدالت میں دائر ہوتا تھا الیت تھکا

یاد گری دار کو فیصلہ عدالتی کی تفصیل سے باز رہنے کے لیے حکم پہنچتا تھا جب کبھی چانسلر یہ ثابت ہوتا کہ دعویٰ بھی کا اصول انصاف و ایمان کے خلاف ہے لیکن قانون کی مدد سے وہ ان عدالتوں میں کامیاب ہو سکتا ہے اس کے نام حکماء امتناعی روانہ ہوتا تھا چنانچہ ہنری ہشتم کے عہد کی ایک قانونی کتاب میں لکھا ہے کہ "نصف قانون کی ضد نہیں ہے اور نہ اس کے ذریعے سے قانون ملک میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ نصف پر عمل کرنے کی اس وقت ضرورت ہوتی ہے جبکہ قانون ملک قانون الہی اور اور اک و انصاف سے مختلف ہوتا ہے" چونکہ عہد اسٹوارٹ میں قانون اور انصاف کی باہمی نزاع حد کو پہنچ گئی تھی اس لیے اس کے نصف کی ضرورت پیش آئی۔ عدالت کنگس بینچ سے ایک مقدمہ میں جو مدعی کے فریب صحیح اور غلط بیانی پر مبنی تھا ڈگری صادر ہونے پر چانسلر نے حکماء امتناعی کے ذریعے سے ڈگریار کو تفصیل ڈگری سے روک دیا تھا لیکن کوک نے اس پر اعتراض کیا اور چانسلر نے یسوی کی غرض سے معاملہ کو جیمز کی خدمت میں پیش کر دیا۔ بادشاہ نے اس کے متعلق یہ کہیں جو مشیر قانونی اور دکیل سرکار تھا اور دوسرے دکل کی رائے دریافت کی۔ ان لوگوں نے اس معاملے کا فیصلہ عدالت چانسلری کے حق میں کیا لہذا اُس وقت سے اسٹوارٹ اس عدالت چانسلری قانون کی عدالتوں کے فیصلوں اور ان کے مقدمات کی نوعیت پر ترجمہ و انصاف یعنی نصف کی غرض سے نگرانی کرتی رہی جیمز نے مسئلہ مستفسرہ کی نسبت اس طرح جواب دیا کہ "اکثر صورتوں میں جب قانون کی سختی کے سبب سے رعایا سے کوئی شخص عاجز و پریشان ہوتا ہے اُس وقت نصف اس معاملے میں دست اندار کر کے قانون کو مستدل بناتی ہے اور اس طرح انصاف کے ساتھ ترجمہ کی آمیزش ہوتی ہے۔ مختصر یہ کہ نصف کے سبب سے ہر ضرر رسیدہ تباہی سے نجات پاتا ہے" پٹ

بقول بلیکسن جس طرح کسی نیک آدمی کا نفس اور ایمان کسی امر کے تصفیے کے لیے جس اعلیٰ قسم کے انصاف سے کام لینے کی اُس کو ہدایت کرتے ہیں

چانسلری میں
نفس قسم کے

انصاف پر
عمل ہوتا تھا

اسی قسم کے انصاف پر محکمہ نصفیت میں عمل ہوتا ہے۔ اس پر بھی نصفیت کی مختلف قسمیں تھیں لیکن نظائر اور قانون روماء قانون کیسا کے اصول پر نصفیتی فیصلوں کے بنی ہوئے سے ان میں یک رنگی پائی جاتی تھی۔ مگر اس کے خلاف بیکن کے ایک ہمعصر کا بیان ہے۔ وہ کہتا ہے کہ "بد معاشی اور شرارت کا نام نصفیت ہے۔ اگر کسی قدم یعنی چانسلر کے پاؤں کے لئے ایک ناپ مقرر ہو تو انصاف ہو سکتا ہے۔ یہاں تو اس کے برعکس حالت ہے کسی چانسلر کا پیر بڑا اور کسی کا چھوٹا ہوتا ہے اور بعض چانسلروں کے قدم متوسط ہوتے ہیں" ہمارے نزدیک یہ پورا الزام صحت پر مبنی نہیں ہے البتہ بعض چانسلروں نے خود مختاری کی ہے لیکن اس پر بھی ان کے ہاتھوں انصاف کا خون نہیں ہونے پایا۔ بہر حال ۱۷۷۵ء میں عدالت چانسلری کے فیصلوں کی ناراضی سے پارلیمنٹ کی عدالت العالیہ میں مرافعہ کرنے کا طریقہ نکل آئے اور قانون غیر موضوعہ کے ضابطے میں جدید دائرہ سیوں کے اجرا سے چانسلری کی دست اندازیوں میں جو وہ دوسری عدالتوں میں کرتی تھی کمی ہو گئی تھی۔ اس کے چند روز بعد خود چانسلری کی ترکیب و ضابطہ بدل دیا گیا تھا اور اٹھارہویں صدی میں تو چانسلر کے اختیارات نہایت محدود کر دیئے گئے تھے اس وقت سے اس کے فیصلے بالکل نظیر اور انصاف پر مبنی ہوتے اور قانون غیر موضوعہ کے مانند ایک ہی اصول اور ایک ہی طرز کے ہوتے تھے۔ قانون کی سختی کو کم کرنے کی غرض سے نئی نئی طرز سے نصفیتی فیصلوں کا ہونا موقوف ہو گیا تھا اور اس کام کو اکثر بادشاہ باجلاس کونسل انجام دیتا تھا۔ اگرچہ چانسلری اور قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں کے اصول ایک دوسرے سے مختلف تھے اور دونوں کا طریقہ عدالت بھی جدا گانہ تھا۔ "اگر ایک شخص ایوان ویٹ منسٹر کے ایک حصے میں مقدمہ ہارتا تو اس کے دوسرے حصے میں اسی مقدمہ کو جیت سکتا تھا" لیکن اس پر بھی بادشاہ باجلاس کونسل نصفیت کو انجام دینے کے زمانے سے ان دونوں عدالتوں کے ایک سے اختیار است ہو گئے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۷۳۳ء میں عدالت چانسلری کی اور ۱۷۵۲ء و ۱۷۵۳ء میں قانون غیر موضوعہ

کی عدالتوں کی اصلاح ہو کر قانون غیر موضوعہ اور نصفت میں ۱۹۴۳ء کے قانون محکمہ جات عدالت کے ذریعے سے ایک رنگی پیدا ہو گئی۔ جس زمانے میں دونوں کا ضابطہ مختلف تھا اُس زمانے میں قواعد نصفت کو قواعد قانون پر ترجیح دینے کا حکم تھا اور اس لئے نصفت قانون پر غالب آتی تھی۔ انصاف کو رحم کے ساتھ مل کر قانون کو معتدل کرنے کا اختیار قدیم زمانے میں چوہدری بادشاہ کو حاصل تھا اور جو چانسلر کے اختیارات کا سبب اُسے سمجھا جاتا تھا اب اس پر وزیر داخلہ عمل کرتا ہے۔

اعلیٰ ترین محکمہ عدالت

۱۹۴۳ء اور اُس کے بعد کے قوانین جو محکمہ جات عدالت کی تنظیم وغیرہ کی غرض سے جاری ہوئے ہیں ان سب کا اثر یہ ہوا کہ ملک کی مختلف عدالتوں کو مل کر ایک اعلیٰ ترین محکمہ عدالت کا قیام ہوا ہے اور اس کو دو حصوں میں منقسم کیا گیا ہے۔ عدالت العالیہ اور عدالت مرافعہ۔ عدالت العالیہ کی تین شاخیں ہوئی ہیں اور ان تینوں کو سابق کی عدالت چانسلری کے نصفتی اور قانون غیر موضوعہ کے اختیارات نیز کوئٹہ، پشاور، عدالت دیوانی اور عدالت مال کے ساتھ اختیارات عطا ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ دورہ کی عدالتوں کے اختیارات بھی جو بذریعہ فرامین قائم و منعقد ہوتی تھیں اور جن کے ذریعے سے دورہ کرنے والے ججوں کا وقت معینہ کے لئے تقرر ہوتا تھا عدالت العالیہ کے انجی تین حصوں کو ملے ہیں۔ سابق کے امیرانہ کے ترقی اور طلاق کی عدالتیں بھی انجی حصوں میں منقسم ہوئی ہیں جو نقطہ عدالت کہ اب فصل حضومات کے لئے دورہ کرتے ہیں وہ عدالت العالیہ کے ارکان اور اُن کی دورے کی عدالتیں عدالت العالیہ کے سینے سمجھی جاتی ہیں۔

اعلیٰ ترین

محکمہ عدالت

(۱) عدالت العالیہ

(۲) عدالت مرافعہ

قدیم عدالت چانسلری اور عدالت دیوان مال کے اختیارات مرافعہ موجودہ عدالت مرافعہ کو منتقل ہوئے ہیں۔ عدالت العالیہ کے مختلف حصوں کے فیصلوں کی ناراضی سے اس میں مرافعہ ہوتا ہے اور عدالت مرافعہ

کے فیصلے کی ناراضی سے پارلیمنٹ کی عدالتِ مراۃ میں مراۃ کیا جاتا ہے۔ اگرچہ ۱۸۳۳ء کے پہلے فوجداری مقدمات کے مراۃ کے لئے ملک میں بہت کم عدالتیں تھیں لیکن اُس سال کے قانونِ محکّمات عدالت کی رو سے بعض فوجداری مقدموں کا عدالتِ مراۃ میں اپیل ہونے لگا تھا لیکن ۱۸۳۳ء میں فوجداری مقدموں کے مراۃ اور اُس کی عدالت کی نسبت قانون وضع ہونے پر مقدمات مذکور کے لئے بھی علیحدہ عدالتِ مراۃ قائم ہوئی ہے۔

حکومتِ قانون

برطانوی دستورِ حکومت کے مختصات میں سب سے مہتمم بالشان صدارتِ قانون کی خصوصیت ہے۔ اور یہ صدارت ایک ہی قسم کے دو اصول پر مبنی ہے۔ پہلے اصول کی بنیاد برطانیہ میں ”ہر ایک آدمی کو ایک ہی قسم کے قانون کی پابندی کرنی پڑتی ہے قوانین کی خلاف ورزی کا تدارک کرنا اور فصلِ خصومات کو انجام دینا ایک ہی طرز کی عدالتوں کا کام ہے“ دوسرے اصول کے لحاظ سے ”کسی مجرم کی جب تک باضابطہ اور عام قانون کی رو سے قانون کی بنا کردہ عدالتوں میں تحقیقات نہوجسمانی یا مالی سزا جاز نہیں ہو سکتی“ اگرچہ دستور انگلستان میں سیکڑوں برس بعد ان اصول پر عمل ہونا شروع ہوا۔ لیکن اکثر ممالک یورپ کے دساتیر اب بھی ان سے معرّض ہیں اور ان کے پاس سرکاری عہدہ داروں کی نگرانی و اصلاح مخصوص قواعد اور مخصوص عدالتوں کے ذریعے سے ہوتی ہے۔ چنانچہ فرانس میں جن امور کا حکومت اور اُس کے افسروں سے تعلق ہوتا ہے ان کا تصفیہ ”قانونِ انتظامی“ (دروائیڈ منسٹرٹ) اور ”انتظامی عدالتوں“ کے ذریعے سے ہوتا ہے۔

جس زمانے سے انگلستان میں شاہی عدالتوں کی قومی، جاگیر اور بلدیہی عدالتوں پر صدارت قائم ہوئی اُس وقت سے قانون کے اعتبار سے کل افراد قوم کی مساوی حیثیت ہو گئی ہے۔ قانون میں کسی کے پیشے اور مرتبے کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا سب کے حق میں ایک قسم کا انصاف ہوتا ہے

اور سب کے لئے ایک ہی قانون ہے۔ شاہی عدالتوں کی برتری کے سبب سے دوسری کے لئے کل ملک میں ایک ہی قسم کے قانون پر عمل ہونے لگا اور قدیم رسوم و رواجات جن پر مقامی عدالتوں کا عمل تھا ملک سے مفقود ہو گئے اس پر بھی عرصہ دراز تک قوم کے بعض فرقے عام قانون اور عام شاہی عدالتوں کے اثر و اختیار سے مستثنیٰ سمجھے جاتے تھے۔ مثلاً قدیم زمانے میں پادری ملکی قانون اور ملکی عدالتوں کے اختیارات سے مستثنیٰ تھے اور ان کے سیکڑوں برس بعد اخبارات وغیرہ نے بھی آپ کو عام قانون کے اثر سے مستثنیٰ کرنے کی فکر کی تھی لیکن ان کی آزادی حاصل کرنے کو عجیب و غریب تشدد سے کام لیا گیا اس پر بھی انگلستان میں سرکاری ملازموں کو عام قانون اور عام عدالتوں کے اختیار سے نکلنے کا موقع کبھی نہیں ملا۔ اگرچہ ابتدائیں سرکاری عہدہ داروں نے اپنے کو عام قانون سے مستثنیٰ کرنے کی فکریں کیں اور جو قوت کہ ان معاملات میں ان کی حمایت کرتی تھی وہ بے شک اسے کو قانون اور عدالت سے بالاتر سمجھتی تھی لیکن دستور نے ان کو کبھی حکومت قانون سے منحرف و سرکش نہیں ہونے دیا چنانچہ ۱۷۷۱ء میں معافی نامہ شاہی ڈیپٹی کو دار الحکومت کے مواخذے سے نہ بچا سکا۔ انگریزی دستوری حکومت میں وزیر اعظم سے لیکر ایک ادنیٰ سرکاری ملازم تک کوئی شخص اپنے کسی ناجائز کام کو جس کے کرنے کے لئے اسے اس کے افسر بالا دست سے حکم ہی کیوں نہ ملا ہو جائز نہیں بنا سکتا۔ اس قانونی اصول کے سمجھنے کے لئے ان مقدموں سے بہتر نظیر نہیں ہو سکتی جو وزیر داخلہ کے مقابلے میں دائر ہوئے تھے جبکہ اس نے اخبار نارفعہ بریٹن نشان ۱۷۷۱ء کے طبع کرنے اور شائع کرینوالوں کے خلاف عام حکمنامے گرفتاری جاری کیا تھا تو

عام حکم بجائے

گرفتاری

عام حکمنامے گرفتاری میں جس شخص کو گرفتار کرنا ہوتا اس کا نام وغیرہ نہیں بتلایا جاتا تھا۔ اٹھارھویں صدی میں فتنہ انگیز اور باغیانہ اخبارات کے طبع و شائع کرنے والوں کے خلاف اس طرح کے حکمنامے جاری کرنے کے اختیار کا وزیر ادا کرتے تھے لیکن اگر ان کا یہ ناجائز دعویٰ تسلیم کر لیا جاتا تو

ملک میں یہ اصول کہ کل انسان قانون کی نظروں میں برابر ہیں باقی نہ رہتا۔ چونکہ اتحاد مطبع کے شروع زمانے سے عرصہ دراز تک انگلستان میں نظارت مطبوعات قائم ہو کر بالآخر ۱۶۹۵ء میں موقوف ہوئی اس لیے اخبارات وغیرہ کے طبع کرنے کے لیے اجازت نامہ حاصل کرنا پڑتا تھا اور اس کے متعلق متعدد قوانین نافذ ہوئے تھے لیکن جو چیزیں مخفی طور پر چھپتی تھیں ان کے انسداد کے لیے ابتدا میں کسی ایک قانون اجازت نامہ کے ایک دفعہ کے ضمن میں عام حکمنامہ گرفتاری کا جاری کرنا جائز سمجھا گیا تھا بہر حال وولکس کے مقدمے کے زمانے میں خرابی اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھی اور اُس کے ذریعے سے ان ناجائز اختیارات کی اصلاح ہوئی۔ اخبار نارٹھ بریٹن نشان میں بادشاہ کی تقریر پر سخت تنکبہ عینی ہوئی تھی۔ لارڈ ہیل فیکس (Lord Halifax) نے جواباً وزیر ہفتا اعتراضات مذکورہ کے لکھے اور شائع کرنے والے کے خلاف عام حکمنامہ گرفتاری جاری کیا جس کے سبب سے انچاس آدمی جن میں کے اکثر ناکردہ گناہ تھے گرفتار ہوئے۔ اس بنا پر وولکس نے لارڈ ہیل فیکس پر ہرے کی نالاش کر کے... پونڈ تاوان حاصل کئے اور وُڈ (Wood) سے جو نائب وزیر تھا اُس کو... پونڈ تاوان دلایا گیا۔ اسی طرح ان میں سے ایک چھاپنے والے لیچ (Leach) نے شاہی قاصد کے خلاف جنہوں نے حکمنامہ مذکور کی تعمیل کی تھی نالاش دائر کر کے اُن سے... پونڈ تاوان لیے اور چونکہ کیرنگٹن (Carrington) قاصد ایک عام حکمنامہ تلاشی کے ذریعے سے ایک چھاپنے والے اینٹک (Entick) کی خانہ تلاشی کر کے اور اُس کو ایک باغیانہ توہین تحریری کا مصنف گمان کر کے اُس کی کتابیں اور کاغذات لے گیا تھا اس لیے دوسرا شخص پہلے شخص پر مداخلت بجا یہ خانگی نالاش کر کے اُس کے مقابلے میں کامیاب ہوا بہر حال ان مقدموں میں وولکس پہنچے اور عدالت دیوانی کے میر جلسوں نے صاف اس امر کا فیصلہ کر دیا کہ کسی شخص یا کسی مکان کی عام حکمنامے کے ذریعے سے گرفتاری و تلاشی عمل میں نہیں لائی جاسکتی اور ایسے حکمناموں کا ان اغراض سے جاری کرنا ناجائز ہے۔ اس فیصلے کی پارلیمنٹ نے بھی اپنی ایک تحریر کے ذریعے

سے ۱۷۶۶ء میں توثیق کی گئی

رعایا کی شخصی
آزادی۔

اس اصول کی نسبت کہ انگلستان میں کسی شخص کو بلا تحقیقات قانونی گرفتار و قید نہیں کیا جاسکتا علامہ ڈالیسی لکھتے ہیں کہ اصول مذکور کسی دستاویز یا سند کے ذریعے سے یعنی مثل قانون وضع نہیں ہوا بلکہ دستور انگلستان کے سبب دیات کا یہ ایک مسئلہ ہے اور اس کا مادہ عدالتی فیصلے ہیں جو رعایا کے مقدموں کے متعلق صادر ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ سند اعظم کے انتالیسویں فقرے اور عرضی حقوق کے اُس حصے سے جہاں رعایا کی شخصی آزادی کا ذکر ہے یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ ان دستاویزات کے ذریعے سے اور ان کے زیر اثر رعایا کی شخصی یعنی ذاتی آزادی قائم ہوئی بلکہ ان میں صرف اس قدر مرقوم ہے کہ اگر بادشاہ قانون کا جس کا اُسے پاس نہیں تھا پابند ہو جائے تو رعایا کی شخصی آزادی جو اس کو پہلے سے حاصل تھی قائم ہو سکتی ہے۔ ان دستاویزات کے ذریعے سے رعایا کو شخصی آزادی نہیں ملی بلکہ ان کے مرقوم و نافذ ہونے کے پہلے سے قوم اس طرح کی آزادی سے واقف تھی

حکمانہ تحقیقات
محبوس کی کسی
طرح ابتدا ہوئی

جس زمانے سے مخصوص شاہی حکمناموں کے ذریعے سے مخصوص مقدموں کا شاہی عدالتوں میں دائر ہونا شروع ہوا اس وقت سے رعایا کو جس وجہ کے خلاف چارہ کار و دست یاب ہو گیا۔ اس طرح کسی مقید آدمی کی رہائی کے لیے خود شخص محبوس یا اُس کی جانب سے کوئی دوسرا آدمی حکمنامہ ڈیپٹی اوڈیوایٹ ایڈیٹر تفتیش جیات و عضو کو جاری کروانا تھا جس میں شہر کے نام ملزم محبوس کی باضابطہ تحقیقات کی نسبت حکم درج رہتا تھا۔ اگر تفتیش میں ملزم کی نسبت الزام قتل کے معقول وجوہ پائے جاتے تو وہ عدالت دورہ کے منعقد ہونے تک محبوس رکھا جاتا تھا اور اگر معلوم ہوتا کہ دشمنی اور کینے کی بنیاد پر چالان کرنے والی جوہری نے الزام لگایا ہے تو محبوس کو عدالت مذکور کے اجلاس نہ کرنے کے زمانے میں ضمانت پر رہا کر دیا جاتا اور عدالت دورہ کے سیشن میں اس کو حاضر کیا جاتا تھا۔ چونکہ جان اس حکمنامے کے لیے لوگوں سے بھاری بھاری رقمیں لیتا تھا اس لیے سند اعظم میں اس کے متعلق مرقوم ہے

کہ حکمنامہ "التفتیش جیات و بدن" کو معمول سمجھا جائے اور ہر ایک درخواست گزار کو وہ بلا اجرت و انکار ملا کرے۔ اوئی و رہے کے جرایم کی صورت میں مین پرائز (Main-prize) کے حکمنامہ کے ذریعے سے شیرف کو ملزمین سے ضمانت حاضری عدالت لیکران کی رہائی کے لئے حکم ہونا تھا اور ایک دوسرے حکمنامے کے ذریعے سے بلا حاضر ضمانتی قیدیوں کو خالی ضمانت پر شیرف رہا کر دیتا تھا۔ لیکن بعد میں تحقیقات اور ضمانت کے تمام مختلف حکمناموں کو ملا کر ایک دوسرا حکمنامہ لزوم تحقیقات مجبوس کے نام سے مرتب ہونے لگا۔ اس حکمنامے کی بنیاد زندان بان کو "مجبوس کے عدالت میں حاضر کرنے" کی نسبت حکم دیا جاتا تھا تاکہ عدالت کو ملزم کے قید ہونے کے صحیح وجوہ معلوم ہوں۔ ملزم کے حاضر کیے جانے پر بعد دریافت ناظم عدالت اس کو ضمانت پر رہا کرتا یا حتی المقدور اس کی جلد تحقیقات ہونے کی نسبت حکم دیتا تھا۔

مجبوس یا اُس کے جانب سے کوئی اور شخص درخواست کر کے اس حکمنامہ مذکور کے حکمنامے کو اپنے قانون غیر موضوعہ کے حق کی طور پر جاری کر سکتا تھا اور لوگ اس سے ۱۶۷۹ء سے پہلے واقف تھے۔ لیکن اگر بادشاہ یا اس کی کونسل میں بادشاہ کا کسی کو خود مختاری سے قید کرتی تو اس حکمنامے کا جاری کرنا دشوار ہو جاتا تھا۔

اور مختلف جیلوں سے عدالت ایسی درخواست کو مسترد کرتی تھی۔ ٹیوڈور اور اسٹوارٹ سلاطین لوگوں کو قید کرتے اور اپنے قید کرنے کے اختیار کا اظہار کر کے اپنے مدعائیں کامیاب ہوتے تھے۔ اگر حکمنامہ لزوم تحقیقات مجبوس کے جواب میں زندان بان تحریر کرتا کہ ملزم خاص حکم شاہی کی بنا پر مجبوس میں رکھا گیا ہے عدالتیں اس عذر کو قبول کر لیتی تھیں اور ملزم کی تحقیقات نہیں ہو سکتی تھی۔ ۱۶۷۹ء میں جبکہ پانچ ٹائیٹوں کے مقدمے میں ان کے طرف سے حکمنامہ میجیسٹریس کارپس کے جاری کر اسے پر اسی قسم کا جواب دیا جس میں دجیل نے ادا کیا تھا لیکن ملزمین نے حجت کی کہ یہ جواب حکمنامہ مذکور کی عدم تعمیل کے لئے کافی نہیں ہو سکتا اور جب تک عدالت کو ملزمین کے مقید ہونے کے وجوہ معلوم نہوں وہ اُن کی درخواست ضمانت کا تصفیہ

نہیں کر سکتی۔ لیکن عدالت نے بادشاہ کے دعوے کو کہ وہ جس کو چاہے
بلا اظہار سبب قید کر سکتا ہے تسلیم کر کے اُس کے حق میں تصفیہ کیا اور
چونکہ اُس کا فیصلہ خلاف اصول و انصاف تھا اس لئے ارکان عدالت
نے اپنی بے ایمانی کو دنیا سے مخفی رکھنے کے لئے عدالت کی مسل میں فیصلہ
درج نہیں ہونے دیا۔

رعایا کو ناجائز مقید کرنے کی نسبت اگرچہ عرضی حقوق کے ذریعے سے
بادشاہ پر اعتراض کیا گیا ہے اور جس قانون کی رو سے عدالت ایوان انجمن کی
موقوفی عمل میں آئی اس میں بھی خاص حکم شاہی کی بنا پر لوگوں کو قید کرنے کی
ممانعت کی گئی ہے لیکن عود شاہی کے بعد ملزمین کی رہائی و تحقیقات کی غرض
سے جب حکمرانہ جیمیس کارپس کے لئے درخواست کی جاتی تھی تو اُس
کے اجراء میں اس قدر تاخیر کی جاتی کہ غرض اجرا فوت ہو جاتی تھی اور بعض
وقت لوگوں کو ایسے دور و راز کے مقامات میں قید کیا جاتا تھا کہ وہ اس
چارہ کار سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے۔ لہذا اس لئے اس میں قانون لزوم
تحقیقات ملزمین وضع ہو کر نافذ ہوا۔ اس کی رو سے قرار پایا ہے کہ جن ملزمین
کو سوائے بغاوت خلاف سرکار یا کسی اور سنگین جرم کے قید کیا جائے
اُن کے مقید ہونے کے بیس روز کے اندر عدالت کے ذریعے سے انکی
تحقیقات کرائی جائے ورنہ وہ ضمانت پر رہا کر دیئے جائیں اور جن لوگوں
پر بغاوت یا سنگین جرم کا الزام ہو اور وہ قید میں ہوں تو سب سے پہلے
منعقد ہونے والی عدالت دورہ میں جو ملزمین زیر حراست کی تحقیقات
کرتی ہے اُن کا چالان پیش کر کے اُن کی تحقیقات کرائی جائے بشرطیکہ گواہان
تہاج تاریخ پیشی پر آسانی سے حاضر کیے جاسکتے ہوں ورنہ اُن کا مقدمہ عدالت مذکور
کے دوسرے سیشن تک ملتوی ہو کر ایسے ملزمین ضمانت پر رہا کر دیئے جائیں
اور اگر عدالت کے دوسرے سیشن میں بھی اُن کی تحقیقات نہ ہو تو ان کو الزام
سے بری کر دیا جائے۔ اس کے سوائے قانون مذکور سے ملزمین کا سمندر کے
اُس پار قید کرنا ممنوع ہو گیا ہے۔ قانون حقوق کے ذریعے سے بھاری ضمانت

GENEALOGY OF COURTS AND COUNCILS

عدالتوں اور کونسلوں کا شجرہ

WITENAGEMOT (جلسہ عقلا)

Commune Concilium (including the "Curia")
جلسہ عام راجہ کیوریہ

Commune Concilium

جلسہ عام

The King's Court or "Curia"

عدالت شاہی یا کیوریہ

Exchequer (دال)

Exchequer of Receipt
Exchequer of Audit
مینٹنٹ ریسیپٹ
مینٹنٹ ایکوٹ

Permanent Committee of five judges, 1178
پانچ ججوں کی مستقل کمیٹی 1178ء

Council
کونسل

Exchequer of Audit
Court of Exchequer
مینٹنٹ ایکوٹ
عدالت مال

Court of Common Pleas
Court of King's Bench
عدالت دوالی
عدالت کنگس بینچ

Admiralty Court
عدالت بحری

Parliament (پارلیمنٹ)

Exchequer Treasury
House of Lords
House of Commons
گروہ مال
خزانہ
دارالعوام

Auditors
Court of Exchequer
Court of Exchequer Chamber
تفتیش کنندگان
عدالت مال
عدالت ایوان مال

House of Lords
(also Final Court of Appeal)
دارالامرا
وزیر عدالت مرافقہ آخری

Auditor and Controller General
تفتیش ساز و صدر دستوری

Supreme Court of Judicature
(پہلی کلمہ عدالت)

High Court
(عدالت العالیہ)

Court of Appeal
(عدالت مرافقہ)

Committees of the Privy Council
پہلی کونسل کی کمیٹیاں

Judicial Committee of the Secretaries of State
ججیہ کمیٹی کے تحت وزرائے
سلطنت

Cabinet
(کابینہ)

Chancery Division
مینٹنٹ چانسر

Kings Bench Division
مینٹنٹ کنگس بینچ

Probate, Divorce, and Admiralty Division
مینٹنٹ وصیت و طلاق و امور بحری

Chancery
(عدالت چانسر)

Privy Council
(پریوی کونسل)

Star Chamber and other prerogative Courts of the Tudors
(ایوان نجم اور دیگر امتیازی عدالتیں جو
یہودیا و شاہی عدالتوں کے حقوق
شاہی کی بنا پر قائم کی گئیں)

Privy Council
(پریوی کونسل)

The Boards
تکلیفات

۱۶۸۱ء

کا طلب کرنا ناجائز قرار پایا ہے اور ۱۶۸۱ء سے ایسے قیدیوں کو بھی جو کسی جرم کے الزام میں قید نہوں قانون لزوم تحقیقاتِ مجوس کے مختلف چارہ کار سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا گیا ہے اس لیے اب عدالتیں اس طرح کے قیدیوں کی درخواستوں پر حکمانہ سیکریٹس کا رپس جاری کر کے محافظِ مجلس کے جواب کی پیروی اور قیدیوں کو زیرِ حراست رکھنے یا ضمانت پر رہا کرنے اور برائت دینے کی مجاز ہو گئی ہیں لیکن اہم سیاسی قتنہ و فساد کے زمانے میں پارلیمنٹ کے جانب سے قانون وضع ہو کر مدتِ معینہ کے لیے قانون لزوم تحقیقاتِ مجوس کو معطل کر دیتا ہے اور اس طرح جو لوگ سازش وغیرہ کے الزام میں گرفتار ہوتے ہیں وہ حکمانہ سیکریٹس کا رپس کے فائدے سے محروم کیے جاتے ہیں اور حراست سے رہا ہوتے ہی یہ لوگ ان لوگوں کے خلاف جن کے ہاتھوں ان کی ہتک حرمت اور اتلافِ مال ہوتا ہے ناش کرنے کے مجاز ہو جاتے ہیں اس لیے پارلیمنٹ نے بعض بعض وقت سرکاری ملازموں کو ایسے زمین کے دعووں کے اثر سے بچانے کے لیے قوانین معافی نافذ کیے ہیں۔ انگلستان میں جس قانون کی حکومت ہے اُس کے اثر کو قانونِ معافی سے بڑھ کر کوئی اور شے ظاہر نہیں کر سکتی۔

باب دوازدهم

دستوری ترقی کے ساتھ مرکز حکومت کا بدلتا جانا

نارمن فتح
کے پہلے
ملک میں
اقوام سیاسی
کا نہونا۔

اگرچہ نارمن فتح کے پہلے انگلستان کی مختلف ریاستیں بنیاد پر متحد ہو گئی تھیں لیکن جب کبھی موقع ملتا تھا وہ ایک دوسرے سے علیحدہ اور خود مختار ہو جاتی تھیں۔ رومیوں نے بھی ملک کے اکثر حصوں کو متحد کر کے برائے نام اپنی صدر حکومت قائم کی تھی لیکن جب وہ چلے گئے تو ان کے ساتھ یہ ظاہری اتحاد بھی رفت و گزشت ہو گیا اور ڈیڑھ سو سال تک ملک جوٹ، سیکسن اور انگل قبیلوں کا خوان یغابار ہا بالآخر یہ قبیلہ سنہ ۱۰۶۶ء تک انگلستان میں مستوطن ہو گئے۔ اس کے بعد مرسیا، نارٹھمبریا اور ویسیکس کی تین بڑی ریاستوں میں دو سو برس تک صدارت کے لئے جنگ ہوتی رہی۔ اور آخر کار ان تینوں میں ویسیکس فتحیاب ہوا اور اُس کی کاسیابی کے مختلف اسباب تھے جو قومیں اُس ریاست میں آباد تھیں ان کی نسل اور زبان ایک تھی ریاست کے وسیع ہونے کے لئے جگہ کی کمی نہ تھی اور اُسکی سرحدوں پر پہاڑ، ندیاں اور بلندیاں واقع ہونے سے وہ بیرونی حملوں سے قدرۃ محفوظ تھی اُس کے اُس پاس کی ریاستوں کے وساتیر سے زیادہ بہتر اُس کا دستور حکومت تھا آٹھویں صدی تک ملک کے سب سے بڑے دو شہر لندن اور کنٹسٹری اس کے علاقے میں آگئے تھے اور ملک کا بیلا مقام تجارتی اور دوسرا کلیسائی مرکز قرار پا گیا تھا۔ نویں صدی کی ابتدا میں ایگریٹ کو قوم نے اب و مالک انگلستان کا خطاب دیا اور اس کی حکومت ملک کے مشرق و مغرب میں سمیر سے ہینڈلٹ اور شمال و جنوب میں فرٹکراف فورٹھ سے سوکھ میمپٹن وائرٹک قائم ہو گئی۔ لیکن اصل میں وہ اس حصہ ملک کا فرمان روا نہیں بلکہ حاکم تھا اگرچہ اصولاً وہ اس مملکت

کا صدر سمجھا جاتا تھا لیکن مرکزی حکومت نے ریاست کے مختلف حصوں کے انتظامات کی نگرانی اس سے متعلق نہ تھی۔ چونکہ انگریز ریاست مذکور کا حقیقی معنوں میں بادشاہ نہیں سمجھا اس لیے اس کے باشندین اس کے کمزوری حق کا دعویٰ نہیں کر سکتے تھے۔

لیکن جب انگریزوں نے ویسکونٹ اور مرسیا کی ریاستوں میں انجمن باہمی پیدا کر دیا تو اس وقت انگلستان کی ریاستوں نے متحد ہونا شروع کیا۔ ایڈلڈا ابراہم اور ایڈلڈا فلیڈ کے ہاتھوں دریائے یز کے جنوب کا حصہ فتح ہوا۔ اگرچہ ۱۷۷۷ء میں نارٹھمبریا انگریزی ملکیت میں ملحق ہو گیا تھا لیکن اس کی ایک آلڈرینری علاقہ نواب کی سی حیثیت تھی۔ اس کا مالک ایڈلڈا اسٹون اور اس کے جانشین نوابوں نے بجمہوری آپ کو اس انگریزی حکومت کا ماتحت اور اس سے متحد بنالیا تھا۔ نارٹھمبریا کی نوابی بھی حکومت مذکور کے ساتھ نارمن فتح تک جس کے سبب سے ان نخل ریاستوں کا خاتمہ ہوا باقی رہی۔ اس کے علاوہ اس زمانے میں مراسلت اور سفر کرنے کے ذرائع کافی اور آسان نہیں تھے اس لیے ملک کے مختلف حصوں میں انتظامی تعلقات کا قائم رہنا دشوار تھا اور انگلستان کی مختلف قومیں آپس میں شہر و شکر نہیں ہو سکتی تھیں لہذا انگل سیکسن اور جوٹ قومیں نہ ایک ہو سکیں اور نہ ان میں ایک قانون بننے پایا۔ قوم ڈین کے قیام و سکونت سے تو اور بھی ان قوموں میں پھوٹ پیدا ہو گئی۔ اگرچہ کلیسا متحد و قومی کا ذریعہ ہو سکتا تھا اور اگرچہ معاشرت قومی میں کلیسا کی بہت بڑی شرکت تھی اور عدالت ضلع میں اسٹیف آلڈرین کے ساتھ اجلاس کرتا تھا لیکن کلیسا محض اپنی ذات سے قوم کے مختلف اجزاء کو ایک نہیں کر سکتا تھا۔

سیکسن نظم حکومت کی قوت اور ضعف کا باعث ملک کی حکومت مقامی کو سمجھنا چاہئے۔ جس طرح سیکسن حکومت کو وسعت ہوتی گئی تو سیکسن کے معاشرتی اقتصادی اور سیاسی تعلقات میں اتحاد کم ہوتا گیا۔ ان امور میں شہر کے باشندے سائنین تعلقہ سے زیادہ متحد ہوتے تھے

اسی طرح حکومت تعلقہ حکومت ضلع سے زیادہ اپنے مقصود اور شہروں کے انتظامات سیاسی، تمدنی و معاشرتی پر زیادہ نگرانی رکھ سکتی تھی اور ان تین امور میں اُس کے باشندے اہل ضلع سے زیادہ آپس میں متحد ہوتے تھے۔ اسی طرح ضلع کے ان معاملات میں تمام ریاست کے معاملات سے زیادہ اتحاد پایا جاتا تھا۔ چونکہ مقامی حکومتیں قوی تھیں اور مرکزی حکومت کمزور اس لئے سیکسن ریاست کے مختلف حصوں کا شیرازہ جلد ٹوٹ گیا چنانچہ جنگ ہیسٹنگز سے مرکزی حکومت (بادشاہ) کے اصل ضعف کا پتہ ملتا ہے۔ اگرچہ جنگ مذکور کے چند روز پہلے ہیرلڈ نے انگلستان کے شمال کو مارشنگ اور ہیرلڈ ہارڈورڈ اور مارک نے اپنے لشکروں کو روک رکھا اور نارمن حملہ آور کے مقابلے کے لئے بجز شاہی فوجوں اور اہل سیکسنز کے کوئی دوسرا آمادہ نہ ہوا۔

اگرچہ ولیم نارمنڈی نے انگلستان کو فتح تو کیا لیکن اس سے پہلے ہی فوجوں وغیرہ کو ملک اور اہل ملک کی غارتگری سے حتی المقدور باز رکھا۔ ایسا ہی آپ کو ایڈورڈ تائب کا رشتہ دار قریب اور اُس کا صحیح جانشین بتا کر اس نے مجالس عقلا میں اپنا دعوے بادشاہی پیش کیا اور اس مجلس سے اُس کا دعوے منظور ہو کر بادشاہی کے لئے اُس کا انتخاب ہو گیا۔ چونکہ ولیم اہل انگلستان کے رسوم و قوانین کے لحاظ کرنے کا ادعا کرتا تھا اس لئے اُس نے بادشاہ بننے کے بعد اُن رعایا کی جنھوں نے وقت فتح اس کا مقابلہ کیا تھا اراضی ضبط کر لی اور ضبطی کو جائز قرار دینے کے لئے عذر کیا کہ جائز بادشاہ سے جنگ کرنا جرم بغاوت کے برابر ہے جو قابل عفو نہیں۔ لہذا فتح کے سبب سے دستور حکومت میں زیادہ تغیرات نہیں ہونے پائے۔ اور جو ظاہری تبدیلیاں کہ ولیم کے ہاتھوں انگریزی نظم حکومت میں واقع ہوئیں وہ حسب ذیل ہیں۔ جگلاتی عدالتوں کا قیام، مضابطہ عدالت کے بعض امور میں تریسم و تبدیلی، ایک قانون کے ذریعے سے مذہبی عدالتوں کا ملکی عدالتوں سے جدا کیا جانا

فتح کے سبب سے نظم حکومت میں تغیرات کا واقع ہونا۔

اثرات
تاریخی

اور بعض احکام کی رو سے پوپ کی قوت کا انگلستان میں محدود ہونا لیکن فتح کے باطنی اثرات بہت دور دور تک پہنچ کر کل ملک پر چھائے گئے۔ اُس نے انگریزوں میں ایک نئی روح پھونک دی۔ اُس کے سبب سے مردہ ادارات زندہ ہو گئے۔ مملکت کے کل حصوں میں اتحاد پیدا ہونے سے دستور حکومت ترقی کرنے لگا۔ اُس کی وجہ سے ملک میں ایک قومی مرکزی حکومت قائم ہوئی اور اُس کا ایک مستقل اور مخصوص مہیولی قرار پارہہ دستوری اصول پر حکمرانی کرنے کے قابل ہو گئی۔ مختصر یہ کہ فتح کے سبب سے انگلستان میں ایک نئی جم کا قانون نافذ ہونے لگا جس کا واضع اور عامل بادشاہ قرار پائی۔ انگلستان کو یہ قسمت جس کے لئے دوسرے ملکوں کو سیکڑوں برس انتظار کرنا پڑا آنا فائز ہاتھ آگئی کہ

سیکس نظم حکومت کے سبب سے حکومت کو اپنی کل رعایا پر سر کامل اختیار نہیں رہا تھا بلکہ اس کا اختیار مقامی اور است میں تقسیم ہو جانے سے صدر حکومت کمزور ہو گئی تھی لیکن نارمن فتح کے بعد بادشاہ کی ذات مرکز حکومت قرار پائی اس سے ملک میں داب سلطنت قائم ہوا اور تمام ملک ایک موثر اور منظم صدر حکومت کے تابع ہو گیا۔ ہر ایک شخص سے بادشاہ افضل سمجھا جانے لگا اور ہر ایک کے حق پر بادشاہ کے حق کو ترجیح دی جانے لگی اُس کی ذات منبع جو دو سخا اور مصدر عتاب و خطاب بن گئی۔ اگرچہ بعض اوقات اس قیاسی صدارت سے اس کا اقتدار کم پایا جاتا تھا لیکن اُس کمی کا سبب حقیقت میں اُس کے اختیار کا ضعف نہ تھا بلکہ ان اختیارات سے زیادہ وہ مقتدر بننا چاہتا تھا۔ ولیم اول اور اُس کے جانشینوں نے امرا کے خود مختارانہ علاقوں کے مٹانے اور رومی طرز کی نظام جاگیر کو مستاصل کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ چونکہ نارمن بادشاہوں کے لئے اس قصہ کو پورا کرنا آسان نہ تھا اس لئے فتح کے دو سو برس بعد نظام جاگیر کے اثرات جس کے سبب سے بڑی بڑی سلطنتیں ٹوٹ کر چھوٹے چھوٹے خود مختار علاقوں میں منتقل ہوتی تھیں ملک سے ناپدید ہوئے۔

۲۱ اثرات

باطنی

فتح کے بعد

ذاتی کی بنا پر

بادشاہ کا مقتدر

ہونا۔

۱۱۸۱ء

۱۱۸۱ء

۱۱۸۱ء

۱۱۸۱ء

سب سے اخیر جاگیرداروں کی شورش کے بعد سرکشی اور خود مختاری کا اندیشہ بہت کم ہو گیا تھا بہر حال ایڈورڈ اول کے عہد کے پہلے انگلستان سے نظام مذکور کا اثر بالکل زائل نہیں ہونے پایا

صدر حکومت کے منظم و مستحکم ہونے کے بعد نارمن امر کی قوت ٹوٹی ہے ہنری اول اور سالزبری کے ٹیکس رُجڑنے خزانے کا انتظام کر کے مصارف سلطنت کے لیے ایک حد تک آمدنی کو مستقل کر دیا۔ عدالت مال کے دار الحکومت میں اجلاس کرنے کے زمانے میں اور اُس کے ادا امراء کے اضلاع کے دوروں کے ذریعے سے محکمہ مال اور اس کے عہدہ داروں سے ملک کے مقامی انتظامات کی عام نگرانی کرنی شروع کر دی۔

اس کے سوائے عدالتی اصلاحات کے ذریعے سے بھی صدر حکومت کی نگرانی کو ترقی ہوئی۔ اُس زمانے میں مختلف مقامات کے مختلف رسوم تھے اور ان رسوم پر مختلف مقامی عدالتوں میں عمل ہوتا تھا لیکن ہنری دوم نے عدالت شاہی کے رسوم کو دوسری عدالتوں کے رسوم پر ترجیح دی اور اُس عدالت کے رسوم کے دوسری عدالتوں کے رسوم پر بدلہ دے جاری ہو جانے سے تمام ملک کے لیے ایک ہی قانون غیر موضوعہ بن گیا۔ اسی طرح شاہی حکماء اہل مقدمات کے لیے صحیح و مناسب چارہ کار قرار پا گئے جب تک یہ حکماء جاری نہوتے تھے کسی شخص کے دعوے کی سماعت نہیں ہوتی تھی۔ جو مقدمات کہ عدالت شاہی میں دائر ہوتے تھے ان کے انفصال کے لیے شاہی ایک مخصوص کمیٹی مقرر ہوئی اور دورہ کرنے والے حکام عدالت کے ذریعے سے بیرونجات کے کل آزاد باشندوں پر شاہی عدل و انصاف کا دروازہ کھل گیا۔ چونکہ شاہی عدالتوں میں مقامی عدالتوں سے زیادہ نزاعات کا جلد اور آسانی سے تصفیہ ہونا تھا تحقیقات جرائم اور سماعت دعاوی کا طریقہ اور ضابطہ بھی آسان اور یکن اعلیٰ تھا اس لیے بادشاہ کی عدالتوں کا مرجعہ بڑھ گیا اور مقامی عدالتیں بیچار ہو گئیں۔ رجرڈ اول کی غیور جو دگی اور ہنری دوم کے وزیر کا بحیثیت نائب امور سلطنت کو انجام دینے سے حکومت کے مختلف صیغوں کے لینے

(۲) انتظام

حکومت مرکزی

(۳) ایک ہی قانون

غیر موضوعہ کا ترقی

پانا۔

ایک مرکز قائم ہو گیا۔ اگرچہ قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں کے قیام کو زیادہ زمانہ نہیں گزر سکتا تھا اور ان کی بالکل ابتدائی ترقی تھی لیکن بارہویں صدی کے خاتمے تک قانون غیر موضوعہ مکمل و مسلط ہو گیا تھا۔

مرکزی حکومت کی تنظیم و استحکام سے سر تاج برطانیہ کے اقتدار میں بہت ترقی ہوئی۔ جو سلاطین کہ جان کے پہلے گزرے ہیں ان کو اس کے برابر کہاں اختیار نصیب تھا۔ چونکہ جان اس اعلیٰ اقتدار کی امانت رکھنے کے قابل نہ تھا اور بادشاہ کی خود مختاری کو بھی محدود کرنے کا وقت آ پہنچا تھا اس لئے ملک اُس کے مقابلے پر آمادہ ہو گیا۔ لیکن اگر اس کے ایک صدی قبل قوم حصول سند اعظم کے لئے متفق ہو کر بادشاہ سے مجادلہ کرتی تو ہرگز اس مقصد میں کامیاب نہ ہوتی۔ چونکہ آخری شورش جاگیرداران اور اجرائے سند اعظم کے درمیانی زمانے میں ملک کے حالات اور قوم کے خیالات

درہ کلیسا کا
طرفدار تاج بننا۔

میں فرق عظیم ہو گیا تھا اس لئے بادشاہ کے مقابلے میں سب فرقے آپس میں متفق ہو گئے تھے۔ ابتدا میں کلیسا نے بادشاہ کا ساتھ دیا اور اگرچہ ہنری اول اور نیلیم اور ہنری دوم اور بیکنٹ کے درمیان نزاع رہی لیکن گیارہویں صدی کے نصف آخر اور پوری بارہویں صدی میں تاج اور کلیسا میں مثالی اتحاد رہا۔ اس اتحاد کا ایک خاص سبب تھا۔ گو امرال نیلیم اور بیکنٹ سے زیادہ ان دونوں کے ماتحت اساقفہ کے طرفدار تھے لیکن اس ڈیڑھ سو سال کی مدت میں قوم بادشاہ کی طرفدار بنی رہی اس لئے ان صدر اساقفہ کو اُس کے مقابلے کی تاب نہ آ سکی۔ چونکہ امرا کے ظلم و جور سے رعایا تنگ ہو گئی تھی اس لئے اُس نے

دعوام کا بادشاہ
کی مدد کرنا۔

بادشاہ کا ساتھ دیا اور ان دونوں کے متفق ہونے سے ملک میں گواہن قائم ہوا لیکن امرا کی خود مختاری بھی ٹوٹی اور رعایا کو تحریک مل گئی مگر جاگیرداروں کی ناکامی اور ہنری دوم کے اصلاحات کے سبب سے بادشاہ مطلق العنان ہو گیا۔ جان کے پہلے قوم کو تاج کی خود مختاری کا پورا احساس نہیں ہوا تھا اور چونکہ جان نے اپنی زیادتیوں سے رعایا کے ہر ایک طبقے کو ناراض کر دیا تھا اس لئے اس کے عہد میں اقتدار شاہی کو روکنے کی فکر کی گئی۔

حصول سند
اعظم کا سبب
منفقہ مخالفت
قوی ہے۔

شاہ انگلستان کے قبضے سے ملک نارمنڈی کا نکل جانا ہی تھا کہ نارمن امر میں قومیت پیدا ہو گئی اور وہ ملک کو اپنا وطن سمجھنے لگے اور تاج و کلیسا کے درمیان نزاع ہونے سے اہل کلیسا نے آپ کو اس کی خود مختاری کا شکار نہیں بننے دیا چنانچہ فیئر پیٹر اپنی صدارت عظمیٰ کے زمانے میں بادشاہ کے مقابلے میں رعایا کی سپرنگر ان سے بادشاہ کے بدترین مظالم کو دفع کرتا رہا۔ اس صدر اعظم کی وفات کے بعد جو سال ۱۲۱۵ء میں واقع ہوئی دفعۃً شرابی انتہا کو پہنچ گئی۔ عام بد نظمی اور امر کی شکایتوں کے دفتر نے امر اور عوام کو بادشاہ کے مقابلے پر تشفی کر دیا۔ اور اس جنگ کے بعد جو سند اعظم کی منظوری واجرا پر منتج ہوئی بادشاہ کے رفقا میں صرف پوپ باقی رہ گیا تھا اور اس کو بھی اس نزاع کے کچھ دنوں پہلے بادشاہ نے اس کے احکام کی خلاف ورزی کی نسبت توبہ کر کے اور معصیت مذکورہ سے بری ہو کر اپنا دوست بنایا تھا۔

اس کے بعد کی حکومت میں پھر مختلف فرقوں کی خواہشات کا بادشاہ کے اغراض سے تصادم ہوا اور اگرچہ پوپ کی رفاقت کے سبب سے خاندان پلیٹینیٹ کا قبضہ انگلستان پر قائم ہوا لیکن ان سدا ملین کی حکومت کا سکہ انگریزوں کے قلوب پر نہ بیٹھ سکا۔ اس کے سواے امرائے جبکہ انھیں اقتدار حاصل ہوا تو وہ اپنی قوت سے صرف اپنے طبقے کو فائدہ پہنچانا چاہتے تھے اور عوام کی صلاح و فلاح کے متعلق جو کچھ ان کی ہمدردی تھی وہ آٹا فائنا زائل ہو گئی۔ چونکہ عام رعایا کو ہنری سوم کے عہد میں بادشاہ کے غیر ملکی مصاحبوں سے نفرت تھی اس لیے امر آخر وقت قوم پرست اور محب وطن بن گئے تھے۔ القصہ سیمن ڈی مانٹ فرڈ کی سرکردگی میں ان کے طبقے سے صرف چند آدمی اپناے ملک کی خاطر سے شایستہ حکومت قائم کرنے کو اٹھ کھڑے ہوئے۔

بادشاہ کا
دستوری فریق
کا رہبر بنا۔

ارل سیمن کے بنا کردہ کام کی ایڈورڈ اول کے ہاتھوں تکمیل ہوئی۔ اُس نے پوپ کے طوق اطاعت کو اپنی گردن سے پھینک کر بادشاہ اور قوم کے اتحاد و باہمی کو زندہ کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس بادشاہ کے پہلے جس قدر

نارن اور پیریمینٹ سلاطین گزرے ہیں ان میں سے ایک کو بھی یہ بات سمجھائی
 نہ دی اور نہ اس کامیابی کا سہرا ان کے سر باندھا جاسکتا ہے جس اتحاد قومی
 کی بنیاد سن فتح کے بعد بادشاہ نے ڈالی تھی اس کا اثر بمقام رنی میڈ
 Runny made بادشاہ کے خلاف کل قوم کے متفق ہو جانے سے ظاہر
 ہوا اور ایڈورڈ اول کے عہد میں بادشاہ اور قوم کے مابین اتحاد پیدا ہونے سے
 اس کی تکمیل ہوئی۔ ۱۲۹۵ء کی پارلیمنٹ نے جو قدیم مقامی ادارات کے
 مختلف اجزاء سے بنائی گئی تھی اس اتحاد کو اور بھی مضبوط کر دیا اور اس کے
 ذریعے سے شہروں اور اضلاع کے غائبہوں کی ایک ہی مجلس قائم ہو گئی تو
 اگرچہ ارل سیمین کے شروع کئے ہوئے کام کا پورا کرنے کے سوا
 ایڈورڈ اول نے اور بھی مفید و نمایاں کام کیے ہیں لیکن اکثر دستور کی کام جن کو
 اس کے ہاتھوں ترقی ہوئی انہوں نے کی پارلیمنٹ کی روشنی میں مدھم ٹپ جاتے ہیں
 ہنری اول اور ہنری دوم کے مجوزہ کاموں کی تکمیل کرنے سے بادشاہ مذکور
 کے زمانے میں قومی مرکزی حکومت کی عمارت جس کا سنگ بنیاد ولیم اول کے
 ہاتھوں نے رکھا تھا اختتام کو پہنچی۔ کنگس بنچ عدالت برادری اور عدالت مال
 کا علیحدہ علیحدہ قیام و تقرر ہونے سے ان میں سے ہر ایک عدالت کا انتظام
 اس کی سلطنت کے اخیر زمانے میں تکمیل کو پہنچا۔ اگرچہ چانسلر کو بھی اسی زمانے
 میں اختیارات نصفت عطا ہوئے لیکن عہد مذکور کے پچاس برس بعد
 اس کی عدالت کا علیحدہ قیام ہوا۔ دورہ کرنے والے رجوں کے نام فرمان
 لنسی پرائیس (دورنہ قبل ازین) کے جاری ہونے سے اضلاع و تعلقات میں بھی
 شاہی عدل و انصاف کی رسائی ہونے لگی ویسٹ منسٹر کے پیچھے دوسرے اور تیسرے
 قانون سے ملک کے قانون غیر موضوع کی منصفیت نہ دیں و ترتیب کی
 نسبت ایڈورڈ کی خواہش کا اظہار ہوتا ہے۔ اسی طرح قانون گلاسٹر اور کوڈوارنٹو
 "Quo warranto" کس حق کی بنیاد کے حکاموں نے امر کو امتیازی
 عدالتیں قائم کرنے سے روک دیا تھا۔ قانون وینچسٹر کے نفاذ سے کو تو انی ملک
 کی اصلاح ہو کر فرائض کو تو انی قدیم زمانے کی افواج اضلاع کے سپرد کر دیئے گئے تھے۔

ان کے علاوہ قوانین زمین کی بھی اصلاح ہوئی اور محاصل ملک کا بہتر انتظام کیا گیا۔ قانون رڈ ہڈ لین (Stat. of Rhuddlan) کے اجرا سے خزانہ شاہی کی تنظیم عمل میں آئی۔ علاوہ ہریس ایڈورڈ اول نے کلیسا کے امتیازات کے مستحکم قلم کو نہایت دانشمندی سے بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ حکمرانہ سرگزین کیٹ ایکٹیویٹس کے ذریعے سے کلیسائی عدالتوں کے اختیار است کی تعریف ہو کر محدود کر دیئے گئے۔ پوپ کے حکم امتناعی کلیریکس لیکوس ("Clericis laicos") کے جواب میں جو ان کے ملکی یعنی غیر مذہبی خدمات انجام دینے کے متعلق جاری ہوا تھا بادشاہ نے قومی محصولات کی ادائی کے یئے پادریوں کو دوسری رعایا کے برابر کا شریک قرار دیدیا اور قانون دست میت کی رو سے وہ اپنے معینہ حصے سے زیادہ اراضی حاصل کر سکتے اور نہ اس طرح دولت قومی سے وہ اندازے سے زیادہ اپنے کو مستفید بنا سکتے تھے پوپ

۱۲۸۵ء

۱۲۹۲ء

۱۲۹۹ء

اے سرگزین کیٹ ایکٹیویٹس کے نام سے ایک قانون اور ایک حکمرانہ مشہور ہے جیسا کہ اس زمانے میں قوانین اور فرامین وغیرہ کو لاطینی اور بعد ازاں نارمن زبانوں میں اشاعت کرتے کا دستور تھا اور جن الفاظ یا جس عبارت سے جو قانون یا حکمرانہ شروع کیا جاتا تھا اُنھی الفاظ اور عبارت سے اُس قانون وغیرہ کا لقب قرار پاتا تھا یہ قانون اور یہ حکمرانہ بھی اپنے ابتدائی دو لفظوں Circumspecte Agatis سے موسوم و مشہور ہو گئے اور جن کے لفظی معنی دیکھو تم کو احتیاط کرنی چاہئے کہ ہیں۔ بادشاہ وقت نے اس قانون اور حکمرانے کے ذریعے سے بظاہر ناروچ کے اسقف اور اُس کے علاقے کے پادریوں کے عدالتی اختیارات کا تعین کیا تھا۔ حکمرانہ اور ایک فرمان کی عبارت کو لاطین قانون سرگزین کیٹس ۱۲۸۵ء میں نافذ کیا گیا اور اس کے ذریعے سے بادشاہ نے شاہی عدالتوں کو کلیسائی عدالتوں کے اختیارات میں دست اندازی کرنے سے منع کیا ہے چنانچہ قانون مذکور کی عبارت اُن الفاظ سے شروع ہوتی ہے جن کا ذیل میں ترجمہ دیا گیا ہے :-

ادیکھو تم کو اُن امور میں احتیاط کرنی چاہئے جن کا ناروچ کے اسقف اور اہل کے علاقے کے پادریوں سے تعلق ہے وغیرہ "از منتر حکم پوپ"

بجز جلیز اور قدیم جاگیریں محمولات اور زرعی امانتوں کے دوسرے کل
 محصولات کو قوم کی رضا مندی کے بغیر نہ لینے کی نسبت توثیق اسناد کے ذریعے سے
 بادشاہ کے وعدے نے قوم کو شاہ راجہ ترقی پر ایک قدم اور آگے بڑھا دیا۔ اس
 زمانے میں قوم اس قدر ہوشیار ہو گئی تھی کہ بادشاہ کی مخالفت اور اس کے
 جانب سے تحریک نہ ہونے کے باوجود اس نے موقع پاتے ہی بادشاہ سے
 اس طرح کا وعدہ لینے کی خواہش کر دی۔ ایک اہم قومی خطرہ کے وقت امراء کے
 منحرف ہو جانے سے ایڈورڈ جو خود بھی دست بٹھا اور جس کا خزانہ اس
 کے باب کی کڑوٹوں سے خالی ہو گیا تھا توثیق اسناد کے لیے بمجبوری رضامند
 ہو گیا۔ توثیق اسناد بائیس سالہ ع کے ذریعے سے جو کچھ ترقی کے دستور نے
 سالہ سے کی تھی اس کا اختصاراً اعادہ کیا گیا ہے گویا کہ اسی برس کے
 بعد سند اعظم قانون ملک کا ایک مستقل جزیو بن گئی۔ اس کے علاوہ توثیق مذکور
 کے ذریعے سے امور قومی پر نگرانی رکھنے اور ان کی نسبت قوم کو راسخ دینے
 کا حق تسلیم ہونے سے جو کام کہ ۱۲۹۵ء میں شروع ہوا تھا اس کی تکمیل ہوئی۔
 القصہ دستور حکومت کا ڈھانچہ ایڈورڈ اول کے عہد میں تیار ہوا اور اس کے
 بعد کے بادشاہوں کے زمانے میں اگرچہ کوئی جدید ڈھانچہ نہیں بننے پایا لیکن
 قدیم ڈھانچے میں کاٹ چھانٹ اور رد و بدل ہوتی رہی۔ شاہ مذکور کے بعد سے
 زمانہ حال تک بس قدر نزاعی مسائل دستور حکومت کی نسبت پیدا ہوئے
 ہیں وہ زیادہ تر حکومت عاملانہ اور مجلس وضع قوانین اور پارلیمنٹ کے
 اجراء کے ترکیبی بادشاہ، امراء اور عوام اور ان کے باہمی تعلقات پر مبنی ہیں۔
 ایڈورڈ اول کے زمانہ سلطنت میں بادشاہ باجلاس کو نسل اور زمانہ وسطی
 بادشاہ باجلاس پارلیمنٹ میں فرق کرنا شروع ہوا لیکن ایڈورڈ سوم کی
 مالی ضرورتوں نے اس امتیاز کو اور بھی نمایاں کر دیا۔ ایک ایک امر میں پارلیمنٹ کے اختیارات
 کی رعایت کرتے کرتے بالآخر بادشاہ نے پارلیمنٹ کی جداگانہ حیثیت تسلیم
 کر لی اور وہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں آزاد ہو گئی۔ مگر چند روز بعد
 ایڈورڈ مذکور نے عہد شکنی کر کے کونسل کے توسط سے پھر پارلیمنٹ کے

زمانہ وسطی
 کی پارلیمنٹ
 کے اختیارات

کے کاموں میں دست اندازی شروع کر دی اور پارلیمنٹ تنگ آکر کونسل کی مداخلت کی نسبت پے در پے بادشاہ کو عرضیاں دینے لگی۔ اگرچہ پارلیمنٹ کی ترکیب اور حیثیت ۱۳۴۱ء تک مکمل ہو گئی تھی لیکن ازمنہ وسطیٰ کی پارلیمنٹیں حکومت ملک میں راست راست شریک نہیں ہوتی تھیں۔

(۱) متعلق بوضع قوانین۔

۱۳۲۲ء میں وضع قوانین کے لئے رضامندی پارلیمنٹ کی ضرورت تسلیم ہو چکی تھی لیکن اس مجلس سے قوم وضع قوانین کے بجائے بادشاہ کے حضور میں اپنی شکایتوں کے پیش کرنے کا کام لیتی تھی۔ کسی وزیر کے تقرر یا اجراء محصولات کی نسبت رائے دینے کے سوا خود پارلیمنٹ حکومت کے کسی اور کام میں مداخلت نہیں جانتی تھی۔ بادشاہ کا سوردی مداخلت اس قدر وسیع و کثیر تھا کہ اگر پارلیمنٹ مداخلت کے ذرائع مسدود کرنے کی فکر بھی کرتی تو اس کی کوشش موثر نہ ہو سکتی تھی۔ اسی سبب سے حکومت علانہ مقتدر تھی اور پارلیمنٹ کو محکوم بنانا چاہتی تھی۔ اگرچہ ۱۳۴۱ء، ۱۳۶۲ء اور ۱۳۸۱ء میں پارلیمنٹ کو مالیات ملک پر

(۲) متعلق باجراء محصولات

نظرانی کرنے کا اختیار حاصل ہوا لیکن حکومت علانہ پر اس کا اقتدار اس نگرانی کی وجہ سے نہیں بلکہ مواخذے سے قائم ہوا ہے چنانچہ ایڈورڈ سوم کا جرم معتبر اور بددیانت وزیر پر نیک پارلیمنٹ نے مواخذہ کیا اگرچہ مواخذے کی کارروائی اس وقت چند اہم نہیں معلوم ہوئی لیکن بعد میں یہ طریقہ دوسری سبب تہیروں سے زیادہ حکومت علانہ کو پارلیمنٹ کا مطیع بنانے میں موثر ثابت ہوا۔

(۳) متعلق بوزرائے شاہی

۱۳۷۱ء کی نیک پارلیمنٹ کی کارگزاریوں کی نسبت صرف ذمہ داری وزیر کے بیان پر اکتفا نہیں کی جاسکتی۔ اس نے دوسرے بھی شایستہ کام کیے ہیں۔ بلیک پرنس (شہزادہ اسود) کی رہبری اور حمایت میں عوام کے دلوں سے ان کی ناقابلیت کا اندیشہ دفع ہو گیا اور انھوں نے وضع قوانین وغیرہ میں تقدیم کرنی شروع کر دی۔ چنانچہ مجلس عوام نے اس پارلیمنٹ کے زمانے میں اپنے سب سے پہلے صدر پیٹر دی لامیر (Peter de la mare) کا انتخاب کیا۔ اس کے سوا عوام نے جان آف گانٹ سے جو کونسل کا میر مجلس تھا

نیک پارلیمنٹ

سرکاری رقوم کے حسابات طلب کیے اور اعتراض کیا کہ اگر بادشاہ کے چند مخصوص اور مخفی دوست "نہ ہوتے تو خزانہ ہمیشہ پر رہتا۔ بلیک پرنس کی وفات کے بعد عوام نے خرد سال ولی عہد ظاہری رچرڈ آف بورڈو کو دیکھنے کی نسبت اصرار کیا اور جان آف گائٹ کو لکھ بھیجا کہ "اگر آپ ولی عہد مذکور کو ہلکو دکھانے کے بغیر بڑے بادشاہ کو ترغیب دیکر اس کو ولی عہد بنوادینے کو ہم لوگ اس کو تخت و تاج سے محروم کر دینگے" اور ان کی یہ دھمکی خالی نہیں گئی۔ اسی پارلیمنٹ کے آخری زمانے میں عوام نے معمولی کونسل کو "دکام پرہ لگانے کے لیے" ایک مستقل کونسل کے تقرر کی نسبت جس کے ارکان کا پارلیمنٹ کے ارکان سے منتخب ہونا طے ہوا مخفا عرضی دی۔ اس کے سوائے چانسلر خزانہ دار اور محافظ مہر خاص کے فرائض میں مداخلت نہوتے کے متعلق اصرار کیا۔ علاوہ برس سالانہ پارلیمنٹوں اور اضلاع کے نمائندوں کے انتخاب کی ترقی و اصلاح کی نسبت بھی مجلس مذکور نے عرضداشت پیش کی اور اس امر کا بھی اظہار کر دیا کہ جو قوانین پارلیمنٹ میں منظور ہوں ان کی منسوخی کا بادشاہ مجاز نہیں ہو سکتا۔

اس دوسرے سال جان آف گائٹ نے نیک پارلیمنٹ کے کل اچھے کاموں کو مٹا کر اس کی کسی اصلاح کو باقی نہیں رہنے دیا جس کے سبب سے اس نئی کوئی کارگزاری اور اس کی یادگار باقی نہ رہ سکی۔ برس ہم اس پارلیمنٹ کے سبب سے وضع قوانین کی تاریخ میں ایک دور جدید شروع ہوتا ہے اور اس بات کا پتہ ملتا ہے کہ پارلیمنٹ نے اپنی تہستی کی پہلی صدی میں کس انتہا درجے کی ترقی کی تھی۔ اگرچہ پارلیمنٹ کو اپنے مدعا کے تسلیم کرانے میں ناکامی ہوئی لیکن اس نے اس امر کا اندازہ کر لیا کہ دستوری حکومت میں اس کی کیا شان ہونی چاہیے۔ پارلیمنٹ کے لیے ہی بہت بڑی کامیابی تھی۔ نیک پارلیمنٹ کے دستوری اصلاحات تو قائم نہ رہ سکے لیکن دستوری ترقی کے لیے اس نے مثال قائم کر دی اور اسی بات سے اس کی قدر کی جاتی ہے۔ اصولاً ملک کی ترقی کے ساتھ دستوری ترقی مفید ہوسکتی ہے۔ چونکہ خاندان لینکسٹر

کی پارلیمنٹ اس قاعدے کی پابند نہ تھیں اس لیے اُن کے اچھے کام سٹ گئے اور اسی طرح نیک پارلیمنٹ کے اصلاحات باقی نہ رہ سکے۔ ملک سے پہلے دستور کے ترقی کرنے کی اور اُس کے سبب سے ناکام ہونے کی یہ دوسری مثال ہے۔ جس طرح ۱۶۸۸ء کے انقلاب کے بعد ملک کی حالت ہو گئی تھی اُسی طرح ۱۳۹۹ء کے انقلاب سے قدامت پسندوں کے ہاتھ میں حکومت چلی گئی۔ شروسبری میں منعقد ہونے والی پارلیمنٹ سے قبل اس کے کہ وہ اپنے اختیار اسٹارٹ اراکان کی کمیٹی کو منتقل کرتی ریچرڈ دوم نے کروڈ گیری کے محصولات اپنے صین جیات عائد کرنے کے اختیار کی منظوری حاصل کر لی اور بادشاہ کے خاص حقوق و اختیارات میں مداخلت اور اُن پر اعتراض نہ کرنے کی نسبت بھی وعدہ لے لیا۔ چونکہ ملک دوسو برس سے بادشاہ کے اختیارات کو محدود کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور ابتداء میں امرالیکن بعد ازاں عوام کے پارلیمنٹ میں شریک ہونے سے کل قوم کی قوم اس مسئلہ پر متفق ہو گئی تھی اس لیے بادشاہ کا اپنے خاص حقوق کو پارلیمنٹ سے تسلیم کر لینا اُس کی نہایت عاقلانہ کوشش کا نتیجہ تھا۔ اس بنا پر ہنری چہارم دستور حکومت کا حامی بن کر تاج کی وراثت کا طلبگار ہوا اور چونکہ پارلیمنٹ کے جانب سے اُس کو بادشاہی ملی تھی اس لیے مجلس وضع قوانین کے ہاتھ میں ان رہا۔ موقع ملتا ہی تھا کہ دارالعوام نے اجراء محصولات پر اپنی نگرانی قائم کر لی اور اُس زمانے سے یہ اسی مجلس کا حق ہو گیا ہے ان کے علاوہ کل مسودات مالی کی تحریک و تقدیم اور حسابات سرکاری کی پیش کرنے کا بھی اُس کو اختیار مل گیا ہے۔ ان اختیارات کی بنا پر پارلیمنٹ اپنی شکایتوں کو منظوری رقوم کے پہلے رفع کر سکتی ہے۔ علاوہ برین ہنری ششم کی نابالغی کے زمانے میں اراکان کو اسل کو پارلیمنٹ مقرر کرتی تھی اور عرضی کے بجائے مسودے کے ذریعے سے قانون کا وضع ہونا شروع ہو گیا تھا اس لیے وضع قوانین پر پارلیمنٹ کو بہت بڑا اقتدار حاصل ہو گیا۔ اسی دور میں امتیازات پارلیمنٹ کی بھی ابتدا ہوئی لیکن جب تک انتخابات اور حق رائے کی اصلاح اور اُن کا ٹھیک انتظام نہیں ہوا اس وقت تک امتیازات مذکور کا صحیح طور پر عمل

۱۳۹۸ء

ریچرڈ دوم کا

مطلوبہ

بننے کے لیے

کوشش

کرنا۔

پارلیمنٹ کا

فتحیاب ہونا

نہیں ہوئے پایا۔ اس دور کی سب سے زیادہ قابل قدر دستوری ترقی ذمہ داری
وزرا سے جو اُس زمانے سے مستقل بن گئی وہ پارلیمنٹ کے ضعف و قوت
پر یہ ذمہ داری منحصر ہوئی تھی اور ۱۷۳۴ء تک کوئینل پر پارلیمنٹ کی فہمی نگرانی
قائم رہی۔ سنہ مذکور کے بعد سے پارلیمنٹ کی صدارت پر زوال آگیا جو لوگ
ملک کے بدخواہ تھے اور جن سے قوم ناراض تھی وہ ہتھرمی ششم کے مزاج
میں دخیل ہو کر وزارت کو انجام دینے لگے اور بادشاہ نے پارلیمنٹ کی
آزادی میں مداخلت کرنی شروع کر دی۔ انھیں چنہ وجوہ سے دستوری قیود
جن میں پارلیمنٹ نے اُس کے اسلاف کو جکڑ دیا تھا ہنری نے توڑ ڈالے
حتیٰ کہ پارلیمنٹ کی رہی سہی وجاہت بھی سرخ و سفید پھولوں کی لڑائیوں میں
ناپید ہو گئی تو

چونکہ قوم میں قابلیت پیدا ہونے کے قبل دستور حکومت نے
ترقی کی تھی اس لیے جو کامیابی پارلیمنٹ کو حاصل ہوئی تھی وہ قبل از وقت
تھی۔ اُس زمانے میں قوم اس قابل نہ تھی کہ اگر اُس پر چھوڑ دیا جاتا تو وہ ملک
میں امن و امان اور عدل و انصاف قائم رکھ سکتی اس لیے پارلیمنٹ کی
صدارت کی اس کو قدر نہیں تھی۔ ہر ایک ضلع اور شہر میں امرا کے دو فرستے
ہو جاتے سے مقامی حکومتیں بھی بے دست و پا ہو گئی تھیں اور ملک میں
طوائف الملوکی کا دور تھا۔ شاہی عہدہ داروں کی پروا نہیں کی جاتی تھی اور نہ
اُن کے احکام کا لحاظ ہوتا تھا۔ اضلاع اور شہروں کے پارلیمنٹی انتخابات
دہاں کے مقامی امرا کے ہاتھ میں آ گئے تھے یہ امرا جس کو چاہتے منتخب
کر سکتے تھے۔ یہی کیفیت جو یورپ کی تھی اور پندرہویں صدی کے
نظمائے عدالت جو ایسی قانون دانی کی نسبت لاف زنی کرتے رہتے انصاف
کا خون کرنے میں ظالم و مقتدر کے شریک ہو جاتے تھے۔ چونکہ خزانہ شاہی
خالی تھا روپے کی فراہمی ممکن نہ تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسی فرقہ امرا
کا جس کے نسب سے ملک کی مقامی حکومتیں برباد ہو رہی تھیں حکومت مرکزی
پر تسلط ہو گیا تھا اس لیے ان خرابیوں کو صدر حکومت رفع نہیں کر سکتی تھی اور بادشاہی

خاندان لینکسٹر
کی دستوری حکومت
کی ناکامی وجوہ

حکومت علانہ
(کونسل)
مقتدر ہونا

۱) خاندان
یارک

۲) خاندان
ٹیوڈر

برائے نام رہ گئی تھی تو
اگرچہ خاندان لینکسٹر سے زیادہ خاندان یارک کے سلاطین مقتدر تھے
لیکن ان بادشاہوں نے بھی اچھی حکومت نہیں کی۔ ان کے دور میں بھی سابق
کی بد نظمی رہی، شورشوں اور فکیتوں سے ملک معمور تھا۔ انصاف کا خون
ہوتا تھا دربار شاہی نا اہل مصاحبوں سے بھرا ہوا تھا۔ خاندان مذکور کے
چوبیس سال کی حکومت میں صرف سات پارلیمنٹیں منعقد ہوئی تھیں اور
نہایت معمولی باتوں کی نسبت ان سے رائے لی جاتی تھی۔ اگرچہ ۱۳۷۱ء
سے حکومت علانہ نے مجلس وضع قوانین کے کچھ کئے ہوئے جال کو قطع کر کے
ایکوازد کرنا شروع کر دیا تھا لیکن ایڈورڈ چہارم کے سنہ جلوس سے حکومت مذکور
ملک میں سب سے زیادہ مقتدر ہو گئی اور ٹیوڈر بادشاہوں نے مجلس تنظیم
کی صدارت کو قوم کی مرضی کے موافق معتدل بنایا۔ ہنری ہفتم کی بادشاہی کے
سبب سے سرخ و سفید بھولوں کی رقابت زائل ہو گئی اور ان دو مخالف
خاندانوں کی مخالف حکمت عملیاں منسوخ ہو گئیں۔ اسی طرح اس لئے خاندان
لینکسٹر کی دستوری حکومت کو خاندان یارک کی مطلق العنانی کے ساتھ ترکیب
دی اور اگرچہ بظاہر وہ قانون کا پاس کرتا تھا لیکن اصل میں وہ ایک خود مختار
بادشاہ تھا۔ اگرچہ دوسرے ٹیوڈر بادشاہوں کے مقابلے میں ہنری ہفتم کی چند ان
شان و شوکت نہ تھی لیکن فن حکمرانی میں وہ ان سب سے بڑھ گیا تھا۔ اُس کے
عہد میں بادشاہ اور رعایا کے اغراض میں یک جہتی پیدا ہوئی ملک میں امن قائم
ہوا اور مالک غیر سے جنگ موقوف ہوئی۔ تجارت اور صنعت و حرفت
کی اُس کے ہاتھوں ترقی ہوئی۔ مصاحبین رکھنے اور ان کو دریاں پہنائے
کی اس عہد میں مانعت ہونے سے امر کی سرکوبی ہوئی اور جو بد نظمی کہ معاشرتی
امور میں ان کے سبب سے پیدا ہو گئی تھی اس کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے
علاوہ ایوان انجمن کی عدالت کے قیام سے اور عہدہ داران شاہی کے اعزاز
و خطابات پاکر فرقہ امرا میں شامل ہونے سے موروثی امر کی رعوت اور
سرکشی کا انسداد ہو گیا۔ سب سے بڑھ کر اس نے یہ کیا کہ مالی ضرورتوں

میں تاج کو پارلیمنٹ کی محتاجی سے آزاد کر دیا۔ اور اسی خاص سبب سے مجلس وضع قوانین اور حکومت کا فرما میں جو رقابت کہ قدیم سے چلی آرہی تھی کچھ مدت کے واسطے موقوف ہو گئی۔ اگرچہ ۱۵۲۹ء کے بعد سے پارلیمنٹ کسی قدر جلد جلد منعقد کیے جانے لگی اور اگرچہ اس کے اور حکومت عالمانہ کے مقابلے و مجاہدے میں بھی کمی ہو گئی تھی لیکن یہ مقابلہ اور مقابلہ کبھی بالکل موقوف نہیں ہوا۔ فریقین میں مقابلہ و مجاہدہ نہ ہونے کا زیادہ سبب ٹیوڈر پارلیمنٹوں کا بادشاہ کی اطاعت کرنا تھا۔ تاج اور قوم کے درمیان ہمدردی و اتحاد ہونے سے نہ کہ ٹیوڈر بادشاہوں کا پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کو اپنے ہوا خواہوں کے بھردینے سے پارلیمنٹ بادشاہ کی مطیع ہو گئی تھی علاوہ بریں اگر کسی رکن پارلیمنٹ سے کوئی امر مجلس انتظامی کے خلاف شان سرزد ہوتا تو حکومت عالمانہ اس کمال خوبی کے ساتھ اس کی سرسری باز پرس کرتی تھی کہ ارکان پارلیمنٹ حکومت عالمانہ کی واجبی تعظیم کرنے پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ پیل نے اجازت ناموں کے خلاف پارلیمنٹ میں تقریر کی تھی اور قوم کی شکایتوں کے رفع ہونے کے بغیر روپیہ منظور نہ کرنے کی نسبت زور دیا تھا لیکن جب وہ ارکان کونسل سے ملنے کے بعد پارلیمنٹ میں واپس آیا تو اس کے چہرے سے اس قدر حیرانی اور ہراس کے آثار نمایاں تھے کہ جس سے کل مجلس متوحش ہو گئی تھی۔

اس میں کلام نہیں کہ اس عہد میں حکومت عالمانہ مطلق العنان ہو گئی تھی اور کچھ دستوری قیود اس پر عاید کیے گئے تھے ان سب کو اس نے خیر باد کہہ دیا تھا۔ قرضہ جبریہ بخشش اور اجاروں کی بیج اور مختلف ناجائز طریقوں سے روپیہ وصول کیا جاتا تھا۔ چونکہ مواخذے کے عوض مخصوص قوانین تعزیری پر عمل ہوتا تھا اس لئے ذمہ داری وزیر امور کے کٹٹی بن گئی تھی اور اس کے عہدہ داروں قوانین مذکور کے اجرا سے بادشاہ کی نہ کہ پارلیمنٹ کی کاربراری ہوتی تھی۔ پارلیمنٹ کے قوانین کے بجائے شاہی اعلانات کے ذریعے سے ملک پر حکومت ہو رہی تھی اور قانون غیر موضوعہ کی عدالتوں کے عوض کونسل کرٹیکے اختیارات

دو اسکے عدالتی

اختیارات

دھ مقامی

حکومتوں

پراس کی

نگرانی۔

حکومت عاملانہ

اور مجلس

وضع قوانین

کے اختلاف

میں ترقی

(۱) عہد ایلزبتھ

عدالتی امور انجام دے رہی تھی۔ چونکہ کونسل کے تصفیے میں زیادہ دیر نہیں ہوتی تھی اور بادشاہ کی خواہش کے موافق فیصلہ صادر ہو سکتا تھا اس لئے عدالتوں کا کام کونسل سے لیا جاتا تھا۔ کونسل کی کامیابی نے کونسل کی ان حیرہ دستیوں اور خلاف اصول کاموں سے قوم کو ناراض نہیں ہونے دیا۔ مقامی کونسلوں مخصوص ججوں کی مختلف مجلسوں، اعزازی نظامے عدالت اور متعدد ولارڈ لیفٹنٹ کے تقررات سے کونسل نے ملک کے عرض و طول میں اسن قائم کر کے بد نظمی کی مملکت سے بچ گئی کردی اور حکومت مرکزی کو مستقل مستحکم بنا دیا۔ حکومت بیدار موزی سے اپنا کام کرنے لگی تھی کسی قسم کی فروگزاشت نظر نہیں آ سکتی تھی ہر ایک ضرورت اور موقع کا پہلے سے اندازہ کر لیا جاتا تھا چنانچہ ۱۵۵۴ء کے فرانسیسی حملے کے دفع کی قبل از وقت اس خوش اسلوبی اور قابلیت سے تیاری کی گئی تھی کہ اس کی تعریف نہیں ہو سکتی اور اسی طرح ۱۵۸۸ء کے ہسپانوی حملے کے دفعیہ کے متعلق تدبیریں کی گئی تھیں۔ ہر ایک بات کی تہ کو پہنچ کر اس کا انتظام کیا جاتا اور معاملے کے ہر ایک پہلو پر غور ہوتا تھا یہی چند باتیں دور ٹیوڈر کے مختصات سے ہیں اور یہی اس حکومت کی مدح و ثنا کا سبب ہیں۔

ہسپانوی بیڑے کی شکست نے ٹیوڈر طرز حکومت کے زور و خوبی کو ثابت تو کر دیا لیکن اس حکومت کو بھی مٹانے کی علامت بن گئی۔ قدیم زمانے میں جب کبھی حکومت عاملانہ کا داب جیسا کہ ایڈورڈ ششم اور ملکہ میری کے عہد میں ہوا ہے مجلس وضع قوانین پر کمزور ہوتا تھا تو مجلس مذکور اپنی رفتار میں مست ہو جاتی تھی۔ اس کے علاوہ جب تک انگلستان کو یورپ کی کیتھولک طاقتوں کا خطرہ لگا رہا تاج سے ہمسری کرنے کا پارلیمنٹ کی نسبت احتمال نہیں ہو سکتا تھا۔ چونکہ ۱۵۸۸ء کے بعد سے اقلیم یورپ میں انگلستان کی دھاک بیٹھ گئی اور ملک کی خارجی حکمت عملی اس قدر اہم نہیں رہی تھی کہ قوم کے ہر ایک فریق کو اس کا لحاظ کرنا پڑتا اور بدترین ملک کی عقلیں اسی کے سلجھانے میں تنہم کرتیں اس لئے مذہبی، معاشرتی اور دستوری مسائل کی اصلاح کی طرف جن کو اس حکمت عملی نے پس پشت ڈال رکھا تھا قوم متوجہ ہو گئی۔ اور پارلیمنٹ ان امور

پر غور و بحث کرنے کی اہل بن گئی۔ پارلیمنٹ بھی نہایت دانشمند مدبرہ تھی اور ہمیشہ پارلیمنٹ کے مقابلے سے گزر کرتی رہی۔ اگر کسی امر میں اس کو پارلیمنٹ کے مقابلے کی توجہ نہ ہوتی تو وہ جنگ کی نوبت نہ آتے دیتی بلکہ اپنی ناراضماندی کو مراحم خسروانہ کے پردے میں مخفی رکھ کر پارلیمنٹ کی خواہشوں کو رعایتاً منظور کرتی تھی تو

(۲) دور اسٹوارٹ

لیکن جب خاندان ٹیوڈور کی بنا کردہ حکومت ان لوگوں کے ہاتھ آئی جو اس کے چلانے کے اہل نہ تھے تو وہی طرز حکومت ان دوسرے سلاطین کی تباہی کا باعث ہوئی۔ اسٹوارٹ بادشاہوں نے ایسے وقت میں ٹیوڈور بادشاہوں کی مطلق العنانی اختیار کرنی چاہی کہ اگر خود یہ دوسرا خاندان بھی اُس وقت موجود ہوتا تو ہرگز خود مختاری کو جائز نہ رکھتا۔ اس کے باوجود خاندان اسٹوارٹ نے نہایت بے وقت حکومت عالمانہ کو سلطنت کے ہر ایک صیغے میں خود مختار بنانے کی فکر کی۔ علاوہ بریں اس دور میں عدالت بھی بادشاہ کی مطلق العنانی کا ذریعہ بن گئی۔ جن ہتیاروں سے ٹیوڈور سلاطین اپنی خود مختاری منواتے تھے اُن میں خاندان اسٹوارٹ نے خوشامدی اور غلامی پسند جموں کی جماعت کا اضافہ کر دیا۔ بیسچ ہے کہ خود مختاری کا بیج ٹیوڈور بادشاہوں نے بویا تھا اور اسٹوارٹ سلاطین نے پودے کو سینچا اور وہ اُن کے عہد میں بار آور ہوا لیکن اگر ٹیوڈور سلاطین اس دوسرے دور میں ہوتے تو اُس کو ہرگز برومند نہ ہونے دیتے۔ اسٹوارٹ کی خارجہ اور مذہبی حکمت عملیوں سے قوم ناراض تھی اور جب پارلیمنٹ اپنے امتیازات اور حقوق کا ادا کرتی تو بادشاہ کی جانب سے خاص شاہی حقوق و اختیارات کے اظہار سے وہ دعویٰ رو کر دیا جاتا ظاہر ہے کہ یہ بات قوم کی حریت اور ترقی کے لئے نہایت مضر تھی۔ مذہبی تغیرات کا مکیاب محاربات، خطرناک بحری سفر اور تجارتی مرفہ الحالی کے سبب سے انگریز اپنے اوپر بھروسہ کرنے کے قابل ہو گئے تھے۔ دول غیر کی سیاسیات سے اُنکو شوق پیدا ہو گیا تھا اور بادشاہ کے اس قول کا کہ عوام سیاسیات کا لک فیر، انتخاب وزرا اور امور مذہبی کے سمجھنے اور اُن کے انتظام میں شریک ہونے کے قابل نہیں ہیں اُن کو اعتماد نہیں رہا تھا۔ اس کے علاوہ مالی امور ہیں

پارلیمنٹ سے آزاد ہونے کی نسبت بادشاہ کا بے دریغے کوشش کرنا اور اس کے بغیر حکومت کرنے کے عزم بالجبرم نے مجلس وضع قوانین کو حکومت عاملانہ سے جنگ کرنے پر آمادہ کر دیا۔ جس زمانے میں کہ اطاعت تادمہ کی مذہبی اور ملکی معاملات میں تلقین ہو رہی تھی اگر لارڈ Laud اتاج کا اس کی غیر دستوری حکمرانی میں ساتھ نہ دیتا تو پارلیمنٹ اور بادشاہ کے درمیان مصالحت ہو جاتی اور پارلیمنٹ کے حقوق و اختیارات خانہ جنگی کے بغیر حاصل ہوتے۔ جب کلیسا اپنے ظلم و جور کے ساتھ غیر دستوری حکومت کی حمایت پر آمادہ ہو گیا تو قوم اُس کے دفع کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی تو ۱۶۸۹ء سے ۱۶۸۸ء تک دستوری حکومت حالت التوا میں رہی اور ۱۶۸۹ء میں قدیم شاہی خاندان نے کسی شرط کے بغیر تخت حکومت پر عود کیا۔ برلن ہم کاسن ولتھ (جمہوری حکومت) کے زمانے کے خیالات سیاسی نے عود شاہی کے بعد کی نسلوں پر اپنا رنگ جماہی لیا چنانچہ اُس حکومت کے مدتوں بعد جو اصلاحات کہ انگلستان کے دستور میں ہوئی ہیں وہ انہی خیالات کا نتیجہ ہیں۔ اُس زمانے میں رہبر ان قوم نے مذہب معین کو جو سرکاری ادارہ ہے غیر سرکاری بنانے میں انتخاب کے حلقوں کو مساوی کر لئے ہیں۔ آزادی مطابج اور تجارت کی آزادی کی تائید میں وعظ و پند شروع کر دیئے تھے لیکن عود شاہی کے زمانے میں جمہوری زمانے کی بعض بعض دستوری مجوزہ اصلاحات کو عملی جامہ پہنایا گیا۔ اُس وقت سے حکومت عاملانہ کے چلانے کے لئے ایک معینہ قلیل رقم کی منظوری ہونے لگی سرکاری رقوم کے حسابات کا طلب ہونا شروع ہو گیا اور کثرت سے پارلیمنٹ کے منعقد ہونے کی نسبت بھی قانون بنا۔ لیکن حکومت زیر حمایت کی دوسری اصلاحات مثلاً پارلیمنٹ کے نمائندوں کی تقسیم ثنائی، غیر آباد شہروں کے حقوق رائے کا سلب ہونا اور بڑے شہروں کو یہ حقوق ملنا، ویسٹ منسٹر کی پارلیمنٹ میں اسکاٹ لینڈ اور آئر لینڈ کے نمائندوں کا شریک ہونا کرامول کے مرنے پر ختم ہو گئیں اور اُس کے مدتوں بعد ان کا اجرا ہوا۔ ان کے سوا اُسی

جمہوری حکومت
(کاسن ولتھ)
کے دستوری
نتیجہ۔

جمہوری حکومت کی دوسری دستوری تدبیروں اور آزمائشی امور کو سخت ناکامی ہوئی۔ ایک دستور وضع کیا گیا تھا اور اس کے بعض قواعد کا نام "اساسیات" رکھا گیا تھا۔ اس قسم کے قواعد کو ترمیم و تبدیل اور وضع کرنے کی جمہوری پارلیمنٹ مجاز نہ تھی۔ اگر جمہوریت کے زمانے کے ان چیزوں کو کامیابی ہوتی یعنی غیر موقوفہ کے بجائے موضوع دستور رائج ہوتا اور وضع دستور کے لئے ایک علیحدہ جماعت مقرر ہو جاتی تو مجلس وضع قوانین سے حکومت عالمانہ جیسا کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں عمل ہوتا ہے بالکل آزاد ہو جاتی اور انگلستان کا دستور حکومت جو صدیوں کی کوشش کا نتیجہ ہے ایک کشش قلم میں فنا ہو جاتا چونکہ کرامویل کے عہد کی پارلیمنٹ بھی اس نئی چال کو ماننے والی نہ تھیں اس لئے انھوں نے جدید دساتیر کے شکست و سخت کا مصمم ارادہ کر لیا تھا اور اس وقت کے مصلحین کی کوششیں حکومت عالمانہ اور مجلس وضع قوانین کے اختیارات میں توازن پیدا کرنے کی نسبت برباد ہوتی رہیں۔ اس کشش کے سبب سے کرامویل متعدد پارلیمنٹ کو پے در پے بدلتا رہا اور بالآخر وہی ہو کر اس نے مرنے کے چند سال پہلے سے پارلیمنٹ کے بغیر حکومت کی۔ اس کے بعد بد نظمی اور عدم حکومت کا دور ہوا۔ چونکہ قدیم طرز کی حکومت اس کے تاریخی اور قدیم اختیارات اور اجزا کے سلب و علیحدہ ہونے کے بعد کام نہیں دے سکتی تھی اور عوام قدیم طرز کو بدلنے پر راضی نہیں تھے اس لئے شاہ نے اس میں پارلیمنٹ میں حسب ذیل تحریک پیش ہو کر منظور ہوئی کہ "مملکت کے قدیم قوانین کے بموجب بادشاہ، امرا اور عوام سے ملکر حکومت بن سکتی ہے" اور چارلس دوم کل قوم کی ولی رضا مندی کے ساتھ واپس طلب کیا گیا۔

عود شاہی

جس طرح دور ٹیوڈر میں حکومت کی حالت تھی اسی طرح شاہ نے عوام بادشاہ کی صدارت، پربلوی کونسل اور حکومت مقامی کا دوبارہ قیام ہوا لیکن ایوان انجم اور ہائی کمیشن کی عدالتوں اور کونسل شمالی کا اعادہ نہیں ہونے پایا اگرچہ بادشاہی اپنے پہلے مرکز برہٹ آئی لیکن بادشاہ کو مطلق العنانی کے ان حربوں کے استعمال کا جن پربلویڈر سلاطین عمل کرتے تھے موقع نہیں دیا گیا

تقریباً کے اتحاد اور اچھی حکومت کے قائم رکھنے کے لئے اسی ایک امر کی ضرورت تھی اس لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا۔ اس کے سوائے رعایا بھی بہت وفادار و مطیع ہو گئی تھی بادشاہ کے مقابلے میں پارلیمنٹ نے بھی اپنے طرز کو بدل دیا تھا۔ بہر حال خاندان اسٹوارٹ کے آخری دو بادشاہوں کے ساتھ زمانہ سوافیق ہو گیا تھا اور ہر ایک کے دل میں اُن کی محبت تھی اس پر بھی یہ بادشاہ قوم کو اپنے سے برا فروختہ کر کے اپنی تباہی کا آپ باعث ہو گئے ہیں۔ اگرچہ قیوم خاندان مذکور کے پہلے بادشاہوں کے خود مختارانہ محصول عائد اور قانون وضع کرنے کو بھول گئی تھی اور وزیر پر مواخذہ اور مسودات مالی میں تقسیم و تحریک کرنے اور اخراجات دسلطنت کے انتظام کا عوام کو اختیار باقی تھا لیکن چارلس دوم جس کے قاربازوں کے سے خیالات تھے اور جیمز دوم جسکو صرف اپنے مذہب والوں کی حاجت و خوشحالی منظور تھی از سر نو حکومت دستوری کے مٹانے پر آمادہ ہو گئے۔ فرانس کے ہاتھوں بننے سے چارلس اور اسکے بھائی کو مالی ضرورتوں میں پارلیمنٹ کی محتاجی نہیں رہی۔ پارلیمنٹ کو ملتیوی اور برخواست کرنے کے شاہی حق پر عمل کر کے ان لوگوں نے ذمہ داری دُرا کے اصول کو توڑ دیا جس کے سبب سے اُن پر سے پارلیمنٹ کا دباؤ اٹھ گیا۔ بلدیات کی اصلاح کر کے یہ بادشاہ اپنے حسب مرام جو بیروں اور ارکان پارلیمنٹ کا انتخاب کرانے لگے۔ نامنصفانہ قوانین بغاوت اور نہایت ناکافی شہادت کے ذریعے سے حکومت سے مقابلہ کرنے والوں پر الزام عائد ہوتے تھے جس شخص کو بادشاہ یعنی حکومت عادلانہ مجرم بنانا چاہتی اُس کی تحقیقات کیلئے حکمائے تحقیقات مجوس بھی بے اثر ثابت ہوتا تھا۔ اُسکے علاوہ نظارت مطابج کے سبب سے آزادی مباحثہ مفقود ہو گئی تھی اور حکومت دستوری کو قلیل مستقل فوج کا خوف جو عود شاہی کے وقت بحال کئی گئی تھی۔ ہر وقت لگا رہتا تھا۔ جیمز دوم اس فوج کی افسری پر رومن کیتھولک لوگوں کو مقرر کر کے اس کو اپنی مطلق العنانی کا ذریعہ بنانا چاہتا تھا اُن خود مختارانہ تدبیروں کے باوجود اگر چارلس دوم اور جیمز دوم

چارلس دوم
جیمز دوم کا
نظارت دستور
حکومت کرنا۔

مذہب معین کے ساتھ جنگ نہ کرتے تو انقلاب سلطنت کی نوبت نہ آتی۔ اُس زمانے میں قوم مذہبی رواداری کے خلاف تھی۔ دوسرے اہل مذہب پر طرح طرح کی مصیبتیں نازل ہوتی تھیں اور ملک کے اہل ثروت جن کی خواہش اور کوشش سے دوبارہ بادشاہی کا قیام ہوا تھا رومن کیتھولک اور پیوریٹن لوگوں کا حکومت میں شریک ہونا نہیں چاہتے تھے۔ اگرچہ کلائرٹن کوڈ (مجموعہ قوانین مذہبی مرتبہ کلائرٹن) سے جس کے ذریعے سے نان کن فم لوگوں کو سزا دی جاتی تھیں چارلس کو کوئی سروکار نہ تھا لیکن برطانوی رومن کیتھولک کی حالت درست کرنے کی نسبت جب اس کو فرانس سے روپیہ بچھپا تو اس نے فرقہ مذکور کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے ۱۶۹۳ء اور ۱۶۹۴ء میں مراعات کے اعلان شائع کیے۔ لیکن یہ دونوں اعلان اُس کو منسوخ کرنا پڑے اور دوسرے اعلان کا پارلیمنٹ نے قانون آزمائش کو جاری کر کے جواب دیا۔ اگرچہ چارلس دوم نے پارلیمنٹ کی مزاحمت کے خلاف تحمل سے کام لیا لیکن جیمز دوم تخت نشین ہوتے ہی علانیہ اور عہد کیتھولک مذہب کا حامی بن گیا۔ اور چیفریز (Jeffreys) کی میرنجسی میں عدالت ہائی کمیشن بھر قائم ہو گئی۔ اس کے بعد یونیورسٹیوں پر حملہ کر کے دوا اعلان مراعات جاری کئے ان میں کے دوسرے اعلان کو ٹھہ کر سنانے کی تکلیف سے بچنے کے لئے اساتذہ کی جانب سے عرضی گزری جس کے سبب سے سات اسقفوں کو ان الٹھینیت عرفی کے الزام میں گرفتار کر کے ان کی تحقیقات کی گئی۔ اگرچہ ان کو سزا دلانے کی ہر ایک ممکن کوشش سے کام لیا گیا تھا لیکن بالآخر ان کو برات حاصل ہوئی اور ان کا چھوٹنا تھا کہ جیمز کی بادشاہی کے لئے کوئس رچل بچ گیا اور فوراً ولیم آف اورینج کی خدمت میں ملک کو جیمز کی غلامی سے آزاد کرنے کی نسبت انگریزوں کا خط بچھپا۔ اس خبر کو سنتے ہی جیمز نے مارے خوف کے جن فوجی افسروں کو برطرف کیا تھا ان کو بحال کر دیا۔ اور جن شہروں سے اسنا چھین لئے تھے دوبارہ عطا کیے عدالت مذہبی (The court of ecclesiastical commission) اٹھا دی گئی اور شاہی کونسل سے نامی گرامی کیتھولک ارکان کا اخراج ہو گیا۔ اگرچہ

ولیم سوم کے ٹائٹل Torbay پر اترنے کے بعد ملک کا شمالی حصہ
جیمز کی حمایت پر اٹھ کھڑا ہوا لیکن اس کی فوج کے افسروں نے جیسا کہ چرچل
وغیرہ تھے اس کا ساتھ چھوڑ کر اپنے ہمراہ اکثر سپاہیوں کو علیحدہ کر لیا اور ولیم سے
آئے۔ بہر حال ختم سال کے پہلے ہی جیمز کو مملکت سے فرار ہونا پڑا۔

انقلاب
سلطنت

چونکہ انقلاب سلطنت کے سبب سے پارلیمنٹ کی صدارت قائم
ہوئی اس لیے بغاوت عظیم کی اغراض کی تکمیل انقلاب مذکور کے ذریعے سے
ہوئی لیکن خاندان ہان ور کی تخت نشینی کے پہلے اس قیاسی و نظری صدارت
کا اثر ظہور پذیر نہ ہو سکا خاص حقوق اختیارات شاہی پر قانونی قیود عائد کرنے کے بغیر
ولیم اور میری بادشاہ بنائے گئے تھے۔ قانون حقوق کے ذریعے سے قوم کے
جدید حقوق و امتیازات کا مطالبہ نہیں بلکہ اس کے قدیم اور مسلمہ حقوق کا بالاجمال
اعادہ کیا گیا تھا۔ قانون حقوق کو خلاصہ و نتیجہ نہ کہ حقوق کی تفصیل و مطالبہ جدید
کہنا چاہئے۔ اگرچہ اس کے ذریعے سے جیمز اسٹوارٹ کی زیادتیوں قانون کی خلاف
ورزیوں کی شکایت کی گئی تھی لیکن قوم کی آزادی اور حقوق کے نسبت جدید
اصول کا اظہار نہیں کیا گیا بلکہ ان دستوری اصول اور اساسی امور تک کا ذکر
نہیں کیا گیا تھا جن کو بادشاہ سابق نے توڑ دیا تھا۔ جدید سلاطین کی خدمت میں
قانون مذکور ان اصول کے ذکر کے بغیر بخص منظور ہی اس طرح پیش کیا گیا گویا وہ
ان ضروری اور مفید دستوری اصول سے واقف تھے۔ اگرچہ اس زمانے کے
اہل نظر کے نزدیک یہ انقلاب سلطنت بادشاہ کے اختیار تہنیتی کا محافظ
و معاون سمجھا گیا تھا لیکن جتن انقلاب مذکور کو زمانہ گزرتا گیا اتنا ہی یہ اختیار
کھٹایا گیا ہے اور ۱۶۸۸ء میں ہی ایک جدید اور حقیقی تغیر بادشاہی میں کیا گیا یعنی باد
بنے کا موروثی حق پارلیمنٹ کا عطیہ قرار دیا گیا۔ اس پر بھی اس تبدیل کو کچھ
عرصے کے لیے ملکہ میری کی قربت کے پردے میں جو اس کو جیمس دوم سے حاصل
تھی مخفی رکھا گیا۔ بہر حال قانون تخت و تاج کے ذریعے سے حکومت عاملانہ اور
مجلس وضع قوانین کے اختیارات و فرائض میں فرق ہو جانے سے ایک ادارہ
دوسرے سے جدا ہو گیا۔

(۱) اس کے ذریعے
سے قدم طرز
حکومت کا
بحال رہنا۔

سب سے پہلے مایات کی نسبت خاص اختیار شاہی میں کمی کی گئی۔ (۲) خاص حقوق چونکہ پارلیمنٹ سال ۱۶۸۹ء سے لایعقلانہ قیاضی کے ساتھ اخراجات ملک کی منظوری و اختیارات شاہی دے رہی تھی اس لئے وگت اور ٹوری فرقوں کے خیال میں خاص اختیارات شاہی کی زیادتی کا سبب پارلیمنٹ کی نا عاقبت اندیش منظوریوں تھیں بناء علیہ بادشاہ کو محصولات کروڑ گیری وصول کرنے کی اجازت بجائے عین حیات چار سال کے لئے دی گئی اور جو رقم کہ تکمیل و انتظام صلح کے لئے منظور ہوئی تھی اس کا کچھ حصہ عہدہ داران سلطنت کی تنخواہوں کی تقسیم کے لئے محفوظ رکھ کر اس کا صرف تاج کے اختیار تیئری پر چھوڑا گیا لیکن دوسرے موازانات کی ایک سال کیلئے منظوری صادر ہوئی اور ہر ایک مد کیلئے ایک رقم مخصوص کر دی گئی جب اس طرح پارلیمنٹ کی جانب سے تخصیص رقوم کا انتظام ہوا تو مجلس وضع قوانین کی حکومت عالمانہ پر شدید نگرانی قائم ہو گئی۔ اس کے سوا ۱۶۹۳ء میں جبکہ ولیم سوم نے مسودہ قانون ملازمت سرکاری کو نامنظور کیا تھا مجلس مذکور بادشاہ کے اختیار نامنظوری کو ٹوٹنے کے لئے آمادہ ہو گئی تھی۔ لیکن جب پارلیمنٹ کا غیظ و غضب فرو ہوا تو وہ اس خیال سے باز آگئی اور اس کا خاموش ہونا اس کی دانائی کی دلیل تھی مختصر یہ کہ خاندان ہان کی حکومت کے پہلے بادشاہ کا پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کے منظور کردہ مسودات قانون کو نامنظور کرنے کا اختیار بے اثر نہیں ہونے پایا۔

اس کے علاوہ سال ۱۶۹۵ء کے قانون سہ سالہ کی منظوری سے پارلیمنٹ کے انعقاد و بر خاست کی نسبت بادشاہ کا اختیار تیئری اور بھی کم ہو گیا۔ اگرچہ قانون مذکور کے جاری ہونے کے پہلے ایک دوسرے قانون کے زیر اثر جس حکومت جمہوری کے زمانے کے قانون سہ سالہ کی تیئج ہوئی تھی پارلیمنٹ کو علی التواتر منعقد کرنا بادشاہ پر لازم تھا لیکن انتخاب ارکان کی نسبت بادشاہ کے ایسے وسیع اختیارات تھے کہ وہ پارلیمنٹ کو ہمیشہ اپنے ہوا خواہوں اور خوشامد کرنے والوں سے بہرہ دیتا تھا۔ مگر قانون زیر بحث کے جاری ہونے کے بعد سے یہ خرابی رفع ہو گئی اور ارکان دارالعوام کے نیک ہناد ہونے سے وہ بادشاہ کے اثر سے آزاد ہو گیا۔ اور حریت مطالع کی وجہ سے عوام حکومت کی نسبت اپنی رائے کا اظہار کرنے لگے جس کے سبب سے حکومت عالمانہ اور

مجلس وضع قوانین کے اثر و عمل کے بتدريج دو علیحدہ دائرے قائم ہو گئے۔ علامہ بریں جس قانون تخت و تاج کا انتخاب اعراس اجرا ہوا اس کے ذریعے سے بادشاہ کے دو مخصوص اور اہم اختیار منسوخ ہو گئے اُس سال سے نظام عدالت کے عزل و نصب کا اختیار بادشاہ سے لے لیا گیا۔ اُس کے پہلے اُن کی مدت ملازمت بادشاہ کی خوشنودی پر منحصر تھی لیکن سنہ مذکور سے ان کی نیک چال چلن اُن کی مدت ملازمت قرار پائی اور جب تک کہ پارلیمنٹ کی دونوں مجلسوں کے جانب سے باتفاق کسی جج کی معزولی کے لئے بادشاہ کے مداخلت میں عرضی نہ پیش ہو کوئی جج برطرف نہیں ہو سکتا۔ دوسرے یہ کہ بادشاہ کے معافی نامہ کے جس پر مہر کلاں ثبت ہو پیش ہونے سے کسی ملزم کی تحقیقات مواخذہ رک نہیں سکتی۔ شروع میں تو ہر جھٹے میں قانون غدر اجرا ہوتا تھا لیکن جب سے کہ اُس کا نفاذ سالانہ ہو گیا ہے پارلیمنٹ کا کم سے کم سال میں ایک مرتبہ منعقد ہونا ضروری ہے۔ اس کے سبب سے فوج پر پارلیمنٹ کی نگرانی قائم ہو گئی۔ اور حکومت علانہ سے ہتھیار کھلا دیئے گئے تاج اور قوم کے مابین جو امور نزاعی باقی رہ گئے تھے اگرچہ قانون حقوق کی رو سے اُن کا قوم کے حق میں فیصلہ ہو گیا تھا لیکن اس پر بھی قانون غیر موضوعہ میں تاج کے محل ہونے کا احتمال باقی رہ گیا تھا اس لئے قانون تخت و تاج کے ذریعے سے یہ شبہ بھی رفع کر دیا گیا۔ اب اس کا نتیجہ یہ ہے کہ قانون کی سختی کو تاج کم کر سکتی ہے لیکن قانون کو توڑ نہیں سکتی۔ اور اگرچہ پارلیمنٹ کو خاص حقوق شاہی پر کامل اختیار نہیں ہے لیکن وہ ان کی نگرانی کر سکتی ہے۔

انقلاب سلطنت کے بعد اگرچہ مرور زمانے نے حکومت علانہ اور مجلس وضع قوانین کے تعلقات میں اصلاح پیدا کر دی تھی لیکن حکومت علانہ کے دائرہ اثر و عمل میں کمی ہونے لگی تھی چونکہ ولیم سوم اور میری کے عہد میں حکومت و زرا کی بنا پر ہی اس لئے حکومت علانہ کی صدارت سترہویں صدی میں بتدريج زائل ہو جانے سے اٹھارہویں صدی میں پارلیمنٹ کی صدارت قائم ہو گئی۔ پارلیمنٹ پر اثر ڈالنے کے لئے اُس کے دونوں مجلسوں کے ارکان سے ولیم سوم اپنے وزیر منتخب کرتا تھا اور اپنی حکمت عملی کو موثر و مقبول بنانے کی غرض سے یہ بادشاہ اور

صدارت
پارلیمنٹ
سے متعلق

ملکہ این دارالعوام کے دو مشہور اور مخالف فرقوں میں سے صرف ایک مقتدر اور ولیم ہوم
فرقے کے ارکان سے اپنی وزارت ترتیب دیتے تھے۔ چنانچہ ۱۷۹۶ء میں ولیم اور این کے
لئے سلطنت کے اہم محکموں کی صدارت پر چونکہ فرقہ وگ جنگ کو جاری رکھنے
کا متمنی تھا صرف فرقہ وگ کے ارکان مقرر کر دیئے۔ گڈول فرن (Godolphin) / حکومت ترقی
اور مال سرو کے مشورے پر ملکہ این نے صرف وگ ارکان سے وزارت بنانے پانا۔
کی اجازت دے دی تھی اور اس کے چند سال بعد اسی عہد میں خالص ٹوری ارکان
کی وزارت مرتب ہوئی۔ چونکہ فرقہ ٹوری صلح کا خواہشمند تھا اس لئے این نے
باوجود وگ فرقے کی طرفدار ہونے کے ٹوریوں کو وزارت پر مقرر کر دیا۔
جو وزارتیں کہ ۱۷۸۸ء اور ۱۷۹۱ء کے درمیان حکومت کی مشین چلائی اور خاندان ہانڈور
ہیں اگرچہ وہ متفقہ خیال تھیں اور ان میں کی ہر ایک وزارت کے ارکان اپنے کے عہد کی پیش
دور کی حکمت عملیوں میں متفق ہوتے تھے لیکن اس کو حسن اتفاق سمجھنا چاہیے
کہ وہ کسی اصول کی بنا پر متفق الہے نہیں ہوتے تھے۔ مگر ایک ایسے بادشاہ
کے تحت نشین ہونے سے جو انگریزی زبان نہیں بول سکتا تھا اور انگریزی سلطنت
کے امور سے جس کو بہت ہی کم دلچسپی تھی حکومت کیبنٹ ملک کے واسطے
لازم ہو گئی۔ چونکہ چارج اول کیبنٹ کے جلسوں کی صدارت نہیں کرتا تھا
اس لئے حکومت عالمانہ کی کارروائیوں کے واسطے اس کو ذمہ دار بنانا مناسب
نہیں تھا۔ اس کے علاوہ اگر ہر ایک وزیر کیبنٹ کی کارروائیوں کے لئے
منفرد ذمہ دار بنایا جاتا تو کام خراب ہونے کے سواے لوگوں کو وزارت خواہ وہ
کسی محکمے کی کیوں نہ ہو قبول کرنے میں اندیشہ ہوتا لہذا حکومت عالمانہ کو جبری اور
مستعد بنانے اور قوم کے اعتراضات اور ناراضی سے اس کو محفوظ رکھنے کی
غرض سے بندہ رتج کیبنٹ کی مشترکہ ذمہ داری کا اصول قائم ہوا جس کے معنی
یہ ہوتے ہیں کہ اپنے ہر ایک رکن کی حکمت عملی کے واسطے کل کیبنٹ ذمہ دار
سمجھی جاتی ہے۔ چونکہ فرقہ وگ کی کوشش اور طرفداری سے چارج اول کو
اورنگ حکومت نصیب ہوا تھا اس لئے فرقہ وگ کے اثر میں اگر فرقہ ٹوری
کے ارکان کو وزارت سے خارج کر دیا اور یہ دوسرا فرقہ جیمس دوم کا طرفدار بنکر

خاندان اسٹوارٹ کی نایت کرنے پر کھڑا ہو گیا اس اختلاف سے دستور حکومت کو ایک فائدہ یہ پہنچا کہ کیبنٹ میں سیاسیات کی نسبت اصول یک رائی قائم ہو گیا۔ حکومت کیبنٹ کے استحکام کے پہلے بادشاہ اُس کے امور میں مخل ہوتا تھا لیکن جب سے حکومت مذکور کو ترقی ہوئی ہے اُس کی کارروائیاں شاہی اثرات سے آزاد ہو گئی ہیں۔ اس کے پہلے بادشاہ باجلاس کو نسل پر بادشاہ باجلاس پارلیمنٹ کو فضیلت دینے میں بادشاہ کی کسر شان سمجھی جاتی تھی لیکن حکومت کیبنٹ کی ترقی پانے کے بعد سے یہ خیال باقی نہیں رہا۔

کیبنٹ نظام
میں بادشاہ
کے اختیارات
تیزی کی حالت

اٹھارہویں صدی میں رفتہ رفتہ کیبنٹ کا نظام قائم ہو جانے سے اُن رسوم و رواجات و ستوری کی بنا چڑی جن کے بموجب تاج اپنے اختیارات تیزی پر عمل کرتا ہے۔ اگرچہ اختیارات تیزی اب بھی بادشاہ کو حاصل ہیں لیکن موجودہ کیبنٹ اکثر ان کا استعمال کرتی ہے اور کونسل مذکور کی سیاسی قوت کے لیے یہ ایک محفوظ ذخیرہ بن گئے ہیں۔ جب سے کہ کیبنٹ ان اختیارات پر عمل کرنے کی مجاز ہوئی ہے اُس وقت سے اُن کے استعمال کے واسطے حکومت عاملانہ مجلس وضع قوانین کے نزدیک ذمہ دار سمجھی جاتی ہے۔ تاج کے بعض قدیم اختیارات تیزی مثل اس کے کہ قانون موضوعہ کو منظور کرنا یا پارلیمنٹ کو اپنی خواہش و اختیار سے منعقد کرنا منسوخ العمل ہو گئے ہیں لیکن برخاست پارلیمنٹ کی نسبت جو اختیار بادشاہ کو حاصل تھا اب وہ ایک استدعالی شکل میں مبدل ہو گیا ہے۔ استحکام کیبنٹ کے قبل برخاست پارلیمنٹ کی نسبت بادشاہ خود فیصلہ کرتا تھا لیکن جب سے کہ نظام کیبنٹ قائم ہوا ہے حکومت وقت کی جانب سے خود مجلس وضع قوانین اپنی حیات و عمارت کی نسبت انتخاب کے حقوق سے استدعا کر کے منتخبین کی مرضی دریافت کرتی ہے اور صرف دریافت مرضی کیلئے پارلیمنٹ قبل از وقت معینہ برخاست ہوتی ہے۔ پارلیمنٹ کی برخاست کے متعلق وزیر اعظم کا درخواست کرنا اور بادشاہ کا اس کو مسترد کرنا اس کی مغز کی مساوی سمجھا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں جب دوسری وزارت مرتب ہوتی ہے تو باوجود اس کے کہ بادشاہ پارلیمنٹ موجودہ کو برخاست نہ کرے وزارت جدید

تاج کے کل افعال کے لئے پارلیمنٹ قدیم کے نزدیک ذمہ دار سمجھی جاتی ہے تو
 وزیر کے انتخاب کی نسبت جو اختیار تاج کو حاصل تھا وہ ان سب کے
 آخر میں اُس سے لیا گیا ہے۔ اٹھارہویں صدی کے ایک معتد بہ عرصے تک
 اعلیٰ احکام سلطنت کے انتخاب کرنے میں فی الحقیقت بادشاہ کو آزادی حاصل رہی۔
 جس وزیر کا بادشاہ دوست ہوتا مختلف تدبیروں اور چال بازیوں سے پارلیمنٹ
 میں اُس کی تائید کے لئے فرقہ کشی مہیا کر لیا جاتا تھا اور جن وزیر کو بادشاہ پسند نہیں
 کرتا ان کو وہ مقتدر عہدوں سے نوازا جاتا تھا یا بجہ جارج سوم نے لارڈ چیمپلیم کو اپنے
 ابتدائے عہد حکومت میں خدمت سے علیحدہ کیا تھا اور اس کے کئی سال بعد
 اُس نے پیٹ کو فاکس کے ساتھ شریک نہیں ہونے دیا جس کے سبب سے
 ان دونوں کی وزارت مشترکہ نہیں سکی۔ لیکن ۱۷۳۲ء کے قانون اصلاح کے
 جاری ہونے سے تاج کے اس اختیار کی دھجیاں اڑ گئیں۔ قانون مذکور کے سبب
 سے مجلس ادنیٰ میں اپنے ہوا خواہوں کی کثرت پیدا کرنے کا موقع تاج کو نہیں
 مل سکتا اور چونکہ کیبنٹ پارلیمنٹ کی ایک کمیٹی سمجھی جاتی ہے اور جب تک مجلس ادنیٰ
 کے فرقہ کشی کی جانب سے اُس کی حمایت و تائید نہ ہو کوئی وزارت قائم نہیں رہ سکتی
 اس لئے ۱۷۳۲ء کے قانون اصلاح کے بعد سے ارکان کیبنٹ کا انتخاب اصل
 میں دارالعوام کی جانب سے ہوتا ہے۔ اگر مجلس ادنیٰ کے فرقہ مستند رہیں کوئی رکن
 فرقہ مقتدر کی سرداری کے قابل نہ ہو تو وزیر اعظم کا انتخاب اب بھی بادشاہ کر سکتا
 ہے۔ اگرچہ دوسرے وزراء کا تقرر بادشاہ بمشورہ وزیر اعظم کرتا ہے لیکن پارلیمنٹ
 کے وہی ارکان وزیر اپنائے جاتے ہیں جو حکومت وقت دینے کیبنٹ میں
 شریک ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ فی زمانہ بادشاہ اور وزیر اعظم مگر اس راستہ کا
 انتظام کرتے ہیں کہ کس رکن کیبنٹ کو کونسا سرکاری محکمہ تفویض کیا جائے۔ لیکن
 اگلے وقتوں میں یہ دونوں ہر قسم کے ارکان پارلیمنٹ کیبنٹ میں رکھنے اور نہ رکھنے کے
 مستحق تصفیہ کرتے تھے۔ اور اگر ان کی مجوزہ وزارت پر کوئی شخص معترض ہوتا
 تو ان کی کرائی محنت رائگاں جاتی چنانچہ ۱۷۴۵ء میں لارڈ جان رسل نے
 ایک حکومت کا خاکہ کھینچا تھا جس میں لارڈ ویاٹمر سٹن کو وزارت خارجہ دی گئی تھی

اور لارڈز گرے کو بھی وزیر اعظم حکومت میں شریک کرنا چاہتا تھا لیکن لارڈز گرے اس بات پر اڑا ہوا تھا کہ جب تک پارلیمنٹشن وزارت خارجہ سے غلطی نہ کیا جائے میں کیبنٹ میں شریک نہ ہوں گا اور پارلیمنٹشن کو بھی ضد تھی کہ وزارت خارجہ کے سوا کسی کوئی دوسری وزارت قبول کرنا نہیں چاہتا تھا۔ چونکہ حکومت کو ان دونوں کامیوں کی ضرورت تھی اس لئے وزیر اعظم کو اپنا منصوبہ استعمال ترک کرنا پڑا۔

انیسویں صدی میں کیبنٹ کے سبب سے جس کی بدولت پارلیمنٹ کل اجزائے حکومت پر مقتدر ہوئی وضع قوانین اور عالمانہ فرائض میں تدریج الحاق ہوا ہے۔ جس کمیٹی کو مجلس وضع قوانین نے انتظامات سلطنت کے انجام دینے کے لئے اختیار دیا تھا قانون وضع کرنے میں تحریک و تقدیم کرنے کا اختیار بھی اسی کے سپرد کیا کسی ملک میں جہاں فرقہ بند حکومت کا طریقہ خوب حکم ہو گیا ہو مجلس وضع قوانین کا حکومت عالمانہ کو اپنا اختیار تحریک و تقدیم وضع قانون تفویض کرنا امر لازم ہے۔ اور خصوصاً جبکہ کیبنٹ کے ہاتھ میں حکومت کی کل ہو۔ چونکہ برطانوی سلطنت میں برطانوی کیبنٹ حکم رانی کرتی ہے اس لئے حکومت ملک کی نسبت جس قدر قانون وضع ہوتا ہے اس کی تحریک و تقدیم برطانوی کیبنٹ کی جانب سے ہوتی ہے۔ لہذا فی زمانہ پارلیمنٹ کے ہر ایک سیشن کی ابتدا میں جو خطبہ کہ تاج کی جانب سے پڑھا جاتا ہے اس میں حکومت عالمانہ کے قانون وضع کرنے کے نظام الاوقات کا خاکہ (دیا ہوا) ہوتا ہے۔ بہر حال جو مفید و ضروری قانونی تحریک مجلس ادنیٰ میں اندنوں پیش ہوتی ہے اور جس قدر مسودات قانون بالآخر قانون موضوعہ بنتے ہیں ان سب کی نسبت وزارت ہی تحریک کرتی ہے۔ اگرچہ سرکاری تحریکات قانونی پر پارلیمنٹ میں بحث وغیرہ ہوتی ہے لیکن بحث و مباحثہ میں چند قواعد کی رو سے جو کلوشر (یعنی حاطہ و حصار یعنی جامع و منع) Closure کہلاتے ہیں وقت ضائع نہیں ہونے پاتا۔ وارا العام کے سرکاری قریے کو ان قواعد پر عمل کرنے کا کامل اختیار ہے اور وہ سرکاری تحریکات قانونی کو مجلس مذکور میں ان قواعد کے ذریعے سے بہت جلد طے اور منظور کر لیتا ہے۔ اس پر بھی شاذ و نادر قلیل

کیبنٹ کے
ذریعے سے
حکومت
عالمانہ اور
وضع قوانین
کے فرائض
کا احاطہ پانا

فرقہ مخالفت کی جانب سے قانون پر کسی اصول یا تفصیل کی نسبت اعتراض ہوتا ہے اور دارالعوام میں ایسے مسودات کی تائید میں فرقہ سرکاری کے ارکان اور ان کے خلاف فرقہ مخالفت کے ارکان رائے دیتے ہیں گو

جو کچھ فقرہ بالا میں بیان ہوا وہ اصل حقیقت ہے لیکن از روئے نظریہ ہر ایک وزیر مسودہ قانون کو بحیثیت رکن پارلیمنٹ نہ کہ عہدہ دار سرکاری پیش کرتا ہے۔ اگرچہ ہر ایک رکن کو مسودہ قانون کی نسبت تحریک کرنے کا حق حاصل ہے اور اگرچہ غیر سرکاری ارکان خواہ وہ پارلیمنٹ کے کسی رکن میں کیوں نہ بیٹھتے ہوں لیکن ان کو بہ نسبت سرکاری ارکان کے قانون کی نسبت تحریک کرنے کا بہت ہی کم موقع ملتا ہے۔ پارلیمنٹ کے نظام الاوقات کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے منگل اور بدھ کے اجلاسوں اور جمعہ کے سہ پہر کے اجلاس کے پارلیمنٹ کے ہر ایک جلسے میں سرکاری تحریکات کو غیر سرکاری تحریکات پر ترجیح دی جاتی ہے لیکن ان مستثنیٰ ایام کے اجلاسوں میں غیر سرکاری مسودات قانون پیش ہوتے ہیں۔ اس پر بھی ایسٹر کے بعد منگل کے سہ پہر کے کل اجلاس اور ولشن ٹائیڈ کے گزرنے کے بعد سوائے دو اجلاسوں کے کل بدھ اور جمعہ کے اجلاس سرکاری کاموں کے لئے مخصوص ہو جاتے ہیں۔ علاوہ بریس (بارہ بجے کا قاعدہ) سرکاری ضرورتوں کی بنا پر اکثر منقطع ہوتا ہے۔ لیکن غیر سرکاری کاموں میں مثلاً کسی مسودہ قانون کی نسبت ایک نہایت قلیل جماعت کی جانب سے ہی مخالفت کیوں نہ کی جائے قاعدہ مذکور کی پابندی نہیں کی جاتی بلکہ بارہ بجے یعنی وقت کے تجاوز کرنے کے بعد بھی دل کھو لکڑکٹیں ہوتی ہیں۔ سابق میں اکثر سرکاری مسودات قانون کی غیر سرکاری ارکان کے ذریعے سے تحریک ہوتی تھی چنانچہ گلابرٹ کے ۱۸۵۲ء کے قانون دار المساکین کی کسی سرکاری رکن کے ذریعے سے تحریک نہیں ہوئی تھی۔ اسی طرح مسودہ قانون خیریت رومن کیتھولک کو سرفرانسیس برٹن نے ۱۸۵۲ء میں پیش کیا تھا اور مجلس اعلیٰ میں اُس کی تیسری قرات بھی منظور ہو چکی تھی گو

وضع قوانین کا کینٹھ کو اجارہ مل جانے اور دارالعوام میں اکثر سرکاری ذرائع روائی

پارلیمنٹ
کا مفہوم(۱) از روئے
قانون

مسودات قانون کی منظوری ہوئے اور مسودات مالی اور دستور حکومت میں
تغییرات اساسی پیدا کرنے والے۔ مسودات کے تحریک کرنے کی جو حکومت
عاطلانہ منفرداً مجاز ہے اس مقام پر یہ ضروری سوال پیدا ہوتا ہے کہ پارلیمنٹ
کی فرماں روائی سے سر دست کیا مراد ہے۔ آیا زمانہ حال میں بھی اس کو وہی
فرماں روائی حاصل ہے جو اٹھارھویں صدی میں نصیب تھی؟ بیشک از روئے
قانون پارلیمنٹ کو اب بھی وہی فرمانروائی حاصل ہے۔ پارلیمنٹ کی مرضی کا اظہار
ان قوانین کے ذریعے سے ہوتا ہے جن کو بادشاہ، امرا اور عوام منظور کرتے ہیں۔
اور جب ایک دفعہ کسی قانون کے ذریعے سے پارلیمنٹ کی مرضی ظاہر ہو جائے
تو وہ عدالتوں کی اصلی اور معنوی تعبیر کی محتاج نہ جاتی ہے اور عدالتیں ہی دستور حکومت
کی تاویل و حفاظت کرتی ہیں۔ جب تک کسی قانون پارلیمنٹ کے ذریعے سے
قوم کی مرضی کا اظہار نہ ہو عدالتوں کو اس کا علم نہیں ہو سکتا۔ اور نہ انھیں خواہش
قومی کا لچکھانہ ہو سکتا ہے۔ ان قوانین پر حکمت عملیاں مضبوط ہوتی ہیں چاہے
قوم کو ان سے کتنی ہی مخالفت کیوں نہ ہو لیکن عدالتیں دوسروں سے ان کی
تعمیل کرتی ہیں۔ افراد حکومت کے منجملہ پارلیمنٹ ایک فرد ہے اور بظاہر
ایک متضاد حالت کے سبب سے اس کی فرماں روائی اور فضیلت و حکومت
اعلیٰ میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور یہ بعض قیود ہیں جن کو ہر ایک پارلیمنٹ اپنی
ذات پر عائد کرتی ہے۔ اگرچہ ہر ایک پارلیمنٹ قانون کو وضع اور منسوخ کرنے
کی مجاز ہے لیکن کوئی پارلیمنٹ اپنے بعد آنے والی پارلیمنٹ کے اختیار تمیزی
کو قانونی شرائط کے ذریعے سے محدود نہیں کر سکتی۔ اگر پارلیمنٹ ایسا کر سکتی تو
اسکی فضیلت جو اسکو قانوناً حاصل ہے باقی نہ رہتی بلکہ وہ اس سے دست بردار ہو کر اسے
اپنے کسی ساختہ پر داخلہ کے حوالے کر دیتی تو

(۲) از روئے
عمل۔راف، اٹھارھویں
صدی

لیکن اٹھارھویں صدی میں امور سلطنت کی نسبت از روئے عمل
دارالعوام نہ کہ پارلیمنٹ کو فرمانروائی (افضلیت) حاصل تھی۔ اگرچہ پارلیمنٹ
کا دوسرا جزو دارالامرا بھی موجود تھا لیکن اس کی ایک دوسری مجلس کی سی
حیثیت تھی اور اگرچہ اس کے بعض بعض ارکان کو عوام پر تفویق و اقتدار حاصل

تھا لیکن مجلہ اس کی شان بہت پست تھی۔ اُن دنوں مجلسِ ادنیٰ کی اصلاح نہیں ہوئی تھی اور اگرچہ اس میں بہت کچھ خرابیاں باقی رہ گئی تھیں لیکن جو مسائلِ سلطنت اس میں پیش ہوتے مباحثے کے بعد نہ کہ پہلے اُن کا تصفیہ ہوتا تھا۔ اٹھارہویں صدی کو دورِ فصاحت کہنا چاہیے۔ جو مسائل پارلیمنٹ کی رائے زنی کے لیے پیش ہوتے یہ لوگ اپنی فصیح و بلیغ تقریروں سے ان کی بال کی کھال کھینچ کر کل ارکان کے بخوبی ذہن نشین کرتے تھے جس کے سبب سے پارلیمنٹ کی دونوں مجلسیں کامل غور و خوض کے بعد ان امور کا تصفیہ کرتی تھیں۔ اگرچہ فہرست موافقین و مخالفین تحریک رشوت اور ناجائز دباؤ کے اثر سے پاک و صاف نہیں ہوتی تھی لیکن ضروری اور قومی مسودات قانون نیز مختلف سیاسی فرقوں کے راست باز و متدین رہنماؤں کی وجہ سے اکثر ارکان پارلیمنٹ دیانت و ایمان داری سے تحریک زیر بحث کی موافقت و مخالفت کرتے تھے۔ پہلے اور دوسرے قوانینِ اصلاح کے درمیانی زمانے میں نہایت شد و مد سے پارلیمنٹ کی فرماں روائی ظاہر ہوئی ہے جس سے وزارت کو جب کبھی کسی معاملے میں دارِ العوام میں شکست ہوتی تھی اس کو مستفی ہونا پڑتا تھا۔ لیکن اٹھارہویں صدی میں بجز ۱۷۶۲ء کی سربراہی واپول اور ۱۷۸۹ء کی لارڈ شیلبرن کی وزارتوں کے کل وزارتوں کا عزل و نصب تاج کی خوشنودی پر منحصر رہا ہے۔

اس کے علاوہ اُس عرصے میں جو خاندان ہائے فور کے جلوسِ سلطنت سے شروع ہو کر دوسرے قانونِ اصلاح کے جاری ہونے پر ختم ہوتا ہے اس سلطنت اور قومی حکمت عملی کا تصفیہ منتخبین بالکل اپنے نمائندوں کی مرضی پر چھوڑ دیا کرتے تھے اور جن لوگوں کے چال چلن اور عام خیالات سیاسی کو وہ پسند کرتے ان کا رکنیت پارلیمنٹ کے لیے انتخاب ہوتا تھا۔ اس زمانے میں خاص خاص امور کی نسبت نمائندوں کو وعدہ نہیں کرنا پڑتا تھا۔ شہرِ پیرشل میں تقریر کرتے ہوئے ایک نے ذیل کے الفاظ میں رکن پارلیمنٹ کی شان دکھلائی ہے (صافین جلسہ) آپ کا نائب نہ صرف اپنی یاقوت و دیانت سے آپ کی خدمت بجالاتا ہے بلکہ اس

۱۷۶۲ء اور
۱۷۸۹ء کا درمیانی
زمانہ

اپنی عقل و فہم پر عمل کرنا پڑتا ہے اور اگر وہ اپنی رائے پر آپ کی خواہشات کو ترجیح دے تو فی الواقع آپ کی خدمت گزار ہی میں اُس سے خیانت سرزد ہوگی۔۔۔۔۔ بین خوبی اس بات کو سمجھا ہوا ہوں کہ آپ مجھ کو قصر سلطنت کا ایک عمود نہ کہ اسکی سقف کا مرغ باد بنانا چاہتے ہیں، پکار

دوسرے قانون اصلاح کے بعد تنظیم فریق کی وجہ سے جو مختلف فریق پارلیمنٹ میں شریک ہوتے ہیں وہ اپنے مخصوص اغراض و روایات کی سخت نگہبانی کرنے لگے ہیں اور عام قومی مسائل تک میں وہ متفق ہونا پسند نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ فرقہ برسر حکومت کی پارلیمنٹ میں کثرت ہوتی ہے اس لیے ان دو وجہوں سے اہم مسائل سلطنت کی نسبت حکومت وقت کو پارلیمنٹ میں بہت کم شکست ہوتی ہے۔ چونکہ کیبنٹ کے فرقے کی پارلیمنٹ میں کثرت ہوتی ہے اور یہ فرقہ کثیر اس کا مطیع رہتا ہے اس لیے مرکز حکومت دار العوام سے ہٹ کر اب حکومت عالمانہ میں قرار پایا ہے اور خاندان ٹیوڈر کی مجلس انتظامی کی طرح سلطنت میں سب سے زیادہ مقتدر اب کیبنٹ ہو گئی ہے۔ کیبنٹ کو نسل قانون وضع اور محصول عائد کرتی ہے اور مجلس وضع قوانین و حکومت عالمانہ کے جس قدر فرائض ہیں ان سب کو انجام دے سکتی ہے۔ چونکہ مجلس ادنیٰ کا فرقہ مقتدر اس زمانے کی کیبنٹ کے زیر اثر ہوتا ہے اس لیے کیبنٹ جو برسر حکومت ہوتی ہے وہی سلطنت میں استبدادی فرماں روا سمجھی جاتی ہے۔ وزارت وقت کے ہاتھ میں زمام حکومت ہوتی ہے اُسی کی مرضی کی قوم کو تعمیل کرنی اور اُسی کے احکام کی بجا آوری کرنی پڑتی ہے۔ اسی سبب سے حکومت وقت (وزارت) اس درجہ مقتدر ہو گئی ہے کہ صرف ایک شخص کی خواہش پر قانون میں ترمیم ہوتی ہے۔ چنانچہ ہر برٹ گلیڈ اسٹون جسٹس نے سن ۱۸۷۰ میں قانون اجانب میں اور میک کیٹ صاحب نے قانون تعلیمات بابت سن ۱۸۷۹ میں مشہور ترمیمات کیے ہیں پکار

اگرچہ کیبنٹ کو اعلیٰ ترین اختیارات سیاسی چند روز کے لیے حاصل ہو جاتے ہیں اور اُس کے فرقے کی پارلیمنٹ میں کثرت ہوتی اور وہ غیر متزلزل ہوتا ہے لیکن ان چند روزہ فوائد کے لیے حکومت عالمانہ کو سخت نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

رج اسٹون

کے بعد سے

کیبنٹ کی ابتدائی
فرمان روائی

آخری فرمان

روانی کا مسئلہ

اصل اقتدار منتخبین کو حاصل ہے۔ بادشاہ کا اقتدار ظاہری ہے مگر ان کا باطنی۔ پہلے زمانے میں منتخبین کی بینٹ کو عالم وجود میں لا کر اس کو اُس کے حال پر چھوڑ دیتے تھے لیکن اس حالت میں اب تغیر ہو گیا ہے۔ اگر یہ کی بینٹ کی حکمت عملی کا منتخبین یقین نہیں کرتے ہیں لیکن بھی لوگ اُس کی نگرانی کرتے ہیں۔ تنظیمات فرقے جس کے سبب سے کی بینٹ ملک میں سب سے زیادہ مقتدر ہو گئی ہے قوم کے قائم مقاموں کو بلکہ سفرائے قوم بنا دیا ہے چنانچہ بزرگ کہتا ہے کہ پارلیمنٹ کے ارکان اب سلطنت کے عمائد نہیں بلکہ مرغ باد غائب سمجھے جاتے ہیں اور ہوا کے رخ کو بتلاتے ہیں۔ عمارت سلطنت کو بچھنا منانا ان کا کام نہیں رہا۔

اگرچہ اٹھارھویں صدی میں وکس نے پارلیمنٹ کے امیدواروں سے قبل اس کے کہ وہ نیابت کے لیے منتخب ہوں معاہدے لینے کی نسبت قوم کو تلقین کی تھی لیکن حال ہی میں اس طریقے پر عموماً عمل ہونے لگا ہے۔ امیدواران پارلیمنٹ آدمیوں کے لیے نہ کہ مسودات قانونی کے واسطے رائے دینے کا وعدہ کرتے ہیں اور جو رکن کہ اپنے فرقے کی تائید کرنے کے بعد فرقہ مذکور کی کسی تحریک کے خلاف رائے دیتا ہے تو اس کو اپنی نیابت سے مستعفی ہونا پڑتا ہے۔ اسی کو حکومت قومی کہتے ہیں اور قوم کے لیے یہی حکومت مفید ہے۔ اگر آج بزرگ زندہ رہتا تو کہتا کہ انگلستان حالیہ کی حکومت میں ایک فرقہ سائل سلطنت کی نسبت غور و خوض اور دوسرا اُن کا تصفیہ کرتا ہے اور ان مسائل کا مباحثے سے پہلے فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اکثر حالتوں میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ ہر ایک عام انتخاب کے وقت حکومت مقتدر کی تقویم کار ملک کے سامنے پیش ہوتی ہے۔ مسودہ قانون کی تفصیلی بحث کے متعلق خود لارڈس انٹرسری نے ۱۸۹۳ء میں بمقام ایڈن برگ تسلیم کیا ہے کہ مسودہ قانون کے متعلق صرف کی بینٹ میں بحث ہو سکتی ہے لیکن اس کو مفید یا موثر بنانے کے لیے دارالعوام میں اُس کے متعلق بحث کرنا تقریباً ناممکن ہوتا جا رہا ہے کسی مسودہ قانون کا حکومت یعنی وزارت وقت کے ہاتھ میں جانے کی دیر ہے کہ مجلس ادنیٰ میں تو اُس کی کامیابی (یعنی منظوری) میں کسی قسم کا شک نہیں ہو سکتا اور اگر اُس کے باقی چاہیں تو دوسرے ارکان کی نکتہ بینیوں نے

جانب سے بے اعتنائی بھی کر سکتے ہیں بلکہ
 ارکان پارلیمنٹ پوقت انتخاب جو وعدے امیدواروں کی حیثیت سے
 کرتے ہیں اُن کی یاد ان کے دلوں سے محو نہیں ہوتی اور منتخبین بھی حکومت وقت
 کی روزانہ حکمت عملی پر بیدار مغزئی کے ساتھ نظر غائر ڈالتے رہتے ہیں نیز ارکان
 وزارت کو اس بات کا خیال لگا رہتا ہے کہ موجودہ حکمت عملی سے اگر قوم خوش
 ہوگی تو آئندہ انتخاب کا نتیجہ اُن کے مفید برآمد ہو سکے گا لہذا ان اسباب کے نظر
 کرتے حکومت وقت نہایت مستعدی و سرگرمی سے رائے عامہ کے ہر پہلو پر غور
 کرتی اور اُس کی بجا آوری کی فکر میں لگی رہتی ہے۔ چونکہ رائے عامہ ایک حالت
 پر قائم نہیں رہ سکتی اور لوگوں کے خیالات جلد جلد بدلتے رہتے ہیں اس لئے
 حکومت وقت کسی حکمت عملی کو قومی و مستقل نہیں بنا سکتی اور اکثر ایسا ہوتا ہے
 کہ وزارت وقت ابھی باقی ہے کہ رائے عامہ اُس کے فرقے کے خیالات
 سے منحرف ہو جاتی ہے اور اسی نظام العمل میں جس کی بدولت وزارت مذکورہ کو
 انتخاب عام میں فتح نصیب ہوئی تھی بہت کچھ ترمیم کرنی پڑتی ہے اور بعض وقت
 اس کو بالکل ترک کر دینا پڑتا ہے۔ فرقہ بند حکومت کی متلون مزاجی اور پریشان
 خیالی کے اثرات کو زائل کرنے کے لئے مستقل ملازمت دیوانی (سول سروس)
 کا طریقہ نکالا گیا ہے۔ دارالعوام کے جن مسودات قانون کو دارالامرا نا پسند کرتا ہے
 ان کو نظر ثانی کی غرض سے واپس کرنے کا اُس کو اختیار حاصل ہے۔
 اگر مجلس اعلیٰ کسی سرکاری مسودہ قانون کو اس طرح مجلس ادنیٰ میں مسترد
 کرے تو وہ نامنظوری کے برابر متصور ہوتا ہے اور مجلس اعلیٰ کے اس اختیار
 نا عاقبت اندیشی سے جو قانون وضع ہوتا ہے اس کا انسداد ہوتا ہے۔
 کیمنٹ کے اقتدار و اعلیٰ حکومت کے اثرات زیادہ دن قائم نہیں رہ سکتے۔
 منتخبین خواہ انھیں اس بات کا موقع جلد ملے کہ دیر سے حکومت وقت کی
 حکمت عملی کی نسبت اپنی اصلی رضامندی کا اظہار کر سکتے ہیں اور اسی سبب سے
 منتخبین کی فرماں روائی میں خلل نہیں واقع ہو سکتا اور کیمنٹ کا اقتدار تبدیل
 بہ مطلق العنانی نہیں ہو سکتا۔ یہ بات بھی تعجب خیز ہے کہ منتخبین کا فیصلہ عموماً

کیبنٹ کے خلاف صادر ہوتا ہے اور اکثر انتخاب عام کا نتیجہ اُس فرقے کے حق میں مفید ہوتا ہے اور پارلیمنٹ میں اس کی کثرت ہوتی ہے جس کی سائق پارلیمنٹ میں قلت ہوئی ہو۔

اگرچہ کیبنٹ مجلس ادنیٰ کے لئے حاکم مطلق بن جاتی ہے لیکن اس حکومت مطلقہ کے لئے اس کو اپنی گردن پر بھاری جانت انتخاب کی حکومت کا جو اٹھانا پڑتا ہے اور اگرچہ زمانہ حکومت میں کیبنٹ کو اُس جوے کا اثر کبھی کبھی محسوس ہوتا ہے لیکن اس کی یاد ہمیشہ تازہ رہتی ہے۔ دستور حکومت میں سب سے اخصیٰ فرمانروائی منتخبین کے فرقہ کثیر کو حاصل ہے۔ اصل میں اسی فرقہ کثیر کی خواہشیں ملک پر حاوی ہوتی ہیں اور سلطنت کی کل رعایا کو ان کی احکام کی اطاعت کرنی پڑتی ہے لیکن جب تک قانونی فرماں روا دیپتیار کیبنٹ کی خواہشیں جاری فرماں روا کی مرضی کے موافق نہیں ہوں ملک اس دوسرے فرماں روا کی خواہشیں کی تعمیل نہیں کرتا۔ اس لئے پارلیمنٹ کا فرض ہے کہ فرقہ کثیر کے لائق ترین افراد کو جو اُس کی خواہشوں کا دنیا پر اظہار کرتے ہیں شہرہ آفاق بنائے اور جب پارلیمنٹ کے سبب انھیں مقتدر عہدے مل جائیں تو انھیں ان کے کام میں مشغول رکھے۔ پارلیمنٹ حالیہ کے نجلہ اہم فرائض میں سے ایک فرض آئندہ ہونے والے وزیر کو منتخب کر کے انھیں سیاسی تربیت دینا ہے۔

اس طرح سلطنت میں مرکز حکومت ابتداً اُتاج میں تھا اور وہاں سے منتقل ہو کر مجلس وضع قوانین میں رہا اور پھر وہاں سے عوام کے ہاتھ زمام حکومت آئی لیکن عوام سے منتقل ہو کر مرکز حکومت اب کیبنٹ میں قرار پایا ہے کیبنٹ منتخبین کے سامنے نہ کہ ان کے غائبوں کے نزدیک ذمہ دار ہے کیبنٹ کی ذمہ داری اور حکومت کا مرکز وزیر اعظم ہے۔ چونکہ اس کے وجود سے دستور حکومت ناواقف ہے اس لئے اس کی کچھ عجیب ناموزوں اور بیٹھنکی شان ہے۔ اس ناموزونی کے سبب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت برطانیہ کا ایک قانونی فرماں روا ہے جس کو اختیار و قابلیت ایک دوسرے بلا واسطہ اور سب سے آخری سیاسی فرماں روا سے ودیعت ہوئے ہیں۔ یہ دونوں فرماں روا اختیار و

وغیرہ کی نسبت ایک دوسرے سے رشک و حسد کرتے ہیں لیکن اس رقابت و رشک کی حقیقت کا دریافت کرنا آسان نہیں ہے اور نہ اُن کے متعلق قطعی فیصلہ ہو سکتا ہے۔ ایک فرماں روا تو عارضی ہے اور دوسرا مستقل۔ اگرچہ پہلے فرماں روا کی حکومت کا زمانہ نہایت قلیل ہوتا ہے لیکن اگر وہ آئندہ کا لحاظ نہ رکھے تو وہ جو چاہے کیبنٹ سے تعمیل کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگرچہ منتخبین کو اوقات مقررہ پر اپنی حکومت کے اظہار کا موقع ملتا ہے اور دوسرے وقتوں میں وہ اپنا اثر بغیر سرکاری اور باواسطہ طریقہ پڑال سکتے ہیں لیکن وہی صرف ایک ایسی قوت ہے جو کیبنٹوں کا خاتمہ کر سکتی ہے۔ اُن کے سوا پارلیمنٹ بھی کیبنٹ کی ترسیم کر سکتی ہے لیکن پارلیمنٹ کو قدرتی موت سے مرنا کم نصیب ہوتا ہے یعنی مدت ختم ہونے کے سبب سے بہت ہی کم برخاست کا موقع ملتا ہے۔ بلکہ اکثر کیبنٹ کے مشورے پر بادشاہ پارلیمنٹ کو برخاست کر دیتا ہے۔ اس کے برعکس وزارت کی کیفیت ہے۔ وزارت وقت منتخبین کو اپنے مقابلے پر آبادہ کرتی اور اُن کو مسلح کرتی ہے۔ اور کچھ مدت کے لیے منتخبین کو بیکار و ضعیف بنا دیتی ہے پھر

ضمیمہ

حکومت مقامی (امداد مفلسین و حکومت خود اختیاری بلاد) شریف، اغازی
نظم سے فوجداری اور مجالس اضلاع کے انتظامی کام اور ضلع، تعلقہ، شہر، قصبہ اور
مینر کی حکومت خود اختیاری کا ذکر اپنے اپنے مقام پر اس کتاب میں ہو چکا ہے
لیکن حکومت مقامی کی دو اہم شاخیں امداد مفلسین اور شہروں کی حکومت خود اختیاری
کی ترقی یافتہ حالت کا بیان نہیں ہوا تھا ان کا ذکر بھی بالا جمال حوالہ قلم کیا جاتا ہے تو

امداد مفلسین

از سبب وسطیٰ کے واضعان قانون کی غرض مفلس و محتاج کو امداد دینے سے
زیادہ لوگوں کی درپوزہ گری سدود کرنی تھی۔ جو لوگ فی الواقع مفلس تھے وہ بہت
تھوڑے تھے اور کسی انجمن تجارت، کسی خاندان یا جاگیر سے ان کی امداد نہیں ہوتی تھی
بلکہ دواخانوں، خانقاہوں اور امرا کے گھروں میں انھیں پناہ ملتی اور وہیں ان کی
بسر ہوئی تھی۔ ان کے علاوہ لوگوں کے مال کا دسواں حصہ جو محتاجوں اور بوڑھوں کی
پرورش کے لیے لیا جاتا تھا وہ ان چند حقیقی مفلس لوگوں کی امداد کے لیے بخوبی کفایت
کر سکتا تھا۔ درپوزہ گروں میں اکثر فراری غلامان زرعی اور ایسے مزدور شریک ہوتے
جو تلاش کاریاں زیادہ اجرت حاصل کرنے کے لیے ایک مقام سے دوسرے مقام
میں گشت لگاتے تھے چونکہ قوم ان کو ملزم و فراری خیال کر کے ذلت کی نظر سے دیکھتی
تھی اس لیے یہ لوگ نہایت آسانی سے موٹے بھکاری بن جاتے۔ اور اس عامہ
کے لیے خطرناک ثابت ہوتے تھے۔ بلیک و پیچ کے بعد جب کوچہ گرد لوگوں
کی کثرت ہوئی تو پارلیمنٹ نے قوانین اعمال کے ذریعے سے اس بُری عادت کو روکنے
کی فکر کی اور شرح اجرت کا تعین کر کے نقل و وطن کو ممنوع قرار دیا لیکن ان قوانین
پر جس طرح عمل کرنا چاہیے تھا نہیں کیا گیا اور نہ ان قوانین کے جاری ہونے سے
حقیقت میں ہرزہ گردی کا انداد ہو سکتا تھا تو

نائدان ٹیوڈر کے پہلے اور اس عہد میں تنومند اور ناتوان مفلس کی امداد کا انتظام درست حالت میں نہ تھا۔ چونکہ خالق ہوں انجمنوں اور تمولین کے پاس سے بے اصول خیرات ہوتی تھی اس لیے ان ادارات کو ان ناکاروں کی فوج کا معین و حامی سمجھنا چاہیے۔ اس کے علاوہ اس زمانے میں لوگوں نے زراعت کے عوض بھرتوں کی پرورش شروع کر دی تھی اور مصنوعات بڑے پیمانے پر تیار ہونے لگے تھے۔ اگرچہ ان مصنوعات کی بڑی بڑی قسمیں ان کے صناعتوں کو منہ نہیں لیکن زیادہ تر ان کی برآمد ہوتی تھی اور ان کی بطور مستقل گرم بازاری نہیں تھی۔ اس کے برعکس قرون وسطیٰ کے مصنوعات کا بازار مقامی تھا اور ان کی مانگ مستقل ہوتی تھی اس لیے جب مصنوعات کا زیادہ مقدار میں بننا شروع ہوا تو حقیقت میں کثرت سے مزدور پیشہ لوگ بیکار رہنے لگے۔ علاوہ بریں جو لوگ عادتاً ہرزہ گرد ہوتے وہ امرا کے حوالی ہوئی بنگر اور جاگیرداروں کی فوج میں ملازم ہو کر بسر کرتے تھے لیکن نظام جاگری کے برہم اور اولیری (Chivalry) کے دور کے ختم ہونے سے خانہ جنگیوں کا انسداد ہو گیا تھا اور ہنری ہفتم کے متعدد قوانین نے امرا کے وردی پوش خاکی لشکروں کو بھی موقوف کر دیا تھا۔ اس طرح ادارہ لوگوں کی مشغولیت اور کسب معاش کے راستے سدود ہو گئے تھے جس کا نتیجہ ہوا کہ انگلستان میں جدھر دیکھو فقیری غیر نظر آنے لگے۔ سرٹامس مور لکھتا ہے کہ "اجن لوگوں کو ملازمت نہیں مل سکتی وہ فاقہ کشی سے ہلاک ہو جائیں یا اس قدر جبری ہو جائیں کہ چوری کر کے پیٹ پالیں اور اس کو جرم نہ سمجھیں" خالق ہوں کی شکست و موقوفی سے بھی مخدور و ناتوان مفلسوں کی گزیر ان کو سخت صدمہ پہنچا۔ اگرچہ خالق ہوں کے قیام سے فقیروں کی پرورش ہوتی تھی لیکن ان کے سبب سے مفلس بھی امداد پاتے تھے اور دور ٹیوڈر میں پیرش جو کلیسا کی حکومت کے لحاظ سے موضع کے محال متصور ہوتا تھا مفلسین کی امداد اور انتظام کا سب سے ابتدائی مقام قرار پا گیا اور جب عہد مذکور میں حکومت مقامی کا از سر نو رواج ہوا تو پیرش کی مجلس انتظامی سے شریف کی عدالت کا کام لیا جانے لگا اور سیاسی و تمدنی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے قدیم جاگری انتظامات پر عمل ہونے لگا۔ سولہویں صدی میں اس قدر امداد مفلسین کے متعلق

قانون بنا ہے اُس کی زیادہ تر غرض ضعیف سینوا کو فائدہ پہنچانا تھی۔ اگرچہ ابلز سمجھ کی سلطنت کے پہلے ہر ایک صاحب خانہ پر مفلس لوگوں کی پرورش کے لیے چندہ دینا لازم نہ تھا لیکن سولہویں صدی میں قوانین غلہسین کے ذریعے سے ہر ایک حلقہ آبادی پر اُس کے علاقے کے محتاجوں کی پرورش لازم کر دی گئی تھی اور قابل کا و ناقابل کا ر آدمیوں میں فرق کیا جاتا تھا۔

اعزازی نظامے فوجداری کے نام ۱۵۳۱ء میں معذور اور مفلس آدمیوں کے گداگری کے حلقے معین کرنے کے لئے احکام صادر ہوئے جن کی بن پر اگر صحیح الاعضا اور قابل کار آدمیوں کو یہ لوگ معینہ حلقوں میں بھیجا نہ جاتے ہوئے پالیتے تو ان کو کوڑے مار کر ان کے وطنوں یا ان حلقہ ہائے آبادی کو واپس کر دیتے تھے جہاں اس کے پہلے وہ تین سال رہ چکے ہوں اور وہاں وہ کام پر لگائے جاتے تھے۔ ۱۵۳۶ء میں ہر ایک شہر کے انیسر بلہ اور ہر ایک پیرش کے ناظران کلہسا کو ہدایت ہوئی کہ وہ آوازہ بچوں کی تادیب کا انتظام کریں اور محتاج و معذور لوگوں کے لئے ایک سرمایہ کھولیں اور اس کے واسطے وہاں کے رہنے والوں سے انکی رضا و رغبت کے ساتھ چندہ وصول کریں اور مقامی مفلسوں کی امداد کے بعد جو روپیہ بچے اسے ان بے روزگار لوگوں کے کام پر صرف کریں جو قابل کار ہوں ۱۵۴۱ء میں بینواؤں کے لئے چھوٹے چھوٹے مکانات چندے سے بنائے کی منظوری صادر ہوئی اور موٹے بھکاریوں کو پیشانیاں داغ داغ کر دوسروں کی غلامی میں دے دیا۔ اگر اس طرح کا غلام بھاگنے کی کوشش کرنا تو پہلی دفعہ معمولی سزا دی جاتی اور دوسری دفعہ اس کا مالک اس کو ہلاک کر دیتا تھا لیکن قانون نافذ ہونے کے دوسرے ہی سال یہ سخت اور مہلک قواعد منسوخ ہو گئے۔ ۱۵۴۱ء کے قانون کی رو سے ہر ایک پیرش میں چندہ وصول کرنے کے لئے دو آدمی مقرر کیئے گئے جو سال میں معینہ اوقات پر ساکنین پیرش کے ہاں جاتے اور نرمی و تہذیب سے امداد مفلسین کے لئے چندہ مانگتے تھے ۱۵۴۶ء میں اعزازی نظامے فوجداری کو اختیارات دیئے گئے کہ ایسے مقتدر لوگوں پر جو امداد مفلسین کے لئے روپیہ دینے سے پہلو تہی کریں فوجداری سہ ماہی عدالتوں

میں رقم امداد کا تعین کریں اور اگر اس پر چندہ شخصہ وصول نہ ہو تو اُن کو قید کر کے حاصل کریں۔ ۱۷۵۲ء میں مختلف دیہات میں اعزازی نظمائے فوجداری اور شہروں میں امرائے بلاذ وہاں کے باشندوں پر چندہ لگانے کے مجاز کئے گئے اور ناظرین کو متقرر کرنے کا بھی انھیں اختیار ملا۔ ناظران مذکور امداد مفلسین کے انتظام کے لئے اُن لوگوں کے نزدیک ذمہ دار تھے۔ اس انتظام کے سوائے ہرزہ گرد لوگوں کو تازیانے سے لیکر موت تک کی سزا بھی ناظر دیتے اور ان کو کام پر لگاتے تھے۔ اعزازی نظم کو ۱۷۵۷ء میں اضلاع میں تادیب خانے پر بنانے کی اجازت صادر ہوئی رقم امدادی سے خام اشیاء ان تادیب خانوں میں مہیا کی جاتی تھیں اور مفلسین سے صنعت و حرفت کا کام لیا جاتا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ تادیب خانوں کی اسکیم پر زیادہ دنوں عمل نہیں کیا گیا۔

جو قوانین کہ ۱۷۵۹ء اور ۱۷۶۰ء میں وضع ہوئے ان کے ذریعے سے جس قدر قانون کہ انسداد گدگاری اور مفلس و معذور کی امداد کے لئے مختلف وقتوں میں اور غیر مسلسل طور پر ان کے پہلے وضع ہوا تھا اس کو اکٹھا کیا گیا اور اب امداد مفلسین، قابل کار آدمیوں کے لئے کام کا مہیا ہونا مفلس لوگوں کے بچوں کو دستکاری و صنعت و حرفت سکھانی تادیب خانوں کی تعمیر، دیرپوزہ گروں کا اُن کے مخصوص حلقہ ہائے آبادی کو بھیجا جانا اور جبری محصول مفلسین کے لئے جانے کا ان جدید منضبط قوانین کے ذریعے سے انتظام ہوا۔ قدیم اور جدید قوانین میں جز تادیب خانوں کے زیادہ فرق نہیں ہے۔ سابق میں ان امور کو اعزازی نظمائے فوجداری انجام دیتے تھے اور اب یہ کام ناظر کرتے گئے۔ اس کے علاوہ جدید قوانین کا زیادہ تر مشا فلسوں کی امداد و پرورش تھا نہ کہ موٹے ہیکارپوں کو سزا دینا۔ ۱۷۵۲ء سے یہ بات حکومت پر ثابت ہو گئی ہے کہ لوگ کاہلی اور بدکاری کے سبب سے نہیں بلکہ کام نہ ملنے اور صنعت و حرفت کی تعلیم نہ پانے کے سبب سے گداگی اور آوارگی اختیار کرتے ہیں۔ ان قوانین کے ساتھ پریوی کونسل نے عقلمندی یہ کی کہ نئے کے نرخ کے متعلق قواعد بنا کر اس کو اعتدال پر پہنچا دیا اور اون کی تجارت کو فروغ دیا جس کے سبب سے انج کی قیمت کا زیادہ گراں

ہونا ممکن نہ رہا اور لوگ بے روزگاری کی مصیبت نہ پہنچ گئے۔
ایسا پیر پتھر کی سلطنت میں جو قوانین مفلسین وضع ہوئے تھے ان پر
۱۷۹۱ء تک شد و مد سے عمل ہوتا رہا لیکن خانہ جنگی کے بعد اس انتظام کا کچھ حصہ
باقی رہ گیا۔ ان قوانین کی اصل غرض و غایت یہ تھی کہ بے روزگاروں کے لئے
کام مہیا ہوا اور جو کام نہ کرنا چاہیں ان کو مزدوری جائے اور جو کام کرنے کے قابل
ہوں ان کی امداد (پرورش) ہو۔ ۱۷۹۵ء میں مختلف قانون کے بننے کی اجازت
اور جو لوگ ان میں رہتے اور کام کرنے سے انکار کریں ان کی امداد کی ممانعت
ہونے سے انتظام مذکور میں اور بھی اضافہ ہوا لیکن کیشنر ان قانون مفلسین نے
اپنی رپورٹ بابت ۱۸۳۳ء میں ان انتظامات کی ناگفتہ بہ حالت ظاہر کی۔ ہر ایک
ملک اس بات سے واقف ہے کہ خرابی کا سبب اصل میں ۱۷۹۵ء اور ۱۷۹۶ء
کے قوانین مفلسین کے اصول سے انحراف کرنا تھا۔ اُس زمانے کے بعد جو قوانین
مختاروں کو پریش میں رکھنے کی نسبت بنائے گئے تھے وہ نہایت سخت اور بے
از عقل تھے چونکہ متحمل پریشوں کو خوف تھا کہ غیر متحمل پریشوں کے مفلس لوگوں کی پرورش و امداد
کا بار بھی اپنی پریشی کا اس لئے ان کی تحریک پر ایسے سخت قوانین بنے۔
چنانچہ ۱۷۹۶ء کے ایک قانون کی رو سے ہر ایک پریش نو دار و نوگوں کو اپنے علاقے
سے خارج اور ان کو اُس پریش میں بجز واپس کرنے کی مجاز تھی جہاں وہ اس سے
پہلے چالیس روز رہ چکے ہوں لیکن اگر کوئی غریب نو دار و دیاسافر اس بات کی
کافی ضمانت دیتا کہ وہ اپنی پرورش کا بار نیئے پریش پر نہیں ڈالے گا اس سے
پھر تقرر نہیں کیا جاتا تھا اور ان کے اس قانون پر عمل کرنا نہایت دشوار تھا
اس لئے اُس میں ترمیم کرنی پڑی مگر ایسے اور کے مثل قوانین کے سبب سے
مزدوروں کی نقل و حرکت میں رکاوٹ پیدا ہو گئی جس کے سبب سے ان کی
قلبت ہو گئی تھی۔ لوگوں کی متواتر شکایتوں کی بنا پر کہ ناظران مفلسین و کلیسا غیر سختی
مفلسوں کو امداد دیتے ہیں حکم ہوا کہ امداد پالنے والوں کے نام کا ایک رجسٹر رکھا
جائے اور ویسٹری کلیسا کی مجلس انتظامی ہر سال اس کی تفتیش کرے اور آئندہ سے
اعزازی لٹھے فوجداری کی اجازت کے بغیر کسی کو امداد نہ دیا جائے۔ اس کا نتیجہ

یہ ہوا کہ امداد کا کام ناظروں سے نکل کر اعزازی نظما کو مل گیا اور وہ پیشہ کے افسران انتظامی کی اطلاع کے بغیر اپنے من مانے لوگوں کو امداد دینے لگے۔ حقیقت یہ ہے کہ محتاج انکو غریب پرور سمجھتے تھے جن مینواؤں پر ناظروں کی طرف سے ظلم ہوتا یا جن کی داد رسی نہ ہوتی تھی وہ ان سے رجوع ہوتے تھے۔

اٹھارھویں صدی میں یہ خیال کہ حکومت کو مزدوروں اور کاریگروں کی پرورش کا سامان کرنا چاہیے بدترج لوگوں کے ذہن نشین ہوا اس بنا پر ان لوگوں کی معاش کے لیے بہت کچھ قانون بنایا گیا اور ۱۷۸۷ء میں قانون گلبرٹ نافذ ہوا جس کے سبب سے مزدوروں کی انجمنیں قائم ہونے سے محتاج خانوں کا انتظام ہونے لگا اور ان میں سوائے محتاجوں کے دوسروں کو رکھنا ممنوع ہو گیا۔ بالآخر ۱۷۹۵ء میں اسپین پیلمینٹ واقع برک شائر کے اعزازی نظماے فوجداری نے اس امر کا تصفیہ کر دیا کہ فرانس کی جنگ کے سبب سے ہر ایک مفلس خاندان کو ارکان خاندان کی تعداد اور روٹی کی بڑھی ہوئی قیمت کے لحاظ سے امداد ملنی چاہیے۔ اس کے علاوہ جو لوگ مزدوروں سے کام لیتے تھے ان پر حکومت کی جانب سے دباؤ ڈالا جاتا تھا کہ وہ ان کو زیادہ اجرت دیں۔ بہر حال اس تجویز کو پارلیمنٹ نے ۱۷۹۶ء میں منظور کیا اور اس وقت سے مزدوروں کی اجرت بڑھ گئی لیکن جب لوگوں نے دیکھ لیا کہ محاکمہ ملازم بنکر رہنے میں آزاد و غیر محتاج ہونے سے زیادہ نفع ہے تو مزدوروں کی تعداد بڑھنے لگی اور اس کا نتیجہ نہایت افسوس ناک برآمد ہوا۔ چونکہ مزدور ہمیشہ لوگوں کو خیرات ہجرت کے سہلے کی غرض سے دی جاتی تھی اس لیے کسانوں نے مزدوروں سے قبل اجرت پر کام لینا شروع کیا اور اپنی اراضی کے خرچ مزارعت کو محصول مفلسین میں جو ان سے بچر لیا جاتا تھا شامل کرنے لگے۔ ایک طرف تو یہ حالت ہوئی لیکن دوسری طرف محصول مفلسین کی شرح بڑھا دی گئی بعض مقامات میں محصول مذکور زراعت کاری پر بھی سبقت لے گیا اور بڑی بڑی مزدور زمینیں اقتادہ ڈال دی گئیں۔ اور جن لوگوں کی محدود آمدنی تھی اور ان کو محصول مفلسین ادا کرنا پڑتا تھا وہ اس کی ادائی اور ذرائع معاش محدود ہونے کے سبب سے ناچار ہو گئے۔ چونکہ دلازمائش محتاج خانہ بالکل متروک ہو گئی تھی اور خاندان کے ارکان

بڑھنے میں فائدہ تھا اس لئے نادار (مرد) اور (عورت) باہم شادی کرتے تھے۔ ان امور کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل انگلستان نے جن کی ۱۸۱۷ء میں گیارہ ملین مردم شماری تھی امداد مفلسین میں اس سال آٹھ ملین پونڈ ادا کیے تھے پو

۱۸۳۴ء میں قانون مفلسین کی تربیت ہونے سے حکومت کو سالانہ ۱۶ لاکھ کے قانون کے اصول کو پھر اختیار کرنا پڑا۔ مرنے قانون کی رو سے مجبوز باقاعدہ تنظیم محتاج خانوں کے صحیح الاعضا آدمیوں کو امداد کا ملنا بتدریج موقوف کر دیا گیا لیکن ۱۸۳۹ء میں ان مخصوص مصیبت کی حالتوں میں جو بسا اوقات مزدوروں کو کام نہ ملنے یا علیل ہونے کے باعث پیش آتی ہیں، اس قاعدے میں استثنا کیا گیا اور عارضی عدم کسب معیشت کے زمانے میں تو انا و تندرست مزدوروں کو امداد ملنے کی اجازت صادر ہوئی۔ اس کے علاوہ قانون متذکرہ نے پوڑھوں اور ناتوانوں کو جو محتاج خانوں میں نہ رہتے ہوں امداد پانے کا مجاز قرار دیا اور آوارہ گرد لوگوں اور جو بچے محتاج خانوں میں رہتے ہوں ان کی پرورش و تعلیم وغیرہ کا بھی اسی قانون کے ذریعے سے انتظام ہوا۔ تنظیم ثانیہ کا کام تین کمشنران قانون مفلسین کے سپرد ہوا تھا جس پر انھوں نے ملک کی انتظامی حلقوں میں تقسیم کی اور بڑے شہروں اور پیرشوں کو مثل سابق ان کی حالت پر چھوڑ دیا جسکے سبب سے وہ علیحدہ حلقہ بنے آبادی متصور ہوتے ہیں۔ لیکن متعدد دیہاتی پیرشوں کو ملا کر ایک ایک انجمن (ریا اتحاد) محتاج خانوں کے بنانے اور ان کے قائم و آباد رکھنے کی غرض سے بنائی گئی۔ اگرچہ ہر ایک پیرش کو اپنے علاقے کے محتاجوں کی امداد کرنی پڑتی تھی لیکن جب تک ۱۸۴۶ء اور ۱۸۶۵ء کے درمیان مسلسل قوانین بنکر منظور نہیں ہوئے پیرشوں کا ہر ایک اتحادی مجمع اور حلقہ اپنے علاقے کے محتاجوں کی امداد پرورش کا منظرہ دیکھ کر دبا دہانہ قرار پایا۔ ۱۸۹۹ء میں وظائف پیرانہ سالی کی منظوری سے ایک حد تک امداد مفلسین کا بار راست راست حکومت پر پڑا ہے پو

چونکہ دیہاتی پیرشوں کے اتحادی مجموعوں کے بنانے میں متنبہ کا لحاظ نہیں کیا گیا اس لئے انگریزی مقامی حکومتوں کا کام جس میں پہلے سے خلط ملط ہو گئی تھی اور بھی خلط ملط ہو گیا تھا لیکن ۱۸۸۹ء کے قانون مجالس اضلاع کے تقاضا

سے اس ابتری اور الجھن میں یک گوشہ اصلاح ہوئی ہے۔ ان اتحادی جمعوں کا انتظام محکمہ جاست اولیا کے سپرد ہے جو اعزازی طور پر اپنے فرائض کو انجام دیتے اور جن کو پیریش کا محصول ادا کرنے والے باشندے انتخاب کرتے ہیں۔ ۱۸۹۴ء کے قانون کی رو سے دیہاتی حلقوں میں پیریش کے جلسوں اور مجلسوں کا قیام ہوا اور دیہاتی و شہری حلقوں کے لئے (انتظامی) مجلسوں کا طریقہ نکل آیا۔ اعزازی نظامے فوجداری کا ناظروں کو مقرر کرنے کا اختیار اور ان کے بعض ایسے اختیارات و فرائض جن کا تعلق امداد مفلسین سے مکتا اب ان مجلسوں کی طرف منتقل ہو گئے۔ ان کے علاوہ ناظران مفلسین و کلیسا کے اور اولیا کے اور کلیسا کی مجلس انتظامی کے عام اختیارات و فرائض بھی جن پر مقامی حکومتوں میں عمل ہوتا تھا انہی مجلسوں کو مل گئے۔ اس زمانے کی قانون مفلسین کی پیریش اپنے رقبے اور حکومت میں قدیم زمانے کی کلیسا یا علاقہ دیوانی کی پیریش کے مساوی نہیں ہے۔ چونکہ ۱۸۹۴ء کے قانون کا اثر شہری پیریشوں پر نہیں پڑا تھا اس لئے جسے ان پیریشوں کے قانون مذکور نے کلیسا کی مجلس انتظامی کی قدیمی پست حالت کو نہیں بدلنے دیا بلکہ وہ ابھی قدیم کلیسا کی فرائض کو انجام دیتی ہے۔ اسی طرح صرف شہری حلقوں میں امداد مفلسین کا کام ابھی تک ایک مخصوص محکمہ اولیا کے سپرد ہے لیکن دوسرے کل مقامات پر اولیا کے مذکور کے فرائض دیہاتی حلقوں کی مجلسیں انجام دیتی ہیں۔

۱۸۳۴ء سے پہلے امداد مفلسین کا انتظام مخصوص کسٹرن کرتے چلے آ رہے تھے لیکن ۱۸۳۴ء میں ایک قانون مفلسین کے نافذ ہونے سے کسٹرنوں کے عوض مفلسین کا ایک علیحدہ محکمہ قائم ہوا اور اس کے بعد ۱۸۳۷ء میں جب محکمہ حکومت مقامی کا جدید تقرر عمل میں آیا تو محکمہ اولیٰ حکمت ثانی میں ضم ہو گیا۔ چونکہ امداد مفلسین کے انتظام کا مسئلہ نہایت مشکل و نازک ثابت ہوا لہذا جن لوگوں کے ہاتھوں میں گذشتہ نصف صدی سے انتظام مذکور رہا ہے ان لوگوں نے قانون مفلسین میں بہت کچھ ترمیم و تبدیل کی ہے۔ اور اس کے منتظمین کا جوش ۱۸۳۴ء کے قانون کے منشا کو پورا کرنے میں ٹھنڈا پڑ گیا۔ حکام مقامی نے ان لوگوں کے ساتھ

جو اس عام قاعدے سے کہ صحیح الاعضاء اشخاص کو محتاج خافوں کی سکونت اور وہاں کام کرنے کے بغیر ادا نہیں ملے گی ۱۸۳۹ء میں مستثنیٰ کیے گئے تھے مزید رعایت کرنی شروع کر دی اور ان میں ان لوگوں کو بھی شریک کر دیا جن کی معذوریات عارضی تھیں اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ جو لوگ کام کرنے سے جی چاہتے اور حقیقت میں صحیح و تندرست ہوتے ہیں وہ بھی محتاج خافوں کے باہر یعنی گھر بیٹھے اور بغیر کسی کام کرنے کے ادا دپاتے ہیں اس لئے اب معذور و تندرست میں فرق کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ جب اس قسم کے آدمیوں میں امتیاز نہیں کیا جاتا ہے۔ تو قانون مفلسین کی بھی صحیح طریقے سے تکمیل نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ بات ضرور ہے کہ اگرچہ لوگوں کو محتاج خافوں میں رہنے کے بغیر اور بلا تفتیح و تحقیق درخواست گزرتے ہی ادا دلتی ہے لیکن اکثر مستحقین کو ان کی ضرورت کی مناسبت سے ادا نہیں دی جاتی اور جو رقمیں کہ انھیں ملتی ہیں ان سے ان کی ضرورتیں ہرگز رفع نہیں ہوتیں۔ اس کے علاوہ جب سے حکام مقامی کو مصیبت زدہ اور نادار لوگوں کے فائدے کی غرض سے اپنے اختیار تیزی پر عمل کرنے کی اجازت ملی ہے نہ صرف ادا مفلسین کا انتظام ہی بگڑا ہے بلکہ انتظام مذکور میں بہت کچھ ترمیم و تبدیل ہو گئی ہے۔ قانون مفلسین کی نسبت جو کمیشن کہ ۱۹۰۹ء میں بیٹھا تھا اس کی رپورٹ سے ثابت ہو گیا ہے کہ اس ادارے میں از سر نو تنظیم کی ضرورت ہے۔ موجودہ انتظام کی سب سے بڑی اور محتاج اصلاح خرابی یہ ہے کہ مستحق نوامد اسے محروم اور غیر مستحق اس سے فیض پاتا ہے۔ جو لوگ باطن کو چہ گرد اور بھیک مانگنے کے خوگر ہیں اور بھی دیر ہو گئے ہیں جن کتابوں کا حوالہ فہرست عنوانات کے بعد اس کتاب میں دیا گیا ہے ان کے سوا اس مضمون کے متعلق اور چند مفید کتابوں کا حوالہ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں ارلی ہسٹری آف انگلش پورٹریٹیف (امداد مفلسین انگلستان کی قدیم تاریخ) از ای۔ ایم۔ کے نارڈ، وی پوز لاقانون مفلسین از ای۔ ویلیو فول، انگلش لوکل گورنمنٹ رانگریزی حکومت مقامی، از ای۔ جنکس، وی پوز لاقانون مفلسین، از ای۔ ایم۔ ازیچ۔ بسان کے

شہروں کی حکومت خود اختیاری

اگرچہ قدیم زمانے میں بھی انگریزی شہروں کی جانب سے حکومت خود اختیاری پانے کی کوششیں ہوئی تھیں لیکن ان کوششوں کا مطلب صرف حکومت مذکور سے بہرہ اندوز ہونا نہیں بلکہ اصلی مقصد شریف کے مالی اور عدالتی تحکم سے نجات پانا تھا۔ چنانچہ نارمن فتح کے بعد سے بعض شہر مثلاً چیٹر وغیرہ نے زر مالگزاری، محصولات راہداری اور بادشاہ کو بچھنے کے جرمائوں کی مختلف رقموں کا اندازہ کر کے جن کو شریف اپنے علاقے کے ساکنین بلاواسطہ وصول کرتا تھا ایک مجموعی رقم قرار دی اور اس کو بلاواسطہ شریف سالانہ راست خزانہ شاہی میں داخل کرنے کا حق حاصل کر لیا تھا۔ لیکن کچھ دنوں بعد اسی رقم ایصال شدنی یعنی لازرا جارج شہر کا منشور شاہی میں جس کے ذریعے سے شہروں کو حکومت خود اختیاری عطا ہوئی تھی تعین ہونے لگا اور اس کے بعد ہی دوسرے امتیازات و حقوق بھی شہروں کو مل گئے کیونکہ ہنری اول نے جو سند لندن کو عطا کی تھی اُس بنا پر شہر مذکور کو ضلع کے انتظامی اختیارات حاصل تھے اور وہی سند دوسرے شہروں کے لئے نمونہ سمجھی جاتی تھی۔ لہٰذا انہوں کو اس سند کے ذریعے سے اپنا شریف اور جج انتخاب کر لیا اور چالانی مقدموں کی تحقیقات، انتظام کو قوالی ضلع لندن کو اجارے پر دینے اور زرا جارج شہر راست راست خزانہ شاہی میں داخل کرنے کا اختیار ملا تھا اس کے علاوہ اگر کسی لندن پر شہر پناہ کی کسی بیرونی عدالت سے کوئی الزام قائم ہوتا تو اس کو الزام مذکورہ کی نسبت بیرون لندن پیروی کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اگرچہ لندن کی سند سے ان امتیازات کے سوائے اور حقوق بھی لندنوں کو دیئے گئے تھے لیکن اُس کا اصل منشور ساکنین شہر کو اس شہر کی عدالتوں اور ان کے فوجداری نظام کے زیر اختیار لانا اور دوسرے اہم قرار دینا تھا۔ اس لحاظ سے اُس زمانے کے لندن اور لندنوں کو نہایت خوش نصیب سمجھنا چاہیئے اس لئے کہ دوسرے شہروں کے ساکنین کو یہ مراعات و امتیازات کہاں نصیب تھے وہ لوگ جاگیرى امرا کے زیر اختیار پسے جاتے تھے اور اکثر شاہی سندوں کے ذریعے سے اُن امرا کے عدالتی اور دوسرے اختیارات کو سلب

کرنے کی ضرورت ہوتی تھی بڑے

پلیٹینجٹ بادشاہوں کے دور میں شہروں کو اسناد کا عطا ہونا عام ہوا اس پر بھی ایک بات کا ضرور لحاظ کیا جاتا تھا وہ یہ کہ شہروں کو امتیازات و حقوق ملنے کے بعد بھی ملک کے عام انتظام میں دست اندازی کرنے کا موقع نہیں دیا جاتا تھا چنانچہ کتب میں دوسرے مقام پر اس بات کا ذکر آگیا ہے کہ شہروں کی عدالتوں کے نہایت محدود اختیارات ہوتے تھے بلکہ دورہ کرنے والے ججوں کے اجلاسوں پر شہروں کی ان کے قائم مقاموں کے ذریعے سے نیابت ہوتی تھی۔ یہ حکام عدالت جس شہر میں چاہتے جاسکتے اور وہاں فصل خصومات کر سکتے تھے لندن کی بھی مجال نہ تھی کہ ان کو اپنے ہاں آنے سے منع کرے۔ اس کے سوا شہریوں سے شریف ہی زمیندارہ وصول کرتا تھا اور ان کی فوج کی تعلیم و تنظیم بھی اسی کے زیر نگرانی تھی۔ برائیں ہم شریف وغیرہ کے اختیارات محدود تھے کوئی مقامی محصول بادشاہ کی اجازت کے بغیر شہریوں پر نہیں لگایا جاتا تھا اور نہ اس کی مرضی کے بغیر عدالت ضلع اور دوسرے کی عدالتیں کسی شہر کے کل باشندوں پر کسی مجموعی سزا کی بنا پر جرمانہ کر سکتی تھیں۔ بجز ان چند شہروں کے جن کو ضلع کے اختیارات و انتظامات حاصل تھے دوسرے تمام شہروں کے انتظام اندرونی میں شریف شہر یک رہتا تھا بڑے

اسناد ملنے کے سیکڑوں برس بعد تک اکثر شہروں کی حیثیت کارپوریشن کی سی نہ تھی اور نہ ایسے شہروں کے قبضے، حقوق و فرائض اور اس کے تنفس شہری کے قبضہ و حقوق میں فرق ہو سکتا تھا بلکہ جو امتیازات کسی شہر کو عطا ہوتے تھے ان کا اس شہر کے ہر ایک باشندے پر اطلاق ہوتا تھا، نہ اجارہ شہر کی ادائی کا ہر ایک شہری منفرداً و مشترکاً شریف کے یہاں ذمہ دار تھا اور سمجھا جاتا تھا کہ زرد کوہر کی کامل ادائی کے لئے اس نے شریف سے پہلے سے معاہدہ کر لیا ہے لیکن کارپوریشن یافتہ شہر میں ایک عام مہر اور شہریوں کو حق رائے حاصل رہنے سے ایسے شہر کی غیروں کی نظروں میں ایک متفقہ گروہ کی حیثیت ہوتی تھی اور جو امتیازات اس شہر کو ملتے تھے وہ ایسے ہوتے تھے کہ وہاں کے دوسرے شہریوں کے بھی قریب قریب اسی طرح کے حقوق ہوتے تھے ایسے کارپوریشن کے مفہوم اور

اس کی شان سے لوگ بندہ رنج واقف ہوتے گئے۔ یہی کیفیت لندن کی تھی اگرچہ
اُس کو بہت دیر پہلے میں کمونا کارپوریشن و حکومت خود انتظامی اور مالی کی
تھی اور اس کے بہت پہلے سے اس میں ایک حکمران جماعت سے ایسے بہت
شہر کا اسپرید موجود تھی لیکن اس کے انتظام کی وہ مستقل اور شاندار شکل نہ تھی جیسی کہ
کسی کارپوریشن کی ہونی چاہئے۔ مگر جس زمانے سے شہروں کو زمین پر قبضہ رکھنے کا موقع
ملا اُس وقت سے ایسے ہر ایک شہر میں ایک انتظامی مجلس قائم ہوئی جس کے
حقوق و فرائض کی شان ایک جماعت کے حقوق و فرائض کے مانند قرار پائی اور اس
اجتماعی قبضے اور شخص منفرد کے قبضے میں فرق ہونے لگا۔ بہر حال چودھویں صدی
کے آخر میں شہر یعنی جماعت انتظامی کو حقوق و فرائض قبضہ حاصل ہوئے اور اُس
زمانے سے ایسے بادشاہ یا کسی جاگیردار کی عنایت و نیامی سے ان چیز کا ہوں
اور سبزہ زاروں کے مالک بن گئے جن پر اُس کے قبل وہاں کے شہریوں کو چیرائی
کا عام حق حاصل تھا۔

اگرچہ منشور یافتہ شہروں کا ابتدا میں دستور حکومت جمہوری تھا اور وہاں شہری ہو جانا بھی آسان تھا عہدہ داران مقامی کا انتخاب بھی شہری کرتے تھے اور وہ کل باشندوں کے مور و باز پرس ہوتے تھے لیکن بعض شہروں میں جاگیردار اور بعض میں دیر سے وہاں کی حکومت پر ایک متمول جماعت نے قبضہ کر لیا جس کے سبب سے جوں جوں شہروں کو کارپوریشن ملتا ویسا ہی حکومت محدودی (Oligarchy) کا بول بالا ہوتا گیا اور ان شہروں کے اونی اور اعلیٰ باشندوں میں نزاع کا سلسلہ قائم ہو گیا چنانچہ ۱۹۲۲ء میں لندن ۱۹۲۹ء میں گلاسگو ۱۹۳۱ء میں آکسفورڈ اور ۱۹۳۲ء میں برٹش شہروں کی جانب سے فریڈ کی صدا بلند ہوئی کہ وہاں کے اونی اور سفاس باشندوں کو متمول و خوشحال شہریوں سے زیادہ محصول ادا کرنا پڑتا ہے اور یہ سراسر نا انصافی ہے اور رفع شکایت کی کوئی تدبیر نہیں نکالی جاتی تو شہروں میں محدودی حکومتوں کے قائم ہونے کے چند وجوہ پائے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ اونی درجے کے شہری امور حکومت کی انجام دہی سے جی چراتے تھے اور دوسرے یہ کہ ایسے شہر کی انجمن تجارت حکومت شہر کا اجارہ لیتی تھی معلوم

ہوتا ہے کہ جو لوگ کسی شہر کو حکومت خود اختیاری پانے کی ترغیب و تحریص دلاتے تھے وہی لوگ حصول منشور کے بعد اس شہر کی حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوتے تھے اور بے شک ان لوگوں کا تعلق ان جماعتوں سے تھا جو شہروں کی حکومت خود اختیاری کے پہلے ان میں انجمن ہائے تجارت کے قائم کرنے کے لیے شہریوں کو ابھارا کرتے تھے مگر یہ بات تحقیق طلب ہے کہ ان انجمنوں نے بحیثیت انجمن اس قسم کے منشوروں کو خریدنا یعنی ان کے حاصل کرنے میں اپنی جیب سے صرف کیا یا حکومت خود اختیاری ملنے پر اس کے آپ مالک بن بیٹھے۔ اگرچہ تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر شہروں میں انجمن تجارت اور حکمران گروہیں فریق نہیں کیا جاتا تھا لیکن بعض بڑے شہروں میں جیسا کہ لندن اور نارویچ کی حالت تھی اس طرح کی انجمن نہیں ہوتی تھی۔ ہنری ششم کے عہد میں شہروں کو کارپوریشن عطا ہونے کا طریقہ نکلا اور سب کے پہلے ۱۳۵۷ء میں کننگسٹن کے شہر کو جو دراصل پراوت ہے کارپوریشن عطا ہوا لیکن انگریزوں کو اس زمانے میں بھی بلدیہ کے کاموں سے اس قدر الفت تھی کہ جن شہروں کو حق کارپوریشن بھی نہ ملتا وہاں کے باشندے اپنے میں سے بارہ یا چوبیس آدمیوں کو منتخب کر کے ایک کمیٹی ان فرائض کی انجام دہی کے لیے بناتے تھے جو اس شہر کے کل باشندوں کی جانب سے بلدیہ کا کام چلاتی تھی تو منشوروں کے ذریعے کارپوریشنوں کے طے کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہروں کی حکمران جماعت روز بروز مختصر ہوتی گئی اور یہ کمیٹیاں بالاستقلال اپنا آپ انتخاب کرنے لگیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ قانون حقوق کے واضعین نے جس کے ذریعے سے شہروں کے منشورات میں بادشاہ کی دست اندازی کا اسناد ہوا حکومت کی نظروں سے اس قسم کے مستبدہ کارپوریشنوں کو پنہاں کر دیا جن کی بہت جلد کثرت ہو گئی۔ بہر حال مدتوں بعد اس خرابی کا حکومت پر اظہار ہوا چنانچہ ۱۳۵۷ء کے کشنروں کی رپورٹ سے واضح ہے کہ انجن شہروں کو ادارات بلدیہ ملے ہیں وہاں کے باشندوں کی کثیر تعداد بلدیات کے اختیارات سے ناراض ہے اور ان کی ناراضی جائز ہے، اس لیے کہ ان شہروں میں ایک قبل از خود مختار جماعت کے ہاتھ میں وہاں کے عدالتی سیاسی اور بلدی اختیارات آگئے ہیں جس سے دوسرے شہری محروم ہیں اور یہی

جماعت صاحب ثروت و جائیداد بن گئی ہے پڑ
 ۱۸۳۵ء کے قانون بلدیات کے ذریعے سے کل انگریزی شہروں کو
 ایک ہی قسم کا دستور حکومت ملا ہے جس کے سبب سے ہر ایک بلدیہ ایک امیر بلدیہ،
 شہر کا امیر بلدیہ اور ارکان مجلس پر مشتمل ہوتا ہے۔ ارکان مجلس کا انتخاب محصول ادا کرنے والے
 کرتے ہیں اور ان میں کے ایک ٹلٹ ارکان اختتام سال پر خدمت سے علیحدہ ہو جاتے
 ہیں۔ امیر بلدیہ اور شہر کا امیر بلدیہ کا انتخاب ارکان مجلس کی جانب سے ہوتا ہے۔ ارکان مجلس
 کا ایک ٹلٹ حصہ اُس دوسری قسم کے عہدہ داروں پر مشتمل ہوتا ہے جن کی مدت ملازمت
 چھ سال ہوتی ہے لیکن ہر تیسرے سال ان میں کے نصف ارکان ملازمت سے علیحدہ
 ہو جاتے ہیں۔ امیر بلدیہ کی مدت ملازمت ایک سال ہے۔ اگرچہ اس طرز حکومت
 کی نسبت قانون تو ۱۸۳۵ء میں بنا تھا لیکن ۱۸۴۲ء میں کل برطانوی شہروں پر اس کا
 اطلاق ہو گیا اُس پر بھی شہر لندن اس وقت بھی اس کے اثر سے مستثنیٰ رہا اور
 اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اس کے پہلے کے قانون کا جو ۱۸۳۵ء میں نافذ ہوا تھا لندن
 پر اثر نہیں پڑا تھا اور لٹے ہوا تھا کہ دار الحکومت کے نظم حکومت کی نسبت خاص
 قانون بنیگا۔ لیکن آج تک اُس کی نوبت نہیں آئی اور اُس شہر کا وہی پرانا غیر اصلاح شدہ
 دستور اب تک جاری ہے پڑ

۱۸۳۵ء کے قانون بلدیات اور ۱۸۳۵ء کے قانون عدالتہاے
 اضلاع کے ذریعے سے شہروں کے عدالتی انتظام کی اصلاح ہوئی ہے پڑ

لِکھنا

فہرست اصطلاحات

تایخ دستور انگلستان

A

Abdication

ترک سلطنت

Abbot

رہنما رہبان

Absolute

مطلق العنان

Act of security

قانون طمانیت

Active conformity

مطابقت عملی

Adjournment

التوا باقتیاء خود

Administration

نظم و نسق

Administrative county

حکومتی ضلع

Administration of justice

داد و دی - عدالت داری

Adoration

پرستش

Affirmation

اقرار (صالح)

Aid

امداد قومی - اعانت قومی

Alderman

شریک میربلد

Aldermen

شرکاء میربلد

Allegiance

وفا شعار

Altar

قربان گاہ

Amendment

ترمیم

Anglican church

مقررہ مذہب انگلستان

Anglo-saxon

سیکسن انگریز

Anarchy	عدم حکومت - نراں
Appropriation of supplies	تخصیص رقوم
Arbitration	ثالثی
Archbishop	صدر اسقف
Archdeacon	صدر شماس
Army and discipline Act	قانون تربیت و ضابطہ فوج
Assault and battery	حملہ اور زد و کوب
Assize	فرمان - قانون - نام تحقیقات جوری
Assize of arms	قانون اسلحہ
Attorney General	صدر وکیل سرکار
B	
Ballot	قرعہ اندازی - مخفی طریقہ کا دوٹ
Ballot Act	قانون قرعہ اندازی
Bankrupt	دیوالیہ
Barony by tenure	بیرنی از روئے عطیہ راضی
Barony by writ	بیرنی از روئے شقہ (طلب نامہ)
Benefit of Clergy	مراعات کنیسہ
Benevolence	قرضہ جبریہ - نذر
Bill	مسودہ قانون
Bill of attainder	مخصوص قانون تفریری
Bishop	اسقف
Board	مجلس - محکمہ
Board of Exchequer	مجلس مالیہ
Board of Works	محکمہ تعمیرات
Book land	راضی شخصی - زمین سندی

Borough

شہر

Bye-law

قانون مقامی (موض)

Brotwalda

حاکم برطانیہ

Burial

تجہیز و تکفین

C

Cabal

جماعت سازشی

Cabinet-closet

خلوت - چھوٹا کمرہ

Cabinet System

نظام کابینہ

Canons

علمہ اسقف

Canon law

قانون کلیسائی - قانون مذہبی

Canvassing

جستجوئے رائے - استمداد

Carrier of goods

برندہ مال

Cathedral

کیتھڈرل اسقف - اسقف کا گرجا

Cause of action

بنائے دعویٰ

Celibacy

بجود

Censorship of Press

نظارت مطابع

Central Government

حکومت مرکزی - صدر حکومت

Chamberlain

تشریفاتی - بار سالار منتظم بارگاہ

Character

عادات و اطوار

Charter

سند شاہی

Chartered town

شہر سند یافتہ

Civil Officers

افسران قانونی

Civil and Criminal Causes

مقدمات دیوانی و فوجداری

Civil registration

اندراج قانونی

Conservative	قداست پسند
Conservator of peace	محافظة امن
Constable	سرخیل قصر شاهی - قلعدار
Constituency	حلقه انتخاب
Constitution	دستور
Constitutional	دستوری
Conventicle	جمع مصلیان
Conviction of an offence	اثبات جرم
Convocation	صدر مجلس انتظامی اهل کینسه
Co-operation	اتحاد - اتفاق
Copy hold	نقل داری
Copy holder	نقل دار
Coroner	منقش اسباب ملاکت
Corporate body	جماعت سند یافتہ - شخصیه والی جماعت
Corporation	شخصیه
Corporate town	شخصیه والا شهر
Council of state	مجلس مل و عقد - مجلس نظمیہ
County	ضلع
County Palatine	ضلع خود مختار
Court of assize	عدالت اسائز
Cross classification	تقسیم متداول
Court of Exchequer	عدالت مال
Court of the Common Pleas	عدالت دیوانی
Curia Regis	عدالت شاهی
Chartism	خیالات فرقہ چارٹ

Chartists	فرد یا گروہ - طالبان (سند) مشور
Church	کلیسا - مذہب
Church service	صلوٰۃ نصاری
Churchrate	محصول کلیسائی
Church Wardens	ناظران کلیسا
Civil Government	حکومت منظم
Civil List	جیب خرچ شاہی - فہرست عہدہ داران و اہل خانہ شاہی
Clergyman	یادری
Coalition Ministry	وزارت متفقہ
Customary Law	قانون سبھی
Code of Laws	مجموعہ قوانین منضبطہ
Colonial office	محکمہ نوآبادیات
Commendation	رسم و جوار
Commission	اختیار حکم - پرواۃ تقرر - نیابت مجلس
Commissioner	نائب - قائم مقام
Composite constitution	دستور مرکب
Common Land	ارضی شالائی
Common Law	قانون غیر موضوعہ
Common Pleas	مقدمات یا ناشات دیوانی
Common Prayer book	عام کتاب صلوٰۃ
Commons	چراگاہ عام - چراگاہ شالائی
Commons (The)	اراکین عوام ریپریزینٹ انگلستان
Common Wealth	(رفاہ عام) حکومت جمہوری
Communion	عشاء ربانی
Compurgation	تائید حلف

Compurgators	مؤیدین علف
Complex	مخلوط
Confederation	اجتماع
Congregation	کلیسا - مجمع مصلیان - فرقہ مذہبی
Consecration	تقدیس
County Council	مجلس ضلع
D	
Deacon	شماس
Dead letter	قانون منوخ اہل
Declaration of Indulgence	اعلان مراعات
Declaration of Rights	اعلان حقوق
Degree (of a University)	سند جامعہ
Delibrations	مشاورت
Demesne Land	زمین سیر
Demesne Land of the Crown	علاقہ صرف خاص شاہی سیر
Democracy	حکومت جمہوری
Democrat	حامی حکومت جمہوری
Democratic	جمہوری
Despatch	مراسلت سرکاری - نامہ و پیام
Diocese	ضلع اسقف یا صدر اسقف
Dictum	آئین
Direct taxation	مصول بلا واسطہ
Disability	عدم قابلیت
Disendowment	ازالہ وقف
Disestablishment	موقوفی

Dispensing Power

اختیار استثناء

Dissolution

برخواست (پارلیمنٹ)

Distrainment of Knighthood

خوجی زمینداری کی قرقی

Distribution of seats

تقسیم ناہین

Districts

اضلاع

Divine Right

نیابت الہی

Division List

فہرست موافقین و مخالفین تحریک

Doctrine of tenure

مسئلہ حقیت اعطائے ارضی

Doctrine of Transubstantiation

مسئلہ استحالہ

Domesday Book

کتاب بندوبست

E

Ecclesiastical Order

اسن مذہبی

Ealdorman

نائب شاہ - صوبہ دار گورنر

Elastic

ملکن التاویل

Election

انتخاب

Elective

منتخب

Elective right or title

حق انتخاب

Elective Franchise Franchise

حق رائے نسبت انتخاب

Elector

انتخاب کنندہ منتخب

Electorate

حلقہ انتخاب کنندگان

Elementary education

تعلیم ابتدائی

Entail

عطیہ مشروط عطیہ منقطع

Episcopal Government

حکومت اسقفی

Escheat

استرداد - بازگشت - حق بازگشت حق استرداد

Estate for life

حق یا جامدا میں حیات

Exclusive Laws

قوانین محرومیت - قوانین اخراج حرمان

Excommunication

اخراج مذهبی

Executive Government

حکومت عاملان

Ex-officio Oath

حلف منصب

Extreme republicanism

انتہائی جمهوریت پسند

Extortion

حصول بالجبر

F

Fair Criticism

اعراض جائز

Fanaticism

تعصب شدید

Fanaticism (Religious)

جنون مذهبی

Father-land

وطن آبائی

Fealty

اطاعت

Fee

جاگیر - زمینداری - زمین معافی

Fee = Court fee

رسوم عدالت

Fee Simple

ملک یا عطای مطلق

Fee tail

ملک یا عطای مشروط و منقطع

Feelings

جذبات - خیالات

Felon

مجرم سنگین

Felony

جرم سنگین

Fellow of a College

طالب علم و طیفه یار امتیازی

Federation

اتفاق و پیوستگی

Federal State

دولت متفق

Fellowship

وظیفه امتیازی

Feudal dependant

جاگیردار تحت

Feudal incidents

رسوم جاگیری

Feudalism

خیالات نظام جاگیر

Feudal Lord

رئیس جاگیردار

Feudal Revenue

محل جاگیری

Feudal System

نظام جاگیری

Fine

پیشکش - نذرانہ جرمانہ

First Lord of the Admiralty

وزیر بحریہ

First Lord of the Treasury

وزیر خزانہ

Flexible

ترسیم پذیر

Folkland

زمین جمہوری

Foreign Despatches

مراسلات خارجہ

Finance

مالیہ

Foreign office

محکمہ خارجہ

Forfeiture

ضبطی

Franchise

حق رائے زنی رائے (ووٹ) دینے کا حق

Free Gift

ہبہ یا انعام بلا شرط

Freehold

زمینداری - زمین معافی - ملک مطلق

Free holder

جاگیردار - زمیندار - مالک مطلق

French reign of terror

اشوبہ فرانس

Fund

سرمایہ

G

Galley Slaves

کشتی کھینے والے غلام

General Summons

طلبنامہ عام

Guardians of the poor

اولیائے مفلسین

Grammar School

مدرستہ ادب قدیم یونانی و لاطینی

Good Will

نیک گمانی - خیر خواہی - بقدرت عامہ

Great Charter of liberties

سند اعظم حریت

Great Council (The)

مجلس عظمیٰ

Great Officers of the State

عظمیٰ ترین۔ اعلیٰ حکام ہست

H

Habeas Corpus Act

قانون لزوم تحقیقات مجبوس

Hamlet

قریہ۔ کھٹرا

Harbour

بندر۔ بندرگاہ

Heavy cavalry

رسالہ زرہ پوش

Heptarchy

حکومت مبعومہ حکومت ہفت سلطین

Heresy

زندقہ۔ الحاد

Heretic

زندیقی۔ ملحد

High Treason

بغاوت خلاف بادشاہ وغیرہ

Homage

وابستگی

Home Office

محکمہ داخلہ

Householder's franchise

حق رائے شماری

House of Commons

بیت العوام

House of Lords

بیت الامرا

Houses of Parliament

بیت پارلیمنٹ

Hundred

تعداد۔ حصص

Hundred years War

جنگ صد سالہ

I

Illuminated books

کتاب مہلا و مہصور

Immunity

بریت۔ استحقاق معافی

Impeachment

مواخذہ

Imperial Expenditure

مصارف سلطنت۔ مصارف ملکی

Incest	تزویج محرمات
Incorporation	عطائے شخصیت
India Office	محکمہ وزیر ہند
Indictment	الزام تحریری مصدقہ جوری کلاں - چالان
Indirect taxation	معصوم بالواسطہ
Informal	بے ضابطہ - غیر رسمی - ساوہ
Innate rights	حقوق فطرتی
Inquest	تفتیش
Institutions	ادارات - قوانین - آئین -
Instrument of Government	دستور حکومت - آلہ حکمرانی
Interdict	حکم امتناعی پوپ
Interest	حق نسبت - جائداد غیر منقولہ
Investiture	رسم تشریف - تقرر استقف بنجاب پوپ
Ireland	ایرستان
Irish	ایرستانی

J

Jacobites (L.Jacobus and Fr.James)	طرفداران جیمس دوم
Jesuits	فرقہ بیقوبی
Judge	قاضی
Jurisdiction	اختیارات عدالت اختیار مقامات عدلیہ و انتظامیہ
Justice of the Peace	اعزازی ناظم فوجداری
Justiciar	صدر اعظم

K

King can do no wrong	بادشاہ سے کوئی جرم سرزد نہیں ہو سکتا
King is the fountain of Justice	بادشاہ منبع انصاف ہے -

King in Council	بادشاہ باجلاس کونسل
King in Parliament	بادشاہ باجلاس پارلیمنٹ
Knight	سوارز
Knight-errant	مبارز دووار
Knight hood	زمین مبارز - فوجی زمینداری
Knight's fee	جاگیر مبارز
Knight Service = Tenure by Knight Service = Military tenure	فوجی عطیہ ارضی
Knight tenure	فوجی زمینداری

L

Land lord	زمین دار - مالک زمین - ملک خاں - بستکر
Land tax	مصول زمین
Land system	نظام زمینداری
Land tenure	عطایہ ارضی
Law of patents	قانون اختراعات و صنائع
Law of Bankruptcy	قانون دیوالہ
Layman	دنوی آدمی
Lease	پٹہ
Leasehold	پٹہ - پٹہ داری
Lease holder	پٹہ دار
Legal provisions	شرائط قانونی
Legate	سفیر پوپ
Legislative innovations	تغیرات قانونی
Libel	ازالہ حیثیت عرفی - توہین تحریری
Liberal Education	تعلیم درسی و اخلاقی
Liberal party	فردہ حامی آزادی - فرقہ جدت پسند

Liberal supply	فیاضانہ منظوری اخراجات
Liberty of the Press	آزادی مطابع
Liege lord	رئیس یا امیر واجب الاطاعت
Licensing Act (The)	قانون اجازت نامہ
Life Interest	حق یا جائیداد میں حیات
Light house	منارہ بحریہ
Liturgy	طریقہ عبادت قومی اداۓ رسم شائے ربانی
Local administration	حکومت مقامی
Local authority	حکومت مقامی
Local community	حکومت مقامی
Local Government	حکومت مقامی
Local Institutions	ادارات مقامی
Lords Ordainers	امراء مقررین
Lodger's franchise	حق رائے منزل گزیں
Lord Chamberlain	میر تشریفاتی
Lord Chancellor	ناظم عدالت ایکوٹی (نصفت)
Lord high Admiral	صدر امیر البحر
Lord High Chancellor	میر مجلس عدالت العالیہ قاضی القضاۃ
Lord Lieutenant	نائب السلطنت
Lord President of the Privy Council	میرستشار
Lord Protector	حامی سلطنت
Lord's anointed	برگزیدہ الہ
Lords Spiritual	امراء دینی
Lords Temporal	امراء دنیوی

Magna Charta

سند اعظم

Manor

پرگنہ - جاگیر

Maritime adventures

وقائع سیاحت بحری

Marriage

رسم تزویج عقد نکاح

Marriage Act

قانون ازدواج

Marriage by Civil registration

تزویج بدیعہ اندراج قانونی

Marshal

سپہ سالار

Martial law

قانون حربی

Masses of the people

عامہ خلایق

Matriculation

شرکت جامعہ

Mayor

میر بلد

Meadow

سبزہ زار - چراگاہ - مرغزار

Merchant Shippings

جہازات تجارت

Middle ages

قرون وسطی - ارنہ وسطی

Military tenure

عطیہ خدمت فوجی

Militia National army

فوج روئیف - فوج قومی

Modern England

انگلستان حالیہ

Monarchy

حکومت شخصی

Money bill

مسودہ قانون مالیہ (مسودہ معاملات مالیہ)

Money Market

صرافہ - بازار زر

Mortmain

بدست عرصہ

Mote

مجلس

Motive

تحریک غرض

Motive power

قوت محرکہ

Mouthpiece Spokesman

وکیل نمایندہ

Municipal borough

بلدیہ والا شہر

Municipal Corporations

شخصیات بلدی - بلدیات سدیافتہ

Municipal reform

اصلاح بلدیہ

Mutiny Act

قانون غدر

Mysticism

تصوف

N

National assembly

مجلس قومی - مجلس ملیہ

National administration

حکومت قومی

National covenant (The)

عہد نامہ قومی

National purse

مدخل ملکی - محال قومی

Natural rights

حقوق فطری

Navy

بحریہ محکمہ بحری

Nuisances

امور باعث تکلیف

O

Occasional Conformity

مطابقت اتفاقیہ

Occupier

قابض

Officers of the Royal household

افسران بیوتات شاہی

Opening of Parliament

افتتاح پارلیمنٹ

Opposition

ارکان مقابلہ - فریق مقابل

Ordeal

آزمایش غیبی

Ordinance

قرمان

Overrule

بطلان یا رد فیصلہ

Overseers of the Poor

ناظران مفلسین

P

Parish Council

مجلس پیرش

Parish rural	دیہاتی پیرش
Parish Urban	شہری پیرش
Parson	پادری متولی
Parliamentary papers	کاغذات پارلیمنٹ
Party	فرقہ
Party chief	سر دار فرقہ
Party in a minority	فرقہ قلیل
Party Government	فرقہ بندی کی حکومت
Party System	نظام فرقہ بندی
Party having majority in the house of Commons	بیت العموم کا برسر حکومت فرقہ یا فرقہ کثیر
Party in a majority	فرقہ کثیر
Passive obedience	اطاعت غیر مخالفانہ اطاعت تامہ
Patent	سند ایجاد سند حق اختراع
Peerage bill	مسودہ قانون امارت
Penal Statute	قانون تعزیری
Penalty	سزا تاوان
Pensioner	وظیفہ دار
Petition of Rights	قانون حقوق
Place men	لازمان شاہی صاحبان مناصب
Pleas of the Crown	مقدمات فوجداری
Pocket borough	جیب پورن شہر
Political institutions	ادارات سیاسی
Poor law	قانون مفلسین
Poor relief	اعداؤ مفلسین
Popular assembly	مجلس ملیہ مجلس قومی

Popular Court	عدالت قونی
Preferment	معاش مذہبی منصب و عہدہ کلیسائی
Prelate	رئیس کنیسہ
Preliminaries	مقدمات صلح
Prerogative of mercy and Pardon	شاہی اختیار معافی و رحم
President	میر مجلس
President of the Board of Trade	میر مجلس تجارت
President of the Local Government Board	میر مجلس حکومت مقامی
President of the Board of Education	میر مجلس تعلیمات
Prince of Wales	پرنس ہد برطانیہ
Private business	کار شخصی - منج کے کام
Privileged Communication	بیانات استحقاقی
Privy Council	مستشار شاہی
Privy Counsellor	رکن مستشار شاہی
Procedure	ضابطہ
Proclamation	اعلان
Presentment	چالان
Property qualifications	شرائط ملکی
Prorogation	التوا بیکم شاہی
Protector (Lord)	نائب السلطنت حامی سلطنت
Protectorate	حکومت زیر حمایت
Provisions	قواعد شرائط
Provisions of Oxford	دستور (معاہدہ) جو بمقام آکسفورڈ مرتب ہوا
Proxy	نائب - قائم مقام

Public affairs	امور ملکی - مہام سلطنت
Public Credit	اعتبار قومی - سرکاری اعتبار
Public Expenditure	مصارف ملکی
Public Health Act	قانون صحت عامہ
Public Interest	رفاہ عام
Public opinion	رائے عام
Public Purse	محصل ملکی
Public Spirit	رفاہ قومی

Q

Qualifications for the franchise	شرائط اہلیت رائے زنی
Question of fact	امروا قعائی
Question of law	امرو قانونی
Quinquennial Act (The)	قانون پنج سالہ

R

Ratification	توثیق - منظوری
Rector	ستولی کلیسا
Redistribution of Seats Act	قانون تقسیم کمرزائیں
Reform Act (The)	قانون اصلاح
Reformation (The)	عہد اصلاح (مذہب)
Registrar General of birth, Marriages and deaths	صدر ناظم محکوم ولادت و ازدواج و وفات
Relief	پیش کشش نذرانہ
Religious fanaticism	جنون مذہبی
Rent	مالگداری - کرایہ - زرنگان
Rental of the land	آمدنی مالگداری
Reporter	خبر نویس

Representation	نیابت - نمایندگی
Representative	نائب - نمایندہ
Representative Government	حکومت نیابۃ
Republican	جمہوریت پسند
Responsibility	جواب دہی - ذمہ داری
Restoration (The)	عود شاہی
Revenue	مچل
Retainer	وابستہ دولت
Rigid	غیر ترمیم پذیر
Right to reputation	حق نیک نامی
Royal administration	نظم و نسق (دیا نظام) شاہی
Royal closet	خلوت شاہی
Royalist	طرفدار شاہی
Rotten borough	شہر ویران و خراب - شہر غیر آباد
Round Heads	سر تراشیدہ - سر منڈے طرفداران کیرلولی و جمہوریت
Rump (The)	تکچھٹ - فضلہ - نام اراکین بقیہ شارٹ پارلیمنٹ
S	
Sacramental Test	آزمائش عشائے ربانی
Sanitary Authorities	حکام صحتی یا حفظان صحت
Sanitation	حفظان صحت
Schism Act (The)	قانون افتراق (مذہبی)
Secondary Education	تسلیم ثانویہ
See	علاقہ ماتحت اسقف یا صدر اسقف
Secretary of State	وزیر سلطنت
Secretary of State for Colonies	وزیر نوآبادیات

Secretary of State for India	وزیر ہند
Secretary of State for War	وزیر جنگ
Self Government	حکومت خود اختیاری
Septinial Act (The)	قانون ہفت سالہ
Serf	غلام زرعی - غیر آزادگان
Set Speeches	پرنکلف اور مصنوعی تقریریں
Settlement Act (The)	قانون تخت و تاج
Shire	ضلع
Shipmoney	زر جہاز - محصول بحریہ
Shorthand	اختصار نویسی
Shorthand writer	اختصار نویس
Simple esquires	اوفی درجہ کے مخزین
Sinecurist	مفت باش
Simple	بسیط
Socage tenure	عطیہ - خدمت زرعی
Solemn affirmation	اقرار صالح
Sovereign	فرمانروا
Speakers	مقررین
Spiritual Cause	مقدمہ مذہبی
Statistical Survey	بندوبست - پیمائش عددی
Statute Book	مجموعہ قوانین موضوعہ
Statistics	اعداد
Statute of Premunire	قانون اقباء
Subscription	دستخط - دستخطی تحریر
Subsidy	مخصوص اشیاء تجارتی کا محصول کروڑ گیری

Supreme Court of Justice

عدالتِ عالیہ

Supreme Government

صدر حکومت

Supreme power

حکومتِ اعلیٰ

Suspending power

قانون کو سطل کرنا اختیار

T

Taxation

اجرائے محصولات

Technical Education

تعلیمِ صنعت و حرفت

Tenant-Farmer

کاشتکار یا اسامی قابض رعیت

Tenant-Farming

رعیت داری

Tenant-in-Chief

اعلیٰ اسطی (د جاگیر دار)

Tenure

عقیدہ رهنی

Test Act (The)

قانون آزمائش

Thanes-'Thegns

نڈیمان نیرو آزا - مصاحبان جنگی

Title deed

دستاویز حقیقت

Toleration Act (The)

قانون رواداری مذاہب

Tory

فرقہ قدامت پسند

Tory Government

حکومت فرقہ قدامت پسند

Township

موضع قصبہ

Traffic

مال تجارت حمل و نقل انسان و مال

Trial by battle

تحقیقات بذریعہ جنگ و جدل

Trial by ordeal

تحقیقات بذریعہ امتحان (آب آتش)

Triennial Act (The)

قانون سہ سالہ

Turning point

نقطہ انقلابی

U

Under Kings

سلاطین کم مرتبہ

Uniformity (Act of)	قانون یکسانی
Unit of Administration	حکومت کا پہلا ذریعہ۔ سب سے چھوٹا ذریعہ حکومت
Unitary Constitution	دستور انفرادی
Upstart	نودولت
V	
Vassal	وابستہ
Venue	مقام واردات
Vestry	مجلس انتظامی کلیسا
Veto	اختیار نامنظوری
Vicar	ناظر۔ بچیان کلیسا
Vice-President	نائب میزبیں
Villain	غلام زرعی۔ غلام زراعتی۔ کسان غیر آزاد
Violence	جبر و تشدد۔ دغا و فساد
Volunteer	رضاکار
Vote	راہے۔ رائے زنی
Vote Supply (to)	مصارف ملکی کو منظور کرنا
W	
War Office	محکمہ جنگ
Westminster Abbey	خانقاہ و سیٹ منسٹر
Witans	ارکان مجلس عقلا
Witenagemot	مجلس عقلا
Working Majority	کثرت موثرہ۔ کثرت عاملانہ۔ فرقہ کثیر
Y	
Yeoman	زمیندار کسان۔ سپاہی مستحق
Yeomanry	فرقہ زمینداران۔ اہل فوج مستحق ترقی

غلط ناما

تیارخ دستوار انگلستان

صحیح	غلط	۲	۳
۲	۳	۲	۱
نسبت نہ کسی	نسبت کسی	۲۴	۳
مسودے کو	مسودے کر	۱۱	۴
اکثر باہمی امور	اکثر امور میں آپس	۳	۱۶
اور عمل میں لانا	اور عمل میں اس کا لانا	۱۶	۱۶
مستمرہ	مستمر	۲۴	۱۹
امارت	امارات	۹	۲۱
(Coloni)	(Coloui)	۲۱	۲۲
کی آرٹیز	کی آرا	۱۴	۲۵
کوم آئیز	کوم ٹیز	۱۸	۲۵
جس کے	جن کے	۱۴	۳۴
مشکلات	اشکالات	۲۱	۳۹
طرز	طور	۱۳	۴۱
ہنیں	تہیں	۲۰	۴۲
ہو گئی	مل گئی	۷	۴۳
Fee Farm	Fee From	۱۰	۵۱

صفحہ	غلط	۲	۱
۴	۳	۲	۱
Oath	Cath	۹	۵۵
سائنز بری	سلسبیری	۱۵	۵۴
گویا	کساویا	۸	۶۳
حق کی حفاظت	حق حفاظت	۵	۶۸
(Dialogus de Seaccario)	(Dialogus de Seaccario)	۹	۸۰
مزار عین	مزار عین	۲۳	۸۸
Fortesque	Fortespue	۱۴	۸۹
The	The	عنوان	۱۲۲
Commune	Comune	مندرجہ	۰
Concilium	Cancilium	حاشیہ	۰
(مجلس قومی) اور نارمنوں کی مجلس شاہی	مجلس قومی نارمنوں کی مجلس شاہی	۱۹	۱۳۱
مجلسوں	مجلسوں	۱۳	۱۳۲
Commission	Commussion	۱۵	۱۳۳
کیشن کی (ہنو)	ہو ا بنا ہوئی	۲۲	۱۳۴
Long	Lony	۱۶	۱۳۸
کرنے	کرے	۱۸	۱۴۳
Stole	Strole	۲۲	۱۴۴
Pelhams	Pelhama	۱۳	۱۴۵
Marquis	Marquies	۱۶	۱۴۵
H. M'S	H. M's	۱۹	۱۵۲
Mc Kenna	Mekerra	۸	۱۵۳
تاریخی چھائی ہوئی	تاریخی چھائی ہوئی	۹	۱۵۴
ڈزریلی	ڈزریلی		

۴۰	۴۱	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۵۶	۱۴	در ایک	وہ ایک
۱۵۹	۲۲	(New-castle)	(Newcastle)
۱۶۲	۶	The Dntchy	The Dutchy
۱۶۶	۷	Beverly	Beverley
۱۶۷	۲	(Balingbroke)	Bolingbroke
۱۶۷	۵	پکرننگ	پکرننگ
۱۸۲	۲۲	Petitioned Advice	Petition and Advice
۱۸۴	۱۷	(North Men)	(Northmen)
۱۸۵	۴	(Huscarles)	(Huscarls)
۱۹۰	۵	(Poll tax)	(Poll tax)
"	۲۴	Gruat	Groat
۱۹۱	۲۵	Barous	Barons
۲۰۴	۹	ہسکن سن	ہسکی سن
۲۰۹	۱۲	ہوتی ہو	ہوئی ہو
۲۰۹	۱۷	شلنگ	شلنگ
۲۰۹	۱۹	تمنے	تمنے
۲۱۲	۲۳	سلاخین نوڈر	سلاطین ٹیوڈر
۲۲۴	۱۶	Old-Castle)	Oldcastle)
۲۵۰	۲۵	Wens Leydal)	Wensleydale)
۲۵۷	۱۸	of	and
۲۵۸	۱۷	(Mopesson)	(Mompesson)
۲۶۰	۱۳	(Strofford of Land)	(Strafford and Land)

صحیح	غلط	۲	۱
۲	۳	۲	۱
Shirley Vs. Fagg	(Shirly Vs Fagg)	۹	۲۶۳
Monmouth	(Man mauth)	۵	۲۶۸
Isabella	Isabella	۱۵	۲۶۸
Newark	Nework	۱۸	۲۶۳
& fox	& Fox	۷	۲۶۸
پیکس	پیکس	۸	۳۷۵
قانون مائل برو	تائون مائل برو	۱۰	۳۸۶
Thegns	(Thegus)	۶	۴۰۰
Tolzy	Talzey	۱۲	۴۰۴
Berkeley	Burkly	۱۴	۴۳۷
Rotulorum	Rotulonm	۹	۴۳۸
بیکٹ	پیکٹ	۱۶	۴۴۰
ذریعے	وزیلعے	۸	۴۸۴
فرمان روائی، فضلیت	فرمان روائی فضلیت	۱۵	۴۸۷
مباحثہ	مباحثہ	۱۷	۴۸۷
اعزازی	اعزازی	۱	۴۹۱
اسکے اور اسکے	اسکے اور اسکے	۲۰	۴۹۵
ٹی۔ ڈبلیو۔ فول	ٹی۔ ڈبلیو۔ فول	۲۳	۴۹۹
ہونی چاہئے	ہونی چاہئے	۵	۵۰۲
کے ذریعے سے	کے ذریعے سے	۱۶	۵۰۳

